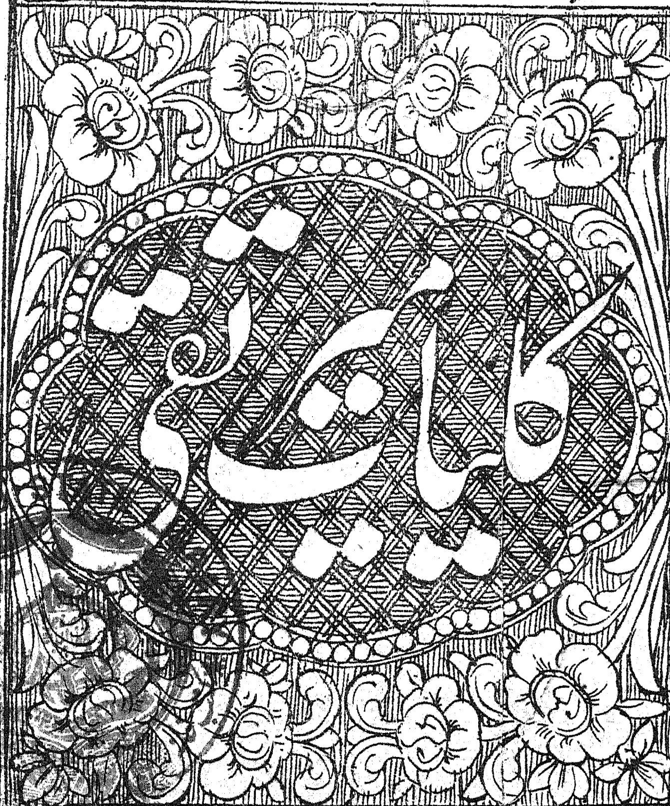
بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

ساتوان دیوان فصاحت نشان بلاغت عنوان مشعر مضامین محاورات بے نظیر اعنی

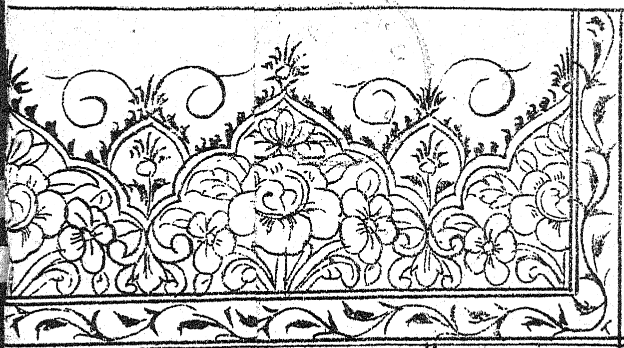
کلیات میر تقی



من کلام بلبل دستان سرای گلشن قدس ملک الشعرا میر تقی صاحب میر مسلک جناب مغفرت مکین

مطبع نامی منشی نولکشور میں بطبع مطبوع ہوا

مطلع ثانی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد در منقبت وغیرہ

جب سے خورشید ہوا ہی چمن افروز حمل
رنگ گل جھمکی ہی ہر پات ہری ...

وقت وہ ہی کہ زبس شوق سی چشم بلبل
خواہی دلکش گل دیکھنی کو ...

جوشش گل یہ ہی جہا تنک کری ہی کام نظر
لالہ و نرگس و گل سی ہین بھری دشت ...

لطف روئیدگی مت پوچھ کہ ہین شیشہ ہی بون
سبزہ غلطان ہی لب جو پہ کہ خا...

چشم رکھتا ہی تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ
نرگس وگتی ہی جہان بوئی تھی دہقا...

سیر کر تازگی و خرمی و شادابی
خشک بھی شاخ نی اب سبز نکالا ...

خون خمیازہ کش عاشقی و نیچہ گل
دو نون نکلی ہین تہ خاک سی ...

وقت ہی اپنی نصیری کی مدد کا پاشاہ | روز ترتیب ہتی ہی اس موزی ہی جنگ وجدل

مطلع ثالث

ایکہ اک تو ہی ہوا عالم اسرار ازل | ایکہ سو جان سی عاشق ہی ترا حسن عمل

تیری وہ ذات مقدس ہی کہ تغییر ہو گر | منہ سی ناخواستہ بھی صلِّ علی جای نکل

تیری درگاہ مین جبریل کی رکیون نہ جبین | یہین ہی نور جلالی خدا عزو جل

دور از بسکہ کھنچا عرش سی رتبہ تیرا | حرف تیرا ہی تری شیعونکی وحی منزل

مرحبا شاہی تری صل علی جاہ تیسلے | کہ ہوا تخت ترا دوش نبی مرسل

فرش ہو نا تری زائر کا سعادت تہی و | کیا کری جا درِ مہتاب کہ تہی مستعمل

وہ نخستین خرد اسی عالم اسرار الہ | ناتہی جسکو گئی دہر کی کامل اکمل

آخراب آکی تری درس مین یہ نکتہ کھلا | ناقصِ محض چلا جای تہا عقل اول

بجی مین گذری بہی تو نکلی ہی تری درس کی | معنی تازہ سی بدلا ہوا لفظ مہمل

زمع بدعت یہ عجب کیا کہ تری طبع اقدس | کیا عجب شعلۂ آواز سی جل جائے زحل

نقمۂ ظلم نہیں پہنچا عدالت مین تری | باز نگلی ہوی چڑیا کی تیئیں دیوی اگل

حالتِ نزع مین گر نام زبان پہ ہو ترا | یک رمق جان حیاتِ ابدی سی ہو بدل

بسکہ غالب ہی ترا سعد ستارا ہی عجب | پہنچی گر حشر تلک نوبت شاہی زحل

مطلع رابع

۳

قصیدہ در مدح حضرت مرتضی علی علیہ الصلوٰۃ والسلام

گر کے سر گوشی جسے چھوتے ہیں بھاگی ہوئی ... آتی ہے غیب سے آواز ہوا وہ فیصل

یہ ہے یا خالی ہے میدان مگر اسکی تیغ ... اڑ رہا ہے کہ گئی خلق کو یکدم مین نگل

کیا بیان کیجے اب لشکر اعدا کی معاشر ... منحنی خون ہے وہان زخم کا ہیگا مدخل

چھوٹے ہے زخم سے ہر ایک کے فوارۂ خون ... ہر طرف دشت مین جاری ہے لہو کی جدول

سرخ ہے چشم شجاعان نظر آتی ہے ... خون سے مسلخ قصاب کی خاک مقتل

قطعہ

کیا لکھون اسپ سبکسیر کی اوسکی تعریف ... ادہر خامہ بھی لکھتے ہوئے جاتا ہے اوچھل

جب عنان اسکی اوچک لیتا ہے راکب اوسکا ... جلدی ہو یہ مین پھیلاوے ہے کیا کیا چھل بل

اس فلک سیر کا میدان مقرر ہیگا ... تنگ ہو کے لیوے اثنائے ابد اور ازل

آگیا اس مین نظر جاتا کسو شخص کو تو ... مارتے بل کر گیا اوسکو چھلاوا سا اچل

قابو پاکر لیوے اسکو سوار اوسپہ سدا ... کہتے ہین مدعی اس اسپ کے تئین یا اُچل

راکب اوسکا کرے ہے سنکر تبسم یہ بات ... یعنی ان کہیدوں کی کچھ ہے دماغوں مین خلل

جان یہ ہے تری گھوڑے مین کہ تا روز جزا ... گرد کو اسکی نہ پہنچے گی کبھو اسکی اجل

اک مصور نے اوسے دیکھ کے دوڑایا خیال ... دیکھون بس باؤ کی مجھسے بھی اسکی شکل نکل

سرو سینہ کو کمر تک تو بنایا رکھا ہاتھ قلم ... اوڑ گیا صفحہ کاغذ پہ سے چھوڑے ہے کفل

[illegible]

قطعہ

[illegible]

قطعہ

[illegible]

کب تک صفت تیونکی خدا سے تو خوف کر
ای طبع رہ نہ اتنی بہی پابند خط و خال

بڑہ منقبت نہ شاہ کی جس سے نجات ہو
وہ شاہ جسکی ایک گدا کو ہے یہ کمال

بخشش سے جسکی حرف طلب محو ہو گیا
کم اسکے وقت مین ہے بہت لفظ سوال

ہے معن اسکی مطبخ عالی کا کاسہ لیس
دستار خوان کا اسکی ہے حاتم اگر شمال

آوی اگر عطا و کرم پر وہ ایک دم
خسرو کی ہفت گنج تو پہر کیا ہین جنرمال

کہتا ہون اب مین مطلع ثانی کہ ہون تنگ
وسعت رکھی ہے بسکہ یہ میدان قیل و قال

مطلع ثانی

ای نائب مصاحب دادار بیمال
وے مشورت شریک خداوند لایزال

تو ہے کہ تیری عدل کی نظم و نسق کو سن
اوٹھہ جاے دفعۃً ہے مزاجون سے اختلال

قطعہ

چاہے خدانخواستہ اسکا اگر تو رزم
تو منحرف مقام سے ہو خط اعتدال

شاہا ترا غلام ہو ایک اور ایکطرف
سنگین ہو فوج دشمن اگر کوہ کی مثال

تیر و کمان کو ہاتھ مین لے جب سنبہالکر
ہے اسکو اپنے زور شجاعت سے یہ کمال

جدم کہ زور بازو سے آکر لگا وے تیر
بہو ٹین دسار ہووین اگر آہنین جبال

چٹکی سے اسکی ہو کے جدا تیر یہ لگا
جو اسکے سامنے ہوا سے اوڑ کے لاگے بہال

ٹھہری وری پری تو نہایت غریب حال
تحت الثری سے گر پڑے جاے بر ملال
یون دیکھ ایک دو کو کن را کری شتاب
میدان کارزار سے رستم رہے زوال
شمشیر فلک کو راہ جہاے تو وہ دہمک
اس زلزلے مین لگا وہ زمین سیکھ جاے چال

قطعہ

[illegible]

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام

زخم اسکی ہاتھ کا جو لگی یہ نحو کبھی | مٹ جای کائنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہو گئی ہی بسکہ لہو مین گل زمین | گر خشک ہو وی خاک کہین بعد ماہ و سال

ہو پھر گذار باد صبا سی یہ وان کا رنگ | اور تازہ جیسی ہولی کی ایام مین گلال

میلان طبع مطلع ثالث کی اور ہی | تاخیر پر قصیدۂ غرا کا ہو مآل

مطلع ثالث

لائق تری صفت کی صفت میری ہی محال | آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

قطعہ

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہی | جس شخص کو نہ آوی الف بی تی دال ذال

آوی تری جناب مقدس مین ایکدم | کرتی ہین وان تو وقف سبھی طرز کی مقال

عالم ہو اسقدر کہ بیان کیا کری کوئی | پھر بحث اوس سی عقل فلاطون پہ ہی محال

لیتی ہین تیری گھر سی گدا پوست تخت فقر | پاتی ہین تیری در سی شہا مکنت و جلال

جب تک جیون ہی دلمین مری آرزو ہی یہ | ہون سر سی تیری زائر درگہہ کا پایمال

پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کی یا علی | جا گہہ مری ہو حشر کو تیری صف نعال

جب تک جہان مین گرم رہی تری ساقی مین تشنہ | ہو جای سرد آتش دوزخ کی اشتعال

[illegible]

چشم طمع کو سی ای ہما تو کہ جیتی جی	سرمہ ہوی ہین لبسکہ الم سی مری عظام
ای طبع اتنی ہرزہ درائی جرس کی طرز	اس گفتگو کا فائدہ کہہ حاصل کلام
یعنی امیر شاہ نجف کی صفت پر آ	وہ شاہ جس پہ ساری کمالات ہین تمام
وہ شاہ ہی کہ بعد نبی کی وہی ہی پہر	وہ شاہ ہی کہ حق ہی وہی اولین امام
گر چاہی دل گرفت جہان مین نہو کوئی	کردی یہ تنگ غنچۂ پیکان کو ابتسام
ورنہ شگفتگی پہ بلائی عظیم ہی	چہوڑی نہ زخم سینۂ عاشق تک التیام

مطلع ثانی

شاہا تری گدا کا ہی مشہور احتشام	شاہان سرفراز سب اوسکی ہین بای نام

قطعہ

ہو اسپ پر سوار کری عزم جنگ اگر	میدان کارزار مین ادنی ترا غلام
جولان کری جدہر کو ہو اوسطرف ہی خاک	اوڑجای خاک ادہر کی جدہر کو پہیری لگام
پامال اسقدر ہون کہ معلوم بہی نہون	افراسیاب کون ہی رستم ہی یان کدام

قطعہ

شمشیر اسکی خرمن اعدا کی ہی جو برق	آوی گر اسکی ہاتھ مین یک لحظہ بی نیام
جل جای اور تنگ صف اعدا کی اور کو	ای سر مین پہیر تو مد نظر تک بدن تمام

مطلع کرون ہون بار دگر بہی قصیدہ کا اختتام [illegible]

مطلع ثالث

ای بعد نعت ختم رسل صاحب احتشام

وی اولین امام و سزاوار احترام

[illegible]

قطعہ

[illegible]

یعنی کہ دیکھون حضرت دہلی کی جا نواح … معلوم ہی سوا ترے حاصل کلام

ہرگز نہو حلال عدو پر تری خوشی … ہو وی تمام تیرے محبون پہ غم حرام

قصیدہ در مدح امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

فلک کی جور و جفا نی کیا ہی مجھکو شکار … ہزار کوس پہ ہی جا ہے اک تپیدن زار

خراب کوہ و بیابان بیکسی ہون مین … برنگ صورت جرس ہر طرف ہی میرا گزار

بغیر خوردن خون کب خمار ٹوٹی ہی … سوا گریۂ صبح ابکھان ہی آب خمار

لگین نہ داغ سو کیون پیکی میری سینی پہ … نمک نہین نظر آتا بجز رخ دلدار

سو وہ بھی دیکھنا لتا نہین ہی گھر بیٹھی … نگر ہون ہند مین رسوا ہی کوچہ و بازار

سوا ہی نالۂ جان سوز کون ہی دلسوز … بغیر آہ سحرگاہ کون ہے غمخوار

جنون مین جیب سی خوش آ یا لباس عریانی … نہین ہی دامن صحرا مین تب سی مجھکو قرار

ہمیشہ ساتھ ہی دامن سوار لڑکون کی … مگر کہ خاک وفا سی بنا ہی میرا غبار

عجب ہی مجھکو جو تو دیکھنی نہین آتا … رہا ہون یکہ تری لنگھڑیون کا مین بیمار

ہوا ہون جور فلک سی نپٹ ہی زار و نزار … ہو تجھ کو یا خلف الصدق حیدر کرار

شہا غلام کو تیری پہ زور بازو سی … کہ وقت جنگ جو لیکر کمان کو ہو وے سوار

قصیدہ

۹

بسرد مہریِ شیرین بکینۂ خسرو — بگرمجوشیِ فرہاد و سختیِ کہسار

بعشق دیر بطوفِ حرم بسعی تمام — بلوحِ مشہدِ عاشق بسوز شمع مزار

باب و رنگ گلستان بہ بیکسیِ اسیر — کہ اسکو کنجِ قفس ہی رہے ہے باد بہار

بساغرِ مے گلگون بہ توبۂ سنگین — بدلنوازیِ ساقی با بر دریا بار

بدستگیِ چاک و بہ بیقراریِ جیب — بسینہ کاویِ دشنہ بزخمِ دامن دار

بحیرتِ رخِ جانان بچشمِ وا ماندہ — بسعیِ باطلِ ناخن بعقدۂ دل کار

بہ قلقل و بہ سبو و بلغزشِ ہر دم — بہ مستیِ مئ ناب و بخاطرِ ہشیار

بہ پیچ گوئیِ بیتابی و بہ بیخوابی — بکم زبانیِ صبر و بدیدۂ بیدار

بدیر و برہمن و کفر و با صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار

بسیلِ خانہ خراب و بوادیِ مجنون — بجرگہ جرگہ غزالان بدیدۂ خونبار

بخوشہ خوشۂ سرشک بدار بستِ مژہ — بقطرہ قطرۂ شراب و بجامِ دستِ یار

بضعفِ جسمِ نزار و بطاقتِ سرکش — بجانِ عاشقِ مسکین کہ یار پر ہے نثار

بخاکِ عاشقِ بیخانماں کہ بادِ صبا — نہیں دکھاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار

باضطرابِ چراغ و بہ بیتمنیِ نسیم — بخاطرِ دلِ آخر کہ او سحر ہی ہزار

بدورگردیِ رنگِ قبولِ یاس و دعا — باعتزازِ اجابت بحلقۂ اذکار

تو مرجائیگا یون تو رکتی ہی رستے | کہ اندوہ و غم آفت ناگہان ہے
غزل لطف کر میر صاحب کی کوئی | کہ انکی زبان بیچ سحر بیان ہے
کہا مین نی مطلع غزل کا یہ سنکر | کہ ہر طرف سی جسکی تو موزون ہے

مطلع ثانی

ترے ہاتھ جبتک کہ تیر و کمان ہے | شکار زبون کی بھی خاطر نشان ہے
کہے ہے کہ شکل مثالی ہون انجے | مرا جسم اس لطف سے ناتوان ہے
تری اور اے سادہ رو بعد میرے | مرا نامہ نوشتہ ہر استخوان ہے
نہ پوچھو اس طلسمات عالم کی صنعت | کہ اس آشکارا مین کیا کیا نہان ہے
خوشا مرگ بلبل کہ سائی مین گل کی | کہین مشت پر ہے کہین آشیان ہے
لگی ہے نہ اب عطروان اسکی منہ کو | نہ اس بو کی خوش ساتھ گل کا دہان ہے
نہ دور و خرابات چل شیخ دیکھین | جو تو رسا بچہ تو سو پیر مغان ہے
سمجھ خانوادی تھی یان کیسی کیسی | خرابا ہی ہے جب تلک یہ جہان ہے
دم امتحان میر ہم کیا کرین گے | ہماری گرہ مین تو اک نیم جان ہے
چلی ہے طبع مشتاق وصف بتان پر | کہ غم انکا دل مین مری یکجہان ہے
یہی شغل ہین خوب پیش فقیران | کہ ذکر خدا ہے کہ وصف بتان ہے

بہت ہرزہ خوان ہیگا ای میر تو بی — وظیفہ ترا کیا یہہ ذکر بتان ہے

جو مرکوز خاطر ہی او سپہر بی آجا — فراغت کا عرصہ یہی یک زمان ہے

سن ای ہمنشین شخص غائب کی خاطر — یہ مطلع کہ مطلب سبھ جو تو امان ہے

مطلع ثالث

قلم چل ابھی چلتی تیری زبان سے — کہ یہہ بات کہنے کی فرصت کہان ہے

ولیکن تجاوز نہووی ادب سے — کہ ممدوح اب شاہ ہندوستان ہے

دماغ اب نہین ہی جو تمہید کریے — کہ کل رات ہی اور یہہ داستان ہے

بھلائی تیری کیجیے یہہ دل چاہتا ہے — ترے شکر نعمت مین قاصر زبان ہے

ترا عہد یکسر خوشی ہی جو ہی سب بھے — گنہگار سا ایک غم جھوشان ہے

تری یان ہی سب راستی و درستی — مگر ما صدق سچ کا یہ خاندان ہے

زیارت کیی صدق آتا ہی جسکی — ترا جبہہ را استان آستان ہے

لکھی کیا شہا کوئی ہمت کو تیری — جہان صبح اس خوان پہ میہمان ہے

زیادہ ہو یہہ وسعت رزق تیری — کہ مشرق سے تا غرب دستار خوان ہے

کری ہمسری کیا وہ خورشید او کہ — فلک پاس کیا ہی یہی ایک نان ہے

تری ہاتھ کی ریزش جود آگے — خجالت سی یہہ ابر قطرہ زنان ہے

مطلع رابع

قطعہ

جو میدان میں جنگ کی ہو یہ اشہب | تو گھوڑا نہ کہیو کہ پیل دمان ہے
لگی گر کہیں ٹاپ طبق زمین پر | فلک صدمہ سے آنسو سے لامکان ہے
دعا پر کروں ختم اب یہ قصیدہ | کہاں تک کہوں تو چنیں ہے چناں ہے
رہے وقت ایسا ہی روز جزا تک | کہ جو دوست تیرا ہے تو شادمان ہے
تری عمر ہو میری طول امل سے | کرم کا سا سر رشتہ اک تیری ہاں ہے

قصیدہ در مدح آصف الدولہ بہادر

رات کو مطلق نہ تھی یاں جی کی تاب | آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب
لوٹتا تھا سوز غم سے آگ میں | دل جگر سکتے تھے دونوں جوں کباب
ہر زبان تھی ساتھ اپنی گفتگو | کیا کروں شہر اور میں دونوں خراب
تھام کر شیوہ جنوں کا اٹھ گو | بیٹھے بیٹھے کھنچتے کب تک عذاب
جا کے کس کے در اوپر کون ہے | ملیے کس سے کون ملنے کا ہے یاب
بے جوانی سے پھری پیری تلک | امتحاں میں آ گئے سب شیخ و شاب
ناگہاں مجھ سے لگا کہنے سروش | رہگذر سے لطف کی کر کر خطاب
ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر | آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آسمان زینہ ہے جس کا آستاں | تا زکر طالع یہ جو ہو بار یاب

داخل حزم بیان افراسیاب
جس سحر جرات سے کھینچی اوس نے تیغ
ڈھال رکھی منہ پہ نکلا آفتاب
رزم کی عرصہ میں ہل چل پڑ گئی
آسمان کے خیمے کی کانپی طناب
مدعی گر کوہ تھا مارا او سے
در زمین تھا بد سکون پایا شتاب

گرد اس لشکر کی گر ہو دے بلند | پھر زمین و آسمان مین ہو حجاب
جاوے دشمن جون سگ پا سوختہ | وقت گرگ و میش کی منہ پر نقاب
داوری و منصفی سے دلبران | چھوڑ دین عشاق پہ کرنا عتاب
رفع بدعت چاہے تو پھر کیا مجال | اٹھہ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب
منع می ہووے تو پھر قدرت ہے کیا | جو لگی سے شیشے کی اوتری شراب
بحر کیا ہے جو کرے تس سے سوال | کوہ یزدی حلم کا کیا دے جواب
خوبیان ہین خوبیان سر تا قدم | تب کیا صانع نے تجکو انتخاب
لطف طبع صاحب مجلس کہون | یا لکھون پاکیزہ اس صحبت کا داب
نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب | چاندنی کی جاے بچھتی ماہتاب
گر نہو ممدوح علم ظاہری | پر نہین ہوتی ہے بہہ رای صواب
جو لکھے تو چاہیے وہ لکھہ رکھین | حرف ہر یک تیری منہ کا ہے کتاب
کر دعا پر میر اب ختم سخن | تو لکھے جو کچھہ کرے حق مستجاب
زیر دست اسکی رہین گردن کشان | تا قیامت وہ رہے مالک رقاب
دوست اسکے جوش زن جیسے محیط | خاک بر سر مدعی جیسے سراب

قصائد تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھا مستعار حسن سے اوسکی جو نور تھا
خورشید مین بھی اوس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

پہنچا جو آپ کو تو مین پہنچا خدا کے تئین
معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

مجلس مین رات ایک ترے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بے حضور تھا

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اوس رند کی بھی رات گذر گئی جو عور تھا

ہم خاک مین ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اوس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

اسکا منہ دیکھ رہا ہوں سو وہی دیکھوں ہوں | نقش کا سا ہے تماشا میری حیرانی کا

بت پرستی کو تو اسلام نہیں کہتے ہیں
معتقد کون ہے میر ایسی مسلمانی کا

جامۂ مستی عشق اپنا مگر کم گھیر تھا | دامن تر کا مرے دریا ہی کا سا پھیر تھا

دیر میں کعبے گیا میں خانقہ سے اب کی بار | راہ سے میخانے کی اس راہ میں کچھ پھیر تھا

بلبلوں نے کیا گل افشاں میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولوں کا اک ڈھیر تھا

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا | چھوڑا وفا کو ان نے مروت کو کیا ہوا

امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے | آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

کب تک تظلم آہ بھلا مرگ کے تئیں | کچھ پیش آیا واقعہ رحمت کو کیا ہوا

اسکی گئی ہے ایسی لگی دل سے ہمنشیں | معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

بخشش نے مجھکو ابر کرم کی کیا خجل | اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف | اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

کلیات میر ۱۵

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی

کس کا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے اسکے باشندوں نے سبکو یہیں سے سلام کیا

شیخ جو ہے مسجد میں ننگا رات کو تھا میخانے میں
جبہ خرقہ کرتا ٹوپی مستی میں انعام کیا

رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

کام ہوئے ہین سارے ضائع ہر ساعت کی سماجت سے
استغنا کی چوگنی اون نے جون جون مین ابرام کیا

ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگون نے تجکو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منہہ اوسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ مین ہمکو پیدا کر
برنگ سبزۂ نورستہ پایمال کیا

رہی تھی دم کی کشاکش گلے مین کچھ باقی
سو اوسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری اب آنکھین نہین کھلتین ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ نیند مین ہے تو یہ کیا خیال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف
کسو نے حشر کو ہمسے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھے گا جو تجھ رو کو سو حیران رہے گا
وابستہ ترے مو کا پریشان رہے گا

وعدہ تو کیا اوس سے دم صبح کا لیکن
اوس دم تئین مجھ مین اگر جان رہے گا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا

اس رنگ سے جھمکے ہے پلک پر کہ کہو تو | ٹکڑا ہے ترا اشک عقیق جگری کا

کل سیر کیا ہم نے سمندر کو بھی جا کر | تھا دست نگر پنجۂ مژگان کی تری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام | آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا — حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تھے برے مغبچوں کے تیور لیک | شیخ میخانے سے بھلا کھس کا

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب | ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

بحر کم ظرف ہے بسان حباب | کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا

فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا — آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا

الجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اس کے عشق میں | دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

[illegible]

نا بلد ہو کے رہ عشق مین پہنچو تو کہین
ہمرہ خضر کو یان کہتے ہین گمراہ سنا

کوئی ان طور دن آگے گذری ہے تیرے غم مین ترے
آگاہ تو نے نہ سنا حال مرا آگاہ سنا

خواب غفلت مین ہین یان سب یہ عبث جاگا میر
بے خبر دیکھا اونہین مین جنہین آگاہ سنا

جب جنون سے ہمین توسل تھا
اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا

بستر اتھا چمن مین جون بلبل
نالہ سرمایۂ توکل تھا

یک نگہ کو وفا نہ کی گویا
موسم گل صفیر بلبل تھا

اون نے پہچان کر ہمین مارا
منہ نکرنا ادہر تجاہل تھا

شہر مین جو نظر پڑا اوسکا
کشتۂ نازیا تغافل تھا

اتپو دلکو نہ تاب ہے نہ قرار
یاد ایام جب تحمل تھا

جا پہنسا دام زلف مین آخر
دل نہایت ہی بے تامل تھا

یون گئی قد کی خم ہوئے جیسے
عمر ایک رہرو سر پل تھا

خوب دریافت جو کیا ہمنے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

آگے جمال یار کے معذور ہو گیا
گل اک چمن مین دیدۂ بے نور ہو گیا

اوس ماہ چاردہ کا چھپے عشق کیونکہ آہ
ابتو تمام شہر مین مشہور ہو گیا

[illegible] کسو کو [illegible] اوس گلی مین [illegible]
میری بغل مین شیشۂ دل چور ہو گیا

دیکھا جو مین نے یار تو وہ میر ہی نہین
تیرے غم فراق مین رنجور ہو گیا

فرہاد ہاتھ تیشے پہ ٹک رہ کے ڈالتا
پتھر تلے کا ہاتھ ہی اپنا نکالتا

بگڑا اگر وہ شوخ تو سنیو کہ رہ گیا
خورشید اپنی تیغ و سپر ہی سنبھالتا

۱۸

[illegible]

تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اوٹھی کبھو
آب دیدۂ تر کو جو تم دیکھو تو ہی گرداب سا
بھگی جو ہم مست آگئی سو بار مسجد سی اوٹھا
واعظ کو مارے خوف کی کل لگ گیا جلاب سا

رکھ ہاتھ دل پر میر کی دریافت کر کیا حال ہی
رہتا ہی اکثر یہ جوان کچھ ان دنون بیتاب سا

مرتے ہی جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی تہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا
پیدا ہی کہ نہان تھی آتش نفسی میری
مین ضبط نکرتا تو سب شہر یہ جل جاتا
مین گریۂ خونی کو روکی ہی رہا ورنہ
یک دم مین زمانی کا یان رنگ بدل جاتا
بن پوچھی کرم سی وہ جو بخشش نہ دیتا تو
پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا
استادہ جہا مین تھا میدان محبت مین
وان رستم اگر آتا تو دیکھ کی ٹل جاتا
وہ سیر کا وادی کی مائل نہوا ورنہ
آنکھو نکو غزالون کی پاؤن تلی مل جاتا
بیتاب و توان یون مین کاہیکو تلف ہوتا
یاقوتی تری لب کی ملتی تو سنبھل جاتا
اوس سیم بدن کو تھی کیا تاب و تعب اتنی
وہ چاندنی مین شب کی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گذرا بوسی سی تری لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتون مین بہل جاتا

سنیو جب وہ کبھو سوار ہوا
تا بروح الامین شکار ہوا

کیا اعتبار یان کا پھر اوسکو خوار دیکھا
جسنے جہان مین آکر کچھ اعتبار پایا
آہون کی شعلے جس جا اوٹھے ہیں میر سی شب
وان جا کی صبح دیکھا مشت غبار پایا
مارا زمین مین گاڑا تب اوسکو صبر آیا
اس دل نی ہمکو آخر یون خاک مین ملایا

آخر کو مر گئے ہین اوسکی ہی جستجو مین
جی کے تئین بھی کھویا لیکن وسے نہ پایا

لگتی نہین ہے دارو ہین سب طبیب حیران
اک روگ مین پھنسایا جی کو کہان لگایا

کھینچے اوسکی منھ کو جی مین ڈرا یہان تو
بارے وہ شوخ اپنی خاطر مین کچھ نہ لایا

ہوتا تھا مجلس آرا گر غیر کا تجھے تو
مانند شمع مجکو کاہے کو تئین جلایا

تھی یہ کہان کی یاری آئینہ رو کہ تو نے
دیکھا جو میر کو تو بے ہیچ منھ بنایا

شکوہ کرون مین کبتک اوس اپنے مہربان کا
القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جان کا

گر لی یہ رنگ آیا قید قفس سے شاید
خون ہو گیا جگر مین اب داغ گلستان کا

لے جھاڑو ٹوکرا ہی آتا ہے صبح ہوتے
جاروب کش مگر ہے خورشید اوسکی بان کا

دی آگ رنگ گل نے وان اے صبا چمن کو
یان ہم جلے قفس مین سن حال آشیان کا

ہر صبح میرے سر پر اک حادثہ نیا ہے
پیوند ہو زمین کا شیوہ اس آسمان کا

قطعہ

ان صید افگنون کا کیا ہو شکار کوئی
ہوتا نہین ہے آخر کام ان کے امتحان کا

تب تو مجھے کیا تھا تیرون سے صید اپنا
اب کرتے ہین نشانہ ہر میرے استخوان کا

فتراک جسکا اکثر لوہو مین تر رہے ہے
وہ قصد کب کرے ہے اس صید ناتوان کا

سودائی ہو تو رکھے بازار عشق مین پا
سر مفت بیچتے ہین یہ کچھ چلن ہے وان کا

سو گالی ایک چشمک اتنا سلوک تو ہے
اوباش خانہ جنگ اس خوش چشم پرفن کا

قطعہ

یارو مجھے یار رولایا اپنی تو یونہین گذری
کیا ذکر ہم صفیران یاران شادمان کا

سیر کے قابل ہے دل صد پارہ اس نخچیر کا
جسکے ہر ٹکڑے میں ہو پیوستہ پیکان تیر کا

سب کھلا باغ جہان الا یہ حیران و خفا
جسکو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوے خون سے جی رکا جاتا ہے اے باد بہار
ہو گیا ہے چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکے نقاش ازل نے نقش ابرو کا کیا
کام ہے اک تیرے منہ پر کھینچنا شمشیر کا

رہگذر سیل حوادث کا ہے بے بنیاد دہر
اس خرابی میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب اوٹھ جا مری بالین سے مت دے درد سر
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا

نالہ کش ہین عہد پیری مین بھی تیرے در پہ ہم
قد خم گشتہ ہمارا حلقہ ہے زنجیر کا

جو ترے کوچے مین آیا پھر وہین گاڑا اوسے
تشنۂ خون مین تو ہون اس خاک دامنگیر کا

خون سے میرے ہوئی یکدم خوشی تجھکو تو لیک
مفت مین جاتا رہا جی ایک بے تقصیر کا

لخت دل سے جون چھڑی پھولون کی گوندھی ہے مژہ
فائدہ کچھ ہے جگر اس آہ بے تاثیر کا

گور مجنون سے نجاوینگی کہین ہم بے نوا
عیب ہے ہم مین جو چھوڑین ہین ڈھب اپنے پیر کا

کسطرح سے مانئے یارو کہ یہ عاشق نہین
رنگ اوڑا جاتا ہے ٹک چہرا تو دیکھو میر کا

شب درد و غمسے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کثرت مین درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا

[illegible]

کیا طرح ہے آشنا گاہے گہے ناآشنا
یا تو بیگانے ہی رہیے ہو جیے یا آشنا

پایمال صد جفا ناحق نہوا ے عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا

کون سے یہ بحر خوبی کی پریشان زلف ہے
آتی ہے آنکھون مین میرے موج دریا آشنا

قطعہ

بلبلین پائیز مین کہتی تھین ہوتا کاش یان
پژمردہ رنگ و زردی اس چمن کا آشنا
گل و لالہ کہان سنبل سمن ہم نسترن
خاک سے یکسان ہوے ہین ہاے کیا کیا آشنا

قطعہ

کیا کرون کس سے کہون [illegible] یگانہ ہے یار
سارے عالم مین نہین پاتا [illegible] آشنا
[illegible]
ہم تو تھے [illegible] آشنا

قطعہ

یوں سنا جاہی کہ کرتا ہے سفر کا عزم
ساتھ اب بیگانہ وضعوں کی ہے بار آشنا

شعر صائب کا مناسب ہے ہماری اور سے
سامنے اوسکے پڑھے گر یہ کوئی جا آشنا

تا بجان با ماست ہیم وتا بمنزل دیگران
فرق باشد جان ما از آشنا تا آشنا

داغ ہے تاباں علیہ الرحمان کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اوسکو بچارا ہمسے بھی تھا آشنا

×

گلکو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت جو باس کیا

دل نے ہمکو مثال آئینہ
ایک عالم کا روشناس کیا

کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اوس بن
شوق نے ہمکو بےحواس کیا

عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا

دور سے چرخ کے نکل نہ سکے
ضعف نے ہمکو مور طاس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہاں ہیں اے خوبان
میر کو تم عبث اداس کیا

مفت آبروئے زاہد علامہ لے گیا
اک مغبچہ اوتار کے عمامہ لے گیا

سیکڑون طرح مین لکالیمین یار کی آشنگی لیک
گر کوئی پیر مغان مجکو کری تو دیکھی چھپر
کاش تیری غم رسیدون کو بلاوین حشر مین
جو سنا ہشیار اس میخانہ مین تھا بیخبر
باندہ مت سر پہ کاتا اپنی ناقباحت فہم چشم
شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہی
شہر مین کس منہ سی آوی سامنی تیری کہ شوخ

عذر ہی جاہی چاہا اوسکی دلخواہ کا
میکدہ ساری کا سارا ہی جو صرف اللہ کا
ظلم ہی اک خلق پر آشوب اونکی آہ کا
شوق ہی باقی رہا ہمکو دل آگاہ کا
اس سی پایا جای ہی سررشتہ جیکی چاہ کا
عرصۂ محشر نمونہ اوسکی بازیگاہ کا
چھپائیون سی بھر رہا ہی سارا چہرا ماہ کا

سر فرو لاتی نہین ہمت مری ہر ایک کی پاس
ہون گدائی آستانہ مین میں حضرت شاہ کا

ایسی گلی اک شہر اسلام نہین رکھتا
آزار ندی اپنی کانون کی تئین اے گل
ناکامی صد حسرت خوش لگتی نہین ورنہ
ہو خشک تو بہتر ہی وہ ہاتھ بہاران مین
بن اوسکی ہم آغوشی بیتاب نہین اچھی
مین مے اڑی تری واعظ مسجد ہی مین منڈواتا

جس کوچہ مین وہ بت صد ننگ نام نہین رکھتا
آغاز مری غم کا انجام نہین رکھتا
اب جی سی گذر جانا کچھ کام نہین رکھتا
مانند نی نرگس جو جام نہین رکھتا
مدت سی بغل مین دل آرام نہین رکھتا
پر کیا کرون ساتھ اپنی حجام نہین رکھتا

دل سے بہت جبا کہ جینا ہو کچھ فہ... — جو کوئی اوس مکان سے نکلا
ہو اسکی شیرین لبی کی حسرت مین — شہد پانی ہو ستان سے نکلا

نامرادی کی رسم میر سے ہی
طور یہ اس جوان سے نکلا

گرمی سے مین تو آتش غم کی پگھل گیا — راتوں کو روتے روتے ہی جون شمع گل گیا
ہم خستہ دل ہین تجھسے بھی نازک مزاج تر — تیوری چڑہائی تونے کہ یان جی نکل گیا
گرمیِ عشق مانع نشو و نما ہوئی — مین وہ نہال تھا کہ اوگا اور جل گیا
مستی مین چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا مین — لغزش بڑی ہوئی تھی و لیکن سنبھل گیا
ساقی نشے مین تجھسے لنڈہا شیشۂ شراب — چل اب کہ دختِ تاک کا جوبن تو ڈہل گیا
ہر ذرہ خاک تیری گلی کی ہے بیقرار — یان کون سا ستم زدہ ماٹی مین مل گیا

عریان تنی کی شوخی سے دیوانگی مین میر
مجنون کی دشت خار کا دامن بھی جل گیا

سنا ہے حال ترے کشتگان بیچارون کا — ہوا نہ گور گڑہا اون ستم کے مارون کا
ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہین شاید — کہ روزگار کے سر خون ہے ہزارون کا
ملا ہے خاک مین کس کس طرح کا عالم یان — نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزارون کا

[illegible]

تلوار مارنا تو تمھیں کھیل ہے ولے — جاتا رہے نہ جان کسو بے گناہ کا

بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال — احوال کچھ نہ پوچھیے اس روسیاہ کا

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اٹھا کے چل — ہوگا کمین میں ہاتھ کسو دادخواہ کا

اے تاج شہ نہ سر کو فرو لاؤں تیرے پاس — ہے معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا

بیمار تو نہ ہووے جیے جب تلک کہ میر
سونے نہ دیگا شور تری آہ آہ کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا — جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھی اوسکی منزل لیک — سر سے سودائے جستجو نہ گیا

سب گئی ہوش و صبر و تاب و تواں — لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

دل میں کتنے مسودے تھے ولے — ایک پیش اوسکے رو برو نہ گیا

سبحہ گردان ہے میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

گل و بلبل بہار میں دیکھا — ایک تجھ کو ہزار میں دیکھا

جل گیا دل سفید ہیں آنکھیں — یہ تو کچھ انتظار میں دیکھا

آبلے کا بھی ہوتا دامنگیر — تیرے کوچے کے خار میں دیکھا

۲۵

[illegible]

داغ ہوں رشک محبت سے کہ اتنا بیتاب — کس کی تسکین کے لیے گھر سے تو باہر نکلا

جیتے جی آہ ترے کوچے سے کوئی نہ پھرا — جو ستم دیدہ رہا جا کے سو مر کر نکلا

قطعہ

[illegible]

رہے خیال تنک ہم بھی روسیاہون کا — لگے ہو خون بہت کرنے بیگناہون کا

نہین ستارے ہین یہ سوراخ پڑ گئے ہین تمام — فلک حریف ہوا تھا ہماری آہون کا

گلی مین اسکی پھٹے کپڑون پر مرے مت جا — لباس فقر ہے وان فخر بادشاہون کا

تمام زلف کی کوچے ہین مار پیچ اوسکے — تجھے کہو کوئی کیونکر چلیا ایسی راہون کا

اسے جو خوبی سے لائے تجھے قیامت مین — تو حرف کن نے کیا گوش زد خواہون کا

تمام عمر رہین خاک زیر پا اوسکے — جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہون کا

کہان سے تہ کرین پیدا ہے ناظمان حال — کہ پیچ باقی ہے کہے کام ان جلاہون کا

حساب کاہیکا روز شمار مین مجھسے — شمار ہی نہین ہے کچھ مرے گناہون کا

تری جو آنکھین ہین تلوار کی تلی بھی دہار — فریب خوردہ ہے تو میر ان نگاہون کا

اسکا خرام دیکھکے جایا نہ جائیگا — اے کبک پھر بحال بھی آیا نہ جائیگا

ہم کشتگان عشق ہین ابرو و چشم یار — سر سے ہماری تیغ کا سایہ نہ جائیگا

ہم رہروان راہ فنا ہین برنگ عمر — جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نہ جائیگا

پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہیگا دل — تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائیگا

اپنے شہید ناز سے بس ہاتھ اٹھا کہ پھر — دیوان حشر مین اسے لایا نہ جائیگا

قطعہ

[illegible]

اب سعی کر سپہر کہ میری سو ہوئی گئی	اسکا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا
مت رنجہ کر کسیکو کہ اپنے تو اعتقاد	دل ڈہا کہ جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
مین صید ناتوان بھی تجہہ کیا کرونگا یاد	ظالم اک اور تیر لگایا تو کیا ہوا
کیا کیا دعائین مانگی ہین خلوتین شیخ یون	ظاہر جہان سے ہاتھہ اوٹھایا تو کیا ہوا
وہ فکر کر کہ چاک جگر پاوے التیام	ناصح جو تونے جامہ سلایا تو کیا ہوا

جیتے تو میر اون نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سردار مزون کا ہے امیری کا مزا	چھوڑ لذات کے تئین تو فقیری کا مزا
ایک آزادی جنگ چکھہ نمک مرغ کباب	تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

ہم تو گمراہ جوانی کے مزون پر ہین میر
حضرت خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا	رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
طائر رنگ حنا کی سی طرح	دل نہ اسکے ہاتھہ سے چھوٹا گیا
مین نہ کہتا تھا کہ منہ کر دلکی اور	اب کہان وہ آئینہ ٹوٹا گیا
دلکی ویرانی کا کیا مذکور ہے	یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

اس کہنہ خرابہ مین آبادی نہ کر منعم
یک شہر نہین یان جو صحرا نہوا ہوگا
آنکھو تسے ترا جلوہ [illegible]
جو فتنہ کہ دنیا مین برپا نہوا ہوگا
یک قطرہ نہ دیکھا جو دریا نہوا ہوگا
صد نشتر مژگان کے لگنے سے نہ نکلا خون
[illegible] ہوگا

مجلس مین [illegible] کبھو بار نہ پایا
تصویر کی مانند لگی در ہی سے گزری
جاتی ہے نظر کس پہ [illegible] چشم بہ بین
کب ہم نے ترے ہاتھہ سی آزار نہ پایا
عالم ہی [illegible] یار کہان [illegible]
اس جنس کا یان ہم نے خریدار نہ پایا
عالم مین کوئی دل کا طلبگار نہ پایا

دشمنی ہمسے کی زمانے نے
کہ جفاکار تجھسا یار کیا

یہ توہم کا کارخانہ ہے
یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

ایک ناوک نے اسکی مژگاں کے
طائر سدرہ تک شکار کیا

صد رگ جان کو تاب دے باہم
تیرے زلفوں کا ایک تار کیا

سوز غم ہو سینے میں ہر اک شخص کو جسسے
کس دل کو ترا تیر نگہ پار نہ پایا

مر جاتے ہیں تجھسے بھی کبھی ناکس و نااہل
اس باغ میں ہمنے گل بیخار نہ پایا

دم بعد جنون مجھ میں نہ محسوس تھا یعنی
جامے میں مرے پارون نو اک تار نہ پایا

آئینہ بھی حیرت سے محبت کی ہوئے ہم
پر سیر ہو اوس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ کھینچے ہے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خون ریزی کا یاں کوئی سزاوار نہ پایا

کیا مرے آنے پہ تو اے بت مغرور گیا
کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا

لگیا صبح کے نزدیک مجھے خواب اے وائے
آنکھ اوسوقت کھلی قافلہ جب دور گیا

گور سے نالاں نہیں اوٹھتے تو نہ آگہ ہی
جی گیا پر نہ ہمارا سر پر شور گیا

چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

ناتوان ہم ہیں کہ ہیں خاک گلی کی اسکے
اب تو بیطاقتی سے دلکا بھی مقدور گیا

لے کہیں منہ پہ نقاب اپنے گراے غیرت صبح
شمع کے چہرۂ رخشان سے تو اب نور گیا

نالۂ میر نہیں رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچے سے اے شوخ وہ رنجور گیا

خواہ مجھسے لڑ گیا اب خواہ مجھسے مل گیا
کیا کہوں اے ہمنشین میں تجھسے حاصل دل گیا

وے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیان تھین
سوکھا پڑا ہی اب تو مدت سی یہ دو آبا

باہم ہوا کرین ہین دن رات نیچے اوپر
یہ نرم شانے لونڈے ہین مخمل دو خوابا

ان صحبتون مین آخر جانین ہی جاتیان ہین
نے عشق کو ہی صرفہ نے حسن کو محابا

ہرچند نا توان ہین پر آگیا جو جی مین
دینگے ملا زمین سی تیرا فلک قلابا

منہ دہو تو وقت اوسکا اکثر دکھائی دیوے
خورشید لے رہا ہے اک روز آفتابا

اب شہر ہر طرف سی میدان ہو گیا ہی
پہیلا تھا اس طرح کا کاہیکو یان خرابا

دل تفتگی کی اپنی ہجران مین شرح کیا دون
چھاتی تو میر میری جلکر ہوئی ہی تابا

دیکھ اب فراق کا ہمسی سہا نہین جاتا
پھر اس پہ ظلم یہ ہی کچھ کہا نہین جاتا

ہوئی ہی اتنی تری عکس لف کی حیران
کہ موج بحر سی مطلق بہا نہین جاتا

نہین گذرتی گھڑی کوئی مجھ جدا آہ
کہ جس مین غم سی تری جی ڈہا نہین جاتا

ستم کچھ آج گلی مین تری نہین مجپر
کب آکی خون مین یان نہا نہین جاتا

خراب مجھکو کیا اضطراب دل نی میر
کہ ٹک بھی اوس کنی اوس بن رہا نہین جاتا

سمجھے تھے میر ہم کہ یہ ناسور کم ہوا
پھر ان دنون مین دیدۂ خونبار نم ہوا

قطعہ

نمود کر کے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا
کھے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

سوا مین سجدے مین پر نقش میرا بار رہا
اوس آستان پہ مری خاک سے غبار رہا

جنون ہمین اکبی مجھی اپنے دل کا غم ہی ہے حیف
خبر لی جب کہ نہ جا مے مین اک تار رہا

بشر ہو وہ پہ کہلا جب سے اوسکا دام زلف
سر رہ اوسکی فرشتے ہی کا شکار رہا

کبھو نہ آنکھو نمین آیا وہ شوخ خواب کے طرح
تمام عمر ہمین اوسکا انتظار رہا

شراب عیش میسر ہوئی جسے یکشب
پھر اوسکو روز قیامت تلک خمار رہا

قطعہ

بتان کو عشق نے جو اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ جسکا خدائی مین اختیار رہا

وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا پھوڑا تھا
وہ دل کہ جس سے ہمیشہ جگر فگار رہا

تمام عمر گئی اوسپہ ہاتھ رکھتے ہمین
وہ دردناک علی الرغم بیقرار رہا

ستم مین غم مین سرانجام اوسکا کیا کہئیے
ہزارون حسرتین تھین تسپہ جیکو بار رہا

بہا تو خون ہوا آنکھونکی راہ سے نکلا
رہا جو سینۂ سوزان مین داغدار رہا

سواے اوسکو بھی فراموش کار ہو گئی
کہ اوس سے قطرۂ خون بھی نہ یادگار رہا

(۱) گلی مین اوسکی گیا سو گیا نہ بولا پھر

آج رہتی نہیں خامہ کی زبان رکھیو معاف
حرف کا طول بھی جو میرؔ گھٹایا نہ گیا

گلی میں اسکی سے جو بو آئی تو آیا نہ گیا — ہمکو بن دوش ہوا باغ سے لایا نہ گیا
آہ جو نکلی مرے منہ سے تو افلاک کے پاس — اسکی آشوب کی عہدی سے برایا نہ گیا
کل نہ ہر چند پڑا غم میں رہ پر اوس بن — جی جو اچٹا تو کسی طرح لگایا نہ گیا
سر نشین ہم صنمخانہ ہوں میں کیا جانوں — رسم مسجد کے تئیں شیخ کہ آیا نہ گیا
حیف وے جنکو وہ اسوقت میں نچا سوقت — ان کنے حال اشارون سے بتایا نہ گیا
خطر راہ محبت کہیں جو حرف مٹے — جس سے ادس طرف تو قاصد ہی چلایا نہ گیا
خوف آشوب سے غوغاے قیامت کے لیے — خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

صبر ست عذر گریبان کی پھٹے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

ادہر آ کر شکار افگن ہمارا — مشبک کر گیا ہے تن ہمارا
گریبان سے رہا کوتہ تو پھر ہی — ہماری ہاتھ میں اس ہمارا
گئی جون شمع اس مجلس سے خفیے — سبھوں پر حال ہے روشن ہمارا
بلا جس چشم کو کہتی ہیں مردم — وہ ہے عین بلا مسکن ہمارا

اگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا — کہ پیراہن میں سو جا گہہ رفو تھا
کہیں کیا بال تیرے کھل گئے تھے — کہ جھوکا باؤ کا کچھ مشک بو تھا

نہ دیکھا میر آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتوان سا کو بکو تھا

راہ دور عشق میں روتا ہے کیا — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
قافلے میں صبح کے اک شور ہے — یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا
سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمین — تخم خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا
یہ نشان عشق ہیں جاتی نہیں — داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
میر اوسکو رائگان کھوتا ہے کیا

رونا تک اک تھا تو غم بیکران سہا — دس دن رہے جہان میں ہم سو رہا دلا
پہلو میں اک گرہ سی تھی خاک ساتھ ہے — شاید کہ مر گئے پہ بھی خاطر میں کچھ رہا
آنکھوں نے راز داری محبت کی خوب کی — آنسو جو آتے آتے رہے تو لہو بہا
آئی تھی ایک امید بہ تیری گلی میں ہم — سو آہ اسطرح سے چلے لوہو میں نہا

کس کس طرح سے میر نے کاٹا ہے عمر کو

لکنت تیری زبان کی ہی سحر جس سے شوخ | ایک حرف نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا

بے شرم محض ہے وہ گنہگار جس نے میر
ابر کرم کے سامنے دامان تر کیا

تا کسی سے پاس میرے یار کا آنا گیا | بس گیا میں جان سے اب وہ سے جانا گیا
کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلہ پر پیچ و تاب | شمع تک ہمنے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
ایک ہی چشمک تھی فرصت صحبت احباب کی | دیدۂ تر ساتھ لے مجلس سے پیمانا گیا
گل کھلے صد رنگ تو کیا بے پری سے اے نسیم | مدتیں گذریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ
کل جو میں دیکھا اوسے مطلق نہ پہچانا گیا

ہاتھ سے تیرے اگر میں ناتواں مارا گیا | سب کہیں گے یہ کہ کیا اک نیم جاں مارا گیا
اک نگہ سے بیش کچھ نقصان نہ آیا اسکی تیغ | اور میں بیچارہ تو اے مہرباں مارا گیا
وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہیں راہ عشق کی | دل غریب اون میں خدا جانے کہاں مارا گیا
دل نے سر کھینچا دیار عشق میں اے بوالہوس | وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا

کب شیار عشق نا جنس سے کھینچے ہے ہاتھ
آخر آخر میر سر بر آستان مارا گیا

۳۳

قطعہ

سو وہ مدت سے اب نہیں آتا
دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا

غافل نہ رہیو ہرگز نادان داغ کسی
مرنے پہ اپنی مت جا سالک طلب میں لگکے

بھڑکیگا جب یہہ شعلہ تب گھر جلا رہیگا
گو سر کو کھو رہیگا پر اسکو پا رہیگا

عمر عزیز ساری دل ہی کی غم میں گذری
دیدار کا تو وعدہ محشر میں دیکھکر کے

بیمار عاشقی یہہ کس دن بھلا رہیگا
بیمار غم میں تیری تب تک تو کیا رہیگا

کیا ہی جوا و ٹھہ گیا ہی پر لیستہ وفا ہی
قید حیات میں ہے تو میر آ رہیگا

جو یہہ دل ہی تو کیا سرانجام ہوگا
مرا جی تو آنکھوں میں آیا یہہ سنتی

تہ خاک بھی خاک آرام ہوگا
کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا

نہوگا وہ دیکھا جسی کبک تو نی
نہ نکلا کر اتنا بھی بی پردہ گھر سے

وہ اک باغ کا سرو اندام ہوگا
بہت اسمیں ظالم تو بدنام ہوگا

ہزاروں کی یاں لگ گئیں چھت سے آنکھیں
تو ای ماہ کس شب لب بام ہوگا

جگر چاک ناکامی دنیا ہی آخر
نہیں آتے جو میر کچھ کام ہوگا

خواب میں تو نظر جمال پڑا
پر مری جی ہی کی خیال پڑا

وہ نظر آنی لگا تو سایۂ زلف
بجھر میں تو کہی کہ جال پڑا

بارہا گور دل جھکا لایا — اب کی شرط وفا بجا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاع دل — ساری عالم مین مین دکھا لایا

دل کہ یک قطرہ خون نہین ہی بیش — ایک عالم کی سر بلا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی — اوسکو یہہ ناتوان اوٹھا لایا

دل مجھی اوس گلی مین لی جا کر — اور بھی خاک مین ملا لایا

ابتدا ہی مین مرگئی سب یار — عشق کی کون انتہا لایا

اب تو جاتی ہین بتکدی سی میر — پھر ملینگے اگر خدا لایا

۳۵

کیا عجب پل مین اگر ترک ہو اوسی جاہکا — ہو جو زخمی کسو بیہمزن مژگان کا

اُٹھتی پلکون کی گری پڑتی ہین لاکھون آنسو — ڈو ولا ہی الاہی مری آنکھون نی اتجغان کا

جلوہ ماہ تہ ابر تنک بھول گیا — ان نی سوتی مین ڈپٹی سی جو منہ وا نکا

لمو لگتا ہی ٹپکنی جو پلک مارون ہون — اتبو یہہ رنگ ہی اس دیدہ ہشک افشا انکا

اور مغمہ گیا ایک تو اک مرنی کو آ بیٹھی ہے — قاعدہ ہی یہی مدت سی ہمارہی یا انکا

کار اسلام ہی مشکل تری خال و خط سی — رہزن دین ہی کوئی دزد کوئی یان کا

چارہ عشق بجز مرگ نہین کچہ ای میر

دکانین حسن کی آگی تیری تختہ ہوئی ہونگی — جو تو بازار مین ہوگا تو یوسف کب بکا ہوگا

معیشت ہم فقیرون کی سی اخوان زمان سی کر — کوئی گالی بھی دی تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

خیال اس بیوفا کا ہمنشین اتنا نہین اچھا — گمان کہتی ہی ہم بھی یہہ کہ ہم سی آشنا ہوگا

قیامت کر کر اب تعبیر جسکو کرتی ہی خلقت — وہ اوس کوچی مین ایک آشوب سا شاید ہوا ہوگا

عجب کیا ہی ہلاک عشق مین فرہاد و مجنون کی — محبت روگ ہی کوئی کہ کم اس سی جیا ہوگا

منہ کیون غیرت گلزار وہ کوچہ خدا جانی — لہو اوس خاک پر کن کن عزیزون کا گرا ہوگا

بہت ہمسایہ اس گلشن کی زنجیری رہا ہون مین — کبھو تمنی بھی میرا شور نالون کا سنا ہوگا

نہین جز عرش جاگہہ راہ مین لینی کو دم اسکی — قفس سی تن کی مرغ روح میرا جب رہا ہوگا

کہین ہین میر کو مارا گیا شب اوسکی کوچی مین
کہین وحشت مین شاید بیٹھی بیٹھی اٹھ گیا ہوگا

بیان نام یار کس کا ورد زبان نپایا — پر مطلقا کہین ہم اوسکا نشان نپایا

وضع کشیدہ اوسکی رکہتی ہی داغ سبکی — نیوتا کسیو سی ہم وہ ابرو کمان نپایا

پایا نہ یون کہ کریی اوسکی طرف اشارہ — یون تو جہان مین ہمنی اسکو کہان نپایا

یہہ دل کہ خون ہوئی پر جاتا تہا وگرنہ — وہ کونسی جگہہ تہی اوسکو جہان نپایا

فتنی کی گرچہ باعث آفاق مین ہوئی تھی — لیکن کمر کو اسکی ہم درمیان نپایا

بندگو ہون فی بت صنمی کی بدبرین لیکن
آہ تا بت بھی نہ نکلا یہ کہ یہان یکجا

تیرا کوچہ ہے ستمگار وہ کافر جا لگے
کہ جہان جا کے ہوئے کتنے مسلمان یکجا

سر سے باندہا ہی کفن عشق مین تیرے لیٹے
تیغ پہنچے ہی کیا ہے سر و سامان یکجا

کیونکہ پڑتی ہے ترے پاؤن نسیم سحری
اوسکے کوچے مین ہے صد گنج شہیدان یکجا

تو بھی رونے کو بلا دل ہی ہمارا بھی بھرا
ہو چکے اے ابر بیابان مین گریبان یکجا

بیٹھ کر میر جہان خوب نہ رویا ہوئے
ایسا کوچہ نہین ہے تیرا ہی جانان یکجا

فلک کا منہ نہین اس فتنے کے اوٹھانے کا
ستم شریک ترا تا زنہ ہے زمانے کا

ہمارے ضعف کی حالت ہوئی تو کہیو
کہین خیال نہین یہان بحال آنے کا

تری ہے راہ مین جا سو گئے ہیں ہی آخر
سفر تو ہمکو ہے درپیش ہی جانے کا

لبان شمع جو مجلس سے ہم گئے تو گئے
سراغ کچھ نہ پہر تو نشان پانی کا

چمن مین دیکھ نہین سکتی تک کہ چہپ جائے
جگر مین برق کا کانٹا مجھ آشیانے کا

تک آ تو تا سر بالین نہ کر تغافل کیا
تجھے بھی شوق ہی وقت ہو بیانی کا

قطعہ

سر اہا اون نے ترا ہاتھ جن نے دیکھا زخم — شہید ہون مین تری تیغ کے لگانے کا

لبریز شکوہ ہے ہم لیکن حضور تیرے — کار شکایت اپنا گفتا تک نہ پہنچا

سب دہ چشم نم رسیدہ پانی چوانی کو بھی — وقت اخیر اوسکی لبا تک نہ پہنچا

یہ بخت سبز دیکھو باغ زمانہ مین سے — پژمردہ گل بھی اپنی دستار تک نہ پہنچا

قطعہ

مستور ہی خوبروئی دنون جمع ہو دین — خوبی کا کام کسکی اظہار تک نہ پہنچا

یوسف سی لیکے تا گل پھر گل سی لیکے تا شمع — یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہنچا

افسوس میر سے جو ہوئی شہید آخر
پھر کام ان کا اوسکی تلوار تک نہ پہنچا

اسکا خیال چشم سے شب خواب لے گیا — قسمے کہ عشق جی سے مری تاب لے گیا

کن نیندوں اب تو سوتی ہے اے چشم گریہ ناک — مژگان تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا

آوے جو مصطبع مین تو سن لو کہ راہ سے — واعظ کو ایک جام مئے ناب لے گیا

نے دل رہا بجا ہے نہ صبر و حواس و ہوش — آیا جو سیل عشق سب اسباب لے گیا

میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا — رویا مین اسقدر کہ مجھے آب لے گیا

احوال اس شکار زبون کا ہے جای رحم — جس ناتوان کو مفت نہ قصاب لے گیا

منہ کی جھلک سے یار کے بیہوش ہو گئی

[illegible]

دشمن نہ کدورت سے مرے سامنے ہووے | تلوار کی لڑتی کو مرے کھینچ جو لا لا
ناموس مجھی صافی طینت کی ہو ورنہ | رستم نے مرے تیغ کا حملہ نہ سنبھالا

دیکھی ہی نہ تھی دیدۂ پرخشم سے وہ مے
میرے ہی نصیبوں میں تھا یہ زہر کا پیالا

پل میں جہان کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
افسوس مے سے مژہ ترا اتنا نگر اب
لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں
یک چشمک پیالہ ہے ساقی بہار عمر
ممکن نہیں کہ گل کرے پھر شگفتگی
پایا نہ دل بچا یا ہوا سیل اشک کا

اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا
چھپتا نہ یوں ہی سا یہ جو ہوتا نہ ہو چکا
آنکھیں اگر کھلی ہیں تو پھر نیند سو چکا
جھپکی لگی کہ وہ یہ آخر ہی ہو چکا
اس سرزمین میں تخم محبت میں بو چکا
میں نسخہ قمرہ سے سمندر بلو چکا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسمان
دی جام خون میر کو گر منہ وہ دھو چکا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہے گھر ہمارا | ہے ختم اس آبلہ پر سیر و سفر ہمارا
پلکوں سے تیری ہمکو کیا چشم داشت تھی یہ | ان بے حسیوں نے ہاتا باہم جگر ہمارا
دنیا و دین کے جانب میلان ہو تو کہتے | کیا جانتی کہ اس میں دل ہے کدھر ہمارا

[illegible]

چوری میں دل کے وہ ہنر کر گیا — دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر کر گیا

دیر میں میں خاک بسر رہا — عمر کو اس طور بسر کر گیا

دل نہیں ہے منزل سینہ میں اب — یہاں سے وہ بیچارہ سفر کر گیا

حیف جو وہ نسخہ دل کے اوپر — سرسری سے ایک نظر کر گیا

کس کو مرے حال سے تھی آگہی — نالۂ شب سبکو خبر کر گیا

گو نہ چلا تا مژہ تیر نگاہ — اپنے جگر سے تو گذر کر گیا

مجلس آفاق میں پروانہ ساں — میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

وہاں وہ تو گھر سے اپنے پیکر شراب نکلا — یہاں شرم سے عرق میں ڈوب آفتاب نکلا

آیا جو واقعی میں درپیش عالم مرگ — یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا

دیکھا جو اوس پہ ہم نے گلشن میں ہم تو آخر — گل کا وہ روے خنداں چشم پر آب نکلا

پردے ہی میں چلا جا خورشید تو بہتر — اک حشر ہے جو گھر سے وہ بے حجاب نکلا

کچھ دیر ہی لگی نہ دل کو تو تیر لگتے — اس صید ناتواں کا کیا ہی شتاب نکلا

ہر حرف غم نے میرے مجلس کتیں رولایا — گویا غبار دل کا پڑھتا کتاب نکلا

روے عرق فشاں کو بس پونچھ کر مت — اس گل میں کیا رہی گا جب کہ گلاب نکلا

ایسی بہت ہی مہر سے ملتا ہی کوئی بھی
دل ضمیر کو بھاری تھا جو تجھ سے لگایا

دل جو زیرِ غبار اکثر تھا — کچھہ مزاج اندنون مکدر تھا
اوسپہ تکیہ کیا تو تھا لیکن — رات دن ہم تھی اور بستر تھا
سرسری تم جہان سی گذری — ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا
دلکی کچھہ قدر کرتے رہیو تم — یہہ ہمارا بھی نازپرور تھا
بعد ایک عمر جو ہوا معلوم — دل اوس آئینہ رو کا پتھر تھا
بار سجدہ ادا کیا تہِ تیغ — کب سے یہ بوجھہ میری سر پر تھا
کیون نہ ابرِ سیہ سفید ہوا — جب تلک عہد دیدۂ تر تھا
اب خرابا ہوا جہان آباد — ورنہ ہر یک قدم پہ یان گھر تھا

قطعہ

بے زری کا نکر گلہ غافل — رہ تسلی کہ یون مقدر تھا
اتنے منعم جہان مین گذرے — وقتِ رحلت کے کس کنے زر تھا
صاحبِ جاہ و شوکت و اقبال — اک ازان جملہ اب سکندر تھا
تھی یہہ سب کائنات زیرنگین — ساتھہ مور و ملخ سا لشکر تھا

دیکھو چمن میں ملتی ہیں غربت وطن کی بلائیں
صد گلستان تہ یک بال تھی اسکی تڑپ
حیف سمجھا ہے نہ وہ قابل داں میر نہ
عشق کا جذبہ ہوا باعث سودا ورنہ
نرم تر موم سے بھی ہمکو کوئی دیتی قضا

تیرے کوچے میں مگر سایہ دیوار نہ تھا
طائر جان قفس تن کا گرفتار نہ تھا
یوں گنہ مارنے قابل یہ گنہگار نہ تھا
یوسف مصر زلیخا کا خریدار نہ تھا
سنگ چقماق کا تو یہ دل ہمدم گار نہ تھا

رات حیران ہوں کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی میر
درد پنہاں تھی بہت پر لب اظہار نہ تھا

جی اپنا میں نے تیرے لئے خوار ہو دیا
بے طاقتی سے رو نہیں سکتی ہے ہمنشیں
امید اس چمن میں نہ ہوگا گل امید

آخر کو جست و جوئی تری مجھکو کھو دیا
رونے نے ہر گھڑی کی مجھی توڑ بو دیا
یاں تخم یاس اشک کو میں ہر کے بو دیا

پوچھا جو میں نے درد محبت سے میر کو
رکھ ہاتھ اون نے دل پہ ٹک اک اپنی رو دیا

خط منہ پہ آتے جاناں خوبی یہ جان لیگا
سارے رقیب اعضا ہیں معرض تلف میں
پائوں پر آبلہ سے میں گم شدہ گیا ہوں

تا چار عاشقوں کو رخصت سے یاں دلیگا
یہ عشق بے محابا کسکو امان دیگا
ہر خار بادیہ کا میرا نشان دیگا

کہلا نشی مین جو بگڑی کا پیچ اوسکی میر
سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا

کیا دن تھی وی کہ یان بھی دل آرمیدہ تھا	رو آشیان طائر رنگ پریدہ تھا
قاصد جو وان سی آیا تو شرمندہ مین ہوا	بیچارہ گریہ ناک گریبان دریدہ تھا
اک وقت ہمکو تھا سر گریہ کہ دشت مین	جو خار خشک تھا سو وہ طوفان رسیدہ تھا
جس صید گاہ عشق مین یاروں کا جی گیا	مرگ اوس شکار گہ کا شکار رمیدہ تھا
مت پوچھہ کسطرح سی کٹی رات ہجر کی	ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا
حاصل نپوچھہ گلشن مشہد کا بو الہوس	یہان پھل ہر اک درخت کا حلق بریدہ تھا

دل بیقرار گریۂ خونین تہا رات میر
آیا نظر تو بسمل در خون طپیدہ تھا

کثرت داغ سی دل شک گلستان نہوا	میر الخواہ جو کچہہ تھا وہ کبھو یان نہوا
جی تو ایسی کئی صدقے کیے تجہہ پر لیکن	حیف یہ ہی کہ تنک تو بھی پشیمان نہوا
آہ میں کب کی کہ سرمایۂ دوزخ نہوی	کون سا اشک مرا منبع طوفان نہوا

قطعہ

گو تو ہیہ سے زمانی کی جہان مین مجھکو	جاہ و ثروت کا میسر سر و سامان نہوا

شعر ملک ہند مین ایسا ہوا کہ میر
یہہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکھن گیا

لخت جگر تو اپنی یک لخت رو چکا تھا ۔ اشک فقط کا جھمکا آنکھوں سے لگ رہا تھا
دامن مین آج دیکھا پھر لخت مین لے آیا ۔ ٹکڑا کوئی جگر کا پلکوں مین رہ گیا تھا
اس قید جیب سے مین چھوٹا جنوں کی دولت ۔ ورنہ گلا یہ میرا جون طوق مین پھنسا تھا
مشت نمک کی خاطر اسواسطے ہون حیران ۔ گل زخم دل نہایت دل کو مرے لگا تھا
ای گرد باد مت دی ہر آن عرض وحشت ۔ مین بھی کسو زمانی اس کام مین بلا تھا
بن کچہ کہی سنا ہے عالم سے مین نے کیا کیا ۔ پر تو نے یہ نجانا لے بیوفا کہ کیا تھا
روتی ہے شمع اتنا ہر شب کہ کچہ نپوچھو ۔ مین سوز دل کو اپنی مجلس مین کہون کہا تھا

قطعہ

سر مار کر ہوا تھا مین خاک اس گلی مین ۔ سینے پہ مجھکو اوسکا مذکور نقش پا تھا
سو بخت تیرہ سے ہون پامالی صبا بھی ۔ اس مرن کے واسطی مین کیا خاک مین ملا تھا

قطعہ

یہہ سرگذشت میری افسانہ جو ہوئی ہے ۔ مذکور اسکا اوسکی کوچے مین جابجا تھا
سنکر کسی نے وہ بھی کہنے لگا تھا کچہ کچہ ۔ بیدرد کتنی بولی ہان اوسکو کیا ہوا تھا

خطا ہے عشق میں ہووے اگر اندیشہ راحت کا — ہوا اس ملک میں ہجر و دماغ و رنج و کلفت کا

زمین یک صفحۂ تصویر بیہوشان سے مانا ہے — یہ مجلس جب سے ہے اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا

جہان جلوے سے اوس محبوب کے یکسر لبالب ہے — نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا

ہنوز آوارۂ لیلی ہے جان رفتہ مجنون کی — موے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا

حریف بی جگر ہے صبر ورنہ کل کی صحبت میں — نیاز و ناز کا جھگڑا گئے تھا ایک جرأت کا

نگاہ یاس بھی اوس صید افگن پر غنیمت ہے — نہایت تنگ ہے اے صید بسمل وقت فرصت کا

خرابی دل کی اوس حد ہے کہ یہ سمجھا نہیں جاتا — کہ آبادی بھی یان تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

نگاہ مست نے اوسکی لٹا دی خانقہ ساری — پڑا ہے برہم اب تک کارخانہ زہد و طاعت کا

قدم ٹک دیکھ کر رکھ میر سر دنیٔ نکالیگا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحرای محبت کا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا — تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہیگا

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں — جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح — تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا

بس اے گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں — کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہے گا

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے — جرس کی بھی جو ہوش کھوتا رہیگا

ہرا رنگ اوڑ گیا جسوقت سنگ محتسب لگے
مرا وعدہ ہی پہونچا تیری آنیکے وعدی تک

بغل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو پھوٹا
ہوا مین موت سی سچا رہا ای شیخ توبہ کا

کف جانان سی کیا امکان ہاتھ میر کوئی ہو
اچنبا ہے جو اوسکی ہاتھ سی رنگ حنا چھوٹا

ہر صبح اوٹھا تھا رخ سی مرے بدگمان کا
دیکھا تو اور رنگ ہے سارے جہان کا

مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہل دین
گر آوے شیخ پہن کے جامہ قرآن کا

خوبی کو اوسکے چہرے کی کیا پہونچے آفتاب
ہے اسمین اوسمین فرق زمین آسمان کا

آبلہ ہے وہ جو ہووے خریدار گلرخان
اس سودے مین صریح ہے نقصان جان کا

کچھ اور لگاتی ہین جو رقیب اوسکی روبرو
دشمن ہین میری جان کے یہ جی ہے تان کا

تسکین اوسکی تب ہوی جب چپ مجھے لگی
مت پوچھ کچھ سلوک مری بدزبان کا

قطعہ

یان بلبل اور گل پہ تو عبرت سی آنکھ کھول
گلگشت سرسری نہین اس گلستان کا

گل یادگار چہرۂ خوبان ہے بیخبر
مرغ چمن نشان ہے کسو خوش زبان کا

تو برسون مین کبھی ہے ملونگا مین میر سے
یان کچھ کا کچھ ہے حال ابھی اوس جوان کا

قطعہ

ہو گیا دل مرا تڑپ جب ورد نے قطعۂ پیام کیا

ٹوپی کی کج کلاہ لڑکوں نے کام عشاق کا تمام کیا

کوئی عاشق نظر نہیں آتا ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

عشق خوبان کو میر میں اپنا

قبلہ و کعبہ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا ہوں دوانہ تری سک کو کا

شعلۂ آہ جوں تون اب مجھکو فکر ہے اپنی ہر بن مو کا

ہے مرے یار کی مسوں کا شک کشتہ ہوں سبزۂ لب جو کا

بوسہ دینا مجھے نکر موقوف ہے وظیفہ یہی دعاگو کا

شور قلقل کی ہوتی تھی مانع ریش قاضی پہ رات میں تھوکا

عطر آگیں ہے باد صبح مگر کھل گیا پیچ زلف خوشبو کا

اک دو ہوں تو سحر چشم کہوں کارخانہ ہے واں تو جادو کا

قطعہ

میر ہر چند میں نے چاہا لیک نہ چھپا عشق طفل بدخو کا

کہان تھا تو اس طور آفریں سے میرے | نکلی مین تری کل تماشا ہوا تھا
گریبان سے تب ہاتھہ اوٹھایا تہا مین نے | مرے اور داماں صحرا ہوا تھا

زہی طالع اے میر اوننے یہہ پوچھا
کہان تہا تو ابتک تجھی کیا ہوا تھا

آہ کی تئین دل حیران وجفا کو سونپا | مین نے یہ غنچہ تصویر صبا کو سونپا
تیری کوچے مین مری خاک نے پامال ہو کی | تہا وہ بیدرد مجھی جسنے وفا کو سونپا

اب تو جاتا ہی ہی کعبی کو تو بتخانی سے
جلد پھر پہونچیو ای میر خدا کو سونپا

گلہ نہین ہے ہمین اپنی جان گدازی کا | جگر پہ زخم ہے اوسکی زبان درازی کا
سمند ناز نے اوسکی جہان کیا پامال | وہی ہی اب بھی اوسے شوق ترک تازی کا
ستم ہین تھر ہین لوٹی شراب خانی کی | اوتار لیتے ہین عمامہ ہم نمازی کا
الٹ پلٹ مری آہ سحر کی کیا ہی کم | اگر خیال تمہین ہووے نیزہ بازی کا
بتاؤ ہمسے کوئی آن تم سے کیا بگڑی | نہین ہے تمکو سلیقہ زمانہ سازی کا
خدا کو کام تو سونپی ہین مینی سب لیکن | رہی ہی خوف مجھے وان کی بی نیازی کا
چلو ہو راہ موافق کہے مخالف کی | طریق چھوڑ دیا ہمنے دل نوازی کا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں
دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

ظلم و جور و جفا ستم بیداد
عشق میں تیرے ہمسے کیا نہوا

ہم تو نا کام ہی جہاں میں رہے
یاں کبھو اپنا مدعا نہوا

میر افسوس وہ کہ جو کوئی
اوسکے دروازے کا گدا نہوا

یار عجب طرح نگہ کر گیا
دیکھنا وہ دل میں جگہ کر گیا

تنگ قبائی کا سماں یار کی
پیرہن غنچہ کو تہ کر گیا

جا نا سنا اس بزم سے آیا تو کیا
کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا

وصف خط و خال میں خوباں کی میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا
اس باد نے ہمیں تو دیا سا بجھا دیا

سمجھی نہ باد صبح کہ آ کر اوٹھا دیا
اوس فتنۂ زمانہ کو ناحق جگا دیا

پوشیدہ راز عشق چلا جاے تھا سو آج
بے طاقتی نے دل کی وہ پردہ اوٹھا دیا

اس موج خیز دہر میں ہمکو قضا نے آہ
پانی کی بلبلے کی طرح سے مٹا دیا

تھی آگ اوسکی تیغ کو ہمکو سو عشق نے
دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا

اون نے تو تیغ کھینچی تھی پر جی چلا کے میر
ہمنے بھی ایکدم میں تماشا دکھا دیا

ردیف بای موحدہ

رکھتا ہے ہمسے وعدہ ملنے کا یار ہر شب

اب وہ نہیں کہ آنکھیں تھیں پرآب روز و شب	ٹپکا کرے ہے آنکھوں سے خون ناب روز و شب
اک وقت رونے کا تھا ہمیں بھی خیال سا	آتی تھی آنکھوں سے چلا سیلاب روز و شب
اوسکے لئے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے	رہتا تھا پاس وہ دُر نایاب روز و شب
قدرت تو دیکھ عشق کی مجھ سے ضعیف کو	رکھتا ہے شاد بے خور و بے خواب روز و شب
سجدہ اوس آستان کا نہیں ہے مجھے نصیب	رگڑا ہے سر میانۂ محراب روز و شب
اب رسم ربط اوٹھ ہی گئی ورنہ پیش ازین	بیٹھے ہی رہتے تھے بہم احباب روز و شب

دل کسکو رو دو موسی لگایا ہے میر نے
باقی ہیں اوس جوان کو بیتاب روز و شب

رویا کبھو ہیں غم سے تری ہم تمام شب	پڑتی رہی ہے زور سے شبنم تمام شب
رکھنے سے دل کی آج بچا ہوں تو اب جلا	چھاتی ہی میں رہا ہے مرا دم تمام شب
ہے اتصال اشک جگر سوز کا کوا	روتی ہے پڑی تو شمع بھی کم کم تمام شب

قطعہ

گذرا کسے جہان میں خوشی سے تمام روز
کسکی گئی زبانی میں بالغم تمام شب
شکوہ عبث ہے میر کہ کٹتے ہیں سارے دن
یاد دل کا حال رہتا ہے درہم تمام شب

آئی کنعان سے باد مصر ولے	نہ گئے تا بکلبۂ یعقوب
بن عصا شیخ یک قدم نہ رکھے	راہ چلتا نہیں یہ خر بے چوب
اس لیے عشق میں نے چھوڑا تھا	تو بھی کہنے لگا بڑا کیا خوب
پی ہو مے تو لہو پیا ہوں میں	محتسب آنکھوں پر ہے کچھ آشوب

میر شاعر بھی زور کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

ردیف تا

روز نہ ملوں یار سے یا شب ہو ملاقات	کیا فکر کروں میں کہ کسو ڈھب ہو ملاقات
نے بخت کی یاری ہے نہ کچھ جذب ہے کامل	وہ آپھی ملے تو ملے پھر جب ہو ملاقات
دوری میں کروں نالہ و فریاد کہاں تک	یکبار تو اوس شوخ سے یارب ہو ملاقات
جاتی ہے غشی بھی کبھو آتی ہیں بخود بھی	کچھ لطف اوٹھے بارے اگر اب ہو ملاقات

وحشت ہے بہت میر کو مل آئیے چلکر
کیا جانیے پھر یاں سے گئے کب ہو ملاقات

سب ہوئے نادم پئے تدبیر ہو جانان سمیت	تیر تو نکلا مرے سینے سے لیکن جان سمیت
تنگ ہو جاوےگا عرصہ خفتگان خاک پر	گر ہمیں زیر زمیں سونپا دل نالان سمیت

کس کا روے سخن نہیں اودھر
ہے نظر میں ہمارے سب کی بات

ظلم ہے قہر ہے قیامت ہے
غصے میں اس کے زیر لب کی بات

کہتے ہیں آگے تھا بتوں میں رحم
ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

گو کہ آتش زباں تھے آگے میر
اب کی کہیے گئی وہ تب کی بات

[illegible]

پر پرسشوں میں صبح ہوا چاہے کے پوچھا
اب ہوینگی میر کس قدر رات

چھپتا ہے نہیں ہو جسے آزار محبت	مایوس ہوں میں بھی کہ ہوں بیمار محبت
امکان نہیں جیتے جی ہو قید سے آزاد	مرجائیے تبھی چھوٹے گرفتار محبت
تقصیر نہ خوباں کی نہ جلاد کا کچھ جرم	تھا دشمن جانی مرا اقرار محبت
ہر جنس کے خواہاں ملے بازار جہاں میں	لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت
اس راز کو رکھ جی ہی میں تا جی بچے تیرا	زنہار جو کرتا ہو تو اظہار محبت
ہر نقش قدم ترے سر ہے ہیں جاں عاشق	ٹک سیر تو کر آج تو بازار محبت
کچھ مست ہیں ہم دیدۂ پر خون جگر سے	آیا ہی ہو ساغر سرشار محبت
بیکار مزہ عشق میں تم دونوں سے ہرگز	ہے گریہ ہی یہ آب رخ کار محبت

مجھ سا ہی ہو مجنوں سے یہ کب ہے نتی ہے عاقل
ہرگز نہیں اے میر سزاوار محبت

جی ہی میں ہے یاد رخ و زلف سیہ فام بہت	رونا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت
دست صیاد تلک بھی میں پہنچا جیتا	بے قراری نے دیا مجھکو تہ دام بہت
ایک دو چشمک ادھر گردش ساغر کہ مدام	سر چڑھی رہتی ہے یہ گردش ایام بہت

[illegible]

ردیف جیم

[illegible]

واشد ہوا دلکو تقصیر دنگی ہی ہا تو
کھلتی نہیں گرہ یہ کسو کی دعا سے آج

جیتے ہیں اختیار نہیں ورنہ ہمنشین
ہم چاہتے ہین ہوے موت تو اپنے خدا سے آج

ساقی ٹک ایک موسم گلکی طرف تو دیکھ
ٹپکا پڑے ہے رنگ چمن مین ہوا سے آج

تھا جی مین اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر کچھ کہا گیا نہ غم دل حیا سے آج

ردیف جیم فارسی

کاش اوٹھین ہم بھی گنہگارونکے بیچ
ہون جو رحمت کی سزاوارونکے بیچ

جی سدا ان ابروون ہی مین رہا
کی بسر ہم عمر تلوارون کے بیچ

چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر
منہ نظر آتا ہے دیوارونکے بیچ

ہین عناصر کی یہ صورت بازیان
شعبدے کیا کیا ہین ان چارونکے بیچ

جب سے لے نکلا ہے تو یہ جنس حسن
پڑ گئی ہے دھوم بازارونکے بیچ

عاشقی و بیکسی و رفتگی
جی رہا کب ایسے آزارونکے بیچ

جو سرشک اوس ماہ بن جھمکے ہے شب
وہ چمک کاہیکو ہے تارونکے بیچ

اوسکی آتش ناک رخسارون بغیر
لوٹئے یون کب تک انگارونکے بیچ

بیٹھنا غیرون مین کب ہے ننگ یار
پھول گل ہوتی ہے ہین خارونکے بیچ

قطعہ

قطعه

ردیف دال مهمله

کیا ہے جو اٹھا ہے جاتی ہے آندھی کوئی زرد
یا بگولا سا ہے کوئی کس سے پہنچے ہے اور گرد
شوق مین ہے محمل لیلی کے ہو کے بے قرار
اک دن ہماوادی مجنون سے ہم چھٹی ہے گرد
وجہ دم سردی نہین مین عاشقی کے بعد
مینہہ برسا ہے کہین شاید آئی ہے سرد

ساتھ ہوا کن کبھی کسے عالم ہستی کر ہیچ
عرش پر ہے ہم نہ دیکھا شان الفت کا منیچ

باز خواہ خون ہر یک گواہی تیغ کر ہیچ
آج دولت کا سا ہے یان فقر کی بستی کر ہیچ

ہم سیہ کارون کا ہنسا دہ ہے بیگانی کی اور
آ گئے ہین میر مسجد مین چلے مستی کر ہیچ

ردیف حای حطی

ہونے لگا گداز غم یار بے طرح
اب کچھ طرح نہین ہے کہ ہم غم زدہ ہون شاد
جان بر تمہارے ہاتھ سے ہوگا نہ اب کوئی
فتنہ اٹھیگا ورنہ نکل گھر سے تو شتاب

رہنے لگا ہے دل کو اب آزار بے طرح
کہنے لگا ہے منہ سے ستمگار بے طرح
رکھنے لگے ہو ہاتھ مین تلوار بے طرح
بیٹھے ہین آکے طالب دیدار بے طرح

روتے ہو مین شور بورے ہے امان دے حبیب میر
پھرا ہے آج دیدۂ خونبار بے طرح

خاطر کرے ہے جمع وہ ہربار ایک طرح
مین لوگ قیس کوہ کن اب جو زبان ہین
منظور اوسکو پردہ مین ہین یہ حجاب یان
سب طرح اوسکو اپنی نظر مین تھین کیا کہین

کرتا ہے چرخ مجھ سے نئی یار ایک طرح
مارے گئے ہین سب یہ گنہگار ایک طرح
کس سے ہوا دو چار وہ عیار ایک طرح
پہ ہم بھی ہو گئے ہین گرفتار ایک طرح

مخمس

[illegible]

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد	آخر کار کیا کہا قاصد
کوئی پہونچا نہ خط مرا اوس تک	پھر مطالع میں نارسا قاصد
سر نوشت زبون سے ہر زہ ہو خاک	راہ کھوئی نکر تو جا قاصد
گر پڑھا خط تو کچھ حرج نہیں	یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد
یہ تو رونا ہمیشہ ہے مجھکو	پھیر کیسے چیز کہہ سو بہلا قاصد
اب غرض خامشی ہی بہتر ہے	کیا کہوں تجھسے ماجرا قاصد
شب کتابت کے وقت گریہ تھا	جو لکھا خط سو بہہ گیا قاصد
کہنہ قصہ لکھا کروں تا کے	بھیجا کب تک کروں نیا قاصد
ہے طلسمات اوسکا کوچہ تو	جو گیا سو وہین رہا قاصد
پاؤ نہ پیچ ہر اک جسکا جواب	اوسکو گذرے ہی مین سارہا قاصد

نامہ بھیجی کو اوڑاتا ہے
کاغذ باد کر گیا قاصد

ہوں ریگذر میں تیری ہر نقش پا ہے شاہد	اوڑتی ہے خاک میری باد صبا ہے شاہد
طوف حرم میں بھی مین بھولا نہ تجھکو اے بت	آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاہد
شرمندہ اثر کچھ باطن مرا نہیں ہے	وقت سحر شاہد دست دعا ہے شاہد

۵۵

بیچا ہے یوسف کو کیوں نا دین نسبت
کب شنیدہ ہو دیدہ کے مانند
میسر صاحب بھی اوسکے ہان تھے یک
بندہ زر خریدہ کے مانند
قفس تو یان سے گئی پر دام ہے صیاد
چمن کی صبح کوئی دم کو شام ہے صیاد

[illegible]

ردیف ر ای مہملہ

مونداکھین سفر عدم کا کر	بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد
فکر تعمیر مین نہ رہ منعم	زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہین	کس خرابی مین ہم ہوئے آباد
سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد	نہ سنوگے یہ نالہ و فریاد
لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم	خاک کس دل جلے کی دی برباد
بھولا جا ہے غم بتان مین جی	غرض آتا ہے پھر خدا ہی یاد
ترے قید قفس کا کیا شکوہ	نالے اپنے سے اپنی سی فریاد
ہر طرف ہین اسیر ہم آواز	باغ ہے گھر ترا تو ای صیاد
ہمکو مرنا یہ ہے کہ کب ہو نہین	اپنی قید حیات سے آزاد
ایسا وہ شوخ ہے اوٹھتے صبح	جانا سو جائے اوسکی ہے معتاد
نہین صورت پذیر نقش اوسکا	یون ہی تصدیع کھینچے ہے بہزاد

قطعہ

خوب ہے خاک سے بزرگون کی	چاہنا تو مرے تئین امداد
نامرادی ہوئی ہو جسپہ پروانہ	وہ جلاتا پھرے چراغ مراد
ہے مروت کہان کی ہے امید	تو ہی مجبور دل جلے کو کر ارشاد

ہیں منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کہولی نہ جان تونے دل کو لگا لگا کر ...

نہو ہرزہ درا اتنا خموشی ای جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اہل دل ضبط نفس بہتر

نہونا ہی بہلا تہا ساتہ اوس چشم گریانکی
نظر ای ابر تر آ بہی نہ آویگا برس بہتر

سدا ہو خار خار باغبان گل کا جہان تا ہم
سمجھ ای عندلیب اوس باغ سے کنج قفس بہتر

برا ہے امتحان لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کریے
شہادت گاہ میں پہچل سب اپنی بلہوس بہتر

سیہ کر دونگا گلشن وہ دل سے باغبان میں بہی
جلا آتش میں میری آشیان کی خار و خس بہتر

کیا داغوں سے رشک باغ ای صد آفرین الفت
یہ سینہ مجکو بہی ایسا ہی تہا در کار بس بہتر

قدم تیری جہوی تجہہ جستے اب وہ ہاتہہ پہرتے ہے
مرے حق میں نہونا ہی تہا یان تک دسترس بہتر

عبث پوچہے ہے مجہہ سے میر میں صحرا کو جاتا ہوں
خرابی ہے پہ دل رکھا ہے جو تونے تو بس بہتر

آشوب چشم تری سر رہی ہین جوڑ کر
پلکوں نکی ضعف سے بہہ گئیں منہ کو موڑ کر

لاکہوں جتن کیے نہوا ضبط گریہ لیک
سنتے ہی نام آنکہہ سے آنسو گرے ہیں دوڑ کر

زخم دروں سے میر سے تک بے خبر رہو
اب ضبط گریہ سے ہے ادہر ہی کو سب کچھ چہوڑ کر

گرمی سے برشکال کی پروا ہے کیا ہمیں
برسوں رہے ہے جانکی گہنو کی یان ہر وڑ کر

قطعه

گداز عاشقی کا میر کی شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

کر رحم ٹک کبتلک ستم مجہہ پر جفا کار اسقدر
بہاگی مری صورت سے وہ عاشق مین اوسکی شکل کی
منزل پہونچنا اک طرف نی صبر ہی نی ہی سکون
ہر جا ہی ہر دل مین ترا اور گذر کرنی وفا
جز کشمکش ہووے تو کیا عالم سی ہمکو فائدہ

اک سینہ خنجر سیکڑون یکجان آزار اسقدر
مین اوسکا خوایان یان فلک وہ مجہہ سے بیزار اسقدر
یکسر قدم مین آبلی پھر راہ پر خار اسقدر
کر رحم ٹک اسپے اوپر ہو آزار اسقدر
یہ بی فضا ہی اک قفس ہم ہین گرفتار اسقدر

قطعه

عیار دربغل گیری تری عید اور ہم بہاگنا
ہم یار یون یون غمزدہ خوش ہو ہین عیار اسقدر

طاقت نہین سے باتکی کہتا تھا نعرہ ماریو
کیا جانتا تھا میر ہو جاویگا بیمار اسقدر

قیامت تھا سماں اوس خشمگین پر
نہ دیکھا آخر اوس آئینہ رو کو
گئے دن عجز و نالی کے کہ اب ہے
ہوا ہے ہاتھہ گلدستہ ہمارا

کہ تلوارین چلین ابرو کی چین پر
نظر سے بھی نگاہ واپسین پر
دماغ نالہ ہیچ ہفتمین پر
کہ داغ خون بہت ہی آستین پر

قطعه

[illegible]

قطعه

جگر مین ابتو باقی اور کچھ ہے
اگرچہ کچھ نہین ای ہمنشین پر
کبھو جو آنکھ سے چلتے ہین آنسو
تو بھر جاتا ہے پانی سر زمین پر
قدم دشت محبت مین نرکھہ میر
کہ سر جاتا ہے گام اولین پر

دل و دماغ و جگر یہ سب ایکبار
کام آئے فراق مین ای یار
کیون نہو ضعف غالب اعضا پر
مر گئے ہین قشون کے سردار

[illegible]

سر سحر اک چلی تو ہے تو نسیم شوخ شانے نے ہزار نکلنے گا	او سپہ مست ناز تک ہشیار جڑ گیا اوسکی زلف کا اک تار

قطعہ

واجب القتل اسقدر تو ہون یہ تو آیا نہ سامنے میرے	کہ مجھے دیکھکر کہے ہی پکار لاؤ میری میان سے تلوار

قطعہ

آ زیارت کو قبر عاشق پہ نکلی ہے میری خاک سے نرگس	اک طرح کا ہے یان بھی جوش بہار یعنے ابتک ہی حسرت دیدار

قطعہ

میر صاحب زمانہ نازک ہے سہل سی زندگی پہ کام کے تئین چاہتا ہے کہ سب جہان سے کوئی ایسا گناہ اور نہین	دونون ہاتھون سے تھامیے دستار اپنے اوپر کیجیے دشوار سب سے رکھیے سلوک ہو نا چار یہ کہ کیجیے ستم کسی پر یار

قطعہ

وان جہان خاک کی برابر ہے	قدر ہفت آسمان ظلم شعار

سبک کردیا دل کی ازطاقتی نے
بکھانا تھا اوسکی طرف جلوہ ہر بار
[illegible]

[illegible]

یارب رہ طلب مین کوئی کبتلک پھرے
تسکین دے کہ بیٹھ رہون پاؤن گاڑ کر

منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہے
آئے ہین آج دور سے ہم تجھکو تاڑ کر

غالب کہ دیوے قوت دل اس ضعیف کو
تنکے کو جو دکھاوے ہے پلمین پہاڑ کر

نکلینگے کام دل کے کچھ اب اہل ریش سے
کچھ ڈھیسے کے چلین ہین سے آگے اکھاڑ کر

اس فن کے پہلوانون سے کشتی رہی ہے میر
بہتون کو ہمنے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

مرتے ہین تیری نرگس بیمار دیکھکر
جاتے ہین جی سے کسقدر آزار دیکھکر

افسوس ہے کہ منتظر اک عمر تک رہے
پھر مر گئے ترے تئین یکبار دیکھکر

ناخواندہ خط شوق لگے چاک کرنے تو
قاصد تو کہیو ٹک کہ جفا کار دیکھکر

کوئی جو دم رہا ہے سو آنکھون ہی مین ہے اب
کر تو ٹک ایک وعدۂ دیدار دیکھکر

دیکھین جدھر وہ رشک پری پیش چشم ہے
حیران رہ گئے ہین یہ اسرار دیکھکر

جاتا ہے آسمان لئے کوچے سے یار کے
آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھکر

تیری خرام ناز پہ جاتے ہین جی چلے
رکھ ٹک قدم زمین پہ ستمگار دیکھکر

طالع نے چشم پوشی کی یان تک کہ ہمنشین
چھپتا ہے مجھکو دور سے اب یار دیکھکر

جی ہین اوس سے ملتے تو کیا کیا نہ کہتے میر
تھا

٦٠

قطعہ

ایکونکی کھال کھینچی ایکوں کو دار کھینچا
اسرار عاشقی کا پیچا کہ یار رکھکر

طاعت کوئی کرے جب ابر و زور ہوئے
گر ہو سکے تو زاہد اسوقت میں گنہ کر

کیوں تو نے آخر آخر اسوقت منہ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اک نگہ کر

شیخ کا اب کمال ہے کچھ اور
حال ہی اور قال ہے کچھ اور

وعدہ برسوں کے کتنے دیکھے ہیں
دم میں عاشق کا حال ہے کچھ اور

سہل مت بوجھ یہ طلسم جہان
ہر جگہ یاں خیال ہے کچھ اور

تو رگ جان سمجھتی ہوگی نسیم
اوسکے گیسو کا بال ہے کچھ اور

نہ ملیں گو کہ ہجر میں مر جائیں
عاشقوں کا وصال ہے کچھ اور

کوز پشتی پہ شیخ کی مت جا
اوسپہ بھی احتمال ہے کچھ اور

اسمیں اوسمیں بڑی تفاوت ہے
کبک کی چال ڈھال ہے کچھ اور

میر تلوار چلتی ہے تو چلے
خوش خراموں کی چال ہے کچھ اور

جو دل لیا ہوا تھا زخمی چور
ضبط گریہ سے پڑگئے ناسور

صبح اوس سرو مہر کی آگے
قرص خورشید ہوگیا کافور

مشت خاک اپنی جو پامال ہے یاں سے پیچھا چشم ہے دیکھ کر اس باغ میں بیچو نرگس	سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخر کار آنکھوں سے جاتی رہیگی یہ بہار آخر کار

اول کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی ہی جاتا ہے ولی صبر و قرار آخر کار

خط میں ہے کیا سماں پسینے پر کوئی ہوتا ہے دل طپش سے تپا دل ہے میرا شکستہ بھی ہیہات چاک سینے سے کھل گئے ٹانکے	موتی گویا جڑے ہیں مینے پہ ایک دم کے لہو نہ پینے پر سنگ باران ہے آبگینے پر کیا رفو کم ہوا ہے سینے پر

ہے دلبر سے کیا ہوں آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پہ

ہم بھی پھرتے ہیں یک حشم لیکر دست کش نالہ پیش رو گریہ مرغ اک ماندگی کا وقفہ ہے اوسکی اوپر کہ دل سے تھا نزدیک بارہا صید گہ سے اوسکے گئے	دستۂ داغ و فوج غم لیکر آہ چلتی ہے یاں علم لیکر یعنی آگے چلینگے دم لیکر غم دوری چلے ہیں ہم لیکر داغ یاس آہو حرم لیکر

ردیف زای معجمہ

[illegible]

سب جسکے دکھاوے کی باعث ہنگامہ ہی رہا ہے
پر گھر سے در پہ آئے نہ تم بات ٹھان کر

کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتی رہینگے ہم
اچھا نہیں ہے آخر ہمیں امتحان کر

کم گو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ نہ ہو گیا
اچھی نہیں یہ بات ست اتنی زبان کر

ہم وے ہیں جنکے خون سے تری راہ سب ہے گل
مت کر خراب ہمکو تو اوروں میں سان کر

تا کشتۂ وفا مجھے جانے تمام خلق
تربت پہ میری خون سے میری نشان کر

ناز و عتاب و خشم کہاں تک اوٹھائیے
یارب کبھو تو ہمپہ وسے مہربان کر

افسانے یاد من کے سنیں میر کب تلک
چل اب کہ سو رہیں منہ پہ دوپٹہ کو تان کر

آزار دیکھو کیا کیا ان پلکوں سے اٹک کر
جی ہی گیا ہے کانٹا دل میں کھٹک کھٹک کر

سرو و تذرو دونوں پھر آپ میں نہ آئے
گلزار میں چلا تھا وہ شوخ ٹک مٹک کر

کب آنکھ کھول دیکھا تیرے تئیں سرانے
ناچار سر گئے ہم سر کو پٹک پٹک کر

حاصل بجز کدورت اس خاکدان سے کیا ہے
خوش ہیں وہ کہ اوٹھ گئے ہیں داماں جھٹک جھٹک کر

یہ مشت خاک یعنی انسان ہی ہے روکش
ورنہ اوٹھائی کن نے اس آسمان کی تھک کر

دل کام چاہتا ہے اب اوسکے گیسوؤں سے
واں سر گئے ہیں کتنے بہتیرے اٹک اٹک کر

ٹک شمع سے اوسکو دیکھی شب قصر سر کیا
جاتی رہی نظر سے مہتاب سی جھمک کر

[illegible]

کلیات میر ۶۳

مرگیا میں پہ مرے پاؤں سے ہے آزار ہنوز	ترہیں سب سر کو لہو سے در و دیوار ہنوز
دل ہی یہ داغ جس پر ہوا تجھ سے کیا کیجے	بجھ جاتی ہی نہیں حسرت دیدار ہنوز
یہ گئی عمر ہوئے ابر بہاری کو ولے	لہو برسا رہے ہیں دیدۂ خونبار ہنوز
ہر عرق بیچا ہوئے پوچھوں ہوں تجھی کو طبیب	یہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز
بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ	تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز
اڑگئیں بال فشاں کتنے ہی تو خوش ہو کر	ہیں غم دل کی اسیری میں گرفتار ہنوز
کوئی تو آبلہ پا دشت جنوں سے گذرا	ڈوبا ہی جاتا ہے لوہو میں سر خار ہنوز
منتظر قتل کی وعدہ کا ہوں اپنے تئیں	جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز
اڑگئی خاک ہو کتنے ہی تری کوچے سے	باز آتی نہیں پہ تیری ہوادار ہنوز

قطعہ

ایک بھی زخم کی جا جسکے نہ ہو تن پہ نہیں	کوئی دیتا ہے سنا دیسی کو آزار ہنوز
تک تو انصاف کرا ہے دشمن جان عاشق	میان سے نکلی پڑی ہے تری تلوار ہنوز

قطعہ

سینہ ضعف میں میں دیکھ کہا کچھ بھی	ہے تجھے کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز
دیکھی کے دم میں زبان چلتی ہے رہ جاتی ہے	درد دل کیوں نہیں کرتا ہے تو اظہار ہنوز

ردیف سین مہملہ

[illegible]

حیران ہون میر رنج میں اب کیا کرون بھلا
احوال دل بہت ہی مجھی فرصت ہی کی نفس

کیونکہ نکلا جاوی بحر غم سی مجھ بیدل کی پار
ہی پریشان دشت میں کس کا غبار ناتوان
گرم ہوگا حشر کو ہنگامہ دعوی بہت
دور اس سی جون ہوا دل پر بلا ہی مضطرب
بوی خون آتی ہی باد صبح گاہی سی مجھے

آ کی ڈوبی جاتی ہی کشتی مری ساحل کی پاس
گرد کچھ گستاخ آتی ہی چلی محمل کی پاس
کاشکی مجھکو نہ لی جاوین تئین قاتل کی پاس
اس طرح تڑپا نہین جاتا کسو بسمل کی پاس
نکلی ہی میدرد شاید ہو کسی گھایل کی پاس

آہ نالی مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
ہی ستمکش میر ظالم ہی جگر بھی دلکی پاس

مر گیا میں ملا نہ یار افسوس
ہم تو ملتے تھے جب ابا ہا ہا
یون گنواتا ہی دل کوئی مجھکو
قتل گر تو ہمین کرے گا خوشی
رخصت سیر باغ تک نہوئی
خوب بد عہد تو نہ مل لیکن

ہائے افسوس صد ہزار افسوس
تر یادہ ہی روزگار افسوس
یہی آتا ہے بار بار افسوس
یہ توقع تھی تجھ سے یار افسوس
یون ہی جاتی رہی بہار افسوس
میر ہی تیرے تھا یہ قرار افسوس

۶۵

قطعہ

گل ہی میر یا عمیں دل ہاتھ سے دیا
ایک سادہ گل فروش کا ہاں کسھو پروش
جاتا رہا نظارہ سے جون موسم بہار
آج اوس بغیر داغ جگر ہین سیاہ پوش

قطعہ

شب اس دل گرفتہ کو وا کر دو در سے

[illegible]

عشق کی بازار مین سودا نکیجی تو ہم
سر کو بیچ و دان بیچ چلتی ہین تو بیزار
غالب ہی تم کو عہد مین بیداد کی طرف
ہر خون گرفتہ جا بجا ہی جلاد کی طرف
تن ز کیلہ سے تیشہ چھلکا کر داد دو
تلک طاق ہی رکھا کرو فرہاد کی طرف
ہر تار زلف قیمت فردوس سے ترا
کرتا ہے کون ... شمشاد کی طرف

سنتے ہو دشمن تن رقاص ہے	کیوں نہ ہو اُن قاص کا کھینچ انتقاص
سال مین پر بہاری تجھسو اک ربا ہی قصیر	چشم نم دیدہ سے عشق کی سدا جاری ہے
سب آئینہ نمط رکھتی ہین خوبان اختلاط	ہوتی ہین یکیک سبھی کتنی پریشان اختلاط
تنگ آیا ہو نہین شاک تنگ پوشی سے تر	اس تن نازک سے یہ جامہ کو جیسا اختلاط
غیر مجھکو جو کہتے ہین محظوظ	تجھ سے ملتی ہین رہتے ہین محظوظ
سب یہ روشن ہے کہ شب مجلس مین آتی ہے شمع	اور سن ہو کسی کو شبہا دیکھ جل جاتی ہے شمع
شیخ سچ خوب ہے بہشت کا باغ	جا بیٹھیگے گر وفا کرے گا داغ
ہم اور تیرے گلو سے سفر دروغ دروغ	کہان وفا ہمین اسقدر دروغ دروغ
تم اور سے محبت تمہین خلاف خلاف	ہم اور الفت خوب دگر دروغ دروغ
... ہین تمسے ہم شک غافل	تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ دروغ
دروغ کچھ نہین دعوی کو صبح دق کر	شب فراق کو کب ہے سحر دروغ دروغ

کسو کی کہنے سے مت بدگمان ہو میرے تو
وہ اور اوسکو کسو پہ نظر دروغ دروغ

ردیف فا

... گستاخی معاف	راستی یہ ہے کہ وعدی ہین تمہارے سب خلاف

نہ سمجھا گیا ابر گیا دیکھ کر	ہوا تھا ری چشم تر کیطرف
ٹپکتا ہے پلکوں سے خون متصل	نہیں دیکھتے ہم جگر کیطرف
مناسب نہیں حال عاشق سے مہر	رکھے ہے یہ دار و ضرر کیطرف
کسی منزل دلکش [illegible] ہر میں	نہیں میل خاطر سفر کیطرف

رگ جان سے تابتی ہے آنکھو نہیں میر
گئی ہے مزاج اوس کمر کی طرف

ردیف قاف

درد سے چور ہے بلا ہے عشق	سچ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق
تو نہو وے تو نظم کل اوٹھ جاوے	سچی ہیں شاعران خدا ہے عشق

ردیف کاف تازی

بن چین مجھکو چاہتا ہر دم ہے زیر خاک	چہاتی پہ بعد مرگ بہی دل جم ہے زیر خاک
آسودگی جو چاہے تو مر نے پہ دل کو رکھ	آشفتگی طبع بہت کم ہے زیر خاک
تنہا تو اپنی گور میں رہنے پہ بعد مرگ	مت اضطراب کر تو کہ عالم ہے زیر خاک
رو یا تھا رنج میں یہ یاد کر بہت	اب تک مری ہر ایک مژہ نم ہے زیر خاک
کیا آسمان پہ کھینچے کوئی میر آپ کو	جانا جہان سے سب کو مسلم ہے زیر خاک

شعلہ آہ کی پہنچی دن بھر سے شبیہ ہمارا
نکلا تھا کہیں وہ گل نازک شب پہن

چھپا تا نہیں اندھیرے سرکار سے اب تک
سو کوفت نہیں جاتی ہجر رخسار سے اب تک

دیکھا تھا کہیں سا تھ تیرے قد کا چمن میں
ہیں میری جی آوارہ یہ پیار سے اب تک

ہے گم کردہ چمن مرغ پرواز ہے ایک
کچھ ہوا ہے مرغ قفس لطف نجات کا و
ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ
گوش کو ہوش کی تنگ ہوا لگی سخن شو جان

جبکے لے دام سے تا گوش گل آواز ایک
نوحہ پایا نالہ ہر ایک بات کا انداز ہے ایک
ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک
سبکی آواز کی پردہ میں سخن ساز ہے ایک

ہوا ہے جس شکل سے تمثال صفت سب میں درآ
عالم آئینی کے مانند در باز ہے ایک

یاں میں یہ سر آویگا تو گھر سے جب تلک
اتنا دن اور دل سے طپش کر لو کا و شین
نقاش کیونکہ کھینچ سکیگا تو شبیہ یار
شب کو نہ اور قصہ مری حال کا وراز
باقی یہ داستان ہے اور کل کی رات ہے

گر جاؤنگا سفر ہی میں جینا ہو تب تلک
یہ مجملہ تمام ہی ہے آج شب تلک
کھینچے جو سخن ایک نازی اوسکا میں تلک
القصہ اسے کہا کرون تجھ سے میں کب تلک
گر جان میری میں نہ ا ہونچے لب تلک

۶۸

قطعہ

ردیف کاف فارسی

کبھی درد جدائی ہی جو اس شب — تو آتا ہے جگر مژگان کے نز تک
دکھائی دینگے ہم میت کی رنگون — اگر رہ جاسینگے جیتی سحر تک

کہان پھر شور شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہی اوس ہی نوحہ گر تک

دست و پا مارے وقت بسمل تک — ہاتھ پہونچا نہ پائے قاتل تک
کعبہ پہونچا تو کیا ہوا ای شیخ — سعی کر ٹک پہنچ کسی دل تک
در پئے محمل اوسکے جیسے جرس — مین بہی نالان ہون ساتھ منزل تک
بجھ گئے ہم چراغ سے باہر — کہیو ای باد شمع محفل تک

نگیا میر اپنی کشتی سے
ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

جاتی ہین لئی خرابی کو سیل آسمان تلک — طوفان ہے میرے اشک ندامت سے یان تلک
شاید کہ دیوی رخصت گلشن ہون بیقرار — میرے قفس کو لیتو چلو باغبان تلک
قید قفس سے چھوٹ کی دیکھا جلا ہوا — پہونچے نہوتی کاشکے ہم آشیان تلک
آتا ہون ناتوان کہ در دل سے اب گلہ — آتا ہے ایک عمر مین میری زبان تلک
مین ترک عشق کرکی ہوا گوشہ گیر میر — ہوتا ہے ہر دن خراب جہانمین کہان تلک

ردیف لام

خط آج پہ ہی دن ہو کہ تصویر ہمارا
نکلا تھا کہیں وہ گل نازک شبیہ ہنوز

پیا تا نہیں اندھیرے سے سرکار سے اب تک
سو کوفت نہیں جاتی ہے رخسار سے اب تک

دیکھا تھا کہیں سایہ ترے قد کا چمن میں
ہیں میر جی آوارہ یہ پیار سے اب تک

میں گم کردہ چمن زمزمہ پرداز ہوں ایک
کچھ ہوا ہے مرغ قفس لطف سخن یاد کراو

ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ
گوش کو ہوش کی ٹک کھول کے سن شور جہاں

جب کے لے دام سے تا گوش گل آواز کبھو ایک
توجہ پا نالہ ہر ایک بات کا انداز ہے ایک

ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک
سبکی آواز کی پردے میں سخن ساز ہے ایک

ملا ہے جس شکل سے تمثال صفت وہمیں در آ
عالم آئینے کے مانند در باز ہے ایک

بالیں پہ میرے آویگا تو گھر سے جب تلک
اتنا دن اور دل سے طپش کر رکھا دشمن

نقاش کیونکہ کھینچ سکیگا تو شبیہ یار
شب کو تو اور قصہ مرے حال کا دراز

ساقی یہ داستان ہوا دو گل کی رات ہے
کر جاؤنگا سفر ہی میں جینا ہے تب تلک

یہ جملہ تمام ہی ہے آج شب تلک
کھینچیو مجھ سے ن ایک نازہ ہی اوسکا میں اب تلک

القصہ اسے کہا کر دن تجھ سے میں کب تلک
گر جان میری میرے تا پہونچے لب تلک

خبر آتی ہے سو بھی دور سے یان
مرا بیچارہ میر شب بہت رویا
ستارہ سی جان اب سحر نزدیک
پوچھ کچھ حال ہم وقت گیا
دور چہرے نے کیا ہے سوز نزدیک

ردیف کاف فارسی

بھی درد جدائی ہے جو اس شب | تو آتا ہے جگر مژگان کے نوک تک
دکھائی دینگے ہم میت کے رنگون | اگر رہ جائینگے جیتے سحر تک

کہاں پھر شور شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہے اوس ہی نوحہ گر تک

دست و پا مارے وقت بسمل تک | ہاتھ پہونچا نہ پائے قاتل تک
کعبہ پہونچا تو کیا ہوا ای شیخ | سعی کر ٹک پہنچ کسی دل تک
درپئے محمل اوسکے جیسے جرس | مین بہی نالان ہون ساتھ منزل تک
بجھ گئے ہم چراغ سے باہر | کہیو ای باد شمع محفل تک

نگیا میر اپنی کشتی سے
ایک بہی تختہ پارہ ساحل تک

جاتی ہین اٹھ خرابی کو سیل آسمان تلک | طوفان ہے میرے اشک ندامت سے بازتلک
شاید کہ دیوے رخصت گلشن ہون بیقرار | میرے قفس کو لے تو چلو باغبان تلک
قید قفس سے چہوٹ کے دیکھا جلا ہوا | پہونچے نہو تنکا شکے ہم آشیان تلک
اتنا ہون ناتوان کہ در دل سے اب گلہ | آتا ہے ایک عمر مین میری زبان تلک
مین ترک عشق کرکے ہوا گوشہ گیر میر | ہوتا پھرون خراب جہا ن مین کہان تلک

ردیف لام

[illegible]

تپ غم تو کرے طبیب
پھر آیا کبھو مزاج بحال
سبزہ نورستہ رہگذر کا ہوں
سر اٹھایا کہ ہو گیا پامال
کیوں نہ دیکھوں چمن کو حسرت سے
آشیاں تھا مرا بھی یاں پر سال

مقدور تک شراب سے رکھ انکھڑیوں میں رنگ
یہ چشمک پیالہ ہے ساقی ہوا ہے گل

یہ دیکھ سینہ داغ سے رشک چمن ہے یاں
بلبل ستم ہوا نہ جو تو نے بھی کھائے گل

بلبل ہزار جی سے خریدار ہو سکی ہے
اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل

نکلا ہے ایسی خاک سے کس سادہ رو کی یہ
قابل درود بھیجنے کی ہے صفائے گل

بارے سرشک سرخ کی داغوں سے رنگ کو
بستر پہ اپنے سو تو کبھی ہم بچھائے گل

ہے عندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی
لے اے زباں دراز تو سب کچھ سوائے گل

گلچیں سمجھ کے چھیو کہ گلشن میں میر کو
لخت جگر پڑے ہیں نہیں برگہائے گل

گل کی جفا بھی جانی دیکھی وفائے بلبل
یکمشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل

کر سیر جذب الفت گلچیں نے گل چمن میں
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدائے بلبل

کھٹکے ہیں خار ہو کر ہر شب دل چمن میں
اتنی لب و دہن پر بیتا نالہائے بلبل

یکرنگیوں کی راہیں طے کر کے مر گیا ہے
گل ہیں رنگیں نہیں یہ ہیں نقش پائے بلبل

آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن
ہر گوشہ چمن میں خالی ہے جائے بلبل

پیغام ہی غرض بھی سنتے نہیں ہیں خوبان
پہونچی نہ گوش گل تک آخر دعائے بلبل

یہ دل خراش نالے ہر شب کو میر تیری
کر دینگی اب تنک ہی شور نوائے بلبل

[illegible]

شور طرب ہیں ہم چمن کو دو دینگے کل	صبح گاہ و شجر ہی عالم کو ڈبو دینگی کل
آج آوارہ ہوا ہو بال اسیران قفس	یہ گل و باغ و خیابان نہ ہو دینگی کل

وعدۂ وصل رہا ہی شب آئندہ پہ میر
بخت خوابیدہ جو ٹک جاگے تو سو دینگی کل

مند ہی اختلاط کا بازار آج کل	لگتا نہیں ہی دل کا خریدار آج کل
اس مصلحت دوروزہ میں خطرہ ہزار ہیں	اچھا ہی رہ سکو جو خبردار آج کل
اور باشوں ہی گی تجھ پانی لگی ہیں روز	مارا پڑیگا کوئی طلبگار آج کل
بٹنے کی رات داخل ایام کیا نہیں	برسوں ہوی کہاں تئیں ای یار آج کل
گلزار ہو رہی ہے سر ہر دم ہو کوئی یار	اک رنگ پر ہے دیدۂ خونبار آج کل
تا شام اپنا کام کھنچے کیونکہ دیکھیے	پڑتی نہیں ہی جیکو جفا کار آج کل
کعبے تلک تو سنتے ہیں ویرانہ در خراب	آباد ہی سو خانۂ خمار آج کل
ٹھوکر دیوں کو لگنی لگی ہی خرام میں	لاویگی اک بلا تری رفتار آج کل
ایسا ہی مغبچوں میں چھپ آتا ہی شیخ جی	تو ہمارا ہی بیں جبہ و دستار آج کل
حیران میں ہی حال کی تدبیر میں نہیں	ہر اک کو شہر میں ہی یہ آزار آج کل
اچھا نہیں ہی میر کا احوال ان دنوں	غالب کہ ہو چکیگا یہ بیمار آج کل

گو دل شکستہ میر ابھی لطف سے نہیں ہے — ایک آدھ رات کو تو یاں بھی سحر کرو تم

تھی چشم داشت مجھکو اے دلبران تمسے — دل کو مرے اوڑا کر آنکھوں میں گھر کرو تم

اوس بزم خوش کی محرم نا آشنا ہیں سارے — کسکو کہوں کہ واں تک میری خبر کرو تم

ہے پیچدار بس راہ وصال و ہجران — ان دو ہی منزلوں میں برسوں سفر کرو تم

یہ ظلم ہے تو ہم بھی اس زندگی سے گذرے — سوگند ہے تمہیں اب جو در گذر کرو تم

رو سے سخن کہاں تک غیروں کی در آخر — ہم بھی تو آدمی ہیں ٹک منہ ادہر کرو تم

قطعہ

ہو عاشقوں میں اوسکی تو آؤ میر صاحب — گردن کو اپنی مو سے باریک تر کرو تم

کیا لطف ہے وگرنہ جسدم وہ تیغ کھینچے
سینہ سپر کریں ہم قطع نظر کرو تم

جاناں کہ شغل رکھتے ہو تیر و کمان سے تم — پر مل چلا کرو بھی کسو خستہ جان سے تم

ہم اپنی چاک جیب کو سی رہتے یا نہیں — پھاڑ میں پاؤں دیکھو آئے کہاں سے تم

اب دیکھتے ہیں خوب تو وہ بات ہی نہیں — کیا کیا وگرنہ کہتے تھے اپنی زبان سے تم

تنگی بھی تم ٹھہرے کہیں دیکھتے ہیں تنگ — چشم وفا رکھو نہ خسان جہان سے تم

جاؤ نہ دل سے منظر تن میں ہے جا یہی — پچھتاؤ گے اوٹھو گے اگر اس مکان سے تم

کب آ کے کوئی مرتا تھا کسی پر	جہاں میں رکھ گئے رسم وفا ہم
تعارف کیا رہا اہل جہاں سے	ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

ہوا جسکے لیے اوسکو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

اگر راہ میں اوسکے رکھا ہے گام	گئے گذرے خضر علیہ السلام
دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی	سخن یاں ہوا ختم حاصل کلام
مجھے دیکھ منہ پر پریشاں کی زلف	غرض یہ کہ جاتو ہوئی اب تو شام
سر شام سے رہتی ہیں کاہشیں	ہمیں شوق اوس ماہ کا ہے تمام

قطعہ

قیامت ہیں یاں چشم و دل سے رہیں	چلے بس تو واں جا کے کریے قیام
نہ دیکھے جہاں کوئی آنکھوں کا اور	نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام

جہاں میر زیر و زبر ہو گیا
خراباں ہوا تھا وہ محشر تمام

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم	لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم
کام کیا آتے ہیں گے معلومات	یہ تو سمجھے ہی نہ کہ کیا ہیں ہم

ردیف نون

بسکہ ہیجو دی کچھ آج نہین	ایک مدت سے وہ مزاج نہین
درد اگرچہ ہے تو مجھو بسن ہے	اب دوا کی کچھ احتیاج نہین
ہنسے اپنی سی کہہ ہت لیکن	مرض عشق کا علاج نہین

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہین رواج نہین

وحشت مین جن بلا گردادی ہے آپ آون	مجنون کی محنتین سب مین خیال مین لاؤن
ہنسکر کبھو بلایا تو برسون تک رلایا	اوسکی ستم ظریفی کسکے تئین دکھاؤن
فریادی ہیون تو ٹپکو لوہو مری زبان سے	نالی کو بلبلونکی خاطر مین بھی نہ لاؤن
پوچھو نہ دل کی غم کو ایسا ہو دیکھا یاران	مانند روضہ خوان کی مجلس کے تئین رلاؤن
یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغان سے میرے	ای بخت خفتہ کبتک تیری تئین جگاؤن
از خود گذشتہ ہر دم فکر وصال مین ہون	کتنا مین کھو یا جاؤن یارب کہ تجھکو پاؤن
عریان تنی کی شوخی وحشت مین کیا بلا تھی	تہ گرد کی نہ پہنچی تا تن کی تئین چھپاؤن
اگلی خطون نے میرے مطلق اثر نہ بخشا	قاصد کی بدلے اب کی جادو مگر چلاؤن
دل آشفتگی نے مارا مجھکو کہان مژہ نے	اک قطرہ آب تا مین اس آگ کو بجھاؤن

قطعه

عیش و خوشی و شیب میں گو پنہاں — لذت جو ہے جوانی کی رنج و عتاب ہیں
دنیا غم و سم سوری میں تو ہو — مرتا ہے اس پہ خوب ہی عہد شباب ہیں

قطعه

آ نکلے تھے جو حضرت میر اس طرف کہیں — ہیں پوچھا کیا سوال یہ ونکی جناب ہیں
حضرت سنو تو ہیں بھی تعلق کروں کہیں — فرمایا اگر رو کہ یہ اوسکی جواب ہیں

تو جان لیک جیسی بھی آئی ہو کل تو یہاں
ہیں آج صرف خاک جہان خراب ہیں

بار روئے و زلف یار ہے روز سے کام یاں — دامن ہے منہ پہ ابر نمط صبح و شام یاں
ہو وارہ ہے جہان میں ہمارا سنا کرو — عنقا کی طور زیست ہے بے نام یاں
وصف دہن سو اسکو شنا آگے قلم چلے — یعنی کیا ہے خامہ نے ختم کلام یاں
غالب ہے کہ موسم خط وان قریب ہے — آنے لگا ہے متصل اوسکا پیام یاں
مت کھا فریب عجز عزیزان حال کا — پنہاں کیے ہیں خاک میں یاروں نے دام یاں
کوئی ہوا نہ دست بسر شہر حسن میں — شاید نہیں ہے رسم جواب سلام یاں
ناکام رہنے ہی کا تمہیں غم ہے آج میر — بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں

کبھو قاصد جو وہ چپ چاپ ہمین کیا کرتے ہین
جان مشتاقان محبت کو دعا کرتے ہین

عشق آتش ہی جو وہ جو دو تو دو بازیچہ
شمع تو رو ہی ہین خاموش جلا کرتے ہین

حال اپنا مرض دل تو نہین اسکا علاج
اسپہ مقدور تلک ہم تو دوا کرتے ہین

روسیاہ کیجیو میں شرط پہ سب کا کہ
شیخ یان ایسے تو ہنگامہ ہوا کرتے ہین

گو لیسی تو تر ہی جو ہم بیٹھے ہم پہ گرے
نیک وہ یہ کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہین

نیست جیتے ہیں سب عشق کی پہرہ گری شوق
رات ہین گذرتی کہ ہم چپ ہی رہا کرتے ہین

شعر یہی شیشہ ہی ناز کی پر نکتہ دعوی
دل ہی پر کار و شیشوں کی جو وفا کرتے ہین

تمہیں لگ جا گی یہ یون جا بہ رہین گہر صحبت
دیدہ و دل نہ سمجھانا کہ دعا کرتے ہین

فرصت خواب نہین ذکر بتان مین ہمکو
رات دن راہ کھانی سی کہا کرتے ہین

مجلس حال مین موزون حرکت شیخ کی دیکھ
غیر شرعی بہی وہ مرقص مزا کرتے ہین

پیر ہونا ہے نہین ایسا کہ کوئی زیست کرے
چاہتے ہین جو برا اپنا بہلا کرتے ہین

محض ناکارہ بہی مت جان ہمین تم کہ کہین
ایسے ناکام بہی بیکار پہرا کرتے ہین

شہر جان سے جان مصیبت زدہ شدید یہ ہم
کچھ نہین کرتے تو افسوس کیا کرتے ہین

کیا کہین میر جی ہم تمسے معاشی اپنی غرض
غم کو کھایا کرے ہین لوہو پیا کرتے ہین

جو اوسکو اور کو جانا ملے تو ہم بھی ضعیف
ہزار سجدہ ہر اک گام سر براہ کرین

ہوا ہے میکدہ یہ ہی تو فوت وقت ہے ظلم
نماز چھوڑدین اب کوئی دن گناہ کرین

ہمیشہ کیون تکلف ہے خوب رہیون لگا
گذار ناز سے ابد ہر بھی گاہ گاہ کرین

گر اونہینگے اسی حال سے تو کہیو تو
جو روز حشر تجھی کو نہ عذر خواہ کرین

تبہ ہی بلا ہین ستم کشتۂ محبت ہم
جو تیغ برسی تو سر کو نہ کچھ پناہ کرین

اگرچہ سہل ہین پر دیدنی ہین ہم بھی میر
ادہر کو یار تامل سے گر نگاہ کرین

راضی ہون گو کہ بعد از صد سال و ماہ دیکھون
اکثر نہین تو تجھکو مین گاہ گاہ دیکھون

جی انتظار کش ہے آنکھون نہین رہگذر پہ
آجا نظر کہ کبتک مین تیری راہ دیکھون

آنکھین جو کہل رہی ہین مرنے کے بعد میری
حسرت یہ تھی کہ اوسکو مین اک نگاہ دیکھون

یہ دل وہ جا ہے جسمین دیکھا تہا تجھکو بستے
کن آنکھون سے اب اُجڑا اس گھر کو واہ دیکھون

دیکھون تو چاند اب کا گذرے ہے مجھکو کیسا
دل ہے کہ تیرے منہ پر مہر و ماہ دیکھون

چشم و دل و جگر یہ سارے ہوئے پریشان
کس کس کی تیرے غم مین حالت تباہ دیکھون

آنکھین تو تو نے دی ہین اے جرم بخش عالم
کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھون

قطعہ

ساقی کہون زمین پہ خرمن تو کیا عجب
ہوتا ہے نیل چرخ کا اس سبز کشت مین

سرمست ہم ہین آنکہونکی دیکہہ سیہ یار کی
کب یہ نشہ ہے دختر رز تجہ پلشت مین

ناصح کو چاک کرکہ کرے نامہ بر کو قتل
کیا یہ لکہا تہا میر مری سرنوشت مین

درد و اندوہ مین ٹہہرا جو رہا مین ہی ہون
رنگ رو جسکے کبہی منہ نہ چڑہا مین ہی ہون

بد کہا مین نے رقیبونکو تو تقصیر ہوئی
کیون ہے بخشو بہی بہلا سب مین برا مین ہی ہون

اپنی کوچہ مین فغان جسکی سنو ہو ہر رات
وہ جگر سوختہ و سینہ جلا مین ہی ہون

خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکہلایا
اس بیابان مین وہ آبلہ پا مین ہی ہون

لطف آنیکا ہے کیا بس نہین تاب جفا
اتنا عالم ہی ہین جاؤ نہ کیا مین ہی ہون

قطعہ

اس ادا کو تو ٹک اک سیر کر انصاف کرو
وہ برا ہے گا بہلا دوستو یا مین ہی ہون

مین یہ کہتا تہا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ
یکبیک بول اوٹہا اس طرف آ مین ہی ہون

جب کہا مین نے کہ تو ہی ہے تو پہر کہنے لگا
کیا کریگا تو مرا دیکہون تو جا مین ہی ہون

سنتے ہی ہنس کے ٹک اک سوچ کیا تو ہی تہا
جن نے شب رو کے سب احوال کہا مین ہی ہون

میر آوارۂ عالم جو سنا ہے تو نے
خاک آلودہ وہ ای باد صبا مین ہی ہون

کہاں کی شمع و پروانے گئے مر	بہت آتش بجان تھے اس چمن میں
کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں	ہمیں ہی شبہہ یاروں کی سخن میں

گداز عشق میں بہہ بھی گیا میر
یہی دہوکا سا ہے اب پیرہن میں

جنکے لیے اپنی تو یوں جان نکلتی ہیں	اس راہ میں وے جیسے انجان نکلتی ہیں
کیا تیر ستم اوسکے سینے میں بھی ٹوٹے تھے	جس زخم کو چیروں ہوں پیکان نکلتے ہیں
مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں	تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں
کسکا ہے قماش ایسا گودڑ بھرے ہیں سارے	دیکھو نہ جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں

قطعہ

گہہ لوہو ٹپکتا ہے گہہ لخت دل آنکھوں سے	یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہیں
کریے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمیں خواہش	اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں

قطعہ

جا گہہ سے بھی جاتے ہو منہ سے بھی خشن ہو کر	وے حرف نہیں ہیں جو شایان نکلتے ہیں
سو کاہیکو اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہے	برسوں میں کبھو ایدہر ہم آن نکلتے ہیں

ان آئینہ رویوں کے کیا میر بھی عاشق ہیں

کرتا ہے ابر دعوی دریا دلی عبث
دامن نہیں مرا تو مری آستین نہیں
آ رکے تو لعل تو خط خوبان کی دم نہار [illegible]
ہرچند اے مسیح وے باتیں رہیں نہیں
یہ درد اوسکے کیونکہ گروں دلنشین کہ آہ
کہتا ہوں جسطرح سے کبھی ہی نہیں نہیں
[illegible]

[illegible]

یا رب کسی کے ہو نامہ بر بیچ اس چمن کا
راہ وفا کو ہم تو مسدود جانتے ہیں
[illegible]
جو مضمون کو بھی محمود جانتے ہیں
[illegible]
مجلس میں شیخ صاحب کو [illegible] جانتے ہیں
[illegible] تو ہم معرفت سے وہ
[illegible] کی زبان کو بھی ہم سود جانتے ہیں

ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا	ہم اس طرح کئی آشوب کر چکے ہیں
رنگ پریدہ قاصد بار سحر کی تر	کس کس کے ہم حوالے مکتوب کر چکے ہیں
تھکتا نہیں رہا ہے کیا اب غبار کے لئے	آگے ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکے ہیں

کیا جانیے کیا ہے اے میر وجہ ضد کی
سو بار ہم تو اوسکو محجوب کر چکے ہیں

جو حیدری نہیں وہ سر دمیان ہی نہیں	ہو گو شریعت ملکہ مسلمان ہی نہیں
وہ ترک صید پیشہ مرا قصد کیا کرے	دل ہی نہیں ہے تن میں مری جان ہی نہیں
خال و خط ایسے قلق لگا ہیں یہ آفتیں	کچھ اک بلا وہ زلف پریشان ہی نہیں
ہیں جزو خاک ہم تو غبار ضعیف سے	سر کھینچنے کا ہم کنے سامان ہی نہیں
دیکھی ہے جسنے صورت دلکش وہ ایک آن	پھر صبر اوس سے ہو سکے امکان ہی نہیں
خورشید و ماہ و گل سبھی اودھر رہتے ہیں دیکھتے	اوس چہرے کا اک آئینہ حیران ہی نہیں
یکسان ہے تیرے آگے جو دل اور آرسی	کیا خوب و زشت کی تجھے پہچان ہی نہیں
سجدہ اوس آستان کا نہ جسکو ہوا نصیب	وہ اپنے اعتقاد میں انسان ہی نہیں

کیا تجھکو بھی جنون تھا کہ جامے میں تیرے میر
سب کچھ بجا ہے ایک گریبان ہی نہیں

[illegible]

قطعہ

[illegible]

کچھ کچھ کہونگا روز یہ کہتا تھا دل میں میں
آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہیں

سو کل ملا مجھے وہ بیابان کی سمت کو
دیکھا تو اضطراب سے وہ ساقر و مر کہیں

اک دیکھ کر میں برنگ صبا یہ ادھر کو آ
تا کی خان و مان خراب اب ہی کہ گھر کہیں

آشفتہ یا بجا جو پھرے ہے تو دشت میں
جا کہ نہیں ہے شہر میں تجھکو مگر کہیں

خون بستہ اپنی کہول مژہ پوچھتا ہی گر
رکھ ٹک تو اپنے حال کو مد نظر کہیں

آسودگی سے جنس کو کرتا ہے کون سوخت
جانی ہے نفع کوئی بھی ہی کا ضرر کہیں

سوتی ہے تیرے واشک ہیں غلطاں کسو طرف
یاقوت کے سے ٹکڑے ہیں لخت جگر کہیں

تا کہیں یہ دشت گردی کہانتک یہ خستگی
اس زندگی سے کچھ تجھے حاصل بھی ہے کہیں

کہنے لگا وہ ہو کے پرآشفتہ یکبیک
مسکن کرے ہے دہر میں مجھسا بشر کہیں

آوارہ گوں کا ننگ ہے سننا نصیحتیں
مت کہیو ایسی بات تو بار دگر کہیں

تعیین جا کو بھول گیا ہوں پہ یہ ہے یاد
کہتا تھا ایک روز یہ اہل نظر کہیں

بیٹھے اگرچہ نقش ترا تو بھی دل اٹھا
کرتا ہے جا کو باش کوئی رہگذر کہیں

کتنی ہی آئے لیکے سر پر خیال پر
ایسے گئے کہ کچھ نہیں انکا اثر کہیں

اب کچھ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہیں
یعنی تمہاری ہے سو وہ آنکھیں نہیں رہیں

نہ تنک کر اسے اے فکر روزگار کہ مین
دل اوس ستم کے لیے مستعار لایا ہون

بہر اختیار ہے آگے ترا یہ ہے مجبور
کہ دل کو تجھ تئین بے اختیار لایا ہون

یہ جی جو میرے گلے کا ہے ہار تو ہی لے
ترے گلے کے لیے مین یہ ہار لایا ہون

چلا نہ اوٹھکے وہین چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اوسکی گلی سے پکار لایا ہون

جفائین دیکھ لیان بیوفائیان دیکھین
بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین

تری گلی سے سدا اے کشندۂ عالم
ہزارون آتی ہوئی چارپائیان دیکھین

گیا نظر سے جو وہ گرم طفل آتش باز
ہم اپنے چہرون پہ اوڑتی ہوائیان دیکھین

ترے وصال کے ہم شوق مین ہو آوارہ
عزیز و دوست سبھون کی جدائیان دیکھین

ہمیشہ مائل آئینہ ہے تجھے یا یا
جو دیکھین ہمنے بھی تو خودنمائیان دیکھین

شہانکہ کحل جواہر تھے خاک پا جنکی
اونہین کی آنکھونمین پھرتے سلائیان دیکھین

بنی نہ اپنی تو اوس جنگجو سے ہرگز میر
لڑائین جب سے ہم آنکھین لڑائیان دیکھین

خوش قدان جب سوار ہوتے ہین
سرو قمری شکار ہوتے ہین

تیرے بالون کے وصف مین میرے
شعر سب پیچدار ہوتے ہین

[illegible]

ریزۂ الماس یا مشتِ نمک ہے کیا بُرا
گرچہ کس گنتی میں ہوں پر ایکدم مجھ تک تو آ
بس بہت سودا ہوا میں اب نہیں مقدور کچھ

جو میں اپنی ایسی زخمِ سینہ کو مرہم کروں
یاد ہر ہوں اور کب تک شمار دم کروں
وہ طرح ڈھونڈھوں جس میں ربطِ جسم کم کروں

گو دھواں اُٹھنے لگا دل سے مرے پیچ و تاب
میر اس پر قطعِ ربطِ زلفِ خم در خم کروں

کیا میں نے رو کر فشارِ گریبان
کہیں مست چالاک ناخن نہ لاگے
نشانِ اشکِ خونی کہ اُڑتے چلے ہیں
جنوں تیری منت ہے مجھ پر کہ تو نے
زیارت کروں دل سے خستہ جگر کی
کہیں جا ہے یہ دور دامن بھی جلدی

رگِ ابر تھا تار تارِ گریبان
کہ سینہ ہے قربِ دچارِ گریبان
خزاں ہو چلی ہے بہارِ گریبان
نہ رکھا مرے سر پہ بارِ گریبان
کہاں ہوگی یا رب مزارِ گریبان
کہ آخر ہوا روزگارِ گریبان

پھروں میر عریاں نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خارِ خارِ گریبان

بارہا وعدوں کی راتیں آگئیاں
عشق میں ایذائیں سب سے پائیاں

طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں
رہ گئی آنسو تو آنکھیں آگئیاں

چل چمن میں یہ بھی ہے کوئی روش
تا رہا کچھ چند بے پروائیاں
شوق قامت میں ترے اے نونہال
گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں
پاس مجھکو بھی نہیں ہے میر اب
دور پہنچی ہیں مری رسوائیاں
دیکھیں تو ہوتی کہتک [illegible]

[illegible]

[illegible]

لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر
مین ورنہ وہی خلوتی راز نہان ہون

جلوہ ہے مجھی سے لب دریای سخن پر
صد رنگ مری موج ہے مین طبع روان ہون

پنجہ ہے مرا پنجہ خورشید مین ہر صبح
مین شانہ صفت سایہ رو زلف بتان ہون

دیکھا ہے مجھے جس نے سو دیوانہ ہے میرا
مین باعث آشفتگی طبع جہان ہون

تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبش لب کی
مین صد سخن آغشتہ بخون بر زبان ہون

ہون زرد غم تازہ نہالان چمن سے
اس باغ خزان دیدہ مین مین برگ خزان ہون

رکھتی ہے مجھے خواہش دل بسکہ پریشان
در پے نہ ہو اسوقت خدا جانے کہان ہون

اک وہم نہین بیش مری ہستی موہوم
اسپر بھی تری خاطر نازک پہ گران ہون

خوش نالشی و تنزیہ و تقدیس تھی مجھ میں
اسباب ہی یون کہ کئی روز سے زبان ہون

اب آنکھون سے خون دمبدم دیکھتے ہین
نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہین

جو بے اختیاری سے ہے تو قاصد
ہمین آکے اوسکے قدم دیکھتے ہین

گئے داغ رہتا ہے دل گہ جگر خون
ان آنکھونسے کیا کیا ستم دیکھتے ہین

اگر جان آنکھون نہین دس بن ہر یہ ہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہین

لکھین حال کیا اوسکو حیرت سے ہم تو
گہے کاغذ و گہہ قلم دیکھتے ہین

قطعہ

تڑپ ہی قیس کو دیکھین تو زمین سی سے
غزال وحشت نشان مزار یار سے ہین
وگرنہ خاک ہو گئے ہی محبت مین
کسیکا بھی کہین مشت غبار ہوتی ہین

[illegible]

قطعہ

[illegible]

ای عدم ہو نہ دالو تم تو چلو	ہم بھی اب کوئی دم کو آئے ہین
ایک کہتا ہون مین تو منہ پہ رقیب	تیری پشتی سے سو ستائے ہین

دیدہ و دل شتاب گم ہون میر
سر پہ آفت ہمیشہ لاتے ہین

آتا ہے دل مین حال بد اپنا بھلا کہون	پھر آپ ہی آپ سوچ کے کہتا ہون کیا کہون
پروانہ پھر نہ شمع کی خاطر جلا کرے	گر بزم مین یہ اپنا ترا ماجرا کہون
ست کر خرام سر پہ اوٹھاوے گا خلق کو	بیٹھا اگر گلی مین ترا نقش پا کہون
دل اور دیدہ باعث ایذاد نور عین	کسکے تئین برا کہون کسکو بھلا کہون
آوے سموم جائے صبا باغ سے سدا	گر شمہ اپنے سوز جگر کا مین جا کہون

جاتا ہون میر وشت جنون کو مین اپنے کہہ
مجنون کہین ملے تو مری بھی دعا کہون

مرے آگے نہ شاعر نام پاوین	قیامت کو مگر عرصے مین آوین
بہی سمجھے تجھے وہم و گمان سے	کہان تک اور ہم اب دل جلاوین
مزاج اپنا غیور از بس بڑا ہے	ترے غم مین کسے خاطر مین لاوین
پھرے ہے شیخ مجلس ہی مین قصان	ادھر آ نکلے تو ہم بھی نچاوین

قطعہ

[illegible]

ہی ہو وہی تجلو ک برابر خاک کی
مین نقش پا کی طرح پامال اپنا ہون
ہووے ہے زندگی دشوار مشکل آسان کر
پھرون چلون تو ہون [illegible]
ترا ہی وہم کہ یہ ناتوان ہے جامے مین
دگرنہ مین نہین اب اک خیال اپنا ہون
بلا ہوئی ہے مری گو کہ طبع روشن میر
ہون آفتاب و لیکن زوال اپنا ہون

[illegible]

کالی سو آگے مجھسے سخن سست کیا کرو
غیروں ہی کے سخن کیطرف گوش یار ہے
یہ بیقراریان نہ کبھو اونے دیکھیان

اچھی لگی ہین مجکو تری بد زبانیان
اوس حرف ناشنو نے ہماری نہ مانیان
جان کاہیان ہماری بہت سہل جانیان

مارا مجھے بھی سانکے غیرونمین اونے میر
کیا خاک مین ملائین مری جانفشانیان

تا پہونچیے نہ خرقہ طامات کے تئین
کیفیتین اوٹھی ہین یہ کب خانقاہ مین
اور یہ خرام ناز سے خوبانکی ہمنشین
ہم جانتے ہین یا کہ دل آشنا زدہ
خوبی کو اوسکی ساعد سیمین کی دیکھکر
اتنی بھی حرف ناشنوی غیر کے لیے
سید ہو یا چمار ہو اسجا وفا ہے شرط
آخر کی بے سلوک ہم اب تیری دیکھکر

حسن قبول کیا ہو مناجات کے تئین
بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئین
ٹھوکر سے یہ اوٹھاتی ہین آفات کے تئین
کہیے سو کس سے عشق کے حالات کے تئین
صورت گرون نے کھینچ رکھا ہاتھ کے تئین
رکھہ کان ٹک سنا بھی کرو بات کے تئین
کب عاشقی مین پوچھتے ہین ذات کے تئین
کرتے ہین یاد دھیلی ملاقات کے تئین

آنکھون نے میر صاحب قبلہ ورم کیا
حضرت بکا کیا نکرو رات کے تئین

وہ کچھ اس زندگی مین کرگئے جو یاد کرین
کعبہ ہوتا ہے دیر دونون کام ہے
مجھسے وہ دو اور گز مین یان تو سب آباد کرین
ہمتو زاہد نہین ہین واقف رسم سجدہ
ہین کدہر شیخ حرم پھر ہمین ارشاد کرین
ریختہ خوب ہی کہتا ہے جو انصاف کرو
چاہئے اہل سخن میر کو استاد کرین
ہجران کی کوفت کھینچے بیم سے ہو چلے ہین
سر مار مار یعنی اب ہم بھی سو چلے ہین

ردیف ن

[illegible]

قطعہ

[illegible]

شکوہ کروں ہوں بخت کا اتنے غضب نہو بتان
مجکو خدا نخواستہ تمسے تو کچھ گلا نہین

نالی کیا نکر سنا نوحی مری پہ عندلیب
بات مین بات عیب ہی مین نی تجہکو کہا نہین

چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزین ہے یان
شیشہ نہین ہی مہی نہین ابر نہین ہوا نہین

ایک فقط ہی سادگی تسپہ بلای جان ہی تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہین آن نہین ادا نہین

آب و ہوای ملک عشق تجربہ کی ہی مین بہت
کرکی دوای درد دل کوئی بھی پہر جیا نہین

ہووی زمانہ کچھ سی کچھ چھوٹی ہی دل لگا مرا
شوخ کسی ہی آن مین تجہسی تو مین جدا نہین

ناز بتان اوٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبی مین جا کی بیٹھہ میان تیری مگر خدا نہین

تجہ عشق مین تو مرنی کو طیار بہت ہین
یہ جرم ہی تو ایسی گنہگار بہت ہین

اک زخم کو مین ریزۂ الماس سی چیرا
دل پر ابہی جراحت نو کار بہت ہین

کچہہ انکہڑیان ہین اسکی نہین اک بلا کہ بس
دل زنہار دیکہہ خبردار بہت ہین

بیگانہ خو رقیب سی وسواس کچہہ نہ کر
فرما وی ٹک زبان سی تو بہر یار بہت ہین

کوئی تو زمزمہ کر ہی میر آسا دلخراش
یون تو قفس مین اور گرفتار بہت ہین

خوبرو سب کی جان ہوتی ہین
آرزوی جہان ہوتی ہین

[illegible]

وہ گنہگار ہیں کہ جنہیں کہتے ہیں	عاشق زار ہیں مرغ گرفتار چمن
خون ٹپکے ہے پڑا نوک سے ہر ایک کی ہنوز	کس ستمدیدہ کی مژگان ہیں یہ خار چمن
باغبان ہمسے خشونت سے نہ پیش آیا کر	عاقبت نالہ کشان ہی تو ہیں دار چمن
گم نہیں ہے دل پرداغ بھی یہ مرغ اسیر	گل میں کیا ہے جو ہوا ہے تو طلبگار چمن
گل پہ ایسی تو پڑی اوس مرگئی کہ نسیم	سرد ہی ہو گئی وان گرمی بازار چمن

کیا جبا ٹھہرتی ہے دیکھی کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مری دل پہ ہے خوندار چمن

ہم میں جو ترا ظہور نہیں	شمع روشن کے منہ پہ نور نہیں
کتنی باتیں بنا کی لاؤں ایک	یاد رہتی تری حضور نہیں

قطعہ

منکر مت کر ہمارے جینے کا	تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہیں
پھر جئینگے جو تجھ سا ہے جان بخش	ایسا جینا ہمیں ضرور نہیں

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسی وکوہ طور نہیں

دامن پہ تیرے گرد کا کیونکر اثر نہیں	ہم دل جلوں کی خاک جہاں میں کدھر نہیں

شیخ صفائی خوبان سے ہے جو زخم بدن ہمارے تفسیدہ ہمیان ہیں
ساقی کی باغ پر جو کم نظاہن ہیں سب جامیان ہیں
کیا جانے کو ہر اوکی پھر کم نظاہن ہیں [illegible]
وان رو سفید کی پکاش ہے روز پر کہ جنکی نظر پڑی ہیں یان ہیں یہ ہمیان ہیں
جب سے وہ شوخ تکمین میں ذرا ہمیان ہیں
غالب تو ہے [illegible] رحمت سے دور ہو گیا ہوں [illegible] ہمیان ہیں

[illegible]

[illegible]

عجب ہوتے ہیں شاعر بھی میں اس فرقے کا عاشق ہوں
کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں یہ اسرار کہتے ہیں

مزے اوڑاتا رہا کیکن ہمیں تو سب سے ہے
کہ خوباں بھی بہت اینیں عیار کہتے ہیں

سگ کو میر میں وہ اس شیر حق کا ہوں کہ جسکو سب
نبی کا خویش و بھائی حیدر کرار کہتے ہیں

ایک پرواز کو بھی رخصت صیاد نہیں
ورنہ یہ کنج قفس بیضۂ فولاد نہیں

شیخ عزلت تو ہے خاک بھی پہنچی کی بھم
مفت ہے سیر کہ یہ عالم ایجاد نہیں

دا دلی چھوڑ نہیں صیاد سے اپنے لیکن
ضعف سے میرے تئیں طاقت فریاد نہیں

کیوں ہو معذور ہے کچھ یوں تو سمجھ لیں شیخ
یہ قدح خوار مرے قابل ارشاد نہیں

کیا کہوں میر فراموش کیا اون نے تجھے
میں تو تقریب بھی کی پر تو اوسے یاد نہیں

آ جائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں
مہلت ہمیں بسان شرر کم بہت ہے یاں

یک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں
یعنی کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یاں

حاصل ہے کیا سوائے ترائی کے دہر میں
اوٹھ آسمان تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں

مائل بغیر ہونا تجھ ابرو کا عیب ہے
تھی زور یہ کمان ولے خم بہت ہے یاں

ہم رہروان راہ فنا دیر رہ سکیں
وقفہ بسان صبح کوئی دم بہت ہے یاں

روز بد ہے گا بیمار اجل ہو دل کا حال
یہ سمجھکر ہمنشیں اب میں دوا کرتا نہیں
کہو کیا باب اجابت بھی بین تھا ہوا
ورنہ کس شب میں کو میں بد دعا کرتا نہیں
بیکساں عشق دیکھی آہ کی پاس جانیں
گور میں کوئی صدا میں اب کو وا کرتا نہیں

[illegible]

مجلس میں تیرے ہوکے کب غیر خوش لگے ہے
ہم بیچ اپنے اوسکے دیوار کھینچتے ہیں

بیطاقتی نے ہمکو چاروں طرف سے کھویا
تصدیع گھر میں بیٹھے ناچار کھینچتے ہیں

منصور کی حقیقت تمنے سُنی ہی ہوگی
حق جو کہے ہے اوسکو یاں دار کھینچتے ہیں

شکوہ کروں تو کس سے کیا شیخ و کیا برہمن
ناز اوس بلائے جاں کے سب یار کھینچتے ہیں

ناوک سے میر اوسکے دل بستگی تھی مجھکو
پیکاں جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہیں

سمجھا تھا ننگ اپنی تو سود و زیاں کو میں
مانا کیا خدا کیطرح ان بتاں کو میں

لاویں اوسے بھی بعد مرے میری لاش پر
پھر کہہ رکھا ہے اپنے ہر اک مہرباں سے میں

گردش فلک کی کیا ہے جو دور قدح میں ہے
دیتا رہونگا چرخ مدام آسماں کو میں

جی جاوے ہے تو جیوں تیرا غم ہی جائیو
رکھتا نہیں عزیز ہوں اس میہماں کو میں

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے
پاتا ہوں زرد روز بروز اس جواں کو میں

کر نالہ کشی کب تئیں اوقات گذاریں
فریاد کریں کس سے کہاں جاکے پکاریں

ہر دم کا بگڑنا تو کچھ اب چھوٹا ہے اوسسے
شاید کسی ناکام کا بھی کام سنواریں

دل میں جو کبھو جوش غم اوٹھتا ہے تو تا دیر
آنکھوں سے چلی جاتی ہیں دریا کی سی دھاریں

قطعہ

بڑا کہنا بھی میرا خوش نہ آیا اوسکو تو ورنہ
تسلی یہ دل ناشاد ہوتا ایک گالی مین

مرے اوستاد کو فردوس اعلیٰ مین ملی جا گہہ
پڑہا یا کچہ نہ غیر از عشق مجھکو خردسالی مین

نگاہ چشم پر چشم بتان پر مت نظر کرنا
ملا ہی زہر ابدلی اس شراب پرتگالی مین

شراب خون ہی یون ہی دل لبریز رہتا ہے
بھری ہین سنگریزی ہی مین نے اس میناے خالی مین

خلاف ان اور خوبان کی سدا یہ جی مین رہتا ہی
یہی تو میر اک خوبی ہی معشوق خیالی مین

آہ اور اشک ہی سدا ہی یہان
روز برسات سکے ہوا ہی یہان

جس جگہ ہو زمین تفتہ سمجھ
کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہان

گو کدورت سے وہ نہ دیوے رو
آرسی کینہ صفا ہے یہان

رند مفلس جگر مین آہ نہین
جان محزون ہی اور کیا ہی یہان

قطعہ

کیسے کیسے مکان ہین ستھرے
ایک ازان جملہ کربلا ہی یہان

اک سسکتا ہی ایک مرتا ہے
ہر طرف ظلم ہو رہا ہی یہان

صد تمنا شہید ہین یک جا
سینہ کوبی ہے تعزیا ہی یہان

دیدنی ہی غرض یہ صحبت شوخ
روز و شب طرفہ ماجرا ہی یہان

کبتک اس تنگنا مین کہینچے رنج
ترک سنبران شہر کریو اب

یان سے یارب ہی تو نکال ہمین
بس بہت کر چکے نہال ہمین

وجہ کیا ہے کہ سیر شہر پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمین

نہ کیونکہ شیخ توکل کو اختیار کرین
زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کرین

گیا وہ زمزمۂ صبح فصل گل بلبل
دعا نہ ہو پہونچے چمن تک ہم اب ہزار کرین

تمام صید سر تیر جمع ہین لیکن
نصیب اوسکے کہ جسکو ترا شکار کرین

تسلی تو ہو دل بیقرار خوبان سے
یہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچھ قرار کرین

ہمین تو نزع مین شرمندہ آکی تمنو کیا
رہا ہے ایک رمق جی سو کیا نثار کرین

رہی سہی بہی گئی عمر ترے پیچھے یار
یہ کہہ کہ تو آ کب تک انتظار کرین

کرین ہین حادثے ہر روز وار آخر تو
سنان آہ دل شب کی ہم بہی پار کرین

یہ قتل غیر ہے کیا کام ہمنشینان آج
جو دشمنی نکرے وہ تو اوس کو یار کرین

ہوا ہون خاک رہ اسواسطے کہ خوبان میر
گذار گور پہ میری بہی ایک بار کرین

یہ غلط کہ مین پیا ہو قدح شراب تجہ بن
نہ گلے سے میرے اوترا کبہو قطرہ آب تجہ بن

کہاں تک یہ تکلیف ما لا یطاق
ہوئی مدتوں ناز برداریاں

خط و کاکل و زلف و انداز ناز
ہوئیں دام رہ صد گرفتاریاں

کیا درد و غم نے مجھے ناامید
کہ مجنوں کو بھی تھیں بیماریاں

تری آشنائی سے ہی حد ہوئی
بہت کی تھیں دنیا میں ہم یاریاں

نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں
کھنچیں میر تجھ سے ہی یہ خواریاں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں

شل عنقا مجھے تم دور سے سن لو ورنہ
ننگ ہستی ہوں مری جائے بجز نام نہیں

خطر راہ وفا بلکہ بہت دور کھنچا
عمر گذری کہ بہم نامہ و پیغام نہیں

راز پوشی محبت کے تئیں چاہیے ضبط
سو تو بیتابی دل بن مجھے آرام نہیں

بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہے میر کہ اک دم تجھے آرام نہیں

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائیں
اس چرخ کی کیاں ہیں ہم سے بہت ادائیں

دیکھا کہاں وہ نسخہ اک روگ ہیں بسا ہا
تجھ تک کبھی نہ پہنچا بہتر سی کی دوائیں

اک رنگ گل کے رہتا یاں بو بن نہیں کیا ہے
اس گلشن جہاں میں ہیں مختلف ہوائیں

یہ نیو چہوڑی آتش غم سی
جگر و دل کباب ہین دونون

گر رہی دو سو خراب ہین دونون

تن کی معموری ہین یہی دل خراب ہین دونون

کیا چہپین آفتاب ہین دونون

سوجہ کم اوسکی آنکہین ہین دونون
جیسے مست شراب ہین دونون
پاؤن مین وہ نشہ طلب کا نہین
اب تو سرمست خواب ہین دونون
ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہین دونون

[illegible]

کرون کیون کہ انکار عشق ہی ہین	یہ رونا بہلا کیا ہی گر کچہ نہین

کمر اوسکی رشک رگ جان ہی میر
غرض اوسی باریک تر کچہ نہین

نالہ قید قفس سی چہوٹ اب یکدم نہین	گوش گل سی لگتی تہی جا کی سو وہ سم نہین
ہم پہ کہینچی تیغ تو غیرون کو لگی کم نہین	وہ اگر ہووینگی اسکی درمیان تو ہم نہین

بت برہمن کو کوئی نامحرم نہین اللہ کا
ہی حرم مین شیخ لیکن میر وہ محرم نہین

۹۴

ردیف واو

ترے ابرو و تیغ و تیر تو ہمدم ہین یہ دونون	ہوی ہین دل جگر بہی سامنی رستم ہین یہ دونون
نہ کچہ کاغذ مین ہی نہ قلم کو رونا اونکا	لکہون کیا عشق کی حالات نامحرم ہین یہ دونون
لہو آنکہو نسے بہی وقت رکہہ لیتا ہون ہاتہ	جراحت ہین اگر یہ دونون تو مرہم ہین یہ دونون
کسی چشم پہ دریا کی دیا اور نظر رکہیے	ہماری دیدہ نمدیدہ کیا کچہ کم ہین یہ دونون
لب جانبخش اوسکی ماہی رکہتی ہین عاشق کو	اگرچہ آبحیوان ہین ولیکن سم ہین یہ دونون
نہین ابرو پر مائل جہک رہی ہی تیغ بہی ایسی	ہماری کشتی خون ہین متفق باہم ہین یہ دونون
کہلی سینہ کو داغ و جگر ٹہہرتی ہین کہی اینسو	چمن مین مہر و رزی کی گل و شبنم ہین یہ دونون
کبہی دل کڑنی لگتا ہی جگر گاہی تڑپتا ہی	غم ہجران نہین چہپاتی کہ ہماری چشم ہین یہ دونون

[illegible]

ہوائی ابر مین گر مین نہین جو تو ہو ساقی
دم افسردہ کر دی منجمد رشحات باران کو

جلین مین کب کی مژگان آنسوونکی گر مجھو شی ہی
اس آب چشم کی جوشش نی آتش دی نیستانکو

غرور ناز سی آنکھین نکھولین اُس جفا جو نی
ملا پاؤن تلی جبتک نہ چشم صد غزالان کو

نہ سی چشم طمع خوان فلک پر خام دستی کر
کہ جام خون دیا ہی ہر سحر اپنی مہمان کو

لیے نا واقف شادی اگر ہم بزم عشرت مین
دہان زخم دل سمجھی جو دیکھا روی خندانکو

نہین ریگ روان مجنونکی دلکی بیقراری نی
کیا ہی مضطرب ہر ذرہ گرد بیابان کو

کسیکی واسطی سوائی عالم ہو یہ جی مین رکھہ
کہ مارا جاد ہی جو ظاہر کری اس راز پنہانکو

گری ہی ٹوٹ کی ہر بجلی ہی تہی جا ہی خرمن گل پر
ٹک اک ہنس سیر رونی پر کہ دیکھو تیر گردانکو

غرور ناز قاتل کو لیے جاتا ہی کوئی پوچھے
چلا تو سونپ کر کسکے تئین اس صید بیجانکو

وہ تخم سوختہ تھی ہم کہ سرسبزی نکی حاصل
ملا یا خاک مین دانہ نمط حسرت سی دہقانکو

ہوا ہون غنچہ پژمردہ آخر فصل کا تجہ بن
نہ دی برباد حسرت کشتہ سرو گریبان کو

غم و اندوہ بیتابی الم بیطاقتی حرمان
کہون ای ہمنشین تا چند غمہای فراوان کو

بہت رو کی جو ہم پیر آستین رکھہ منہ پہ ای بجلی
نہ چشم کم سی دیکہہ اس یادگار چشم گریانکو

مزاج اس وقت ہی اک مطلع تازہ پہ کچھ مائل
کہ ہی فکر سخن تیتی نہین ہرگز سخندان کو

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اوسکی گلی میں
گر ہو سکے اے میر تو اوس راہ نجا تو

خط لکھ کے کوئی سادہ نہ اسکو ملول ہو
چاہوں تو بھر کے کولی اٹھا لون ابھی تمہیں
سر مہر جو نور بخشی ہے آنکھوں کو خلق کی
جاوین نثار ہونے کو ہم کس بساط پر
ہم ان تو نخین لگ نہیں پڑتے ہیں صبح و شام
دل لیکے لونڈی ہی آگئی کب کا بچا گئی

ہم تو ہوں بدگمان جو قاصد رسول ہو
کیسے ہی بہاری ہو مر آگئے تو سہول ہو
شاید کہ راہ یار کی ہے خاک دھول ہو
اک نیم جان رکھیں ہیں سو وہ جب قبول ہو
ورنہ دعا کریں تو جو چاہیں حصول ہو
اب انسے کھائی پی ہوئی شے کیا وصول ہو

ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحب قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
شوق ہی شوق ہے نہیں معلوم
خط سے نکلے ہے بیوفائی حسن
آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم
شیخ پیر مغاں کی خدمت میں

ہاں کہو اعتماد ہے ہم کو
اوسے کیا دل نہاد ہے ہم کو
اس قدر تو سواد ہے ہم کو
شوق حد سے زیادہ ہے ہم کو
دل سے اک اعتقاد ہے ہم کو

ہنوز طفل ہے وہ ظلم پیشہ کیا جانے
لگاوے تیغ سلیقے سے جو لڑائی ہو
قسم ہے میں اگر بات بھی چلائی ہو
خدا کرے کہ نصیب اپنی ہووے آزادی

کبتک گرہ رہی گا سینے مین دل لگی مانند
اے اشک شوق یکدم رخسار پر رواں ہو

ہم دور ماندگان کی منزل رسان مگر اب
یا ہو صدا جرس کی یا گرد کاروان ہو

مسند نشین ہین گر عرصہ ہی تنگ اوس پر
آسودہ وہ کسو کا خاک آستان ہو

تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمین پر
اے آہ صبحگاہی آشوب آسمان ہو

گر ذوق سیر ہی تو آوارہ اس چمن مین
مانند عندلیب گم کردہ آشیان ہو

یہ جان تو کہ ہو ایک آوارہ دشت دل
خاک چمن کر او پر برگ خزان جہان ہو

کیا ہو حباب سان پلک آ دیکھ اپنی آنکھوں
گر یہ ہمین ہین میر میرا تجھے گمان ہو

از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہین ہم جو اوس بن
کہتے ہین لوگ اکثر اس وقت تم کہان ہو

تہر سو تو چڑھاؤں آئینے کو ابھی مین
گر روی خوبصورت تیرا نہ درمیان ہو

اوس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے
اب تک بھی نیم جان ہون گر قصد امتحان ہو

ہمسایہ اوس چمن کے کتنے شکستہ پر ہین
اتنے لیے کہ شاید اک بار گلفشان ہو

میر اوسکو جان کر تو بر شبہ بلیورہ پر
صحرا مین جو نمو ہوا کوئی جوان ہو

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو
آرزو ہی کہ تم ادہر دیکھو

عشق کیا کیا ہمین دکھاتا ہی
آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

۹۷

گر ساتھ لی گئی تو دل مضطرب تو میر
آرام کر چکا ترے مشت غبار کو

اچھی لگی ہی تجھ بن گل گشت باغ کسکو
صحبت رکھی گلون سے اتنا دماغ کسکو

ہی سوز داغ دل پر گر ہی جلی بجا ہی
اچھا لگی ہی اپنا گھر بی چراغ کسکو

صد چشم داغ وا ہین دل پر مری نہین ہیون
دکھلا رہا ہی لالہ تو اپنا داغ کسکو

گلچین عیش ہوتی ہم بھی چمن مین جاکر
آہ و فغان سے اپنی لیکن فراغ کسکو

اوسکی بلا سے جو ہم ای میر گم بھی ہووین
ہمسے غریب کا ہو فکر سراغ کسکو

دن گذرتا ہی مجھی فکر ہی مین تا کیا ہو
رات جاتی ہی اسی غم مین کہ فردا کیا ہو

سب ہین دیدار کی مشتاق پر ایسی غافل
شر برپا ہو کہ فتنہ اوٹھی آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگان پر تو گذر بی وسواس
ان ستم کشتون سی اب عرض تمنا کیا ہو

گر بہشت آوی تو آنکھون مین مری پھیکی لگی
جنی دیکھا ہو تجھی محو تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہی ہمین یار کی کوچی کو لیی
جائی معلوم ہو کیا جائی ہی اودھر جا کیا ہو

ایک رونا ہی نہین آہ و غم و نالہ و درد
ہجر مین زندگی کرنی کی تئین کیا کیا ہو

خاک مین لوٹون کہ لوہو مین نہاؤن میر

نزدیک سوز سینے کی رکھے اپنے قلب کو ۔۔۔ وہ دل ہی کیمیا ہی جو گرم گداز ہو

ہی فرق ہی مین خیر نکر آرزو ہی وصل ۔۔۔ مل بیٹھے جو اوسے تو شکوہ دراز ہو

جون تو نکی اوسکی چاہ کا پردا کیا ہی مین ۔۔۔ ای چشم گریہ ناک نہ افشای راز ہو

جیون چشم بسملی نہ مندی آوی گی نظر ۔۔۔ جو آنکھہ میری خونی کی چہری پہ باز ہو

ہمسے نہ غیر عجز کبھو کچھ بنا نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہو ۔۔۔ پھر مر بھی جائی تو کسو کو خبر نہو

دل پہ ہوا سو آہ کے صدمی سی ہو چکا ۔۔۔ ڈرتا ہون یہ کہ اب کہین ٹکڑی جگر نہو

برچھی سی پار عرش کی گذری نہ عاقبت ۔۔۔ آہ سحر مین میری کہانتک اثر نہو

سمجھا ہون تیری آنکھہ چھپانی سے خوش نگاہ ۔۔۔ مدنظر یہ ہے کہ کسیکی نظر نہو

قطعہ

کھینچے ہی دلکو زلف سی گاہی نگہ سی گاہ ۔۔۔ حیران ہو وی کوئی تو اس طرز پر نہو

سودے سی بھی نہ کام چلی اوسکی عشق مین ۔۔۔ اک دل رکھون مین تو کدہر ہو کدہر نہو

قطعہ

جس راہ ہو کی آج مین پہونچا ہون تجھ تلک ۔۔۔ کافر کا بھی گذار الٰہی ادہر نہو

وہی حاصل جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو | اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو
کام لے یار سے جو جذب رسا رکھتا ہو | یا کوئی آئینہ سا دست دعا رکھتا ہو
عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہے نہ شکیب | کرے تدبیر جو یہ درد دوا رکھتا ہو
مین نہ آئینہ صفت ورنہ کیا ہنر عرض | اوسکو مشکل ہے جو آنکھوں مین حیا رکھتا ہو
ہائے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر | درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو
اوسے تشبیہ تو دیتے ہین یہ شاعر لیکن | سیب کچھ اوس ذقن سے جو مزا رکھتا ہو
آدمی ہے پہلے قدم سر ہی کا جانا ورنہ پیشتر | دیکھتا ہو جو رہ عشق مین پا رکھتا ہو
ایسے تو حال کہ کہنے سے بھلی خاموشی | کہئے اوس سے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو
کیا کرے وصل سے مایوس دل آزردہ جو | زخم ہے یار کا جیسا ہی لگا رکھتا ہو

قطعہ

کب تلک سکے اسیران بلا خانہ خراب | ظلم کی تازہ جو ہر روز بنا رکھتا ہو
ایکدم کھولے زلفوں کی کمندوں کی تہین | مدتون تک دل عاشق کو لگا رکھتا ہو

گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

مست بیچہرہ کچھ اپنی باتین کہئے تو تمکو ندامت ہے ہو | قد و قامت یہ کچھ ہے تمہارا لیکن قیامت ہو

سایۂ گل مین لب جو پہ گلابی رکھو
ہاتھ مین جام کو لو آپ کو بدنام کرو

آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد مین
ایک تو صبح گلستان مین بھی شام کرو

رات تو ساری گئی سنتے پریشان گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

کون کہتا ہے نہ غیرون پہ تم امداد کرو
ہم فراموش ہوؤن کو بھی کبھو یاد کرو

ہین یہان جیسے وفا پیشہ نہ پیدا کرو
نہ کرو ایسا کہ پھر میری تئین یاد کرو

ایسے ہم پیشہ کہان ہوتے ہین ای غیرو کان
مرگ مجنون پہ کڑھو ماتم فرہاد کرو

ای اسیران تہ دام نہ تڑپو اتنا
تا نہ بدنام کہین چنگل صیاد کرو

گو کہ حیرانی دیدار ہی ای آہ شرنک
کوئی روشن کرو آنکھین کوئی دلشاد کرو

کیا ہوا ہے ابھی تو ہستی ہے کو بھولی ہم
آخر کار محبت کو ٹک اک یاد کرو

اول عشق ہی مین میر جی تم رونے لگی
خاک ابھی منہ کو ملو نالہ و فریاد کرو

دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیون نہو
آئینہ ہو تو قابل دیدار کیون نہو

عالم تمام اوسکا گرفتار کیون نہو
وہ نازپیشہ ایک ہے عیار کیون نہو

مستغنیانہ تو جو کرے ہلی ہے سکوت
عاشق کو فکر عاقبت کار کیون نہو

صورت تو تیری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے — ظاہر ہوا ہے ہزار تو مستور کیوں نہو

صافی شکست سے ہو خوش عشق تیرے — سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیوں نہو

مجنون جو دشت گرد تھا اب شہر گرد ہیں — آوارگی ہماری بھی مذکور کیوں نہو

تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ — زخمی جو اسکے ہاتھ کا رنجور کیوں نہو

خالی نہیں بغل کوئی علوان سے مرے — افسانہ عشق کا ہی یہ مشہور کیوں نہو

ہمکو تو ہے قبول ہوا عشق میں کہ میر — پاس اسکے جب گیا تو کہا دور کیوں نہو

ہر دم وہ شوخ دست بشمشیر کیوں نہو — کچھ ہمنے کی ہے ایسی ہی تقصیر کیوں نہو

اتنو جگر کو ہمنے بلا کا ہدف کیا — انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیوں نہو

جاتا تو ہے کہیں کو تو ای کاروان مصر — کنعان ہی کی طرف کو یہ شبگیر کیوں نہو

حیران ہیں اسقدر کہ اگر اب کے جایئے — پھر منہ ترا نہ دیکھیے تصویر کیوں نہو

توئے تو رفتہ رفتہ کیا ہمکو ملک طوق — وحشت دلا کہاں تئیں زنجیر کیوں نہو

جون گل شگفتہ طبیعت کا ہے نشان — غنچہ بھی کوئی خاطر دلگیر کیوں نہو

چھوڑے ہے ہزار وحشت اسی تو بھی یار رہی — اغیار تیرے ساتھ جو ہوں میر کیوں نہو

قید حیات قید کوئی سخت ہے کہ روز
مر رہتے ہیں گے اوسکی گرفتار ایک دو

کس کس پہ اسکو ہووی نظر یاں اگر شتاب
جی دے ہیں اسکی چشم کے بیمار ایک دو

تو تو دو چار ہوگی کیا کب کا یہاں ہنوز
گذرے ہیں اپنی جان سے ناچار ایک دو

ابرو سے تیغ زن کی تمھاری تو کیا چلی
کرتی ہی ہے جس کا لگتی ہے وار ایک دو

تک چشم میں بھی سرمی کا دنبالہ کھینچئے
اس مست کی بھی ہاتھ میں تلوار ایک دو

کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں
کچھ اس گلی میں ہم ہی نہیں خوار ایک دو

حالِ دلِ میر کا ای اہلِ وفا مت پوچھو
اس ستم کشتہ پہ جو گذری جفا مت پوچھو

صبح سے اور بھی پاتا ہوں اوسی شام کو تنگ
کام کرتی ہے جو کچھ میری دعا مت پوچھو

استخوان تو رہی مرے اوسکی گلی کی سگ نے
جس خرابی سے ہیں ان ات نا مت پوچھو

ہوش و صبر و خرد و دین سو اس و ان تاب
اوسکے آنے میں کیا کیا نگیا مت پوچھو

اشتیاق اسکی محبت نے کہ وحشت بیٹنگا
شہر وان کیا کہوں کس طور چلا مت پوچھو

وقت قتل آرزوی دل جو لگی پوچھنے وہ
میرا شمارت کی اودھر سے ہون گیا مت پوچھو

خواہ مارا انہیں نے میر کو خواہ آپ موا
جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

۱۰۳

قطعہ

لب پہ شیون فترہ پر خون نگہ ہے لکی پاس | دن گیا ہجر کا جس ڈہنگ سے سو شب مت پوچھو

میر صاحب نتی میطرز ہوا اسکی تو کہون
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچھو

ردیف ہای ہوز

بسم اللہ

سہ ۱۰

فرصت نہین تنگ ہی کہین اضطراب کو
میری ہی چشم تر کی کرامات ہی یہ سب
گذری ہی شب خیال مین خوبان کی جاگتی
خط آگیا پہ اوسکا تغافل نہ کم ہوا
تیور مین جیسے دیکہی ہین ساقی خمار کی
اب تو نقاب منہ پہ نہ ظالم کہ شب ہوتی

کیا آفت آگئی مرے اس دلکی تاب کو
پہرتا تہا ورنہ ابر تو محتاج آپ کو
آنکہین لگا کی اونسی مین برسون ہون خواب کو
قاصد مرا خراب پہرے ہے جواب کو
پیتا ہون لہو کی آنسوؤن سے جام شراب کو
شرمندہ ساری دن تو کیا آفتاب کو

کہنے سے میر اور بہی ہوتا ہے مضطرب
سمجہاؤن کبتلک اس دل خانہ خراب کو

کیا ہی اگر بدنامی و حالت تباہی ہی تو
لطف کیا آزردہ ہو کر آپسے ملنے کا ہے
چاہتا ہی جی کہ ہم تو ایک جا تنہا ملین
مجمع ترکان ہی کوئی نکلیو جا کر کہین

عشق کیسا جسمین اتنی روسیاہی ہی تو
تک تری جانب سے جبتک عذرخواہی ہی تو
ناز بیجا بہی نہووے کم نگاہی ہی تو
جس کا مین کشتہ ہون وہ سید سپاہی ہی تو

جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پانو آہستہ	تری کوچے مین یکسر عاشقونکی خاطر نگاں ہین
بھلا مین دو ون دوریا تبسم کر تو یکدستہ	مرے آگے نہین ہنستا تو آک صلح کر تا ہی
سراپا دل کی صورت جسکی ہو وہ پا بہ گل بستہ	تعجب ہے مجھے یہہ سرو کو آزاد کہتے ہین
پہ طاؤس سے عینہ سے تمامی دست گلدستہ	تری گلگشت کی خاطر بنا ہی باغ و گلدستہ

قطعہ

بجا ہے گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
کہی جو اس زمین مین میر یک مصراع برجستہ

وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہہ	ہم مین مجبور وہ ماجرا ہی یہہ
اب جو ہین خاک انتہا ہے یہہ	آگ تھی ابتداے عشق مین ہم
ایک دو دم مین پھر ہوا ہے یہہ	بود آدم نمود شبنم ہے
دل سے اپنے ہمین گلا ہے یہہ	شکر اوسکی جفا کا ہو نہ سکا
یون نہین جانتا کہ کیا ہے یہہ	شور سے اپنے حشر ہی پہ وہ
ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہہ	بس ہوا ناز ہو چکا اغماض
آن بیٹھو تو خوشنما ہے یہہ	نعشین اوٹھتی ہین آج یارونکی
ہے تو مردا سا پر بلا ہے یہہ	دیکھ بیدم مجھے لگا کہنے
کیا کہون ریختے کی جا ہے یہہ	مین تو چپ ہون وہ ہونٹھ چاٹے ہے

قطعہ

ناحق میں خستہ و آوارہ بدنام ہری
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تیرا ایک مری
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
چشم نمناک و دل پر جگر صد پارہ
تجھکو بھی بگڑی سحر زمانی کی کہ یاں

ایک عالم نے غرض مجھکو کہا کیا کیا کچھ
واسطے تیرے سنا میں نے سنا کیا کیا کچھ
مر گیا میں پہ مری جی میں رہا کیا کیا کچھ
آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ
دولت عشق سے ہم پاس بھی تھا کیا کیا کچھ
خاک گن گن کی ہوتی صرف بنا کیا کیا کچھ

قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
پر کہوں کیا رقم شوق کی اپنی تاثیر

مضطرب ہو کے اوسی میں نے لکھا کیا کیا کچھ
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلی میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانی نے دیا کیا کیا کچھ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ
کل بے تکلفی میں لطف اوس بدن کا دیکھا
عاشق غیور جی دہی ورا اوس طرف سے

پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل لگا آشنا رہ
نکلا نہ پھر قبا سے اوس گل کا پیرہن بس پارہ
وہ آنکھ جو چھپا کے تو تو بھی کہنچا رہ

کیا کیا نہ رنجیں تم نے بچائیں — اچھا رہا یا اے مہربان آہ
گذری ہے دیکھیں کیونکر ہماری — اس بیوفا سے نے رسم نے راہ

قطعہ

تھی خواہش دل رکھنا حمایل — گردن مین اسکے ہر گاہ و بیگاہ
اسپر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب — ہرگز نہ پہنچا یہ دست کوتاہ

قطعہ

ہے ماسوا کیا جو میر کہئے — آگاہ ساری لے سے ہین آگاہ
جلوے ہین اوسکے شانین ہین اوسکے — کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ — زمین میکدہ یکدست ہیگی آب زدہ
بنی یہ کیونکے ملی تو بھی یا ہمین سمجھیں — ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ
کدہی ہے جسکو ملامت جہان مین ہین ہم — اجل رسیدہ جفا دیدہ اضطراب زدہ
جدا ہو رخ سے تری زلف مین نہ کیون جا بیٹھے — پناہ لیتے ہین سایے کی آفتاب زدہ

لگا نہ ایک بھی میر اوسکی بیت ابرو کو

بیکلی اسکی نہ ظاہر تھی جو تو اے بلبل
دم کشِ میر ہوئی اس لب و گفتار کے ساتھ

کہتے ہیں اڑ بھی گئی جل کی پر پروانہ	کچھ سنی سوختگان تم خبر پروانہ
سعی اتنی یہ ضروری ہے او بھی بزم سلگ	ای جگر تفتگی بی اثر پروانہ
کس گنہ کا ہے پس از مرگ یہ عذر جانسوز	پاؤن پہ شمع کے باتے ہیں سر پروانہ
آ پڑا آگ میں ای شمع یہیں سے تو سمجھ	کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دیسوزی سنی ہوگی میر
کسطرح شام ہوی یان سحر پروانہ

ردیف یای تحتانی

دل کو تسکین نہیں اشک دمادم سے بھی	اس زمانی میں گئی ہے برکت غم سے بھی
ہمنشین کیا کہوں اس رشک مہ تاباں بن	صبح عید اپنی ہے بدتر شب ماتم سے بھی
کاش اے جان المناک نکل جاوی تو	اتنبو دیکھا نہیں جاتا ہے ستم ہم سے بھی
آخر کار محبت میں نہ نکلا کچھ کام	سینہ چاک و دل پژمردہ و خرم سے بھی
آہ ہر غیر سے تا چند کہوں جیکی بات	عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی
دور پھرتی کوچے میں ای غیرت فردوس ترے	کام گذرا ہے مرا گریہ آدم سے بھی

لڑتی ہے اسکی چشم شوخ جہان
ایک آشوب وان سے اوٹھتا ہے
بیٹھنے کون دیسا ہے پھر اسکو
جو تری آستان سے اوٹھتا ہے
یون اوٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہان سے اوٹھتا ہے

چھوٹنا کب ہے اسیر خوش زبان
جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی

آگے ہو مسجد کی نکلی اسکی راہ
شیخ سے اب پارسائی ہو چکی

درمیان ایسا نہیں اب آئینہ
میرے اسکے اب صفائی ہو چکی

ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے
اتنے ہی میں آشنائی ہو چکی

بیچ میں ہم ہیں نہ تو لطف کیا
رحم کر اب بیوفائی ہو چکی

آج پھر تھا بیحمیت میر وان
کل لڑائی بھی تڑاقی ہو چکی

گلگشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے
آئے جو ہم چمن میں ہو کر اسیر آئے

فرصت میں یکنفس کی کیا درد دل سنو گے
آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے

دلی میں اب کی آکر ان یارون کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم ہی دیر آئے

کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہے کسو پر
گل گر گئے عدم کو گلتر سے کے نظیر آئے

شکوہ نہیں جو اسکو پروا نہو ہماری
در دولت سے جسکی ہم سے کتنے فقیر آئے

عمر دراز کیونکر مختار خضر ہے یان
ایک آدھ دن میں ہم تو جینے سے سیر آئے

نزدیک تھی قفس میں پرواز روح اپنی
غنچے ہو گلبنوں پہ جب ہم صفیر آئے

یون بیٹھے بیٹھے ناگہ گردن لگی ہلانے
سر شیخ جی کی گویا مجلس میں پیر آئے

کہان تک قیامت کشش کہان پاکیزگی ایسے — ملے ہین ہم بہت گلعذار کی نازنینون سے
ہدف اسکا ہوئی مدت ہوئی سینے کو تنگ بیٹھا — کٹہا نکلی ہی لخت دل مرا تیرون کے بھالون سے
ہوا پیرانہ سر عاشق ہوں زاہد مضحکہ سب کا — کسن سالی مین ملتا ہی کوئی بہی خوردسالون سے

رگ گل کوئی کہتا ہی کوئی ای میر مو اسکو
کمر اس شوخ کی بچتی نہین ان خوش خیالون سے

کبھی جی سے چھوٹی تبون کی جفا سے — یہی بات ہم چاہتے تھی خدا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان — مرو یا جیو کوئی اسکی بلا سے
کوئی ہمسے کہلتے ہین بند اس قبا کی — یہ عقدے کھلینگے کسو کی دعا سے
پشیمان توبہ سے ہوگا عدم مین — کہ غافل چلا شیخ لطف ہوا سے
نہ کیوں مری خاک بہی اس گلی مین — کدورت مجھے ہے نہایت صبا سے
جگہ سوتی مژگان کنچا چاہی ہے کچھ — مگر دیدۂ تر ہین لوہو کے پیاسے
اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے — تعصب تجھے ہے عجب ما سوا سے
طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجھا — ہوا اور روگ عشق آہ رونا دوا سے
تمکا اے مدعی چشم انصاف وا کر — کہ بیٹھے ہین یہ قافیے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت

شکست و شکوہ کا اوسکی باقی جمع ہو کر بیٹھا | اور رفتہ رفتہ ہو کی چھینٹون سے ستاری و بیٹھے

رہ گئے سوتی کرتو بے کاروان جاتا رہا
ہم تو میر اس رہ کی خوابیدہ مین ہاری بیٹھے

یہہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی | نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کے

سحر پای گل بیخودی ہمکو آتی | کہ اوس سست پیمان مین بو تھی کسو کی

یہہ سرگشتہ جبتک رہا اس چمن مین | برنگ صبا جستجو تھی کسو کی

نہ ٹھہری ٹک اک جان بر لب رسیدہ | ہمین مدعا گفتگو تھی کسو کی

جلایا شب اک شعلہ دل نے ہم کو | کہ اوس تند سرکش مین خو تھی کسو کی

نہ تھے تجھسے نازک میانان گلشن | مہبت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار دی جان ونے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور ہمین کوئی فریبندہ لبھاوے | آخر مین ترے آنکھون کے دیکھنے والے

سو ظلم اوٹھاتی تو کبھو دور سے دیکھا | ہرگز نہوا یہہ کہ ہمین پاس بلاوے

اس شوخ کی سرتیز پلک ہے کہ وہ کانٹا | گڑ جاتی اگر آنکھہ مین سیر دل سے نکالے

عشق آنکھہ ہے جو یار کو اپنی دم کشتن | کرتی نہین غیرت سے خدا کی بھی حوالے

جہان سے تو رخت اقامت کو باندھ	یہہ منزل نہین بے خبر راہ ہے
نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے	کہا مین نے کب یہہ کہ تو ماہ ہے

یہہ وہ کاروان گاہ دل کش ہے میر
کہ پھر یان سے حسرت ہی ہمراہ ہے

سب ہین تیری سے باغ مین گل کے	بو گئی کچھ دماغ مین گل کے
جا ہی روغن و با کرسے ہی عشق	خون بلبل چراغ مین گل کے
دل تسلی نہین صبا ورنہ	جلوہ سب ہینگے داغ مین گل کے
اس حدیقے سے عشق پرست جا	مے نہین ہی ایاغ مین گل کے

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہی خزان بھی سراغ مین گل کے

عشق مین نے خوف و خطر چاہیے	جان کے دینے کو جگر چاہیے
قابل آغوش ستمدیدگان	اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے
حال یہہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے	اوٹھتے پلک ایک پہر چاہیے
کم ہے شناسائے زر داغ دل	اوسکے پرکھنے کو نظر چاہیے
عشق کے آثار ہے ای بو الہوس	داغ بدل دست بسر چاہیے

۱۱۲

گریہ ہر وقت کا نہین بے ہیچ — دل مین کوئی غم نہانی ہے
خاک تھی موج زن جہان مین اور — ہمکو دہوکا یہ تہا کہ پانی ہے
ہم قفس زاد قیدی ہین ورنہ — تا چمن ایک پر فشانی ہے
اوسکی شمشیر تیز سے ہمدم — مر رہینگے جو زندگانی ہے
غم و رنج و الم نکویان سے — سب تمہاری ہی مہربانی ہے

یان ہوئی میر تم برابر خاک
وان وہی ناز و سرگرانی ہے

قیامت ہین یہ چسپان جامی والے — گلون مین جنکے خاطر خواہ آلے
وہ کالا چور ہے خال رخ یار — کہ سو آنکھون مین دل ہو تو چرا لے
نہین اوٹھتا دل محزون کا ماتم — خدا ہی اس مصیبت سے نکالے
کہان تک دور بیٹھے بیٹھے کہتے — کبھو تو پاس ہمکو بھی بلا لے
ولا بازی نکر اون گیسوون سے — نہین آسان کھلانی سانپ کالے
طپش نے دل جگر کی مار ڈالا — بغل مین دشمن اپنی ہمنے پالے
مگر بوئی گل آتے کاش یکچند — ابھی زخم جگر سارے ہین آلے
گئے قید قفس مین یاد گل کی — پڑے ہین اب تو جینے ہی کے لالے

تا زکی کو عشق مین کیا دخل ہی ابھی ہوا ہوس — یان صعوبت کھینچنے کو جی مین طاقت چاہیے

تنگ مت ہو ابتدای عاشقی مین اسقدر
خیریت ہی میر صاحب دل سلامت چاہیے

جی یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے — دکھلائی دے جہان تک میدان ہو رہا ہے

اس منزل جہان کی باشندے رفتنی ہین — ہر یک کی ہان سفر کا سامان ہو رہا ہے

اچھا لگا ہے شاید آنکھون مین یار اپنی — آئینہ دیکھ کر کچھ حیران ہو رہا ہے

گل دیکھ کر چمن مین تجھکو کھلا ہی چاہے — یعنی ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے

حال زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو — سنتا نہ تھا کہ یہ صید بیجان ہو رہا ہے

ظالم ادھر کی سدھ لی جب شمع ہو چکا ہے — اک آدہ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے

قربان گہ محبت وہ جا ہی جسمین سر سو — دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے

ہر شب گلی مین اوسکی روتی تو رہتے ہم تو
اک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہے

تو وہ بیری زبان پہ آئی — یہ بلا آسمان پر آئی

عالم جان سے تو نہین آیا — ایک آفت جہان پر آئی

بیری آفت سے پہر نہ تھا گویا — یہ بلا جس جہان پر آئی

جیتے ہیں جب تلک ہم انکھیں ہی لڑتیاں ہیں
انکھیں فریب خوبان کب تک دکھا رکھینگے

اب چاند بھی لگا ہے تیری سی جلوے کرنے
شب ماہ چند ہی تجھکو چھپا رکھینگے

مژگان چشم و ابرو سب ہیں ستم کے آلے
ان تیغوں سے دل ہم کیونکر بچا رکھینگے

دیوان میر صاحب ہر ایک کی ہی بغل میں
دو چار شعر انکے ہم بھی لکھا رکھینگے

تجھ سے دو چار ہوگا جو کوئی راہ جاتے
پھر عمر چاہیئیگی اوسکو بحال آتے

گر دل کی بیقراری ہوتی بھی جو آپ سے
تو ہم ستم رسیدہ کاہیکو جینے پاتے

وے دن گئے کہ اوٹھ کر جاتے تھے اوس گلی تک
اب سعی چاہیئے ہے بالین سے سر اوٹھاتے

کب تھی ہمیں تمنا ضعف اب پہ آکے چپ ہیں
پھر زیر تیغ اسکی ہم تک تو سر ہلاتے

گر جانتے کہ یوں ہی برباد جائینگے تو
کاہیکو خاک میں ہم اپنے تئین ملاتے

شاید کہ خون دل کا پہنچا ہے وقت آخر
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو انکو آتے آتے

اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی
حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے

جی دینا دلدہی سے بہتر تھا صبر آب
اے کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کوتہ اور قصہ انکا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھکو سب سناتے

غیر سے اب یار ہوا چاہیے — عاشقی ناچار ہوا چاہیے

جسکے تئیں ڈھونڈھیں وہ سب میں ہے — کسکے طلب گار ہوا چاہیے

تا کہ وہ ٹک آن کے پوچھے کبھو — اسلئے بیمار ہوا چاہیے

زلف کسی کی ہو کہ ہو خال خط — دل کو گرفتار ہوا چاہیے

تیغ بلند اسکی ہوئی بوالہوس — مرنے کو طیار ہوا چاہیے

مصطبۂ بیخودی ہے یہ جہان — جلد خبردار ہوا چاہیے

مول ہے بازار کا ہستی کے یہ — دل کے خریدار ہوا چاہیے

کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی — سایۂ دیوار ہوا چاہیے

کر نہ تعلق کہ یہ منزل نہیں — آہ سبکبار ہوا چاہیے

گو سفری اب نہیں ظاہر میں میر
عاقبت کار ہوا چاہیے

یاں سرکشان جو صاحب تاج و لوا ہوئے — پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے

دیکھے نہ ایک چشمک گل بھی چمن میں آہ — ہم آخر بہار قفس سے رہا ہوئے

پچھتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے — آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر جدا ہوئے

تجھ بن دماغ صحبت اہل چمن نہ تھا — گل وا ہوئے ہزار ولے ہم نہ وا ہوئے

کہاں ہیں آدمی عالم میں پیدا | خدائی صدقے کی انسان پر سے

تفنگ اسکی چلی آواز پر لیک
لگی ہے میر گولی کان پر سے

خوب ہے اے ابر یک شب آؤ باہم روئیے | پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم روئیے
وقت خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ دہر میں | خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم روئیے
شادی و غم میں جہاں کی ایک سے دس کا ہے فرق | عید کے دن ہنسئے تو دس دن محرم روئیے
دیکھا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانند ابر | ہر جگہ پیری میں یوں یاد آدم روئیے
ہو جدا فردوس سے یعنی گلی سے یار کے | مدتوں تک کھینچیے غم مثل آدم روئیے
اب سے یوں کر دی مقرر اُٹھ گئی جب کسا سے | وادی مجنوں پہ جا اک بار اکدم روئیے

عشق میں تقریب یہ گو نہیں درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا کرکے ماتم روئیے

نیلا نہیں سپہر تجھے اشتباہ ہے | دود جگر سے میرے یہ چھت سب سیاہ ہے
ابر و بہار و بادہ سبھو نہیں ہے اتفاق | ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے
سر سے یہ ایسی آنکھیں تمہاری نہیں لگیں | احوال پر ہمارے تمہیں کب نگاہ ہے
کس طرح سے ہاتھ نچاتا ہے وعظ میں | دیکھا جو شیخ شہر عجب دست گاہ ہے

گئے دست و پا گم جو سیر آ گیا
وفا پیشہ مجلس اوسے پا گئی

نکیسو کشادہ روئے پہ چین نہین جبین ہی	ہم چھوڑ تین مہر اوسکی کاش اوسکو ہووے کین بھی
آنسو تو تیرے دامن پونچھے ہی وقت گر	ہمنے نہ رکھی منھ پر اے ابر آستین بھی
کرتا نہین عبث تو پارہ گلو فغان سے	گذرے ہے پار دل کی اکن اوخرین بھی
ہون اختصار مین بھی آئینہ رو شتاب	جاتا ہے ورنہ غافل پھر یوم تو واپسین بھی
سینے سمی تیر اوس کا جی کو تو لیتا نکلا	پر ساتھون ساتھ اوسکی نکلی یک آفرین بھی
ہر شب تیسی ہی گلی مین عالم کی جان جا ہے	آگے ہوا ہے اب تک ایسا ستم کہین بھی
شوخی جلوہ اسکی تسکین کیونکی بخشے	آئینون مین دل اونکے جو ہی ہی پر نہین بھی
گیسو سے کچھ نہین ہے سنبل کے آفت اسکا	ہین برق خرمن گل رخسار آتشین بھی
تکلیف نالہ مت کر اے درد دل کہ ہونگے	رنجیدہ راہ چلتی آزردہ ہمنشین بھی
کسکس کا داغ دیکھین یارب غم بتا مین	رخصت طلب ہے جان بھی ایمان و دین بھی

زیر فلک بہان تک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا یک قطعہ زمین بھی

گئی چھانون اوس تیغ کی سر سے جبکی	جلی دھوپ مین یان تلک ہم کہ تبکی

جوش دل لائے ہم وین گریان ہوئے | کتنے ایک اشک ہی جیسے کہ طوفان ہوئے

کیا چمن شہر محبت مین تری خانہ خراب | گہر سے گہر انکی ہین اس بستی مین ویران ہوئے

کسنے لی رخصت پرواز پس از مرگ نسیم | مشت پر باغ مین آتے ہین پریشان ہوئے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا ہی مے ہے | ساقی ہم توبہ کی کرنے سے پشیمان ہوئے

دعوی خوش دہنی گرچہ اسے تہا لیکن | دیکھکر منہ کو تری گل کا تئین ان ہوئے

جام خون بن نہین ملتا ہے ہمین صبح کو آب | جب سے اس چرخ سیہ کاسہ کے مہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نچاہا کہ پئین آب حیات
یون تو ہم میر اسی چشمے پہ بیجان ہوئے

جز نہ تہی تجہی کیا میری دل سے لاگی | نگاہ چشم ادہر تو نے کی قیامت کی

انہون نہین جو کہ تری محو صحبت تہے ہین | نہین ہے قدر ہزارون برس کی طاعت کی

اٹہا ہی رنگ سمجہہ تمنے بات کی کہتے | وفا و مہر جو تہی رسم ایک مدت کی

رکہین امید رہائی اسیر کاکل و زلف | مری تو باتین ہین بجز حرف الفت کی

رہی ہی کوئی خرابات چہوڑ مسجد مین | ہوا منافی اگر شیخ نے کرامت کی

سوال مین نے جو انجام زندگی سے کیا | قد خمیدہ نے سوئی زمین اشارت کی

نہ میر قدر کی اوس سنگدل نے میری کبہو

قطعه

ان دونون نکلی ہے اغشتہ بخون تو کہو
عشق مین تیری گذرتی نہین بن پہر گیے

ہین ہنالی کو کسو دل مین اثر کرنیکی
صورت اک یہ ہی ہے عمر بسر کرنیکی

کاروانی ہے جہان عمر عزیز اپنی ہے
سو ہے درپیش سدا اسکو سفر کرنیکی

لگوائی تیہر اور برابہی کہا گیے
کہنچا تہا آہ شعلہ فشان نی جگر سے سر
غنچے نے سارے طرز ہمارے ہی اخذ کیے
تدبیر عشق مین ہی نکرتے قصور یار
جون نے نہ تیری کشتی کو اب سے ہہ دیا
کیا صرف دل نشین ہو مراپسے خدا امام
پہر شام آشنا نہ کبہو سے نکلے گلدیان
بے عیب ذات ہیگی خدا ہی کی میر تہا

تمنے حقوق دوستی کی سب ادا کیے
برسون تئین پڑے ہوئی جنگل چہا کیے
ہم جو چمن مین برسون گرفتہ رہا کیے
جو اس مرض مین ہوتے ہیلے ہم دوا کیے
ہرچند بندہ بندہ ہی اوسکے جدا کیے
اغیار روسیاہ ترے منہ لگا کیے
ہر صبح ان سے برسون تئین ہم ملا کیے
تم لوگ خوبرو سے کیے مجہے دفا کیے

اب خاک سی کی ورمی ہی ہا منہ اوپر وگرنہ میر
اس چشم گریہ ناک سے دریا بہا کیے

برقع کو اوٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

صناع ہین سب خوار ازانجملہ ہون مین بہی	ہے عیب بڑا اوسمین جسے کچھ ہنر آوے

قطعہ

ای وہ کہ تو بیٹھا ہے سر راہ پہ زنہار	کہیو جو کبھو میر بلاکش اودہر آوے

مت دشت محبت مین قدم رکھہ کہ خضر کو
ہر گام پہ اس رہ مین سفر سے حذر آوے

کرون جو آہ زمین و زمان جل جاوے	سپہر نیلی کا یہ سائبان جل جاوے
دی آگ دلکو محبت نے جب سے پہرتا ہون	مین جسطرح کسو کا خانمان جل جاوے
دوا پذیر نہین اے طبیب تپ غم کی	بدن مین تک ہے تو استخوان جل جاوے
نہ آوے سوز جگر منہ پہ شمع سان اپنا	بیان کرنے سے آگے زبان جل جاوے
ہماری تالی بہی آتش ہی کی ہے پرکالی	سنے تو بلبل نالان کی جان جل جاوے
ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندہے کوئی	خزانمین برق گرے آشیان جل جاوے
نہ پوچھ کچھ لب تر سابچی کی کیفیت	کہون تو دختر رز کی دکان جل جاوے
متاع سینہ سب آتش سے ہے تو فائدہ کسکا	خیال یہ ہے مبادا دکان جل جاوے

نہ بول میر سے مظلوم عشق ہے وہ غریب
مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

اپنا شمار پوچھو تو مہربان مرفا ہے / پر اسکے جی مین ہمسے کیا جانئی کہ کیا ہے

بالین پہ میری آکر ٹک دیکھ شوق دیدار / سارے بدن کا جی اب آنکھون مین آرہا ہے

جی اسکے رک کے مرتی گر عشق مین تو / کرتی مین آہ جبتک تب تک ہے کچھ ہوا ہے

شکوہ ہی رو رہا یہ بیگانگی سے میری / مژگان تر و گریہ آنکھون مین آشنا ہے

مت کر زمین دل مین تخم امید ضایع / بوٹا جو یان اوگا ہی سو اگتی ہی جلا ہے

شرمندہ ہوتی ہین گے خورشید و ماہ دونون / خوبی نے منہ کی تیرے ظالم قران کیا ہے

اے شمع بزم عاشق روشن ہے یہ کہ تجہ بن / آنکھون مین میری عالم تاریک ہو گیا ہے

جلتے ہی جی جہان مین ساری علاقے سو تو / عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہے

صد سحر دیکہ میرے خط میر جی کا دیکھا
قاصد نہین چلا ہے جادو مگر چلا ہے

الم سے یان تئین مین مشق ناتوانی کی / کہ میری جان نے تن پر مری گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے / جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی

علاوہ خوب مری خون خاک بسمل گاہ / یہ تھوڑی نیتین ہین مجہ پہ سخت جانی کی

بتنگ ہو نہین تیری اختلاط سے میری / قسم ہے اپنی مجھے اس گئی جوانی کی

چلا ہے سے کھینچے تصویر میری بت کی آج / خدا کی واسطے صورت تو دیکھیو مانی کی

قطعہ

ہر اشک مرا ہے در شہوار سے بہتر
ہر لخت جگر رشک عقیق یمنی ہے

بگڑی ہی نپٹ میر طپش اور جگر مین
شاید کہ مرے جی ہی پہ اب آن بنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کروگے
پر ہم جو نہ ہونگے تو بہت یاد کروگے

زنہار اگر خستہ دلان بیستون جاؤ
ٹک پاس ہنرمندی فرہاد کروگے

غیرون پہ اگر کھینچو گی شمشیر تو خوبان
اک ور مری جان پہ بیداد کروگے

قطعہ

جاگہ نہین یان ویسے جسپر نہ کڑی ہو
کچھ شور ہی شر ہو تو مجھے یاد کروگے

اس وحشت مین لے راہ روان ہر قدم او
مانند جرس نالہ و فریاد کروگے

گر دیکھوگے تم طرز کلام اوسکے نظر کر
اے اہل سخن میر کو اوستاد کروگے

خوش سرانجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوئے
ہم تو اے ہمنفسان دیر خبردار ہوئے

جنس دل وہ تو جہان جسکی بہا تھا اسکا
یک نگہ مول ہوا ہم نہ خریدار ہوئے

عشق وہ ہے کہ جو تھی جلوہ گہ منزل قدس
وہی ہے سو اوسی سر کوچہ و بازار ہوئے

سیر گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو
ایک پرواز نکی تھی کہ گرفتار ہوئے

غزلکو کمان نظم شاعران حال پہ اتنی
چلو ٹک میر کو سنی کو موقی سحہ پہ وتا ہے

ہمتو اوسکے ظلم سے ہمدم چلے	رہ سکے ہے تو تو رو یان ہم چلے
لوٹتے جون لالہ ستان سے ایک پہول	ہم لی یان سے داغ ایک عالم چلے
جنبش ابرو تو وان سہتی نہین	کبتلک تلواریان ہمدم چلے
تم جگر سے آیا آخر ہو گئے	اشک خونی کچہہ مژہ پر جم چلے
دیکہیے بخت زبون کیا کیا دکہائے	تم تو خوبان ہسے ہو برہم چلے
بہاگتے پہیتیے سے گویا غزال	تیری آنکہین دیکہتے ہی رم چلے

مجہہ سے ناشائستہ کیا دیکہا کہ میر
آتے آتے کچہہ جو آنسو تم چلے

غیر نے ہمکو ذبح کیا نے طاقت ہے نے یارا ہے	اس کتّے نے کرکے دلیری صید حرم کو مارا ہے
باغکو تجہہ بن آگ لگے یہ بہائین آتش سے ہے بہار آئی	ہر غنچہ انگر ہے ہمکو ہر گل ایک انگارا ہے
جب تجہہ بن لگتا ہے تڑپنے جا ہی ہے نکلا تا ہے نفسے	ہے جو گرہ سینے مین اسکو دل کہیے یا پارا ہے
راہ حدیث جو ٹک بہی نکلی کون سکہاتا ہمکو	روئے سخن ہے کسکو وہ شوخ بڑا عیار آہے
کام اسکا ہے خون فشانی ہر دم تیری فرقت مین	چشم کو میر آنکہ ہے دیکہ اب لوہو کا فوارا ہے

ایک دم ہی نمود بود اپنی
یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے

یعنی مانند صبح دنیا مین
ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

مت مل اہل دول کے لڑکون سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

توجہ تیری ای حیرت مری آنکھون پہ کیا کم ہے
جو مین ہر یک شرہ دیکھون کہ یہ ہر یک کہ یہ ہم ہے

کری ہے سو پریشان نحم و فاتو تعزیہ تو فی
حیا کر حق صحبت کی لہ اس یکسان قائم ہے

دو رنگی دہر کی پیدا ہی یان دل اٹھا اپنا
کسو کے گہر مین شادی ہے کہین ہنگامۂ غم ہے

کہین آشفتگان سے میر مقصد ہو وے ہے حاصل
جو زلفین اسکی درہم ہین مرا بہی کام برہم ہے

جب کہ پہلو سے یار اوٹھتا ہے
درد بے اختیار اوٹھتا ہے

اب تلک بہی مزار مجنون سے
ناتوان اک غبار اوٹھتا ہے

ہے بگولا غبار کسکا میر
کہ جو ہو بیقرار اوٹھتا ہے

کیا مری سعی برو انکا کوئی مائل ہی نہی
سیکڑون ہم خون گرفتہ ہین پہ قاتل ایک نہی

راہ سب کو ہے خدا سی جان اگر بوجہا ہے تو
ہو طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہے

۱۲۶

لاعلاجی ہی جو رہتی ہے مجھے آوارگی — کیجے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں — دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی

روئے گل پر روز و شب کس شوق سے رہتا ہے باز — رخنۂ دیوار ہے گی یا دیدۂ نظارگی

اشک خونیں آنکھ میں بھر لا کے پی جاتا ہوں میں — محتسب کہتا ہے مجھ پر تہمت میخوارگی

مست غرق سیاہ ہو گی کیا ان سیہ چشموں کا میر
انکی آنکھوں سے ٹپکتی ہے بڑی عیارگی

مشکل ہے ہونا روکش حنا رکی پہلک کے — ہم تو بشر ہیں اس جا پر جلتے ہیں ملک کے

مرتا ہے کیوں تو ناحق یاری برادری پر — دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی تلک کے

کہتے ہیں گور میں بھی ہیں تینوں دو زبہاری — جاوی کہ ہر الٰہی رہی ہو گی فلک کے

لاتے نہیں نظر میں غلطانی گہر کو — ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کی ڈھلک کے

کل اک قطرہ کچھ زمی طوفان نوح آیا
فکر فشار ہیں ہوں میں آج ہر پلک کی

گیسو سی ہو سکی رہی نہ کیوں آنکھ جا لگی — جو اپنی اچھی جی کو ایسی بلا لگی

تھا دل جو پکا پھوڑا بسیار ہی الم سے — دکھتا گیا دو چند ان جوں جوں ہوا لگی

ذوق جراحت اسکا کسکو نہیں ہے لیکن — بخت اسکی جسکی ان نے تیغ جفا لگائی

کیا خراب تغافل نے اوسکی ورنہ میر
ہر ایک بات پہ دشنام و سنگ تھا آگے

تجھ بن خراب و خستہ زبون خوار ہو گئے	کیا آرزو تھی ہمکو کہ بیمار ہو گئے
خوبی بخت دیکھ کہ خوبان بے وفا	بے ہیچ میرے درپے آزار ہو گئے
ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم	اوٹھتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے
وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب مین	بخت اپنی سو گئی کہ جو بیدار ہو گئے
اپنی بیگانگی ہی کیا کرتے ہین بیان	اغیار روسیاہ بہت یار ہو گئے
لائے ترے شبخون پہ بھی خرابی تری نگاہ	بیطالعی سی اپنی وے ہشیار ہو گئے

کیسے ہین وے کہ جیتے ہین صد سال ہم تو میر
اس چار دن کی زیست مین بیزار ہو گئے

تنگ آئے ہین دل اس جی سے اوٹھا بیٹھینگے	بھوکون مرتے ہین کچھ اب یار بھی کہا بیٹھینگے
ابکی بگڑی گی اگر اون سے تو اس شہر سے جا	کسو ویرانی مین تکیہ ہی بنا بیٹھینگے
معرکہ گرم تو ٹک ہونے دو خونریزی کا	پہلی تلوار کے نیچے ہمین جا بیٹھینگے
ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کبھو	ہم تو ایک آدھ گھڑی اوٹھ کے جدا بیٹھینگے
جا نہ اظہار محبت پہ ہوسناکون کی	وقت کے وقت یہ سب منہ کو چھپا بیٹھینگے

واشد ہمیں آگے آہ سے ہوتی تھی دل کی صبح
اقلیم عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی

گرمی نہ دے لگے سحر میں اوسکے جلا دیا
شاید کہ احتیاط سے یہ تب بگڑ گئی

خطاط نے نکل کے نقش دلوں کے اوٹھا دیئے
صورت تبوں کی اچھی جو تھی سب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتی تھی بزم گرم
کاہے کو میر کوئی دبی جب بگڑ گئی

جب وہی بیٹھا ہوں تب کیا کسو رہی ہے
سو مال عمر دو دن تک جب ان تیر رہی ہے

آہ سحر کی میری برچھی کے وسوسی سے
خورشید کی منہ اوپر اکثر سپر رہی ہے

آگہ تو ہیں اوسکی طرز رہ و روش سے
آنے میں اوسکے لیکن کسکو خبر رہی ہے

ان روزوں اتنی غفلت اچھی نہیں ادہر سے
اب اضطراب ہمکو دو دو پہر رہی ہے

آب حیات کی سی ساری روش ہے اوسکی
پر جب وہ اوٹھ چلی ہے ایک آدھ مر رہی ہے

تلوار اب لگا ہی بیٹھا ہوں پاس رکھنے
خون آج کل کسو کا وہ شوخ کر رہی ہے

در سی کبھو جو آتی دیکھا ہے میں نے اسکو
تب سے ادہر ہے اکثر میری نظر رہی ہے

آخر کہاں تلک ہم اک روز ہو چکیں گے
برسوں سے وعدہ شب ہر صبح پر رہی ہے

میر اب بہار آئی صحرا میں چل جنوں کر
کوئی بھی فصل گل میں ناداں گھر رہی ہے

تیری گلی سے بچ کر کیوں مہر و مہ نکلیو
ہر کوئی جانتا ہی اس راہ میں خطر ہے

ٹپکے دل سے گئے کہ آنسو روتی تھے میر اب جو
آنکھوں میں لخت دل ہے یا پارۂ جگر ہے

تب شمع پر پتنگ کی آنے کو عشق ہے
اس دل جلے کی تاب کے لانیکو عشق ہے

سر مار مار سنگ سے مردانہ جی دیا
فرہاد کی جہان سے جانیکو عشق ہے

اٹھیو سمجھ کے جا سے کہ مانند گردباد
آوارگی سے تیرے زمانیکو عشق ہے

بس اے سپہر سعی سے تیری تو روز و شب
یاں غم ستانیکو ہے جلانیکو عشق ہے

بیٹھے جو تیغ یار تو سب تجھکو کہہ گئے
اے سینہ تیرے زخم اوٹھانیکو عشق ہے

اک دم میں تو نے پھونک دیا دو جہاں کو میر
اے عشق تیری آگ لگانی کو عشق ہے

سودا ہو تب ہو میر کو تو کریے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کی دوانیکو عشق ہے

کچھ موج ہوا پیچاں اے میر نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

دلی کی نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

مغرور بہت تھی ہم آنسو کی سرایت پر
سو صبح کے ہونے کو تاثیر نظر آئی

گل بار کرے ہیگا اسباب سفر شاید
غنچے کی طرح بلبل دلگیر نظر آئی

اب جان جسم خاک سے تنگ آگئی بہت	کب تک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھوئیے

آلودہ اوس گلی کی جو ہوں خاک سے تو میر
آب حیات سے بھی نہ وے پانو دھوئیے

شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے	جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے
گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا	خاک میں مجھکو ملاکر مہربان بارے ہوئے
آستینیں کتنی رکھتے دیدہ خونبار پر	حلق تسبیح کی طرح لوہو کے فوارے ہوئے
وعدے کیسے سارے تھے خلاف صرف میں یکسر بہ بے	تم لڑکپن میں کہاں ایسے عیارے ہوئے
پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں	سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کی مارے ہوئے
پیار کرنے کا جو خوبان ہم پہ رکھتے ہیں گناہ	اون سے بھی تو پوچھئے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے
تم جو ہم سے مل چلے ہو رشک سب کرنے لگے	مہربان جتنے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے
آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمہیں	آئے ہو کیا جانیے تم کسکے سنکارے ہوئے
لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے	شرم سے سر در گریبان صبح کے تارے ہوئے

استخوان رہ گئے تھے یان دم خونریز میر
دانتے چڑ کر نیچے اس شوخ کی آرے ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے	زمین سخت ہے آسمان دور ہے

کہاں تک ناز برداری کرون شام غریباں کی
جنون ان شورشون پہ ہاتھ کی چالاکیاں سمجھے

کہیں گرد سفر سے جلد ہی جا صبح وطن نکلے
میں خاموش ہوں اگر تا بت بدن سے پیرہن نکلے

حرم میں میر جتنا بت پرستی پہ ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بت کدے میں برہمن نکلے

قصد گر امتحان ہے پیارے
اب تلک نیم جان ہے پیارے

سجدہ کرنی میں سر کٹی ہی جہان
سو ترا آستان ہے پیارے

گفتگو ریختی میں ہمسے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے

کام میں قتل کی مری تن دے
اب تلک مجھ میں جان ہے پیارے

چھوڑ جاتے ہیں دل کو تیرے پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے

شکلیں کیا کیا کیاں ہیں جنہی خاک
یہ وہی آسمان ہے پیارے

قطعہ

جا چکا دل تو یہ یقینی ہے
کیا اب اس کا بیان ہے پیارے

پر تبسم کی کرنے سے تیرے
گنج لب پر گمان ہے پیارے

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

۱۳۱

گوشہ چشم بتان یا کنج لب اس وقت مین
جا کہین ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجیے

سیکھئے غیرونکی ہان چھپ چھپ کے عالم ہر پہر
سارے عالم مین ہماری تئین نشانا کیجیے

رفتہ رفتہ قاصدونکو خستگی اس سے ہوگی
جی مین ہے اسکے مقرر اپنا جانا کیجیے

کھلتی ہے آنکھون سے تو گرد کدورت جا اگے شک
تا کجا تیری گلی مین خاک چھانا کیجیے

آبشار اُنے لگے آنسو کی پلکون سے تو میر
کب تلک یہہ آب چادر منہ پہ تانا کیجیے

مہوشان پہ بہین تک ہجر انمین گر مرجایئے
اب کہو اس شہر نا پرسان سے کیدہر جایئے

کام دل کا کچھہ ٹھکانا ہی نہین کیونکر بنے
آ ہی تہا چند دنا امید پھر کدہر جایئے

مضطرب اس آستان سے اٹھ گئے پایا نہ کو
منہ رہا ہے کیا جو پھر اب اسکی در پہ جایئے

بعد طوف قیس ہم بھی زایر فرہاد ہین
دشت سے اٹھئیے تو کوہ بیستون رہ جایئے

شوق تہا جو یار کی کوچے ہمین لایا تہا میر
پانون مین طاقت کہان اتنی کہ اب گہر جایئے

غالب کہ یہہ دل خستہ شب ہجر مین مرجائے
یہہ رات نہین وہ جو کہانی مین گذر جائے

ہے طرفہ مفتن نگہہ اس آئینہ رو کی
اک پل مین کئی سیکڑون خون اور نکہہ بکہا ہے

نہ بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدہر جائے

تو ہی بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور
مل گئے خاک مین یان صاحب افسر کتنے

تو گلے ملتا نہین ہمسے تو کیسی خرمی
جی بہرا رہتا ہے اب آنکھون پھر یا منہ ابر
حشر کو زیروزبر ہوگا جہان ہیچ ہے ولے
تجھ سوا محبوب آتش طبع اے ساقی نہین
سامنے ہو جائیے ہے ظالم تو دونون ہین برے
اوس قیامت جلوہ سے بہتر ہے ہمسے جی اوٹھے

عید آئی یان ہماری بر مین جامہ ماتمی
سیکڑون طوفان بغل مین ہے پر مژگان نمی
ہے قیامت شیخ جی اوس کارگہ کی برہمی
ہو پرستارو نہین تیرے گر پری ہو آدمی
وہ دم شمشیر تیرا یہ ہماری بیدمی
مر گئے تو مر گئے ہم اوسکی کیا ہوگی کمی

کچھ پریشانی سے ہے سنبل کی جو الجھے ہے میر
یک جہان برہم کرے زلفونکی اسکی درہمی

آہ جس وقت سر اوٹھاتی ہے
عرش پر برچھیان چلاتی ہے

ناز بردار لب ہے جان جب سے
تیری خط کی خبر کو پاتی ہے

اے شب ہجر راست کہہ تجھکو
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

چشم بد در چشم ترا اے میر
آنکھین طوفان کو دکھاتی ہے

۱۳۳

مجہ سا بیتاب ہووے جب کوئی	بیقراری کو جانے تب کوئی
ہان خدا مغفرت کرے اسکو	صبر مرحوم تہا عجب کوئی
جان دیکے گو مسیح پر اس سے	بات کہتے ہین تیری لب کوئی
بعد میرے ہی ہوگیا سنسان	سونے پایا تہا ورنہ کب کوئی
اوسکے کوچے مین حشر تہے مجہ تک	آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

قطعہ

کہ تلفظ طرب کا سنکے کہے	شخص ہوگا کہین طرب کوئی

اور محزون بہی ہم سنے تہے ولے
میر سا ہو سکے ہے کب کوئی

تڑپنا بہی دیکہا نہ بسمل کا اپنے	مین کشتہ ہون انداز قاتل کا اپنے
نپوچہو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے	مصیبت کی بارے ہوئی دل کا اپنے
دل زخم خوردہ کی اوپر لگائے	مداوا کیا خوب گہائل کا اپنے
ٹک ابرو کو میری طرف کیجے مایل	کبہو دل بہی رکہہ لیجے مائل کا اپنے
ہوا دفتر قیس آخر ابہی یان	سخن ہے جنون کی اوایل کا اپنے
بنائین رکہین مین نئی عالم مین کیا کیا	ہون بندہ خیالات باطل کا اپنے

رات گذری ہی مجھے نزع مین تو روتی ہی
آنکھین پھر جائینگے اب صبح کی ہوتی ہی
کھول کر آنکھ اوٹھا دید جہان کا غافل
خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتی سوتی

جم گیا خون کفِ قاتل پہ ترا میر زبس
اون نے رو رو دیا کل ہاتہ کو دھوتی دھوتی

یعقوب کی نہ کلبۂ احزان تلک گئی
سو کاروان مصر سے کنعان تلک گئی
باری نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی
سناہٹے چمن کی گلستان تلک گئی
رہتی نہ بیٹھگی دشت مین مجنون کو چین سے
گر ہم جنون کی بار سے بیابان تلک گئی
گو موسم شباب کہان گل کسی کی باغ
بلبل وہ پیچھے انہین یاران تلک گئی
کچھ آبلی دیکھ تھے رہ آوردِ عشق کی
سو رفتہ رفتہ خار مغیلان تلک گئی

سہارا تہا جیب پی کرمے شوق مین نے میر
مستانہ چاک ٹوٹتی دامان تلک گئے

جن جن کو تہا یہ عشق کا آزار مر گئے
اکثر ہماری ساتہ کے بیمار مر گئے
ہوتا نہین ہی اوس لب نوخط پہ کوئی سبز
عیسیٰ و خضر کیا سبھی یکبار مر گئے
یون کانون کان گل نے نجانا چمن آہ
سر کو پٹک کے ہم پس دیوار مر گئے
صد کاروان وفا ہی کوئی پوچھتا نہین
گویا متاعِ دل کی خریدار مر گئے

قطعہ

مین کہا میر جان بلب ہے شوخ بھی
تو نے کوئی خبر کو بھیجا بھی
تمام اسکا قد مین سنا ہی کی طرح
رنگیلی پنپت اس جوانکی طرح
بری ہوتا احوال کو سنا ہے
بھلا تو ہی کھہ یہ کہانکی طرح

قطعہ

[illegible]

کہاں تک غیر جاسوسی کے لینے کو لگا آوے
الٰہی اس بلا سے ناگہاں یہ بھی بلا آوے

رکا جاتا ہے جی اندر ہی اندر آج گرمی سے
بلا سے چاک ہی ہو جاوے سینہ ٹک ہوا آوے

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہمکو دم آخر
یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے

یہ رسم آمد و رفت دیار عشق تازہ ہے
ہنسی وہ جاوے میری اور رونا یوں چلا آوے

اسیری نے چمن سے میری دل گرمی کو دھو ڈالا
وگرنہ برق جا کر آشیاں میرا جلا آوے

امید رحم انسے سخت نافہمی ہے عاشق کی
یہ بت سنگیں دلی اپنی نہ چھوڑیں گر خدا آوے

یہ فن عشق ہے آوے اسے طینت میں جسکی ہو
تو زاہد پیر نابالغ ہے بے تہ تجھکو کیا آوے

ہمارے دلمیں آنے سے تکلف غم کو بیجا ہے
یہ دولت خانہ ہے اسکا وہ جب چاہے چلا آوے

برنگ بوی غنچہ عمر ایک ہی رنگ مین گذری
میسر میر صاحب گر دل بے مدعا آوے

گو ننگ اسکو آوے ہے عاشق کی نام سے
ہے میر کام میرے تئیں اپنے کلام سے

دُرد صفر ہی خوب پئیں جسمیں صاف ہے
کیا میکشونکو ادل ماہ صیام سے

پڑھتے نہیں نماز جنازے اوسکے میر
دلمیں غبار جسکے ہو خاک امام سے

اچنبھا ہے اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے
وگر قصہ کہوں اپنا تو سنتے اسکو خواب آوے

نگاہ غور سے کر مجھ میں کچھ رہا بھی ہے
جو کھولوں سینۂ مجروح تو نمک چھڑکے
جراحت اسکو دکھانے کا کچھ مزا بھی ہے

صید افگنون سے ملنے کی تدبیر کرینگے
اس دل کے تئین پیشکش تیر کرینگے

فریاد اسیران محبت نہین بے ہیچ
یہ نالے کسو دل مین بھی تاثیر کرینگے

دیوانگی کی شور شین دکھلائین گے بلبل
آتی ہے بہار اب ہمین زنجیر کرینگے

وا اس سے سر حرف تو ہو گو کہ یہ سر جاے
ہم حلق بریدہ ہی سے تقریر کرینگے

رسوائی عاشق سے تسلی نہین خوبان
مرجاویگا تو نعش کو تشہیر کرینگے

یارب وہ بھی دن ہوئیگا جو مصر سے چلکر
کنعان کی طرف قافلہ شبگیر کرینگے

شب دیکھے ہیں کچھ زلف اسکی بجز دام اسیری
کیا یار اب اس خواب کی تعبیر کرینگے

غصے مین تو ہووے گی توجہ تری ایدھر
ہر کام مین ہم جانکے تقصیر کرینگے

نکلا نہ سنا جاتیون سے کام کچھ اپنا
اب کوئی خراباتی جوان پیر کرینگے

بازیچہ نہین میر کے احوال کا لکھنا
اس قصے کو ہم کرتے ہی تحریر کرینگے

دل کیطرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہے
ٹک آپ بھی تو آؤ یہان زور باؤ ہے

رو شستا نہین ہے ہاتھ ترا تیغ جور سے
ناحق کشی کہان تئین یہ کیا سبھاؤ ہے

باغ نظر ہے چشم کی منظر سب جہان
ٹک ٹھہرو یان تو جانو کہ کیسا دکھاؤ ہے

تقریب ہم نے ڈالی ہے اسی جورکی اب
جو بن پڑی ہے ٹک تو ہمارا ہی داؤ ہے

اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ
ہر سمت کو یاں دفن مری تشنہ لبی ہے

ہر ایک سے کہا نیند میں پر کوئی نہ سمجھے
شاید کہ مرے حال کا قصہ عربی ہے

[illegible]

ہر حال لگا ایک سا تو ضبح کرتی کہیں بہلا
سو تو یہ کبھو ہمہ داغ ہے کبھو ہمہ سوز کباب ہے

کہیں کیا کہو تمہیں بھولگ کیا ہے آرسی سے چشم اُسے
نہ کسو کی تمکو ہے ٹک حیا نہ ہمارے منہ سے حجاب ہے

چلو میکدے میں بسر کریں کہ رہی ہے کچھ برکت وہیں
لب نان تو وہاں کا کباب ہے ہم دم آب انگا شراب ہے

نہیں کھلتیں آنکھیں تمہاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو
یہ جو وہم کی سی نمود ہے اسے خوب دیکھو تو خواب ہے

گئے وقت آتے ہیں ہاتھ کب ہوئے اپنے کھو کے خراب سب
تجھے کرنا ہووے سو کر تو اب یہ عمر برق شتاب ہے

کبھو لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہہ نہ لگا لیا
یہی لحظہ لحظہ خطاب ہے وہی لمحہ لمحہ عتاب ہے

تو جہاں کے بحر عمیق میں سر پر ہوا نہ بلند کر
کہ یہ پنج روزہ جو بود ہے کسو موج پر کا حباب ہے

رکھو آرزو مئے خام کی کرو گفتگو خط جام کی
کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہے نہ کتاب ہے

میر اشور سنکے جو لوگوں نے کیا پوچھنا تو کہے ہے کیا
جسے کہتے ہیں صاجو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

سینہ ہے چاک جگر پارہ ہے دل سب خون ہے
تس پہ یہ جان بلب آمدہ بھی محزون ہے

اوسی آنکھوں کو بلا جی میں ہے کیونکر تابے
چشم اعجاز مژہ سحر نگہ افسون ہے

آہ یہ رسم وفا ہووے برافتادہ کہیں
اس ستم پر بھی مرا دل اسی ممنون ہے

کبھو اس دشت سے اٹھتا ہے جو ایک ابر آتنگ
گرد نمناک پریشان شدہ مجنون ہے

کیونکہ بے بادہ لب جو پہ چمن میں یار رہے
عکس گل آب میں تکلیف مئے گلگون ہے

[illegible]

وہی چالاکیاں ہاتھوں کی نہیں جیب و دل ہیر — اب گریبان میں گریہ کے گو ہیں تار گئی

خوف تنہائی نہیں کر تو جہاں سے تو سفر — ہر جگہ راہ عدم میں ملینگے یار گئی

اضطراب و قلق و ضعف میں کس طور جیوں — جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی

کیوں نہوں خستہ بھلا میں کہ ستم کے یہ کر — تیر ہیں پار کئی وار ہیں سوفار کئی

اپنے کوچے میں نکلیو تو سنبھالی دامن
یادگار مژہ میر ہیں وان خار کئی

ہمسایۂ چمن پہ نپٹ زار کون ہے — نالان و مضطرب پس دیوار کون ہے

مژگان بھی پہر گئیں تری بیمار چشم دیکھ — دکھ درد میں سوا ہے خدا یار کون ہے

نالے جو آج سنتے ہیں سو ہیں جگر خراش — کیا جانئے قفس میں گرفتار کون ہے

آیا نہ ہم آشیانۂ بلبل میں کام بھی — مجھ سا تو خار باغ میں بیکار کون ہے

بازار دہر میں ہے محبت میر عرض مہر
یاں ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

مجھ سوز بعد مرگ سے آگاہ کون ہے — شمع مزار میر بجز آہ کون ہے

بیکس ہے ایسا مضطرب ہوں مسافر ہوں وطن — دور گئی راہ بن مری ہمراہ کون ہے

لبریز جسکے حسن سے مسجد ہے اور دیر — ایسا بتوں کے بیچ وہ اللہ کون ہے

۱۳۹

[illegible]

آوارہ میر شاید وان خاک ہو گیا ہی
یک گرد او ٹھہ چلی ہی گاہ اسکی رہگذر سی

وعدہ جو وصل یار کا کچھ تو قرار ہووی	دل کی معاملت ہی کیا کوئی خوار ہووی
فتراک سی نہ باندھیو دیکھی نہ تو تڑپتا	کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہووی
از بس لہو پیا ہی میں نی غم میں جگر کا	تربت سی میری شاید حشر بہار ہووی
میں مست مر گیا ہوں کرنا عجب نہ ساقی	گر سنگ شیشہ میر اسنگ مزار ہووی

ای غیر میر تجھکو گر جوتیاں نہ مارے
سید نہ ہووی پھر تو کوئی چمار ہووی

رہی نہ پختگی عالم میں دور خامی ہے	ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہی
نہ اوٹھہ تو گھر سی اگر چاہتا ہی ہوں مشہور	نگین جو بیٹھا ہی گڑ کر تو کیسا نامی ہی

ہوئی ہیں فکریں پریشان میر یاروں کی
حواس خمسہ کریں جمع سو نظامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق میں کیا جانی	کیا جانیئے کیا ہو گا آخر کو خدا جانی
وان آرسی ہی وہ ہی یان سنگ ہی چھاتی ہی	گذری ہی جو کچھ ہم پر سو اسکی بلا جانی
ناصح کو خبر کیا ہی لذت سی غم دل کی	ہی حق بطرف اسکی چکھی تو مزا جانی

نالۂ عجز نقش الفت ہے — رنج و محنت کمال راحت ہے

عشق ہی گریۂ ندامت ہے — ورنہ عاشق کو چشم خفت ہے

تا دم مرگ غم خوشی کا نہین — دل آزردہ گر سلامت ہے

دل مین ناسور پھر جدھر چاہا — ہر طرف کوچۂ جراحت ہے

رونا آتا ہے دمبدم شاید — کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے

فتنے رہتے ہین اوسکی سائے مین — قد و قامت ترا قیامت ہے

نہ تجھے رحم نے اوسے ٹک صبر — دل پہ میرے عجب مصیبت ہے

قطعہ

تو تو ناداں ہے نپٹ ناصح — کب مؤثر تری نصیحت ہے

دل پہ جب میرے آکر یہ ٹھہرا — کہ مجھے خوش دلی دیت ہے

رنج و محنت سے باز کیونکے رہوں — وقت جاتا رہے تو حسرت ہے

کیا ہے پھر کوئی دم کو کیا جانو — دم غنیمت میاں جو فرصت ہے

قطعہ

تیرا شکوہ مجھے نہ میرا تجھے — چاہیے یون جو فی الحقیقت ہے

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ — واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

قطعہ

[illegible]

۱۴۱

[illegible]

میری پرستش سے تری طبع اگر آوے گی — صورت حال تجھے آپ ہی نظر آوے گی

محو اسکا نہیں ایسا کہ جو جیتے گا شتاب — اسکی بیخودی کی بہت دیر خبر آوے گی

کتنے پیغام چمن کو ہیں سو دل میں ہیں گرہ — کسو دن ہم تئیں بھی باد سحر آوے گی

ابر مت گور غریبان پہ برس غافل آہ — ان دل آزردون کی چمین بھی لہر آوے گی

میر میں جیتے تئیں آؤنگا اسی دن جس دن — دل نہ تڑپیگا مرا چشم نہ بھر آوے گی

نار چمین وہی ہے بلبل سے گو خزان ہے — ٹہنی جو زرد بھی ہے سو شاخ زعفران ہے

گر اس چمن میں وہ بھی اک ہی لب و دہان ہے — لیکن سخن کا تجھسے غنچے کو منہ کہان ہے

ہنگام جلوہ اوسکی مشکل ہے ٹھہر رہنا — چتون ہے دل لگی آفت چشمک بلائے جان ہے

پتھر سے توڑنے کے قابل ہے آرسی تو — پر کیا کرین کہ پیارے منہ تیرا درمیان ہے

باغ و بہار ہے وہ میں کشت زعفران ہون — جو لطف اک ادھر ہے تو یان بھی اک سمان ہے

ہر چند ضبط کرئے چھپتا ہے عشق کوئی — گذری ہے دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیان ہے

اس فن کو کوئی بے تہ کیا ہو مرا معارض — اول تو میں سند ہون پھر میری یہ زبان ہے

عالم میں آب و گل کا ٹھہراؤ کس طرح ہو — گر خاک ہے اڑے ہے اور آب ہے روان ہے

چرچا رہیگا اس کا تا حشر میکشان میں — خونریزی کی ہماری رنگین داستان ہے

[illegible]

قطعہ

[illegible]

اس رشک آفتاب کو دیکھی تو شرم سی | ماہ فلک نہ شہر مین منہ کو دکھا سکے

قطعہ

کیا دلفریب جا ہی یہ آفاق ہمنشین | وو دن کو یان جو آئی سو برسون نجا سکے
مشعور ہو اس پہ مرون دشوار رفتگان | یعنی جہان سی دل کو نہ آسان اوٹھا سکے

بد ہو نگا اس غزل بکے بہی مین قافیے کو میر
پھر فکر کو نہ عہدہ ہو سے اسکے بر آسکے

کیا غم مین وہیی خاک فتادہ سی ہو سکو | دامن پکڑ کی یار کا جو ٹک نہ رو سکے
ہم ساری ساری رات رہی گریہ ناک لیک | مانند شمع داغ جگر کا نہ دہو سکے
رونا تو ابر کا سا نہین یار رجا ستے | اتنا تو رویئے کہ جہان کو ڈبو سکے
برسون ہی منتظر سر رہ پر ہمین ہوی | اس تسم کا تو صبر کسو سی نہو سکے

رہتی ہی ساری رات سر درم سی جہان میر
نالہ رہی تو کوئی محلے مین سو سکے

آتش کی شعلہ سر سی ہماری گذر گئی | بس ہی تپ فراق کہ گرمی مین مر گئی
منزل نہ کر جہان کو کہ ہمنے سفر سی آہ | جن کا کیا سراغ سنا وہ گذر گئے
نشتِ نمک سی بھی تو کبھو یاد کر ہمین | اب داغ کھاتی کھاتی فلک جی تو بھر گئی

ٹک داد میری اہل محلہ سے چاہیو
یکم بن خراب کرتے ہی ہین لوگ سب مجھے
طوفان بجای اشک ٹپکتے ہی چشم سے
ای ابر تر دماغ تمہارا رہا ہی اب
دو حرف اسکے منہ کو تو لکھ بھیجو شتاب
قاصد چلا ہی چھوڑ کے تو جان بلب مجھے

قطعہ

[illegible]

کب تلک جی رکے خفا ہووے
آہ کریے کہ ٹک ہوا ہووے
جی ٹھہر جائے یا ہوا ہووے
دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے
کاہش دل کی کیجیے تدبیر
جان میں کچھ بھی جو رہا ہووے
چپ کا باعث ہے بے تمنائی
کہیے کچھ بھی تو مدعا ہووے

شب خواب کا لباس ہے عریان تنی میں	جب سوئیے تو چادر مہتاب تانیے

قطعہ

اپنا یہ اعتقاد ہے تجھ جستجو میں یار	لے اس سرے سے اس سرے تک خاک چھانیے
پھر پا نصیب ہے بھی ہے طالع کی یاوری	مر جائیں ہم تو اس پہ بھی ہمکو نجانیے

لوٹے ہے خاک و خون میں غیروں کی ساتھ میر
ایسے تو ہم کشتہ کو ان میں نہ سانیے

مر ہے اس رگ کی مر جانے سے وہ غافل ہے کیا جانے	گذرنا جان سے آسان بہت مشکل ہے کیا جانے
کوئی سر سنگ سے مارو کسی کا واں نہیں دم ہے	وہ آئینے میں اپنے ناز پر مائل ہے کیا جانے
نظر مطلق نہیں ہے جب انہیں اس کو حال پر میرے	مرا دل اوس کی غم میں گو یا اسکا دل ہے کیا جانے
جنوں خبطی دیوانہ سڑا کوئی عشق کو سمجھو	فلاطون سے نہیں یاں بحث وہ غافل ہے کیا جانے
تڑپنا نقش پا سے ناقہ پر جانے ہے اک مجنون	بیاباں میں وہ لیلی کا کدہر محمل ہے کیا جانے
پڑا پایا اوس کو تیرا کہ ست لارا زدل ہے	یہ طفل اشک کو دیکھا تو ناقابل ہے کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن میں
یو نہیں سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

کیا کروں شرح خستہ جانی کی	میں نے مر مر کے زندگانی کی

روز آتی ہیں نسبت عشقی ہو تو ہاتہ	عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے
خرقہ مندیل و ردا مست لیے جاتی ہیں	شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہے

قطعہ

ہے موذن جو بڑا مرغ مصلی اوسکو	مستون سے نوک ہی کی بات چلی جاتی ہے
پاؤن رکھا نہیں مسجد سے دم آخر بھی	مرغی پر آیا ہے یہ لات چلی جاتی ہے
ہر سحر ورد ہے ازار ہے آشیان سے	مکر و طامات کی اک گھات چلی جاتی ہے

ایک ہم ہی سے تفاوت ہے سلوک میں میر
یون تو اوردن کی مدارات چلی جاتی ہے

منصف جو تو ہے کب تئین یہ دکھ اوٹھایئے	کیا کیجے میری جان اگر مر نجایئے
اظہار راز عشق کہو بن رہے نہ اشک	اس طفل ناسمجھ کو کہان تک پڑھایئے
تمنے جو اپنے دل سے بھلایا ہمین تو کیا	اپنے تئین تو دل سے ہمارے بھلایئے
فکر معاش یعنی غم زیست تا بہ کے	مرجایئے کہیں کہ ٹک آرام پایئے
جاتی ہیں کیسے کیسے لیے دل میں حسرتین	ٹک دیکھنے کو جان بلبون کی بھی آیئے
موتون ہو جیسے خاک چمن پر ہین اے سپہر	گل کو بھی میری خاک پہ ہرگز نہین لتایئے

پہونچا تو ہو گا شمع مبارک ہین حال میر

میکدے کو آج تو آہی گیا ہے مسجد میں میر
ہو گیا مشہور نفرت کیا ہے مجلس سے یہ پٹھانوں کی
نہیں وسواس جی گنوانے کے
ہے گرا سے ذوق دل لگانے کے
میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئی — آگی آگی تمہارے آنے کے

کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر — جاگے طالع غریب خانے کے

قطعہ

تیر و تلوار و سیل یک جا ہین — سارے اسباب مار جانے کے

مژہ ابرو نگاہ سے اسکے میر

کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

ملا غیر سے جا جفا کیا نکالی — ادھر ہم سے لیکے آخر ادا کیا نکالی

طبیبوں نے تجویز کی مرگ عاشق — مناسب مرض کی دوا کیا نکالی

نہیں واں سے گذر کہو آتی ادھر آپ — نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی

دلا وسکے گیسو سے کیون لگ چلا تو — یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی

رکھا ہی دیا داد رسی قدر آلی — وفا کی ہماری جزا کیا نکالی

دم صبح جون آفتاب آج ظالم — نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی

لگے دربدر میر چلاتے پھرنے

گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

کم فرصتی گل جو کہین کوئی نمانے — ایسے گئے ایام بہاران کہ نجانے

کل صبح ہی مستی مین سر راہ آیا
یان آج مرا شیشۂ دل چور ہوا ہے

کیا سو جھر اوسی جسکی ہو یوسف بھی نظر مین
یعقوب بجا آنکھونمین معذور ہوا ہے

پر شور سی ہی عشق مغنی پسران کر
یہ کاسۂ سر کاسۂ طنبور ہوا ہے

تلوار لیے پھرتا تو اب اوسکا شتابی مین
نزدیک مری کب کا یہ سر دور ہوا ہے

خورشید کی محشر مین طپش ہو گی کہان تک
کیا ساتھ مری داغون کا محشور ہوا ہے

اور رشک سحر بزم مین ادھر منہ پہ نقاب آ
اک شمع کا چہرہ ہی سو یہ نور ہوا ہے

اس شوق کو ٹک دیکھ کہ چشم نگران ہر
جو زخم جگر کا مری ناسور ہوا ہے

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد و نہایت کیجے

گو کی سر خاک قدم پر تری لوٹی ہی ہنوز
اپنا شیوہ ہی نہین یہ کہ شکایت کیجے

ہم جگر سوختونکی جی مین جو آوے تو ابھی
درد دل ہو کہ فلک تجھ مین سرایت کیجے

عشق مین آپکی گذری نہ ہماری تو مگر
عوض جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے

مست چلا عشق کی رہ کہ ہی یان خضر
آپ ہی گمراہ ہین ہم کسکو ہدایت کیجے

کسکے کہنے کو ہی تاثیر کہ اک میر ہی سے
رمز و ایماو اشارات و کنایت کیجے

غفلت مین گئی آہ مری ساری جوانی
ای عمر گذشتہ مین تری قدر نجانی

تھی آبلۂ دل سی ہین تشنگی مین چشم
مدت سی رہین اک بوند بھی پانی

نکلی ہے یہ کیسی ہوس بال فشانی
کیفیت ہے اودھ جاکے اسے بات نہ آئی

تیری بن دیکھی ہین مکدر ہون — آنکھون پر اب غبار رہتا ہے

جیسے ہے ہر گہ تیری خاطر دل — روز بی اختیار رہتا ہے

دل کو مت بھول جانا میرے بعد — مجھسے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشم مست کے تیری — فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

بسکہ تیرا ہوا بلا گردان — سر کو میرے دوار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتو نہین — کوئی اخلاص پیار رہتا ہے

سحر بن آئی ہین تنگ جینے سے — مرنے کا انتظار رہتا ہے

دل کو گویا تصہ مین رکھو اب تم — کوئی یہ بیقرار رہتا ہے

غیرمت کھا فریب خلق او سکا — کوئی دم مین وہ یار رہتا ہے

دلبسر دل چراتی ہو ہر دم — یون کہین اعتبار رہتا ہے

کیون نہو وے عزیز دل ہا میر
کسکے کوچے مین خوار رہتا ہے

آج کل بیقرار ہین ہم بہی — بیٹھ جا چلنے ہار ہین ہم بہی

آن مین کچھ ہین آن مین کچھ ہین — تحفۂ روزگار ہین ہم بہی

منع گریہ نکر تو اے ناصح — اسمین بی اختیار ہین ہم بہی

چھوڑ مت نقد وقت نسیئہ پر
آج جو کچھ ہے سو کہاں کل ہے

بند ہو تجھ سے یہ کھلا نہ کبھو
دل ہے یا خانہ مقفل ہے

سینہ چاکی بھی کام کرتی ہے
یہی کر جب تلک معطل ہے

قطعہ

ابکی ہاتھوں میں شوق کی تیری
دامن بادیہ کا انچل ہے

تنگ گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ
دل بھی کیا لق و دق جنگل ہے

قطعہ

ہجر باعث ہے بدگمانی کا
غیرت عشق ہی تو کب گل ہے

مر گیا کوہکن اسی غم میں
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

جا لگی از اتنی کہاں آواز عود و چنگ ہے
دل لگی سے نالوں کا ان پردوں میں کچھ آہنگ ہے

رو کچھ و خال و زلف ہے میں سنبل و سبزہ و گل
آنکھیں ہوں تو یہ چمن آئینہ نیرنگ ہے

بیستون کھود کیا آخر ہوئے سب کار عشق
بعد ازاں اے کوہکن سر ہے ترا اور سنگ ہے

آہ ان خوش قامتوں کو کیونکہ بر میں لائیے
جنکے ہاتھوں سے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہے

عشق میں وہ گھر ہے اپنا جس میں سے مجنوں ایک
ناخلف سارے قبیلے کا ہماری ننگ ہے

سینے میں جل کر از بس دل چاک ہو گیا ہے
کیا جانوں لذت درد اوکی جراحتوں کی
یہ جانوں ہوں کہ سینہ سب چاک ہو گیا ہے
صحبت سے اس جہاں کی کوئی خلاص ہوگا
اس فاختہ پہ سب کو وا اس کی ہوگیا ہے
دیوار کہنہ ہے ...

فقیرانہ آئی صدا کر چلے — کہ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم — سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے — ہر اک چیز سے دل اوٹھا کر چلے

کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ — سو تم ہم سے منہ بھی چھپا کر چلے

بہت آرزو تھی گلی کی تری — سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے

دکھائی دئیے یوں کہ بیخود کیا — ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے

قطعہ

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حق بندگی ہم ادا کر چلے

پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے — نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

قطعہ

جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یوں — چمن میں جہاں کے ہم آ کر چلے

نہ دیکھا غم دوستاں شکر ہے — ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

قطعہ

گئی عمر در بند فکر غزل — سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

وہ طور وہ اسلوب ہے ہر دم زبان زیر زبان

اس آرزوئے وصل نے مشکل کیا جینا مرا

ورنہ گذرنا جان سے اتنا نہیں آسان ہے

بس بیقراری ہو چکی گلیونمیں خواری ہو چکی

اب پاس کر ٹک میر کا دو چار دن مہمان ہے

کل باری ہے اوس سے ملاقات ہو گئی

خوب تھے وے دن کہ ہم تیرے گرفتاروں میں تھے
غمزدوں اندوہ گینوں ظلم کے ماروں میں تھے

دشمنی جانی ہے اب تو ہم سے غیروں کے لیے
اک سماں سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یاروں میں تھے

مت تجبر سے گذر قمری ہماری خاک پر
ہم بھی اک سرو رواں کے ناز برداروں میں تھے

مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے اودھر آنکھ اٹھا
آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیماروں میں تھے

گرچہ جرم عشق غیروں پر بھی ثابت تھا ولے
قتل کرنا تھا ہمیں ہم ہی گنہگاروں میں تھے

اک رہا مژگاں کی صف میں ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونوں اپنے غمخواروں میں تھے

بغیر دل کہ یہ قیمت ہے سارے عالم کی
کسو سے کام نہیں رکھتی جنس آدم کی

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو میں پوچھوں
کہ بزم عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی

ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو
کہ سیر و گشت نہیں رسم اہل ماتم کی

تنک تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہوں میں
رہی ہے بات مری جان بلب کوئی دم کی

گذرنے کو تو کچھ دوا کچھ اپنی گذری آہ
جفا جو اونے بہت کی توجہ وفا کم کی

گھڑی ہی میں درد و الم میں فراق کے ایسے
کہ صبح عید بھی یاں شام ہے محرم کی

قفس میں میر نہیں جوش داغ سینے پر
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی

بعد ایک عمر کہیں ہمکو جو تنہا پایا
ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہمنے

یاں فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم
چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہمنے

بارے گل باغ میں جا مرغ چمن سے مل کر
خوب ہی گل کا مزا خوب اڑایا ہمنے

تازگی داغ کی ہر شام کو بے ہیچ نہیں
آہ کیا جانیے دیا کس کا بجھایا ہمنے

دشت و کہسار میں سر مار کے چندے تجھ بن
قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہمنے

بیکلی سے دل بیتاب کی مر گذرے تھے
سو تہ خاک بھی آرام اٹھایا ہمنے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز میں میر
دل خس خار سے ناچار لگایا ہمنے

ظالم کہیں تو مل کبھو دارو پیے ہوئے
پھرتے ہیں ہم بھی ہاتھ میں سر کو لیے ہوئے

آوے گی ہوش میں تو تجھے ٹک اس سے بھی ہو
اٹھو نشے میں جا بھی ہو زخمی کیے ہوئے

ہے وو تباہ ہوا اس گھر کی یاد میں
یاران کار عشق میں ہم مر جیے ہوئے

اسی چاک دل کہ چشم سے ناصح لہو بھی
ہوتا ہے کیا ہمارے گریبان سیے ہوئے

کافر ہوئے بتوں کی محبت میں میر جی
مسجد میں آج آئے تھے قشقہ دیے ہوئے

غم سے یہ راہ میں نے نکالی نجات کی
سجدہ اس آستان کا کیا پھر وفات کی

جہانکی مسلخ تھا عمر تھا نہیں تسخیر کی صورت
نظر آئیگی بسان بسمل کہ جو جز نگاہ کو وا کر دیگی

آخر الفت یہی نہیں ہے کہ جلکر آخر ہو وے خاک
ہوا جو یاں کی یہ ہے تو یارو غبار ہو کر اوڑا کر دیگی

بلا ہے ایسا طپیدن دل کہ صبر اسپر ہے بہت مشکل
دماغ اتنا کہاں رہیگا کہ دست دل بجا کر دیگی

عدم میں ہمکو یہ غم رہیگا کہ اوروں سے شام اب بیگانہ
تمہیں تو لت ہے شتابی ہے کی کہو تو اب جفا کر دیگی

اگرچہ اتہو جفا ہو لیکن ہو گی کیا پہ جو بیمار
جو یاد دیکھو کر کے پیار کر تو یا تم اپنی بلا کر دیگی

سحر کو محراب تیغ قاتل کبھو جو یار و ادا بجا لائیگا
تو ایک سجدہ بسان بسمل مری طرف سے ادا کر دیگی

غم محبت سے میر صاحب بتنگ ہوں میں فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کر دیگی

کس حسن سے کہوں میں اسکی خوش اختری کی
اس ماہرو کے آگے کیا تاب مشتری کی

رکھتا نہ تھا قدم یاں جو باد زیر تا پل
سیر اس جہانکی رہرو پر تو نے سرسری کی

شیشہ بجال سنگ میں یک حرف کی ہے
مت بیچ اور اون نے مجھسے جو آدمی گری کی

پاہر گل اوس چمن میں چھوڑا گیا نہ ہم سے
سر پر بہار ہم اپنی منت ہے بد پری کی

پیشہ تو ایک ہی تھا اوسکا ہمارا لیکن
مجنوں کی طالعوں نے شہرت میں یاوری کی

گریے سے داغ سینہ تازے ہوے ہیں سارے
یہ کشت خشک تو نے اے چشم پر ہری کی

یہ درد تو موافق ہوتا نہیں مگر اب
رکھی بنا ہے تازہ اس چرخ چنبری کی

قطعہ

١٥٣

رات گذرے گی کس خرابی سے
جی ڈہا جائے ہے سحر سے آہ

دل پر خوں کی اک گلابی سے
عمر بھر ہم رہے شرابی سے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اسکی آنکھوں کی نیم خوابی سے

برقع اوٹھتے ہی چاند سا نکلا
داغ ہوں اسکی بے حجابی سے

کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

رہ آشنا ہو لطف حقیقت کی بحر کا	ہو رشک زلف و چشم جو موج حباب سے

آتش ہے سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
نامے سے عاشقوں کے کبوتر کباب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تم سے بنا ہی گئی	چپکے باتیں اوٹھائی گئیں سر گاڑے وہیں آئی گئی
اوٹھی نقاب جہاں سے یارب جس سے تکلف بیچ میں ہے	جب نکلا اس راہ سے ہو کر منہ تم ہم سے چھپا ہی گئی
کب کب تم نے سچ نہیں مانی جھوٹی باتیں غیروں کی	تم ہمکو یونہیں جلائی گئی وی تمکو وہیں لگائی گئی
صبح وہ آفت اٹھ بیٹھا تھا تم نے نہ دیکھا صد افسوس	کیا کیا فتنے سر جوڑے پلکوں کے سائے گئی
اللہ رے یہ دیدہ درائی ہوں نہ مکدر کیونکر ہم	آنکھیں ہم سے ملائی گئیں پھر خاک میں ہمکو ملائی گئی
آگ میں غم کی ہو کے گداز آن جسم ہوا سب پانی	یعنی بن ان شعلہ خونکے خوب ہی ہم بھی تائے گئی
ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھی حد ایک آخر ہوتی ہے	کشتے اسکی تیغ ستم کے گور تئیں کب لائے گئی
خضر جو مل جاتا ہے گاہے آپ کو بھولا خوب نہیں	کھوئے گئے اس راہ کے ورنہ کاہیکو پھر پائے گئی

مرنے سے کیا میر جی صاحب ہمکو ہوش تھے کیا کرئیے
جی سے ہاتھ اوٹھائے گئے پر اسسے دل نہ اوٹھائی گئی

ادھر سے ابر اوٹھ کر جو گیا ہے	ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا	عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

کیا بعد مرگ یاد کرونگا وفا تجھے	سہتا رہا جفائین مین جب تک جیا کیا

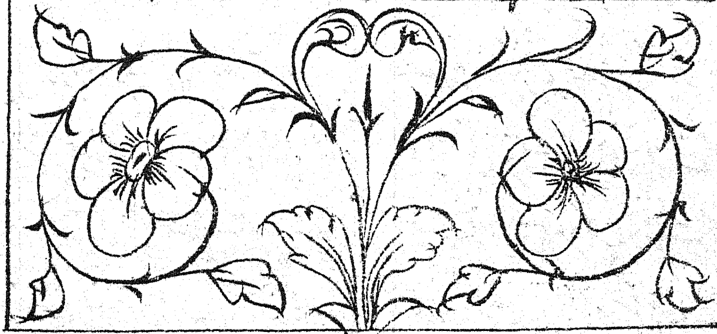
اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

بیتاب ہونکے جور سے مین جبکہ مر گیا	ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا
اے آہ سرد عرصۂ محشر مین بچ جا	جلتا ہو مین سنون کہ جہنم ٹھہر گیا

تیری ہی رہگذر مین یہ جی جا رہا ہے شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل مین گزر گیا

کیا خط لکھو تمین رقیبو سے فرصت نہین کبھی	لکھتا ہون تو پہرے ہے کتابت یہی یہی
سبہو نکو خط لیے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہے	چلا ہے یار کے کوچے کو پھر مجھسے چھپا کے

تمام شد دیوان اول میر تقی



دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر ذی حیات کا ہی سبب جو حیات کا
نکلی ہی جی ہی اسکی لیے کائنات کا

بکھری ہی زلف اس رخ عالم فروز پر
ورنہ بناؤ ہووے نہ دن اور رات کا

در پردہ وہ ہی معنی مقوم نہوں اگر
صورت نہ بگڑے ہی کام فلک کی ثبات کا

ہی مستحیل خاک سی اجزای نو خطان
کیا سہل ہی زمین سی نکلنا نبات کا

مستہلک اسکی عشق کی جانی ہیں قدر مرگ
عیسیٰ و خضر کو ہی مزا کب وفات کا

اشجار ہوویں خامہ و آب سیہ بحار
لکھنا نہ تو بھی ہو سکی اوسکی صفات کا

قطعہ

رکہنا قدم اپنے وہ جگر قدم تب ملک سے ہو
شخصیت ایسی کسکی تہی ختم رسل کے بعد
بورا اونہون کو دوش نبی پر قدم کو رکہہ
راہ خدا مین اون نے دیا اپنے بہی تئین
نسبت نہ بندگی کی ہو جسکی وہ ان سے

مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا
تہا مشورت شریک حق لایزال کا
چہوڑا نہ نام کعبے مین کفر و ضلال کا
پہیر جہو منہ تو دیکہو کسو اشمال کا
رونا مجہے ہے حشر مین دسکو ہے جال کا

فکر نجات میر کو کیا مدح خوان ہے وہ
اولاد کا علی کی محمد کی آل کا

لذت سے نہین خالی جانون کا کہپا جانا
ہم جاہ و حشم یاں کا کیا کہیے کہ کیا جانا
یہ بہی ہے ادا کوئی خورشید نمط پیارے
کب بندگی میری سے بندہ کریگا کوئی
تہا ناز بہت ہمکو دانست پہ اپنی بہی
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کے
اس گریہ خونین کا ہو ضبط تو بہتر ہے
یہ نقش دلون پر سے جانے کا نہین اسکو

کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا
خاتم کو سلیمان کی انگشتر پا جانا
منہ صبح دکہا جانا پہر شام چہپا جانا
جانے ہے خدا اسکو مین تجہکو خدا جانا
آخر وہ برا نکلا ہم جسکو بہلا جانا
اس دشت مین سر کا ہے جون سیل چلا جانا
اچہا نہین چہرے پر لوہو کا بہا جانا
عاشق کی حقوق آکر ناحق ہی مٹا جانا

شاید کباب کر کر کھایا کبوتر اون نے
نامہ اوڑا پھرے ہے اوسکی گلی میں پرسا

وحشی مزاج از بس یابوس بادیہ ہیں
انکے جنون میں جنگل اپنا ہوا ہے گھرسا

جس ہاتھ میں رہا کی اوسکی کمر ہمیشہ
اس ہاتھ مارنے کا سر پر بندہا ہے کرسا

سب پیچ کی یہ باتیں ہیں شاعرونکی ورنہ
باریک اور نازک موکب ہے اس کمرسا

طرز نگاہ اسکی دل لیگئی سبہون کے
کیا مومن و برہمن کیا گبر اور ترسا

تم واقف طریق بیطاقتی نہیں ہو
یان راہ دو قدم ہے اب دور کا سفرسا

کچھ بہی معاش ہے یہ کی ان نے ایک چشمک
جب تب تون ہمارا جی دیکھتے ہیں کوتر سا

ٹک ترک عشق کرکے لاغر بہت ہو ہم
آزردہ نہیں رہا ہے اب جسم رنج فرسا

واعظ کو یہ جلن ہے شاید کہ فربہی ہے
رہتا ہے حوض ہی میں اکثر پڑا مگرسا

اندازسے ہے پیدا سب کچھ خبر ہے اسکو
گو میر بی سرو پا ظاہر ہے بیخبرسا

تیغ ستم سے اسکے مرا سر جدا ہوا
شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا

قاصد کو دیکے خط نہیں کچھ بھیجنا ضرور
جاتا ہے اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا

وہ تو نہیں کہ اشک تھمی ہی نہ آنکھ سے
نکلے ہے کوئی لخت دل اب سو جلا ہوا

حیران رنگ باغ جہان تھا بہت رکا
تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

جاتی نہ قدر اس گھر شب چراغ کی
تقصیر جان دینے مین ہمنے کبھو نہ کی
گرمی چراغ کی سی نہین وہ مزاج مین
وہ آگ ہو رہا ہے خدا جانے غیر نے
اتنا کہا تھا فرش تری رہ کے ہم ہون کاش
اب گھٹتے گھٹتے جا نہین طاقت نہین رہی
تنگی لگا ہے کرنے دم اپنا بھی ہر گھڑی
کی چشم تونے باز کہ کھولا در ستم

دل ریزۂ خذف کیطرح مین اٹھا دیا
جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا
اب دل فسردگی سے ہون جیسے بجھا دیا
میری طرف سے اوسکی تئین کیا لگا دیا
سو تونے ماری مار کے آکر بچھا دیا
حلک لگ چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا
کڑھنے نے سدا کے جی کو ہمارے کھپا دیا
کس مدعی خلق نے تجھکو جگا دیا

کیا کیا زیان میر نے کھینچے ہین عشق مین
دل ہاتھ سے دیا ہے جدا سر جدا دیا

بہتو نکی آگے تھا یہی آزار عشق کا
جی پر رکی ہی جاوہ کا ہوتا ہے لازمہ
زندا نے سیکڑون مرے آگے رہا ہو کر
خواہان مرگ مین ہی ہوا ہون نگر نیا
منصور نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا

جیتا رہا ہے کوئی بھی بیمار عشق کا
کھلتا ہے ہے ندان یہ اسرار عشق کا
جیوتا نہ مین ہی تھا جو گنہگار عشق کا
جی بیچی ہے پھرے ہے خریدار عشق کا
ہر سر کہین ہوا ہے سزاوار عشق کا

قطعہ

قطعہ

[illegible]

خط سے وہ زور صفائی حسن اب کم ہو گیا
چاہ یوسف تھا ذقن سو چاہ رستم ہو گیا

سینہ کوبی سنگ سے دل خون ہونے میں رہی
حق بجانب تھا ہمارے سخت ماتم ہو گیا

ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ
اب جہاں کوئی نہ تھا یاں ایک عالم ہو گیا

آنکھ کے لڑنے سے آشوب سا برپا ہوا
زلف کی درہم ہوئے اک جمع برہم ہو گیا

کرتی ہی نہیں ترک تبان طور جفا کا
شاید ہمین دکہلاویگی دیدار خدا کا

ہی ابر کی چادر شفقی جوش سی گل کی
میخانی کی ہان دیکہیئی رنگ ہوا کا

بہتیری گرد جس سلا تونکی پڑی ہے
کیا ذکر ہے واعظ کی مصلی وردا کا

مرجائیگا باتو نہین کوئی غمزدہ یون ہی
ہر لحظہ نہو ممتحن ارباب وفا کا

تدبیر تھی تسکین کی بہر لوگونکی ورنہ
معلوم تہا مدت سی ہمین نفع دوا کا

ہاتہہ آئینہ رہ یون سی آ تہا ہمین کیونکر
بالعکس اثر یا تھی تہی ہم اپنی دعا کا

آنکھ اسکی نہیں آئینہ کی سامنی ہوتی
حیرت زدہ ہون یار کی میں شرم و حیا کا

برسون سی تو یون ہی کہ گھٹا جب امنڈ آتی
تب دیدۂ تر سی بھی ہوا ایک جھڑا کا

آنکھ اوس سی نہین اٹھتی کی ساقی [illegible]
جس خاک پہ ہوگا اثر اسکی کف پا کا

تلوار کی سایہ ہی میں کاٹی ہی تو اب میر
کس دل زدہ کو ہوئی ہی یہ ذوق فنا کا

رہتا ہی پڑا یون سی مری جی چہا لگا
کچہ درد عاشقی کا اسی بھی مزا لگا

غافل نہ سوز عشق سی رہ پھر کباب ہی
گر لا سکے اس آگ کا تنک دل کو جا لگا

دیکہا ہمین جہان وہ تہان آگ ہو گیا
پتھر کا رکھا ہی ہو گو [illegible] دلسو لگا

مہلت تنک بھی ہو تو سخن کچھ اثر کرے
میں اوٹھ گیا کہ غیر ترے کان آ لگا

[illegible]

[illegible]

ہم پایا اپنا کون ہے اس معرکہ کے بیچ		کسکے لئے زرزرد یار کا تیر لگھا ہوا

ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
دونون جہان میں عبث روسیہ ہوا

مذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا
پہونچے ہے کوئی اوس تن نازک لطف کو
مین جو کہا کہ آگ سی سلگی ہے دلکے بیچ
بل کیون نہ کھائیے کہ لگا رہنے اتھو وان
تھے اختلال گرچہ مزاجون مین کب سے لیک
رہتا نہین ہے آنکھ سے آنسو ترے لیے

مجلس مین شمع سے بندیکا یک اوچھل پڑا
گل کو چمن مین جامے سے اپنے نکل پڑا
کہنے لگا کہ یون ہی کوئی دن تو چل پڑا
بالو مین اور پیچ مین پگڑی کے بل پڑا
سنتے مین اوس پلک کی نہایت خلل پڑا
دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا

سر اسکے پانون سے نہین اٹھتی ستم ہے میر
گر غش غلاف نیچے اسکا او گل پڑا

دل فرط اضطراب سے سیماب سا ہوا
شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا
وے دن گئے کہ اشک سے چہرہ کا دھوسا کیا
اکدن کیا تھا یار نے قد ناز سے بلند

چہرہ تمام زرد زر ناب سا ہوا
کچھ آب دیدہ رات سے خونناب سا ہوا
اب رونے لگ گئے ہین تو تالاب سا ہوا
خجلت سے سرو جو کے چمن آب سا ہوا

161
[illegible]

ساکیسا گران محبت مین قدر خاک کی
وہ قدر کچھ نہین ہے دل بے گداز کا
اس لطف سے نہ غنچہ نرگس کھلا کبھو
کھلتا تو دیکھا اس مژہ نیم باز کا
کوتاہ تھا فسانہ جو مر جاتے ہم شتاب
جی پر وبال سب ہے یہ عمر دراز کا
مارا نہ اپنے ہاتھ سے [illegible]
کشتہ ہون یار [illegible]

[illegible]

قطعہ

بجانون میر کیون اسباب چہکا
نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
[illegible]
[illegible]
وہ ترک مست کسو کی خبر نہین رکہتا
کہ مین شکار زبون ہون جا نہین رکہتا
[illegible]
ہمارا حال تو مد نظر نہین رکہتا

طرفہ آتش خیز سنگستان ہے دل	مقتبس یان سو ہے شعلہ طور کا

قطعہ

مر گئے پر خاک ہے سب کبر و ناز	مت جھکو سر کو کسو مغرور کا
ٹھیکرے کو قدر ہے اسکو نہین	ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا

قطعہ

ہو کھڑی وہ تو پری سی ہے کھڑی	منھ کھلے تو جیسے چہرا حور کا
دیکھ اوسے کیونکر ملک ہیچک نہو	آنکھ کے آگے یہ تکا نور کا

چشم بہنی سے کبھو رہتی نہین
کچھ علاج ای میر اس ناسور کا

نظر مین طور رکھ اوس کم نما کا	بھروسا کیا ہے عمر بیوفا کا
گلو نکیر پیرہن ہین چاک سارے	کھلا تھا کیا کہین بند اوس قبا کا
پرستش اب اسی بت کی ہے ہر سو	رہا ہو گا کوئی بندہ خدا کا
بلا ہین قادر انداز اسکی آنکھین	گیا یکہ جنازہ جسکو تاکا
بجا ہے عمر سے اب ایک حسرت	گیا وہ شور سر کا زور پا کا
مداوا خاطرون سے تہا و گرنہ	ہدایت مرتبہ تہا انتہا کا

[illegible]

ہوئی آخر کو سارے کام ضایع ناشکیبی سے | کوئی دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

دم بسمل ہمارے زیر لب کچھ کچھ کہا سب نے | جو وہ بیرحم بھی کچھ منہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

کہے سے غیر کے وہ توڑ بیٹھا وہیں یاروں سے | لیے جاتا اگر تک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا

کبھو سرگرم بازی ہمد موفسی یاں بھی آجاتا | ہمیں یکچند اگر وہ اور بہلاتا تو کیا ہوتا

گئے ہے میر کو کل قتل کرنے اسکے در پر سے
جو وہ بھی گھر سے باہر اٹھ نکل آتا تو کیا ہوتا

میں عشق کیا جو خط لے ادھر نامہ بر چلا | یعنی کہ فرط شوق سے جی بھی ادھر چلا

سعدے اگے تری بھی کوئی زلف مشکبو | گیسوے پیچدار جو منہ پر بکھر چلا

لڑکا ہی تھا نہ قاتل ناکردہ خون ہنوز | کپڑے گلے کے سارے مرے خوں میں بھر چلا

اے مایۂ حیات گیا جس کنے سے تو | آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم میں مر چلا

طیاری آج رات کہیں اٹھنے کی سی ہے | کس خانمان خراب کی اے مہ تو گھر چلا

دیکھو گے کوئی گوشہ نشیں ہو چکا غریب | تیر نگہ اوس ابرو کمان کا اگر چلا

برمے زیادہ بہار میں ساری ہزار حیف | لطف ہوا میں شیخ بہت بیخبر چلا

قطعہ

تھے تکلف اسکا چلا جاہے ہے وہی | کل راہ میں ملا تھا سو منہ پھیر کر چلا

بلبل کو ہوا پایا گل بہو تو نکلی رو کان پہ
اس مرغ کی بہی جیسین کیا شوق چمن کا تہا

بیڈول قدم تیرا پڑتا تہا کہین مین
رونا ہمین اوس ہی پہ اس تیری چمین کا تہا

مرغان قفس سارے تسبیح مین تہی گل کے
ہرچند کہ ہر اک کا ڈہلکا ہوا اسکا تہا

سب سطح ہی پانی کا آئینہ کا سا تختہ
دریا مین کہین شاید عکس اسکی بدن کا تہا

خوگر نہین ہم یون ہی کچہ ریختہ کہنے سے
معشوق جو اپنا تہا باشندہ دکن کا تہا

بہو کون تئین تم جسد میں بیچ نکلے تہے اک تہا
اوس دن سے ہو تمہین دیکہا تہا مراشتکا تہا

رہ میر بہی غریبانہ جاتا تہا چلا روتا
ہر گام نکلا لب پہ یاران وطن کا تہا

یہ روش ہے دلبرونکی نہ کسو سے ساز کرنا
کوئی خاک سے ہو یکسان وہی تم کو ناز کرنا

کوئی عاشق تیا کی کر سے نقل کیا معیشت
انہین ناز کرتے رہنا او نہمین جی نیاز کرنا

رہین بند میری آنکہین شب و روز ضعف ہی سے
نہوا مجہے میسر کبہو چشم باز کرنا

یہ بہی طرفہ ماجرا ہے کہ اوسی کو چاہتا ہون
مجہے چاہیے ہے جس سے بہت احتراز کرنا

نہین کچہ رہا تو اونکا تجہی پر ضرر رہا ہے
ہوس اور عاشقی مین ٹک کی امتیاز کرنا

کوئی عاشقونکی ہیبت کہنو نے ان اوڑہا بہی
انہین بات ہو جو تہوڑی اسی بہی دراز کرنا

بہو ہیں کہ کہیں کہ قشقہ در و دیر پر تہی ساجد
نہین اعتماد قابل انہونکا نماز کرنا

نے صبر ہے نہ ہوش ہے نہ عقل ہے نہ دین
آتا ہے اسکے پاس سے عاشق لٹا ہوا

اوٹھتا ہے سیر دل سے کبھو جوش سا تو پھر
جاتا ہے دونون آنکھون سے دریا بہا ہوا

جون صید نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
کیا جانیے کہ دل کو مرے کیا بلا ہوا

خط آچکے پہ جو گرم وہ پرکار مل چلا
میں سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا

ہم تو لگے کنارے ہوے غیر سے کنار
دیکھیں ہی دیدہ کیونکے گھر میں رہا ہوا

جون برق مجھکو ہنستے ہی دیکھا کسو نے آہ
پایا تو ابر سا کہیں روتا کھڑا ہوا

جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں
وہ آج میں سنا تو ہے میرا کہا ہوا

پایا مجھے رقیب نے آ اوسکی زیر تیغ
دلخواہ یار سے مدعی کا مدعا ہوا

بیمار مرگ سا تو نہیں روز اب تلک
دیکھا تھا ہم نے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

گل سے دل آزردہ گلستان سے گذر ہم نے کیا
گل لگی کہنے کچھو منہ سا ادھر ہم نے کیا

گرگئے خواب سے بیدار تھے ہم صبح کو ہاں
بید باغ اٹھے جو ہو ہم پہ مگر ہم نے کیا

سید ہے تلوار کے منہ پر تری ہم آچلے
کیا کریں اس دل خستہ کو سپر ہم نے کیا

ہیچ ہاتھ میں مستی سے ہوسی آنکھیں
ہیچ تری دیکھ کر تو شوخ حذر ہم نے کیا

پانو کی نیچے کی مٹی بھی نہو گی ہم سی
کیا کہیں عمر کو اس طرح بسر ہم نے کیا

١٦٥

تسکین دل ہو تب کہ کبھو آ گیا بھی ہو
برسوں سے اسکا آنا یہی صبح پر رہا

اس زلف و رخ کو بھولے مجھے مدتیں ہوئیں
لیکن مرا نہ گریہ یہ شام و سحر رہا

رہتے تو تھے مکان پہ ولے آپ میں نہ تھے
اس بن ہمیں ہمیشہ وطن میں سفر رہا

اب بیٹھ رہیے کبھی ہے کہ پوچھے سبب یار
کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منہ ادھر اودھر رہا

اک دم میں عجب کہ مری سر پہ پھر گیا
جو آب تیغ برسوں تری تا کمر رہا

کاہیکو میں نے میر کو چھیڑا کہ اون نے آج
یہ درد دل کہا کہ مجھے درد سر رہا

دل وحشت جنون کا مہیا سا ہو گیا
دیکھی کہاں وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا

ٹک جوش سا اوٹھا تھا مری دور آنکھوں
دیکھا تو ایک پل ہی میں دریا سا ہو گیا

بے رونقی باغ ہے جنگل سے بھی پرے
گل سوکھ کے تری ہجران کا کانٹا سا ہو گیا

جلوہ ترا تھا جب تئین باغ و بہار تھا
اب اسکو دیکھتے ہیں تو صحرا سا ہو گیا

کل تک تو ہم وہ ہنستے چلے آئے تھے یہین
مرنا بھی میر جی کا تماشا سا ہو گیا

دلکی وا شد کی لیے گل باغ میں ٹک گیا
سن گلہ بلبل سے گل کا اور بھی جی رک گیا

عشق کی سوزش نے دلمیں کچھ نہ چھوڑا کیا کہیں
لگ اوٹھی آگ ناگاہی کہ گھر سب پھک گیا

چاہیے چھیڑ کر رہے اسکا نام
منہ میں جب تک زبان ہے گویا

سربسر کیں ہے لیک وہ پرکار
دیکھو تو مہربان ہے گویا

حیرت روی گل سے مرغ چمن
چپ ہے یوں بے زبان ہے گویا

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے
میکدہ اک جہان ہے گویا

جا ہے شور سے فلک کی طرف
نالۂ صبح بان ہے گویا

بسکہ ہیں اس غزل میں شعر بلند
یہ زمین آسمان ہے گویا

وہی شور مزاج شیب میں ہے
میر اب تک جوان ہے گویا

ان سختیوں میں کسکا میلان خواب پر تھا
بالیں کی جاے ہر شب یاں سنگ زیر سر تھا

اون ابرو و مژہ سے کب میر جیمیں ڈر تھا
تیغ و سنانکی منہ پر اکثر مرا جگر تھا

ان خوبصوتوں کا کچھ لطف کم ہے مجھ پر
یکمرہ ورنہ اس جا پریوں ہی کا گذر تھا

تیشے سے کوہکن کی کیا طرفہ کام نکلا
اپنے تو ناخنوں میں اس طور کا ہنر تھا

عصمت کے اپنی وان تو روتی ملک پھرے ہیں
لغزش ہوئی جو مجھ سے کیا عیب میں بشر تھا

کل ہم وہ دونوں یکجا ناگاہ ہوگئے تھے
وہ جیسے برق خاطف میں جیسے ابر تر تھا

بیہوش ہو گئی سب سنکے شور سحر سے اسکو
تیغ میں گریہ اک مشت باد پر تھا

بالفعل تو ہے قاصد محو اس خط و گیسو کا
ٹک چین جبین تو ہم پوچھیں کیا لی خبر آیا

تابوت پہ بھی میرے پتھر پڑے لیجاتے
اس نخل میں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا

ہے حق بطرف اسکے یوں جس کے گیا ہو تو
سچ ایسی تری دیکھی ہمکو بھی خطر آیا

کیا کہیے کہ پھرتے سر مارتے ہم گذری
یوں آنپا زمانا تو میں یار بسر آیا

صنعت گری ان نے کیں سیکڑوں یاں لیکن
جیسے کبھو وہ ماتا ایسا نہ ہنر آیا

در ہی کی تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو
وہ ظالم سنگین دل کب میر کے گھر آیا

یار ہے میر کا مگر گل سا
کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

یاں کوئی نہیں جان دود و شعار
داں وہی ہے سو ہی تساہل سا

دود دل کو ہمارے ٹک دیکھو
یہ بھی پیچ و تاب ہے کاکل سا

شوق ان اسکے لبنی باتوں کا
یاں چلا جاتا ہے تسلسل سا

کب تھی جرأت رقیب کی اتنی
تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

اک نگہ ایک چشمک ایک سخن
اسمیں بھی تمکو ہے تامل سا

بارے مستوں نے ہوشیار رکھی
دی کچھ تجسب کا مشغلہ سا

شرم آتی ہے ہو نجھی اور دہر
خط ہوا شوق ہی ترسل سا

کبھو ہی او سکو تہ دل سے بے پایاں
فریب تھا وہ کوئی دن جو ہمسے یار رہا ہوا
اوہنوں کا طائر سدرہ نشین شکار رہا ہوا
کہیں نہ کیونکہ پہ ترکان بلند پرواز ہی
ادا سے ابر جیسے آیا تو شتاب رہا ہوا
ہماری خاک پہ اک بیکسی برستی ہے
جو ہم اس ہی جا سو جا کے یار رہا ہوا
تمہاری فرقت میں ہم کیا کریں تو بیقرار رہا ہوا
کل اشتیاق ہمیں ہے سو ہی ہمارا ہوا
چمن میں جا کے جو ہم اس کم ہی رہا ہوا
بہار سیر ہی میں ہم غنی سا
تو لالہ زنجیر پا سے ہم رہا ہوا

بہت و نو نفسو درونی میں اضطراب سا تھا
جگر تمام ہوا خون تب قرار رہا ہوا
غلیب میر جو کرتا تو وہ قرار رہ جاتا
ادہر کو جا کے عبث یہ حبیب خوار رہا ہوا
دل کو ہزار داغ
اندرونی میں جیسے باغ

[illegible]

[illegible]

ہم نہ جانا اختلاط اس طفل بازی گوش کا
گرم بازی گیا تو ہم کو بھی بہلا گیا

کیا کروں ناچار ہوں میں تنگ بے طاقتی میں
دلکی روز و شب کی بیتابی سے جی گھبرا گیا

جی کوئی لگتا ہی اسکی اوٹھ گئی پر پائیں میں
گل نہ تھے بیر اکھا ہمسے نہ ٹک ٹھہرا گیا

ہو گئی تحلیل سب اعضا مری یا گداز
رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجھکو کھا گیا

یوں تو کہتا تھا کوئی ویسی کو باندھے ہو گلے
پر وہ پھندنا سا جو آیا میر بھی پھندا گیا

دل عشق میں جو ان دیکھا آنکھوں کو کیا دیکھا
پیغمبر کنعان نے دیکھا نہ کہ کیا دیکھا

مجروح ہی سب سینہ تسپیر بھی نمک سا تھی
آنکھوں کی لڑائی کا ہم خوب مزا دیکھا

یکبار بھی آنکھ اپنی اودھر نہ پڑی مرتی
سو مرتبہ بالیں پر ہم سر کو اوٹھا دیکھا

کاہش کا مری اب کیا تجھکو تعجب ہے
بیماری دل والا کوئی بھی بھلا دیکھا

آنکھیں گئیں پھر تجھ بن کیا کیا نہ عزیزوں کی
پر تو نے مروت سے ٹک ونکو نہ جا دیکھا

جی دینے میں مرنے پر سب شہر محبت میں
کچھ ساری خدائی سے یہ طور نیا دیکھا

کچھ دلکو گنوایا ہے یا رنج اوٹھایا ہی
ای میر تجھے ہمنے کچھ آج خفا دیکھا

ناگہ جو وہ صنم ستم ایجاد آ گیا
دیکھے سے طور اسکے خدا یاد آ گیا

دل کو خون ہو عشق خوبان میں گیا بدلا رنگ — چہرونکو غازہ ہوا ہونٹھونکا رنگ پان ہوا

تم جو کل اس رہ نکلے برق سے ہنستے گئے — ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادہر گریان ہوا

جی سے جانا بن گیا اوس بن ہمیں پل بار تھا — کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آسان ہوا

جب سے ناموس جنون گردن بلا ہی تب سے میر
جیب جان وابستۂ زنجیر تا دامان ہوا

آیا ہی ابر جب کا قبلہ سے تیرا تیرا — مستی کے ذوق میں ہیں آنکھیں بہت سی خیرا

خجلت سے اون لبونکی پانی ہو بہہ چلے ہیں — قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب شیرا

مجنون نے حوصلے سے دیوانگی نہیں کی — جا گہہ سے اپنے جانا اپنا نہیں وتیرا

اس راہزن سے ملکر دل کیونکہ کھو نہ بیٹھیں — انداز و ناز اوسکے غمزہ اوٹھائی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحرای عاشقی کی — شیرونکو اس جگہہ پر ہوتا ہے قشعریرا

آئینے کو بھی دیکھو پڑتا دہر ہی دیکھو — حیران چشم عاشق دیکھا ہے جیسے ہیرا

نیت پہ سب بنا ہی یان مسجد اک بڑی تھی — پیر مغان سو اسکا بنا خطیرا

ہمراہ خون تلک ہو ٹک پاؤنکی چھوڑ کے — ایسا گناہ مجھسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جو انکا چیرا

کہہ وہ شکستہ پا ہم حسرت نکیونکی جاوے — بیمار عشق گورستے گو بارہا پھرا
جو ایکدن نہ تیری گلی میں چلا پھرا
طالع پھری سپہر پھرا قلب پھر گئے
جنسے وہ رشک ماہ جو ہم سے جدا پھرا
بھدے نمک ہے بیٹی کی اسوقت میں تلاش
بارے وہ ربط دوستی سب کا مزا پھرا
آنسو گرا نہ راز محبت کا پاس کر
میں جیسے ابر روتی تیئن دل بھرا پھرا

١٧٠

وہ اتو کش کا جبھی پر کیا ہے سحر گرم جفا	ماری تلوار رو نگر ان نے بہتونکو اتوکیا
ہاتھہ پر رکھہ ہاتھہ اب وہ رو قدم چلتا نہیں	جن نے بالش خواب کا برسون بازو کیا

پہول نرگس کا یہ بہو جیک کھڑا تہارا راہ مین
کسکی چشم پرفسون نے میر کو جادو کیا

عاشق تو بہولا کہون سے ہو مجہہ سا نہ پیدا ہوا	تجہہ پر کوئی اکہ کام جان دیکہا نہ لیون تباہ ہوا
مدت ہوئی الفت گئی برسون ہوئی طاقت گئی	دل مضطرب بیسانہ تہا کیا جانیے اب کیا ہوا
کل صبح سیر باغ مین دل دہر اڑک گیا	بلبل نے بولا منہ سے کچہ گل تنک نہ مجہہ سی جدا ہوا
وہ دن گئی جو یان کبہو شہقتا تہا دیر کے جوش کر	اب لگ گئی روئی جہان میلیا رتے دریا ہوا
کتنو کو دل بیجان ہو کے کتنو نجانا کیا ہو کر	چلنے مین اسکی دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا
مستی مین لغزش ہو گئی معذور رکہا چاہیے	ای اہل مسجد اس طرف آیا ہو نہین بہکا ہوا
جون حسن ہی اک فتنہ گر تون عشق بہی ہے پردہ در	وہ شہرہ عالم ہوا مین خلق مین رسوا ہوا
فرہاد و مجنون وہ دن گیئے ہم اور وامن سے پان کہلے	اس عارضی سے چاہ کی وہ کونسا اچہا ہوا

یا صرف خط ہے درمیان یا گیسوون کا ہے بیان
کیا میر صاحب کے تئین پہر اندنون سودا ہوا

تمام روز جو کل مین پئے شراب پہرا	لبسان جام لبی دیدہ پر آب پہرا

سمین عالم امکان نبا با
جن مین گلستان بنایا
آب ... شیان ہمارا
... ...دان نبا با
... عجب نہین ہے
... جہان بنایا

آب ... مین کمان ہو ایسی صفا کے تو
جیون سے ... آستان بنایا
سرگشتہ ایسی کسکی ... گئی تہی
... آستان بنایا
نقش قدم ... کاغذ کی طرح ڈالی
گرد ... سرور دان بنایا

قطعہ

اوس کا م و جان و دل و عالم کا جان مارا
بلبل کا آتشین دم دلکو لگا ہمارے
خون کچھ نہ تھا ہمارا سر کو ز خاطر اوسکو
چشم حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھکو
صبر و حواس و ہوش سب عشق کی نذر ہین
کیا خون کا مزا ہے عشق تجھکو لازم
ہم عاجزون پہ آکر یون کو وہ غم گرا ہے
کب جی بچے ہے یارو خوش رو جوانان سے

زلفون کی درہمی سے برہم جہان مارا
ایسا کہنون نے جیسے چھاتی میں تیر مارا
للہ اک ہمین بھی یون مہربان مارا
اس راہزن نے غافل کیا کاروان مارا
مین کاوش مژہ سے عالم کو جہان مارا
ایک ایک دم مین تو نے سو سو جوان مارا
جیسے زمین کو اوپر ایک آسمان مارا
گر شام بچ گیا تو پھر صبح آن مارا

کہتے نہ تھی کہ صاحب تنا کر یا نکر یسے
اس غم نے میر تمکو جی سے ندان مارا

یہ ہے ستم کشتہ کسو وقت جوان تھا
جادو کی پری پرچہ ابیات تھا اوسکا
جس راہ سے وہ دل زدہ دلی مین نکلتا
افسردہ نہ تھا ایسا کہ جون آب زدہ خاک
کس مرتبہ تھی حسرت دیدار مری ساتھ

انداز سخن کا سبب شور و فغان تھا
منہ تکیے غزل پڑھتے عجب سحر بیان تھا
ساتھ اوسکے قیامت کا سا ہنگامہ روان تھا
آندھی تھی بلا تھا کوئی آشوب جہان تھا
جو بید لبی خاک سے نکلا نگران تھا

کیا کہون ہمتیا ہی ترشِ کہ تا جا راس بغیر
کیا ہمین کو یار کی تیغی نی کہا کر دم لیا

دو قدم سا تہ اس جفا جو کی چلا جاتا ہی جی
آنکہ بہچا نی ہی ز اسکے سامنی ہوتی نہین

دل ہر اِک سینی مین دو دہا تہا او جہل کر رہ گیا
ایسی تقصیر تہ شکوہ اثر و رنگل کر رہ گیا

بو الہوس عیار تہا دیکہا نہ شل کر رہ گیا
جس نی دیکہا تجہ کو وہ سج دیکہتی دل کر رہ گیا

ایک دو ہیری را کہہ کی ہی صبح جا ئی میر
برسون سے جلتا تہا شاید رات جل کر رہ گیا

طریق خوب ہی آپس مین آشنائی کا
ہوا ہی کنج قفس ہی کی بریدہ مین ہما

یہین بین دیر و حرم اسکو حقیقت ہی
نپوچہ مندی لگانی کی خوبیان اسکی

نہین ہی جا نہین کس طرف گفتگو ویسی
کسو بہار مین چمن کو کہین سراب یارین

سپہار یا نہ دل پر شیخ شور محشر سی
رکہا ہی باز ہمین در بدر کی پہرنی سی

علاکہین تو دکہاوینگی عشق کا جنگل
ہی پیش آ وکر اگر مرحلہ جدائی کا

کہ پہر کی سال تلک لطف تہا رہائی کا
دماغ کسکو ہی ہر در کی جبہہ سائی کا

جگر ہی خستہ تری پنجۂ حنائی کا
یہ ایک قطرۂ خون ہی طرف خدائی کا

خیال ہمکو بہی ہی بخت آزمائی کا
جگر بہی چاہئی ہی کچہ تہا تماشائی کا

سرون پہ انکی ہی احسان شکستہ پائی کا
بہت ہی خضر کو غرہ بہی رہنمائی کا

تھا لطف سیت جستجو دیکھ اب نہیں سیر
مہندی لگی تھی تیرے پانو نہیں بہایا یارے
چہرہ کسو بھی کا ہمیکو ہو سکے ہے
دیکھی نہیں شیشہ حاتم ہر گز در و دیر میں
رہتی تھی بہار باغ اک شور ہامی میں

مدت ہوئی کہ ہاتھ جیسے ہاتھ اٹھایا
ہنگام خون عاشق سر جو تو نے آیا
رکھتا ہے داغ ہمکو قامت کا اسکی سایا
دانستہ پانو لا ہم اپنے تئیں بنایا
آنکھوں کے مند گئے پہ آرام سا تو پایا

گل پھول سے بھی تو جو لیتا ہے منہ کو پھیر کر
نکھرے سے کسیکے تو نے ہے میر دل لگایا

نکتہ مشتاق و یار ہے اپنا
بیخودی لے گئی کہاں ہمکو
روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات
رکیے دل ہم جو ہو گئے مجبور
کچھ نہیں ہم مثال عنقا ایک
جسکو تم آسمان کہتے ہو

شاعری تو شعار ہے اپنا
دیر سے انتظار ہے اپنا
اب یہی روزگار ہے اپنا
اس میں کیا اختیار ہے اپنا
شہر شہر اشتہار ہے اپنا
سو دلوں کا غبار ہے اپنا

صرفہ آزار میر میں نکرو
خستہ اپنا ہے زار ہے اپنا

ہمسے کہ تجھی کو جانتے ہین		جاتا نہین احتراز تیرا
مل جسے شراب تو نے پی ہے		کہدیتے ہین وہ ہے راز تیرا
کچہ عشق وہوس مین فرق بھی کر		کیدہر ہے وہ امتیاز تیرا

کہتے نہ تہے میر مت کُڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

منہ لگا ہی کرے ہے جس تس کا		حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچہ بجھا سا رہتا ہون		دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
تھے بُرے مغبچے کے تیور لیک		شیخ میخانے سے بھلا کھسکا
داغ آنکھین نکل رہین ہین سب		ہاتھہ دستہ ہوا ہے نرگس کا

قطعہ

بحر کم ظرف ہے بسان حباب		کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا
فیض اے ابر چشم تر سے اوٹھا		آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کسکو جو حال میر سُنے
حال ہی اور کچہ ہے مجلس کا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا		تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا

وان سے تو نامہ بر کو بھی کمتر جواب تھا
مین ساد گی سے لا کو ہون خط کی جواب کا

پہکا کرے ہے یہی طرف اوس نگاہ سے
یہ چشم گہر بہی غصہ ناز و عتاب کا

لائق شمار تجھ سے ہی سکے مصرع قدیار
مین معتقد ہون میر ترے انتخاب کا

غنچہ و ندان نما کر تا جو وہ کافر گیا
گوہر تر جون سر شک آنکھون سے گر گیا

کیا گذر کوئی محبت بیٹھنی سی ہی کہیل ہے
پاؤن رکھا جسنے تک دو رہ سے اوسکا گیا

کیا کوئی زنجیر کو توڑ کر بھی فرق غرور
ایک پتہر حادثی کا آ لگا سر چر گیا

نیزہ بازان مژہ مین انکی حالت کیا کہون
ایک ناکب سپاہی کہنیوں مین گڑ گیا

بعد مدت اسطرف لایا تھا اسکو جذب عشق
بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا

تیز دست آشنا نہین وہ ظلم مین سب فرق ہے
جیسی ہو سا تھا کرا تیغ ستم کا کر گیا

سخت ہم کو میر کے مرجانیکا افسوس ہے
تمنے دل پھر کیا وہ جان سے آخر گیا

اس بد زبان نے حرف سخن آہ کب کیا
چپکے ہما چکے اون نے ہمین جان بلب کیا

طاقت سے میر دل کی خبر تہی کیا کبھی
ظالم نگاہ چشم ادہر کی غضب کیا

یکسان کیا نہین ہے ہمین خاک رہ سے آج
ایسا ہی کچھ سلوک کیا اون نے جب کیا

جب بات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نکی
ناچار میر منڈ کری سی مار سو رہا

لعل رکب دل مرا مایل ہوا — اوس لب خاموش کا قایل ہوا
رنگین آنکھین اشتالی دل نے چوٹ — یہ تماشائی عبث گھایل ہوا
ناشکیبی سی گئی ناموس فقر — عاقبت بوسے کا مین سایل ہوا
ایک تھی ہم وے ہوتی ہست اگر — اپنا ہونا بیچ مین حایل ہوا

میر ہم کس ذیل مین دیکھا اوسکی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زایل ہوا

کوئی فقیر یہ اے کاشکی دعا کرتا — کہ مجھکو اوسکے گلی کا خدا گدا کرتا
کبھو جو آن کے ہم سے بھی تو ملا کرتا — تو تیرے جی مین مخالف نہ اتنی جا کرتا
چمن مین پھول گل اب کی ہزار رنگ کھلی — دماغ کاش کے اپنا بھی ٹک وفا کرتا
فقیر بستی مین تھا تو ترا زیان کیا تھا — کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا
علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اسکا — جو کوئی اور بھی مجنون کی کچھ دوا کرتا
قدم کے چھوڑے سے استاد کی مجھی بیٹھی — کبھو وہ یان تو مری ہاتھ بھی لگا کرتا
بدی تجھے ہے نکی کا اس زمانے مین — بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا

۱۷۷

کون جیتا ہے بجائی کا ای میر
حیف ہے کہ تو جوان گیا
[illegible]

عجب کیا ہو اس زلف کا سایہ دار | پھیرے ہرا تون کو بھی پریدار سا

نہین ہیں مستانہ صحبت کا باب
سماحب کرو کوئی ہشیار سا

حیران ہو لحظہ لحظہ طرز عجب عجب کا
کہتے ہین کوئی صورت بن بھی نہ اپنی تصویر
نسبت درست جسکی اس موسی پائے
افسوس ہو نہین ہین قدر انصاف دوست ورنہ
سودائی ایک عالم اسکا بنا ہے جو
شہرہ ہو اسکو شہر کی اور پریشام و سحر کوچہ کو ان

جو رفتہ محبت واقف ہو اسکی ہو سبب کا
یہ وجہ ہو کہ عارف منہ دیکھتا ہے سبکا
ہو درہم اور برہم حال اسکی روز و شب کا
شایان لطف دشمن شایستہ ہین غضب کا
ہر چند عزلتی ہے وہ خال کنج لب کا
اب ہاتھ سے دیا ہے سر رشتہ ہین ادب کا

کیا آج کل سے اوسکے بیچ تو بھی ہے
ہتا دون فو اوسطرف ہو بیچ ہر میر کعب کا

سیکڑون بیکسو نکا جان گیا
واسے احوال اس جفاکش کا
داغ حیران ہو خاکمین بھی ساتھ
کل نہ آئی مین ایک یان تیرے

پہ بیتر انہ امتحان گیا
عاشق اپنا جسے وہ جان گیا
ہی گیا پر نہ یہ نشان گیا
آج سو سو طرف گمان گیا

[illegible]

کیا کم تھا شعلہ شوق کا شعلے سے طور کو
پھر بھی وہان کی جل گئی جا جھان گرا

ڈوبا خیال جا کے زنخدان مین اسکے پھر
دانستہ کیون کوئی مین بھلا یہ جوان گرا

آنکھی ہی آنکھ تیری یہ ناکام ہو چکا
موسم گیا وہ ترک محبت کا ناصحا
یا خط چلی ہے آتی تھے یا حرف ہی نہین
نا آشنا سے حرف تھا وہ شوخ جب تو ہو

وان کام ہی رہا تجھے یان کام ہو چکا
مین اب تو خاص و عام مین بدنام ہو چکا
شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا
ہے تو ترک نامہ و پیغام ہو چکا

تڑپے ہے جب کہ سینے مین اچھلے ہے دل درد ہو یا تھم
گردوں ہی مجھے میسر تو آرام ہو چکا

سنبل تمھارے گیسوؤں کے غم مین لٹ گیا
عالم مین جان کی مجھکو خطر تھا جو بین
ظلم و جفا و جور بپا ہو گیا اس قدر
اب وہ سمان نہین ہے کہ وہ کام جان خلق
دشوار ہے ہینگے جو بیٹھے جب پہنچا ہے جیب
دامان جیب دونون ہوئی ٹکڑے ایک جا

ابرو کی تیغ دیکھ کے مہ عید کٹ گیا
آلودگی جسم سے پانی مین آٹ گیا
ہیہات دیکھکر تیری ال اپنا بھی ہٹ گیا
معصوم مجھکو دیکھ کے دور ہٹ گیا
بیٹھو برون سے اسکی دل اپنا تو پھٹ گیا
اکگی یہ کام ہاتھ سے میرے سمٹ گیا

۱۷۶

اسے خود کے لیک کمال تیرا
اسے نقش دوم آیا کیسے خیال تیرا
کیا ہے جو ہون زنخدان ہم پاس کا ستارا
ہے داغ جان عالم تھوڑا کا خال تیرا
بکل مشغل بچے وہ مہر آرا
سمجھے بھی بھلا لگی منہ لال لال تیرا
اسے آفتاب کو بھی اے ماہ سال تیرا

کچھ رو زرد چہرہ کچھ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہی ای میر حال تیرا

فرد آتا نہیں سر ناز سی انکی اسیرون کا
تبسم سحر ہی جب یان آ کے لب سرخ ہون انکے
سر کنار اسکی دربان سی ہی گفتگو بھی مشکل
کبھو بیٹھون کہ سر لڑکون نی جیسا نہ ہنون بانکے
قفس کی تیلیون سی بکیون نہیں تعنگ آتا ہون
ہمارے کچھ زنگین تھا ملک سب چمن کے

اگرچہ آسمان تک شور جاوی ہم فقیرون کا
دلون میں کام کرجاتا نیان جادو کی تیرون کا
سر زنجیر زیر سر رکھو پچھ ہم اسیرون کا
شہید کی میں نہیں ان نہ منھ کی سرخ چہرون کا
چمن میں غنچہ ہو آنا گلون ہیں ہم صفیرون کا
کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان بلکہ گیرون کا

دل پر کو توان پلکون ہی کی سب جہان مارا تھا
کیا میرون نی خالی یونہی ترکش تیرون کا

ہوئے ہیں سوا ایسیان جسکی لیے چھوٹا دیار اپنا
خدا جانی ہمیں اس بیخودی نی کسطرف سیجنکا
ذلیل اسکی گلی میں ہیں ہون آخر اوکی کیسی
اگرچہ خاک اڑاتی دیدہ تر نی بیابان کے
کیا بد وضع لوگون نی جو دیکھا رات کو چلتے

ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا
کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا
کہ بخشش اس جگہ ہو وی جہان ہوا اعتبار اپنا
دلی انکلا نہ خاطر خواہ رونی سی غبار اپنا
ہوا صحبت میں ان لڑکون کی ضایع روزگار اپنا

اتفاق ایسے پڑے ہم تو منافق تھے کہ اب
کوفت سے دل لگی تو جینے سے بھی بیزار کیا

جی ہی جاتے سنے ہیں عشق کے مشہور کے
کیا کیا ہم نے کہ اس راز کو اظہار کیا

دیکھیں اس ماہ کو جو کتنے مہینے گذرے
بڑھ گئی کاہش دل ایسی کہ بیمار کیا

نالۂ بلبل بیدل سے پریشان بہت
موسم گل نے مگر رخت سفر بار کیا

چرخ ناساز نے غیروں سے اسے یار کیا

میر اے کاش زبان بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہمکو گرفتار کیا

شب خفتہ میں اوسکے در پر گیا
سگ یار آدم گری کر گیا

شکستہ دل عشق کی جان گیا
نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا

ہوئے یار کیا کیا خراب اوس بغیر
وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا

گشندہ تھا اثر کہا ہے ناکردہ خون
مجھے دیکھکر مختصر ڈر گیا

بہت رفتہ رہتے ہو تم اسکے اب
مزاج آپ کا میر کید ہر گیا

بے طاقتی میں تو تو اے میر مر رہیگا
ایسی طپش سے دلکو کوئی جگر رہیگا

کیا ہے جو راہ دلکی طے کرتے مر گئے ہم
جوں نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہیگا

کیا جانون ان بتون نی کیسو کیون روا رکھا
آزار دل ہمین ہی کسو دین مین درست
اس راہ خوف ناک مین کیون تو نی پا رکھا
ہم سری جا عشق مین کیون
اس بوالہوس

جھمکتی پلکون سی رومال حسب گھڑی سر کا	طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدہ تر کا
کبھو تو دیر مین ہون نہین کبھو ہون کعبہ مین	کہان کہان لیی پھرتا ہی شوق اس در کا
غم فراق سی پھر سو کھہ گیا ہوا کانٹا	بچھا جو پھول اٹھا کوئی اسکی بستر کا
اسیر حرم گر مین ہو جاؤن مین تیغ ہو جاؤن	وگرنہ قصد ہو کسکو شکار لاغر کا
ہمین کہ جلنی سی خوگر ہین آگ مین ہین عشق	محیط مین تو تلف ہونا ہی سمندر کا
قریب خط کا نکلنا ہوا سو خط ہو خوشی	غبار دور ہو کس طور سی دلبر کا
تباکی کعبی کا رستا اوسی بھلاؤن راہ	نشان جو پوچھی کوئی مجھ سی یار کی گھر کا
کسو سی مل چلی ٹک وہ تو ہی بہت ونہ	سلوک تھا ہیکو شیوہ ہی اوس ستمگر کا
شکستہ بالی لب بستگی پر اکی نجا	چمن مین شور مرا اتبلک بھی ہی پر کا
تلاش دل نہین کام آتی اس نخ مین	کہ چاہ مین تو ہی مرنا پڑا آشناور کا
پھر ہی خاک ملی منہ پہ یا ندی	یہ آئینہ سی نظر کردہ کس قلندر کا

نہ ترک عشق جو کرتا تو سیر کیا کرتا
جفا کشی نہین سی کام ناز پرور کا

حلقہ ہوئی وہ زلف کمان کو چھپا رکھا	طاق بلند پر اسی سب نی اٹھا رکھا
اس ہیری دل کی لاگ وہی متصل رہی	گو چرخ نی بصورت ظاہر جدا رکھا

کیا مین ہی محو چشمک انجم ہون خلق کو
اس مہ نی ایک جھلکی دکھا کر نگار کہا
کیا زیر چشم یار کو کوئی بیان کری
جسکی طرف نگاہ کی اسکو سلار کہا
ہر چند شعر میر کا دل معتقد نہ تھا
پر اسی غزل کو ہمنی بھی سنکر لکھا رکھا
مین جوانی مین سی پرست رہا
گردن کو شیشہ ہی مین درست رہا

کلیات میر ۱۸۳

یہی جنس دل کی گران قدر تھی	وے جب تلک تو خریدار تھا
بہت رو بجی ہم شبنم و گل کو دیکھ	کہ جیسا ہمین بہی کہین پیار تھا
مجہے ای دل چاک کیا شانہ سا	کسو زلف سے کچھ سروکار تھا

گیا میر یان سے کروگے جو یاد
کہو گے کہ مشکین عجب یار تھا

دل گیا مفت اور دکھ پایا	ہو گے عاشق بہت مین پچتایا
مر گیا تیشہ سنگسار کیا	نخل ماتم مرا یہ پہل پایا
ہر شب ہجر سر کری ہے پری	ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

صحن مین میر اے گل مہتاب
کیون شگوفہ تو کہلنے کا لایا

چاک کر سینہ دل مین پہینک دیا	پہنچے ایذا ہمیشہ کسکی بلا
تم جو جیا رکہے خدا ای بتان	مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا
سب گئی ہوش و صبر و تاب و توان	دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

اوٹھ گیا میر وہ جو بالین سے
پہر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

جادو کرتی ہین اک نگاہ کی بیچ	ہائے رے چشم دلبران کی ادا
بات کہنے مین گالیان دی ہر	سنتے ہو میری بزبانکی ادا
دل چلے جائے ہین خرام کی ساتھ	دیکھی چلتے مین ان بتان کی ادا

خاک مین ملکے میر ہم سمجھے
بدادائی تہی آسمان کی ادا

رہا مین تو عزت کا اعزاز کرتا	چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
نہوتا مین حسرت مین محتاج گریہ	جو کچہ آنسوون کو پس انداز کرتا
نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تلک	ادسے ایسا ہی مین تو جانباز کرتا
جو جانو کہ در پی ہے ایسا وہ دشمن	تو کاہیکو الفت سی مین ساز کرتا
تو تمکین سے کچہ نبولا وگرنہ	مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلوگیر ہی ہوگئے یاوہ گوئے	رہا مین خموشی کو آواز کرتا

زیارت گہہ کبک تو ہو بلا سے
ملک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

عید آئندہ تک رہیگا گلا	ہو چکی عید تو گلو نہ ملا
ڈوبا لوہو مین دیکھنا سرخار	حیف کوئی بہی آبلہ نہ چہلا

[illegible]

رکھتا تھا ہاتھ مین سر رشتہ بہت سینے کا	رہ گیا دیکھہ رفو چاک مری سینے کا
اسکی طپش ہو ہی پیہ میرا جو تو چھوٹ گئی	کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہی تو ہو بینے کا
اسمین حیران ہون کس کسکا گلا تجھسی کرون	بدگمانی کا تغافل کا تری کینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

عشق سے دل پہ تازہ داغ جلا	اس سینہ خانہ مین چراغ جلا

میر کی گرمی تسے اچھی ہے
کس سے ملتا ہے وہ دماغ جلا

ردیف بای

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب	مجھہ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب
جب مین شروع قصہ کیا آنکھین کھل رہین	یعنی تھی مجھکو چشم نمائی تمام شب
چشمک چلی گئی تھی ستارونکی صبح تک	کی آسمان نے دیدہ درائی تمام شب
بخت سیہ نے دیر مین کل یاوری کی	تھی دشمنون سے اسکے لڑائی تمام شب
نبتہی ہی گذری وعدہ کی شب وہ نہ آ پہر	ایذا عجب طرح کی اٹھائی تمام شب
سنا ہے صبح دل سے گذر جا مین کہان	بلبل نے گو کہ نالہ سرائی تمام شب

۱۸۵

اب تشنگان عشق کو ہین کام کو وہ لعل
تب تیس جنگلون کی تئین آگ دے گیا
سن سوز دل کو میرے بہت روئی رات شمع

کیا آب کو جو ہووے عقیق یمن مین آب
ہم بہر جلے ہین ورنہ سے ابر بہار کے بن مین آب
بیرون بزم لائے ہین بہر بہ لگن مین آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہین شعر میر
در سے ہزار چند ہے انکے سخن مین آب

جیسا مزاج آگے تہا میرا سو کب ہے اب
ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے اب

سدہ کچہ سنبہالتے ہی وہ مغرور ہو گیا
ہر آن بے دماغی و ہر دم غضب ہے اب

دوری سے اسکی آہ عجب حال مین ہین لوگ
کچہ بھی جو پاس وہ نکرے تو عجب ہے اب

طاقت کہ جس سے تاب جفا تہی سو ہو چکی
تہوڑی سی کوفت مین بھی بہت سا تعب ہے اب

دریا چلا ہے آج تو بوس و کنار کا
گر جی چلا دے کوئی دوانا تو ڈہب ہے اب

جان بخشیان جو بیشتر از خط کیا کیے
انہین لبون سے خلق خدا جان بلب ہے اب

رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بہی تہی کوئی
رو پوش ہم سے یار جو ہے بے سبب ہے اب

جا چاہ وہ او سے ہے نہ مجہکو ہے وہ دماغ
جانا مرا ادہر کو بشرط طلب ہے اب

جاتا ہون دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر
جو شب کو جایئے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

اس آفتاب حسن کے جلوے کی کس کو تاب
اس عمر برق جلوہ کی فرصت بہت ہے کم
جو کام پیش آوے تجہے جا مین ہو شتاب

۱۸۷

گذرے ہے میر کو تو دن رات آگ مین
ہے سوز دل سے زندگی اپنی بھی عذاب

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب
ہم برے ہی سہی بھلا صاحب

سادہ ذہنی مین نکتہ چین تھے تم
اب تو ہین حرف آشنا صاحب

نہ دیا رحم ٹک بتون کے تئین
کیا کیا ہاے یہ خدا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے
اور کچھ تم سے کہیے کیا صاحب

مہر افزا ہے منہ تمہارا ہی
کچھ غضب تو نہین ہوا صاحب

خط کے بیٹھنے کا تم سے کیا شکوہ
اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب

پھر گئین آنکھین تم نہ آن پھرے
دیکھا تمکو بھی واہ وا صاحب

شوق رخ یاد لب غم دیدار
جی مین کیا کیا مرے رہا صاحب

بھول جانا نہین غلام کا خوب
یاد خاطر رہے مرا صاحب

کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا
کہیو پھر ہاے کیا کہا صاحب

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کریے اب
جہانتک آن بیٹھیے ہم کہاں آرام کریے اب

ہزاروں خواہش مردہ نے سر دل سے نکالا ہے
قیامت جی ہے یہ ہم دیدار کو تک عام کریے اب

ردیف ی

قطعہ

گفتگو تا ہو وہی کرتا ہو نہ غیبت نہ گلہ
خانقہ کی سی نہیں ہے یہ خرابات کی بات

سنگ کے آواز سگ یار سے ہو ہم خاموش
بولتے وان ہیں جہان ہووے مساوات کی بات

سنہ اوپر اور سخن زیر لبی غیر کے ساتھ
اس فریبندہ کی ناگفتنی ہے گھات کی بات

اس لیے شیخ ہے چپکا کہ پڑی شہر میں شور
ہم سمجھتے نہیں یہ شادی و طامات کی بات

پے کسی شگفتہ کی جمعیت دل تھی منظور
بال بکھرے ہیں مرے منہ پہ کہیں ہے انکی بات

گفتگو وصفوں سے اس ماہ کی گذرا ای میر
کاہش افزائی کروں اوسکی اگر ذات کی بات

ہم سے چشم رکھتے تھے دلداریاں بہت
سو التفات کم ہے دل آزاریاں بہت

دیکھیں تو کیا دکھائے یہ افراط اشتیاق
لگتی ہیں تیری آنکھیں ہمیں پیاریاں بہت

جبتک ملی چلی سے جفائیں تھیں اٹھ سکیں
گزری لگی ہوا تبو ستمگاریاں بہت

آزار میں تو عشق کے جاتا ہے بھول جی
وہ دن ہوئے نہیں تجھے یاد میں بیماریاں بہت

شکوہ خراب ہونے کا کیا چاہتے ہیں میر
ایسے تو اک عزیز ہیں یاں خواریاں بہت

یاد آیا ہی کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات
شور شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا رات

کام کیا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنون
سینے کی اپنے میں جا بیٹھا کیا کرتا تھا رات

ہی اسکی صورت آنکہ اصوات و اغطا
کب آدمی کی جنس کرے ہی پکار بات

آہو کو اسکی چشم سخن گو سی مت ملا
شہری ہی کر سکی ہی کہین بہی گنوار بات

یون بار گل سی انکی جہکی ہین نہال باغ
جہک جہک کی جیسی کرتی ہین دو چار بات

آزردہ دلکو حرف پہ لانیکا لطف کیا
کرتی ہی خون چکان مری لب سی گذار بات

مرجان کوئی کہی ہی کوئی ان لبونکو لعل
کچہ رفتہ رفتہ پا ہی رہیگی قرار بات

یون چپکی چپکی میر تلف ہوگا کب تلک
کچہ ہووی پہر اس سی بہی کر ایکبار بات

ہوتی ہی گرچہ کہنی سی یارو پرائی بات
پر ہمسی تو تہمی نہ کبہو منہ پہ آئی بات

جانی نہ تجہکو چہ یہ تصنع تو اوس سی کر
تسپر بہی تو چہپی نہین رہتی بنائی بات

لگ کر تدرو رہ گئی دیوار باغ سی
رفتار کی جو تیری صبا نی چلائی بات

کہتی تہی اوس سی ملیے تو کیا کیا نہ کہیے لیک
وہ آگیا تو سامنی اوسکی نہ آئی بات

اتہو ہوئی ہین ہم بہی ترے ڈہب سی آشنا
وان تو نی کچہ کہا کہ ادہر ہمنی پائی بات

بلبل کی بولنی مین سب انداز ہین مرے
پوشیدہ کب رہی ہی کسیکی اوڑائی بات

بہڑکا تہارات دیکہہ کی وہ شعلہ خو مجہی
کچہ روسیہ رقیب نی شاید لگائی بات

عالم سیاہ خانہ ہی کسکا کہ روز و شب
یہ شور ہی کہ دیتی نہین کچہ سنائی بات

۱۸۹

کیا سبب جو اب مکان پر چھ کوئی پایا نہیں
میر صاحب آگے جو یہی تھو ادھر گھر بہت

ملامت گر نہ مجھکو کر ملامت
جلے کو اور تو اتنا جلا مت

گلے مل عید قربان کو سبھو کے
ہمارا آہ تم کاٹو گلا مت

ترے ناآشنائی کر ہیں بندے
نہ دو اب ربط سے صاحب سلامت

بہت روز سے رسوا کر دکھایا
نہ چاہت کی چھپی ہم سے علامت

کبھو جاوے وہ کھینچے ہے اے میر
ازل ہی قسمت تو سر کو تک بلا مت

ردیف جیم فارسی

آگ سا تو جو ہوا اے گل تر ان کو بیچ
صبح کی باد نے کیا پھونک دیا کانکے بیچ

ہم نہ کہتے تھے کہیں بیت کہیں رنج نہ دکھا
اک خلاف آیا نہ ہندو و مسلمان کے بیچ

با وجود ملکیت نہ ملک میں پایا
وہ تقدس کہ جو ہے حضرت انسانکے بیچ

پاسبان سے جو تیرے کیا وہ جو ہوا ساغر
ہے تنازع کی نسبت سگ دربانکے بیچ

جیسی عزت میری دیوانگی میں سر
ویسی ہی انکی بھی ہوگی مری دیوانکے بیچ

ساتھ ہی اس گریبان کی یہ وحشت کرنا
بگڑے ہی جو ہے مرے اب تو بیابانکے بیچ

قطعہ

بلبل خموش و لالہ و گل دونوں سرخ و زرد
شمشاد جھومتی ہی کلی اک نسترن کی بیچ

کل ہم بھی سیر باغ میں تھے ساتھ یار کے
دیکھا تو اور رنگ ہی سارے چمن کی بیچ

قطعہ

یا ساتھ غیر کی ہی تمہیں وہ سبھی شب باحیت
سو سو طرح کی لطف ہیں اک اک سخن کی بیچ

یا پاس میرے لگتی ہی چپ ایسی آن کر
گویا زبان نہیں ہی تمہاری دہن کی بیچ

فرہاد و قیس و صبر آوارگان عشق
یوں نہیں گئی ہی سب کی رہی من کی من کی بیچ

جو کچھ ہر چند نہیں یار کی گفتار کی بیچ
دیر لیکن ہی قیامت بھی دیدار کی بیچ

کسکی خوبی کی طلبگار ہیں عزت طلبان
شعر تیری یکتا کو چلی آئی ہیں بازار کی بیچ

خضر و عیسے کی تئیں نام کو جیتا سن ہو
جان ہی اور کب اسکی سو بیمار کی بیچ

انگلی کیا پیچ تمہاری تھی بس عاشق کو
بال جو اور گرہ سی لگی دستار کی بیچ

عشق ہی جسکو ترا اوس سی تو رکھہ الگو ہم
زندگی کی نہیں امید اس آزار کی بیچ

ہم بھی اب ترک وفا ہی کرینگی کیا کریں
جنس تو بکتی نہیں آپ کی سرکار کی بیچ

دیدنی دشت جنون ہی کہ پہ ہو لی یا کی
میں تو موتی سی پرو رکھیں ہیں ہر خار کی بیچ

ردیف حا

گر دلی تو ہو ستم یہ نہین ہنیکی ہواس — کچھ اور ہو گئی جو گستہ جہان کی طرح

نقشہ الہی دل کا ہر کون لینگیا — کہتے ہین سارے عرش مین ہے اس مکانکی طرح

مرغ چمن نی روز رولایا سبھو نکو تمین — میری غزل پڑہی تہی شب اک روضخوانکی طرح

لگ کر گلے سے اسکے بہت مین بکا کیا — ملتے تھے سرو باغ مین کچھ اس جوانکی طرح

جو کچھ نہین تو بجلی سے ہی پہول پڑ گیا — ڈالی چمن مین ہمنے اگر آشیانکی طرح

یہ باتین رنگ رنگ ہماری ہے ورنہ میر — آجاتی ہے گلی مین کبہو اس دہانکی طرح

دور گردون سے ہوئی کچھ اور میخانیکی طرح — پہر نہ آوین کیونکی انکہین میری پیمانیکی طرح

انکلتا ہے کبہو ہنستا تو ہے باغ و بہار — اوسکی آمد مین ہے ساری فصل گل آنیکی طرح

چشمک انجم مین اتنی دلکشی آگی نہ تہی — سیکھ لی تارون نے اوسکی آنکھ جھمکانیکی طرح

ہم گرفتار قفس وحشت سے جا کر ہے کہ وہ غزال — کوئی تو بتلاوے اوسکے دام مین لانیکی طرح

ایکدن دیکھا جو آتے بید کو تو کھہ اوٹھا — اس شجر مین کتنی ہے اس میری دیوانیکی طرح

آج کچھ شہر وفا کی کیا خبر آئی ہے نئی — عشق نے مدت سے یان ڈالی ہے ویرانیکی طرح

پیچ سا کچھ ہے زلف و خط سے ایسا ہی بناؤ — ہے دل صد چاک مین بھی نت نئی شانیکی طرح

کسطرح جیسے گزر جاتی ہین آنکھین موند کر — دیدنی ہے دردمندونکی بھی مرجانیکی طرح

ردیف دال

یان ناز سر کشی سی کیا دیکھتا نہیں	باج اس چمن میں بھر ی کلی کلاہ تا چند
جب سے ادھر سی نکلا جاتا وہ گہر سی	کرتا ہی داغ دیکھیں یہ شتباہ تا چند

ایذا سہی کہان تک جیتے ہوئے عشق کی ہو
اسطرح مرتی رہی ای ہمسیر آہ تا چند

تجھ بن ای نو بہار کے مانند	چاک ہی دل انار کے مانند
ہوئی تجھے شاید جگر تک آتش عشق	اشک ہیں سب شرار کے مانند
کو دماغ اوسکی رہ میں او ٹھنے کا	بیٹھے اب ہم غبار کے مانند
کوئی نکلی کلی تو لالہ کی	اس دل داغدار کے مانند
سرو کو دیکھ غش کیا میں نے	تھا چمن میں وہ یار کے مانند
ہار کر شب گلے پڑے اوسکے	ہم بھی پہولونکے ہار کے مانند
ہو قرار بھی بہت دیکھے نہو نگی	اس دل بیقرار کے مانند

قطعہ

اودن نہ کھینچی تھی صید گہ میں تیغ	برق ابر بہار کے مانند
اوسکے گھوڑے کی آگ سے ہٹ کے	ہم بھی دبلے شکار کے مانند
زخم کھا بیٹھیو جگر پہ مت	تو بھی مجھ دل فگار کے مانند

ردیف ی

اسیر میر نہ ہوتے اگر زبان رہتے
ہوئی ہماری یہ خوش خوانی سحر صیاد

اڑ کے پھر آئے ڈر گئے شاید	بکھرے سے تھے کچھ سنور گئے شاید
سب پریشان دلی میں شب گذری	بال اسکے بکھر گئے شاید
کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتے تحیر	صوفیاں بے خبر گئے شاید
ہیں مکان و سرا و جا خالے	یار سب کوچ کر گئے شاید
آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہیں	دل کو لیکر مکر گئے شاید
نو ہوا آنکھوں میں اب نہیں آتا	زخم اب دل کے بھر گئے شاید
اب کہیں جنگلوں میں ملتے نہیں	حضرت خضر مر گئے شاید
بیکلی بھی قفس میں ہے دشوار	کام سے بال و پر گئے شاید

شور بازار سے نہیں اٹھتا
رات کو میر گھر گئے شاید

بنی تھی مجھ اک اس سے مدت کے بعد	سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد
جدائی کے حالات میں کیا کہوں	قیامت تھی ایک ایک ساعت کے بعد
موا کوہکن بے ستون کھود کر	یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

رفتار میں یہ شوخی رحم انکھوان زمین پر
لاتا ہی تازہ آفت ہر دم زمان زمین پر

کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سنکر
بار یہ نظر کرو ٹک اے مہربان زمین پر

کیا کیا نہ ہم نے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہین آخر بیمار تیری خاطر

غیروں کی بیدماغی بیتابی چہاتی داغی
یہ سب ستم اٹھائے ای یار تیری خاطر

کیا جانیے کہ ہے تو کیا جنس بیش قیمت
جاتی ہین بکتی جامی بازار تیری خاطر

اکبار تو ذرا کر خاطر نرکھی میر کی
مین جی سے اپنے گزرا سو بار تیری خاطر

مین کیا کہ آہ کافر دین کے اکابرون نے
قشقی لگائے پہنے زنار تیری خاطر

گو دل دھسک ہی جاوے آنکھین ابل ہی آوین
سب رنج کھینچ کی ہے ہموار تیری خاطر

ایک آن تیری ای ابر جھکے ابروئے
سو سو مین نے کھینچی تلوار تیری خاطر

کیا چیز ہو تو پیاری مفلس ہین وارنے کو
پیسے لئے پھرے ہین زردار تیری خاطر

تجھسے دوچار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

ای صبا گر شہر کی لوگون مین ہو تیرا گذار
کہیو ہم صحرا نوردون کا تمامی حال زار

خاک دہلی سے خدا ہمکو کیا یکبارگی
آسمان کو تھی کدورت سو نکالا یون غبار

منصب بلبل غزلخوانی تھا سو تو ہی امیر
شاعری زاغ و زغن کا ہو گیا ہے اشعار

بعضون کو رغلب قبول خاطر و لطف سخن
بعضون کا سینہ فگار و بعضون کا دل داغدار

خط کتابت سے یہ کہتی تھی نہ بھولینگے تجھے
آوینگی گھر یار کے تیری خبر کو بار بار

جب گیا مین یاد سے تب کسکا گھر کاہیکا یار
آفرین صد آفرین اے مردمان روزگار

اب بیابان در بیابان ہے مرا شور فغان
گو چمن مین خوش کی تھی سیر بہاری نو بہار

ہے مثل مشہور عمر سفر کوتاہ ہے
طالع برگشتہ بھی کرتی ہین اب امداد کار

اک پریشانی مین بھی ہے یہ وطن گلزار سا
سامعون کی چھاتیان نالو سے ہو ویگی فگار

شعر پر آوینگی سخن آلودہ خون جگر
کیونکہ یاران زمان سے چاک ہے اُن جیب انار

لب سی لیکر تا سخن مین خوبیان شکوی کے ہے
لیک ہے اظہار پر ناکس سے اپنا ننگ و عار

جیب بھلی گو تلخکامی کھینچیے آئینہ بر
بیت بخشی طبع نازک پر ہے اپنی ناگوار

آج سے کچھ بیحسابی جورکن مردم نہین
اُنسے اہل دل سدا کھینچے ہین رنج بیشمار

کام کر جو لوگ صاحب فن ہین یہ محسوس ہین
بھی تھی کرتی رہینگے حاسدان نابکار

بس قلم رکھ ہاتھ سے جاتی بھی دی حرف ضمیر
کاہ کی جا ہے نہین کہسار ہوتی بے وقار

آغشتہ خون دل سے سخن تھے زبان پر
رکھیو نہ تمنے کان تک اس داستان پر

کچھ ہو رہیگا عشق و ہوس مین بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

یہ دلبری کی فن و فریب آتنی عمر مین
جھنجھلاہٹ آتی تو آوے ہے اسکی بیان پر

آشفتے کی مشہور پریشان نظری ہے — تو سادہ ہے آئینوں کو نہ دیدار دیا کر
سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی — اس حیف کو مجلس میں نہ تو بار دیا کر
کیوں آنکھوں میں سرمے کا تو دنبالہ کہے ہے — مت ہاتھ میں ان مستوں کی تلوار دیا کر

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ہے میر فقیر اسکو نہ آزار دیا کر

طاقت نہیں ہے جان میں کڑھنا تعب ہے اور — بے لطفیاں کرو ہو یہ تس پر غضب ہے اور
ہر چند چپ ہیں لیک مرا حال ہے عجب — احوال پرسی تو نکرے تو عجب ہے اور
آنکھ اسکی اس طرح سے نہیں پڑتی تھی ادھر — اب خوب دیکھتے ہیں تو چتون کا ڈھب ہے اور
کیا کہیے حال ان کا جدائی کی رات میں — گذری ہے کب کہانی کہو یہ شب ہے اور
دل لے چکے دکھا کے رخ خوب کو تبھی — اب منہ چھپا جو بیٹھے یہ حسن طلب ہے اور
اس دل لگی کے روگ کو نسبت مرض سے کیا — اپنا یہ جلتے رہنا ہے کچھ اور تپ ہے اور
طور اگلی تیری ملتے نہیں اس طرح سے تک — وہ اور کچھ تھا ہم سے تو پیار یہ اب ہے اور
کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب — آنکھیں کہیں ہیں اور سخن زیر لب ہے اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہیں سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

١٩٧

مرنی پہ جان دیتے ہین وارفتگان عشق
ہی میر راہ و رسم و یارا و فا کچھ اور

چمکی ہی جب سی برق سحر گلستان کی اور	جی لگ رہا ہی خار و خس آشیان کی اور
وہ کیا یہ دل لگی ہی فنا مین کہ رفتگان	منہ کر کی بھی سوئی کبھو پھر جہان کی اور
رنگ سخن تو دیکھ کہ حیرت سی باغ مین	رہ جاتی ہینگی دیکھ کی گل اس دہان کی اور
آنکھین سی کھل ہی جائینگی جو مر گیا کوئی	دیکھا نہ کر غضب سی کسو خستہ جان کی اور
کیا لی خبر ہی رفتن رنگین عمر سے	جوئی چمن مین دیکھ ٹک آب روان کی اور
یان تاب سی کسکو کہ جذب عشق کا	لاوی ہی اسکو کھینچ کسو ناتوان کی اور
یارب ہی کیا مزا سخن تلخ یار مین	رہتی ہین کان سبکی اوسی بد زبان کی اور
یا دل [illegible] جگہ یا کہ تجھ بغیر	اب دیکھتا نہین ہی کوئی اس مکان کی اور
آیا کسی تکدر خاطر ہی زیر خاک	جاتا ہی اکثر اتھ غبار آسمان کی اور

کیا حال ہو گیا ہی ترے غم مین میر کا
دیکھا گیا نہ ہم سی تو ٹک اوس جوان کی اور

نئے طور سیکھے نکالی ڈھب اور	مگر اور تھی تب ہوئی ہو اب اور
ادا کچھ ہی انداز کچھ ناز کچھ	تہ دل سی کچھ اور زیر لب اور

نہ دیکھی ایک وا شد انہون لگی اس گلستان مین ز
کھلی پائی ہزارون غنچۂ دلگیر بہی آخر

سرو کار آہ کبتک خامہ و کاغذ سے ہمون ری
رکھی ہے تمہارے احوال کی تحریر بہی آخر

پہرے ہے بادلا سا پیچھی ان شہری غزالون کے
بیابان مرگ ہوگا اس چلن سے میر بہی آخر

رہجاؤن چپ کیونکی برا جی مین یان آن کر
آؤ بھلا کبھو تو سو جاؤ زبان کر

کہتے ہین چلتے وقت ملاقات سے ضرور
جاتی ہین ہم بہی جان سے ٹک دیکھو آن کر

کیا لطف تھا کہ میکدے کی پشت بام پر
سوتی تہی مست چادر مہتاب تان کر

آیا نہ چل کی یان تئین وہ باعث حیات
مارا ہے اون نی جان سے ہمکو تو جان کر

ایسی ہی تیر دست ہو خونریزی مین تو پھر
رکھو گی تیغ جور کی یک چند میان کر

یہ ہمیروتی کہ نگہ کا مضایقہ
اتنا تو میری جان نہ مجھسے سیان کر

رنگین گور کرنی شہیدون کی رسم ہے
تو بہی ہماری خاک پہ خونکی نشان کر

رکہتا تھا وقت قتل مرا امتیاز یار
سو خاک مین ملایا مجھی سب مین سان کر

تم تیغ جور کھینچ کی کیا سوچ مین گئے
مرنا ہے اپنا جی مین ہم آئے ہین ٹھان کر

وے دن گئے کہ طاقت دل کا تھا اعتماد
اب یون گھڑی گھڑی نہ مرا امتحان کر

اوس گوہر مراد کو پایا نہ ہم نے میر
پایان کار مر گئے یون خاک چھان کر

ردیف زای

عاشق کو اسکو گریہ خونیں کا درد کیا
افسوس نہیں ہے آنکھ سے جسکے گرا ہنوز

کیا جانوں وہ کہ گذری ہے یاروں کی بیچ کیا
مطلق کسو سے اس کا نہیں دل لگا ہنوز

برسوں میں نامہ بر سے مرا نام جو سنا
کہنے لگا کہ زندہ ہے وہ ننگ کیا ہنوز

گھسگئیں قرات کی تئیں باچہیں تو بہت گئیں
نا واقف قبول ہے لیکن دعا ہنوز

کیا کیا کرے ہے حجتیں قاصد سے لیتے خط
حالانکہ وہ ہوا نہیں حرف آشنا ہنوز

سو بار ایکدم میں گیا ڈوب ڈوب جی
پر بحر غم کی پایا نہ کچھ انتہا ہنوز

خط سے ہوئی ہے بیوفائی حسن اسکی آئینہ
ہم سادگی سے کہتے ہیں چشم وفا ہنوز

سو عقدے فرط شوق سے ہیں پیش اور لگون
وہاں بند اس قبا کی نہیں ہووا ہنوز

یاں میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب
واں دلبروں کو ہے وہی قصد جفا ہنوز

ہے میرے لوہو رونے کا آثار سا ہنوز
کوچہ کوئی کوئی ہے جہاں زار سا ہنوز

کب تک کھنچے گی صبح قیامت کی شام کو
عرصے میں میں کھڑا ہوں گنہگار سا ہنوز

مدت ہوئی کہ خون جگر میں نہیں رہے
جاتا ہے آنسوؤں کا چلا تار سا ہنوز

سایہ سا آ گیا تھا نظر اسکا ایک دن
بہوت میں پھرون ہوں پریدار سا ہنوز

برسوں سے گل چمن میں نکالے ہیں تنگ رنگ
نکلا نہیں ہے ایک رخ یار سا ہنوز

ردیف سین

خندہ و چشمک حرف و سخن زیر لبی
کہیے جو ایک دو افسون تجھ دلدار کے پاس

داغ ہونا نظر آتا ہے دلوں کا آخر
ہے جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

خط نمودار ہے ہوگا دریں دل ٹوٹا کو
ہے بلا نکلی تھی زلف شکن وار کے پاس

در گلزار پہ جا کر نصیب اپنے کہاں
یوں نہیں ہیں لیے کا قفس کے بھو دیوار کے پاس

کیا کریا کر آئینے سے صحبت ہر دم
تک کبھو بیٹھیو کسو طالب دیدار کے پاس

دل کو یوں ہیں لیتے ہو کہ کا نہیں سمجھے یا
تربیت پائی ہے تو نے کسی عیار کے پاس

مور جیسے لگے تنگ شکر کو آ کر
خط نمود آہے یوں لعل شکربار کے پاس

جس طرح کفر بندھا ہے گلے اسلام کہاں
یوں تو تسبیح سی ہم کہتے ہیں زنار کے پاس

ہم نہ کہتے تھے نہ مل شیخوں سے اگر زاہد
ابھی تسبیح دھری تھی تری دستار کے پاس

نارسائی سے بھی تو شکر کہ میری داد پہنچے
اتنی مدت میں نہ پہنچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط ایک تمہیں میرے غم کش سے نہیں
جب نہ تب یوں تو نظر آتی ہو دو چار کے پاس

عزت نہیں ہے دل کی کچھ اس دلربا کے پاس
رہتی ہے آرسی ہی دھری خود نما کے پاس

پھر وہ شبوں کو غم میں ترے جاگتے رہے
ہوتا نہیں جگر سو گر ہے وفا کے پاس

راہ روش کہیں ہیں جلا دردمند عشق
بیمار رہیے کھڑی نہیں ہوتی دوا کے پاس

۲۰۱

ردیف شین

ششش جہت اپنی تو تنگ ہی ہم پر — اس سے ہوتی نہ ہم دو چار اے کاش

مرتی بھی تو ترے ہی کوچے مین — ملتی یان جائے گور وار اے کاش

ان بتونکی گلی سے دل سے بھرا — چل پڑے بات پیش یار اے کاش

بے اجل میر اب پڑا مرنا — عشق کرتے نہ اختیار اے کاش

کیا کہیے کیا کہین ہین ہم جیسے بار خواہش — یک جان و صد تمنا یکدل ہزار خواہش

لے ہاتھ مین قفس صیاد چل چمن تک — مدت سے ہے ہمین بھی سیر بہار خواہش

نے کچہ گنہ ہے دل کا نے جرم چشم اسمین — رکھتی ہے ہمکو اپنا بے اختیار خواہش

حالانکہ عمر ساری مایوس گذری تسپر — کیا کیا رکھین ہین اسکی امیدوار خواہش

غیرت سے دوستی کی کسکس سے ہوجے دشمن — رکھتا ہے یار ہی کی سارا دیار خواہش

ہم مہرورز کیونکر خالی ہون آرزو سے — شیوہ یہی تمنا فن و شعار خواہش

اٹھتی ہے موج ہر یک آغوش ہی کی صورت — دریا کو ہے یہ کس کا بوس و کنار خواہش

صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جادہ غیرت گل — عاشق کی ایک باوے کیونکر قرار خواہش

یکبار بر نہ آوے اس امید دل کی — اظہار کرتی کب تک یون بار بار خواہش

گر رہتی ہین سب تمنا میر جی نہ اتنی — رکھو گی [illegible] پایان کار خواہش

[illegible]

قصہ سچ ہے تو شیخ کو بیچل — کبھی جانے کو یہی جز ہے شرط

قلب یعنی کہ دل عجب زر ہے — اس کے نقاد سے کو نظر ہے شرط

حق کو دینے کو چاہیے ہے کیا — یان نہ اسباب نہ ہنر ہے شرط

دل لگا دینا ہے سہل کیا اے میر — عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

کرتے نہیں ہیں ودس سے دنیا کچھ ہم اختلاط — ہوتا تھا اگلے لوگوں میں بھی باہم اختلاط

ٹک گرم میں ہوں تو مجھی سے ہو تجھ تک — اور دن تو دہی ہے اور سے ہر دم اختلاط

ایسا ہو کہ شیخ دغا دیوے ہمنشین — ابلیس مکر کرے ہے کوئی آدم اختلاط

بیگانگی مجھی سے چلی جاتی ہے خصوص — رکھتا ہے یوں تو یار سے اک عالم اختلاط

کس طور اتفاق پڑے صحبت اس سے دیکھ — ہے میر بیدماغ و قیامت کم اختلاط

ردیف ظا

تیری ہو کی شام گر بزم میں آ جاوے شمع — سب مجلس ایسی کہ منہ اپنا پھر دکھلاوے شمع

کیا جلی جاتی ہیں تجھ سے سب کے یکستی — گر یہی یان کا ہے دستور تو عجب مجلس دا شمع

کسکے تئیں ہوتا ہے قطع زندگانی کا شوق — سر کشانی کو لگی میت جمع میں گریا ہے شمع

[illegible]

ردیف غین

[illegible]

کلیات میر

۲۰۳

آخر کو روئے کار سے پردہ اٹھے گا کیا | مقدور تک تو چھپاتی کرے ہے چھپائی داغ

داغی گرہ مین غنچہ لالہ کے رنگ میر
سوز دروں سے کچھ نہین ہے اب سوا داغ

ردیف فای

میلان دل ہے زلف سیہ فام کی طرف
جاتا ہے صید آپ سے اس دام کی طرف

[illegible] لعل اور شکر سے [illegible]
کرتا ہے کون عاشق بدنام کی طرف

اس پہلوئے فگار کو بستر سے کام کیا
مدت ہوئی کہ چھوڑ دے ہے آرام کی طرف

کیا شب نظر پڑا تھا کہیں تو سر بام
رہتی ہے کون چشم تری بام کی طرف

آنکھیں جنھون کی زلف و رخ یار سے لگیں
دے دیکھتی نہین سحر و شام کی طرف

جون چشم یار بزم مین کیا اٹھ رہے ہے آج
تک دیکھ شیخ مے کی بھری جام کی طرف

غار اشک کا و سینہ خراش ایک ہے نہیں
لیکن نظر نہین ہے تجھے کام کی طرف

دل بیکسی کا چین نہین ہے کہین شوق
میلان طبع کب ہے کسو خام کی طرف

دیکھی ہے جب سے اس بت کافر کی شکل میر
جاتا نہین ہے جی تنک اسلام کی طرف

ردیف قاف

میرجی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تمنے بھی کیا ہے عشق

ردیف کاف

دیکھے تھے تیرے کانکے موتی کی ایک جھلک
یارب اک اشتیاق نکلتا ہے چال سے
طاقت ہو جسکے دل مین وہ دو چار دن رہے
برسون ہوے کہ جان سے جاتی نہین خلش

جاتی نہین ہے اشک کے رخسار کی پلک
ملتے پھرین ہین خاک مین کسکے لئے فلک
ہم ناتوان عشق تمہارے کہان تلک
ٹک ٹل گئے تھے آگے مرے وہ پھر پلک

آئے نہ ہاتہ میر کے میت پہ کل نماز
تابوت پر تھے اسکے ہنٹ کثرت ملک

عزت اپنی اب نہین ہے یار کو منظور ٹک
حال میرا شہر مین کہتے رہینگے لوگ دیر
پشت پا ماری ہے شاہی پر گدائی کو عشق
چاہئے کا مجہہ سے بے قدرت کا کیا ہے اعتبار
حق تو سب کچہہ ہے نہی حق جانے کسواسطے
منکر حسن بتان کیونکر ہوے شیخ شہر

پاس جاتا ہون تو کہتا ہے کہ بیٹہو دور ٹک
اس فسانے کے تئین ہوتے تو دو مشہور ٹک
دیکھیو ہم یان گا خدا کے واسطے دستور ٹک
عشق کرنیکو کسو کے چاہیئے مقدور ٹک
حوصلے سے بات کرنا کا نکلے منصور ٹک
حق ہے اسکے اور وہ آنکہوں نے ہے معذور ٹک

۲۰۵

خاک پہ ہے سدا جبین نیاز ‏ اور کوئی ہو جیسا کیا خاک

تربت میر پہ چلے تم جیہ ‏ اتنی مدت میں وان رہا کیا خاک

آج کل سے کچھ نہ طوفان زا ہے چشم گریہ ناک ‏ موج زن بر سو ہے دریا ہے چشم گریہ ناک

یون نرو و تو نرو و ورنہ برو و چار ہے ‏ ہر قدم اس دشت میں پیدا ہے چشم گریہ ناک

ویسے آگے ٹک قدم رکھو تو پھر بھی ابر ہو ‏ سیر قابل ہو نے اک کار ہے چشم گریہ ناک

بے گداز دل نہیں امکان رونا اسقدر ‏ تہ کو پہونچو خوب تو پیدا ہے چشم گریہ ناک

سوجھتا اپنا کہیں کچھ ابر تو ہے مصلحت ‏ جوش غم سے جیسے نابینا ہے چشم گریہ ناک

سبز ہو جیو رونی سو میر سے گوشہ گوشہ دشت کا ‏ باعث آبادی صحرا ہے چشم گریہ ناک

وہ حنائی پا مری آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں میر ‏ یعنی ہر دم اوسکی زیر پا ہے چشم گریہ ناک

سو جو پہچان گلی میں اب ہے مری بان تک ‏ جی رہ گیا ہے ظالم اب جسم کہ کمان تک

ملنے میں میر کے کا ہی ٹک تو بھی یاد آوے ‏ حاضر رہا ہوں نہیں تو اپنی طرف سے جان تک

ہر چند میں نے سر پا اس کی خاک ہی الی ‏ لیکن پہنچیں آنکھیں اس کی نو کی نشان تک

ان طرح یونکا ملنا کوئی ہمارے پوچھے ‏ آتا نہیں ہے منہ وہ اب میری استخوان تک

تو ہم میں اور آپ میں مست و کیسو کو جل
ہوتی ہیں فتنہ ساز یہی ورنہ بانکے لوگ

مرتے ہیں اسکے واسطے یوں ہی بہت بلے
کم آشنا ہیں طور سے اس کام جانکے لوگ

پتے کو اس چمن کے نہیں دیکھتے ہیں گرم
جو محرم روش ہیں چھپا اس بدگمان کے لوگ

بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتے ہیں سب
خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستان کے لوگ

فردوس کو بھی آنکھ اٹھا دیکھتے نہیں
کس درجے سیر چشم ہیں کوی بتان کے لوگ

کیا سہل جیسے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہیں ہائے
یہ عشق پیشگان ہیں الٰہی کہاں کے لوگ

منہ تکتے ہی رہے ہیں سدا مجلسوں کے بیچ
گویا کہ میر مجھ ہیں میری زبان کے لوگ

کیا عشق خانہ سوز کے دل میں چھپی ہے آگ
اک سارے تن بدن میں مرے پھک رہی ہے آگ

گلشن بھرا ہے لالہ و گل سے اگرچہ سب
پر اس بغیر اپنے تو بھا میں لگی ہے آگ

پاؤں میں پڑ گئے ہیں پھپھولے مرے تمام
ہر گام راہ عشق میں گویا دبی ہے آگ

جل جل کے سب عمارت دل خاک ہو گئی
کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہے آگ

اب گرم و سرد دہر سے یکساں نہیں حواس
پانی ہے دل ہمارا کبھو تو کبھی ہے آگ

کیونکر نہ طبع آتشیں اسکی ہمیں جلائے
ہم مشت خس کا حکم رکھیں وہ پری ہے آگ

کب لگ سکے ہے عشق جہاں سوز کو ہوس
ماہی کی زیست آب سمندر کا جی ہے آگ

اس ابرو کمان پہ جو قربان ہین ہم
ہمین کو نشانا بتاتے ہین لوگ

نہ سویا کوئی شور شب سے مرے
قیامت اذیت اوٹھاتے ہین لوگ

ان آنکھون کے بیمار ہین میر ہم
بجا دیکھنے ہمکو آتے ہین لوگ

ردیف لام

مار بیٹھے آسان ہے دشنام سہل
یار اگر ہے اہل تو ہے کام سہل

جون نگین مین کے جگر کاوی بہت
کب نکلتا ہے کسو کا نام سہل

جان دی یارون نے تب انکھین لگین
کسنے پایا آہ یان آرام سہل

مدعی ہو چشم شوخ یار کا
کیا نگاہون مین ہوا بادام سہل

تمنے دیکھا ہوگا پکپن میر کا
ہمکو تو آیا نظر وہ خام سہل

پوشیدہ کیا رہی ہے قدرت نمائی دل
دیکھے نہ بیستون مین زور آزمائی دل

ہے تیرہ یہ بیابان گرد و غبار سے سب
دے راہ کب دکھائی بے رہنمائی دل

اندوہ غم سے اکثر رہتا ہون مین مکدر
کیا خاک مین ملی ہے میری صفائی دل

پیش آوے کوئی صورت منہ موڑتی نہین
آئینہ سان جنہین ہے کچہ آشنائی دل

غنیمت جان فرصت آج کی دن — سحر کیا جانی کیا ہو شب ہی حاصل

اگرچہ ہم نہین ملنے کے لایق — کسو تو طرح ہمسے بھی ہیں ملا مل

لیا ڈالا نے جام بادہ کف پر — بحمد اللہ کہ لا عقد انامل

وہی پہنچے تو پہنچے آپ ہم تک — نہ یان طالع رسا نہ جذب کامل

ہوا اول عشق کی سختے سے ویران — ملا ہم چاہئے تھا یان کا عامل

پس از مدت سفر سے آگئے ہین میر — گئین وہ اگلے باتین تو ہے جاہل

ردیف میم

پچھلے پوچھو بک رہے ہین ہم — عشق کے مے سے چھک رہے ہین ہم

سو کہہ غم سے ہوئی ہین کانٹا سے — پر دلوں مین کھٹک رہے ہین ہم

وقفۂ مرگ اب ضروری ہے — عمر طے کرتے تھک رہے ہین ہم

کیونکے گرد علاقہ بیٹھہ سکے — دامن دل جھٹک رہے ہین ہم

کون پہنچے ہے بات کی تہ کو — ایک مدت سے بک رہے ہین ہم

اونے دینی کہا تھا بوسۂ لب — اوس سخن پر اٹک رہے ہین ہم

نقش پا سے رہی ہین کہلی آنکھیں — کسکی یون راہ تک رہے ہین ہم

۲۱۰

سرون چہ ہاتھہ کبھی تیغ پر کبھو اوسکا — کچھ ایک قسم نہین میری آشنا کی قسم

جدال دیر کی رہبان سنتین کہان تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تمہین خدا کی قسم

اب جو کہی ہی جاتی ہی سب گشت ہو کے ظالم — اے ابر تر آکر ٹک ادہر بھی برس ظالم

صیاد بہار ابکی سب لوٹ گیا مین — ٹک باغ تلک لے چل میر ابھی قفس ظالم

کس طور کوئی تجہسے مقصود کرے حاصل — نی رحم تری جی مین نے دلمین ترس ظالم

کیون سر سے چپھو ناحق ہم بخت سیاہ ہو کے — مت پیچ مین پگڑی کی بالونکو گہر ظالم

جون ابر مین روتا تہا جون برق تو ہنستا تہا — صحبت نہ بنی یون ہی اک آ وہ برس ظالم

کیا کہئے تجھے ہو محمل یان گرم حکایت ہے — چل راہ مین کچھ کتا مانند جرس ظالم

مطلق نہین گنجایش اب حوصلے مین اپنے — آزار کوئی کہینچے یون کب تئین بس ظالم

سررشتہ ہستی کو ہم دے چکے ہاتھو نسے — کچھ ٹوٹی ہی جاتی ہین اب تار نفس ظالم

تا چند رہیگا تو یون داغ غم اس مد کا
چہاتی تو گئی تیری اے میر سلس ظالم

محرم سے کسو روبرو ہوون کا شکل اب ہم — بیوجہہ غضب تہی کا پوچہین جو سبب ہم

تدبیرین کرین اپنی تن زار و زبون کی — افراط سے اندوہ کی ہوون پہ مین جب ہم

211

بخت سیہ کی نقل کریں کس سے چال ہم
منہدی لگی قدم سے ہوئے پائمال ہم

کیونکر نہ اس چمن میں ہوں آتش بجان ہم
یاں پھول سونگھتے ہیں سو ہے منفعال ہم

باہر گلی میں پھیرون جس جا ملیح تھے
یا زلف و خط کو دیکھتے ہیں خال خال ہم

گذرے ہے جی میں کہ وہ دہن گاہ گاہ ہم
کیا جانیں لوگ کہتے ہیں کیا کیا خیال ہم

جاتی نہیں اوپر تماشائی سے آب سر گرانیاں
مقدور تک تو اپنے گئے ٹال ٹال ہم

لوہو کماں ہے کہ یہ خوں سے تن کبھی پیچ
کرتے ہیں منہ کو اپنے طمانچوں سے لال ہم

وہ تو ہی ہے کہ مرتے ہیں سب تیرے طور پر
حور و پری کو جانیں کب ہیں وہ ال ہم

گذرے ہے سب کہ اسکی جدائی دلوں پہ شاق
منہ نوچ نوچ لے ہیں علی الاتصال ہم

منظور سجدہ ہے ہمیں اس آفتاب کا
ظاہر میں یوں کریں ہیں نماز زوال ہم

ظاہر ہو انھیں بھی ہماری ہوس اور ہو
آئی نہ پھر تمہاری گئے تک بحال ہم

مطلق جہاں میں شے کو جی چاہتا نہیں
اب تم بغیر لگتے ہوئے ہیں وبال ہم

نقصان ہوگا اوسمیں نظاہر کہاں تلک
ہووینگے جس زمانے کے صاحب کمال ہم

کچھ منہدی ہی میں میر نہیں لوگ چیت چاک
ہے میرے ریختوں کا دوانا دکن تمام

تاکب گمان ملیگا وہ دامن سوار میر

بھرین انکھین لہو ہو سے رہنے لگین — یہہ رنگ اپنا دیکھا مروت سے ہم

نہ مل میر اب کے امیرون سے تو
ہوئے ہین فقیران کی دولت سے ہم

کب تک ہینگے پہلو لگائی زمین سے ہم — یہہ درد اب کہین گے کشو نہ بین سے ہم

تلوار کتنے کھائی سجدہ مین اسطرح — فریادی ہونگے ملکے لہو کو جبین سے ہم

فتراک تک یہ سر جو نہ پہونچا تو یا نصیب — مدت لگے رہنے ترے دامان مین سے ہم

ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد — کب تجھسے دل وتما ہین تیری نہین سے ہم

چہاجی جو شیدستی کرے نور ماہ پر — دیکھے عجب سفیدہ تیرے آستین سے ہم

یہ شوق صید ہونی کا دیکھو کہ آپ کو — دکھلا یا صید گہ مین بسیار دہین سے ہم

تکلیف درد دل کی نکر تنگ ہونگی کو — یہہ بات روز کہتے رہے ہمنشین سے ہم

اڑتی ہے خاک شہر کی گلیون مین اب جہان — سونا لیا ہے گود مین بہر کر دہین سے ہم

آوارہ گردی اپنی کھینچی میر طول کو
اب چاہینگے دعا کسو کو غزلت نشین سے ہم

ردیف نون

مدعی مجھکو کھڑے صاف بُرا کہتی ہین — چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسی کیا کہتی ہین

کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک ہے پڑا ہوگا ہمارے آشیان مین

پھری ہے چھانتا ہے خاک لے میر
ہوس کیا ہے مزاج آسمان مین

نہین تجھ سا لعل و لب ربا مین گھر پہنچا تبسم آب لقا مین
غریبانہ کوئی شب روز گریان ہمیشہ کون رہتا ہے سرا مین
اوٹھاتے ہاتھ کیون نومید ہوکر اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا مین
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا عجب نسبت ہے بندہ مین خدا مین
کفن مین ہے نہ پہناوہ بدن دیکھ پہنچے تو ہو مین تیرون کی جا مین
ادہر جانیکو آمد ہے تو ہے لیکن سبکپائی سے ہے باد صبا مین
بلا تہ دار بحر عشق نکلا نہ ہمنے انتہائی ابتدا مین
ملے ہر سون وہی بیگانہ ہے وہ ہنر ہے یہ ہمارے آشنا مین

اگرچہ خشک ہین جیسے پر کاہ
اوڑے ہین میر جی لیکن ہوا مین

مر مر گئے نظر کر اوسکے برہنہ تن مین کپڑے اوتارے اول جب پہنچے ہم کفن مین
گل سے پول سے کب اس بن لگتی ہین اپنی آنکھین لائی بہار ہمکو زور آوری چمن مین

قہر دو سعی نصیب پر آدمی تہا ہیچ	دل کھو دیا نہ ان کے گیسو خوش پر کہین
حلقہ دل کی بیقراری مین جفا مین بچ چلے	ہر دم طپش سے راہتی ہے سر کے جگر کہین
تم دل سے ہو گئے سو خرابی بہت رہی	پہر بھی ابسا ہو آگے اس ابتر سی نگر کہین
اللہ سی ناز کی نہین آتی خیال مین	کس کس طرح سے باندہتی ہین اس کمر کہین
حالت یہ ہے کہ بیخبری دم بدم ہے یان	ٹوٹے اب تلک بہی آتے نہین نظر کہین

مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچہہ ہمین نہین
کیا جانئے کہ میر گئے ہم کدہر کہین

کیا کہون دل بجود تو بے تاب ہون	پہر جو یاد آتا ہے وہ چپکا سا رہ جاتا ہون مین
داغ ہون کیونکہ نہین پوشیدہ رہتا ہے تب	بوسہ پاپوشون ہی مین شعلہ جو پاتا ہون مین
ہجر مین وصل طفل بازی کوشش کے رہتا ہون جب	جا کی لہر کو ٹک اپنے دل کو بہلاتا ہون مین
ہون گرسنہ چشم مین دیدار خوبان کا بہت	دیکھتے پر انکی تلوارین کہڑا کہاتا ہون مین
آپ سب ہوتا ہون پاکر آپ کچھ جیسے حباب	یعنی اس تنگ عدم ہستی سے ٹہرتا ہون مین
ایک جا گہر کب ٹہرنے دیتی ہے مجھکو روزگار	کیون تم آ لگتے ہو اتنا آج کل جاتا ہون مین
ہے کمال عشق بیطاقتی دل کی دلیل	جلوہ دیدار کی اب تاب کب لاتا ہون مین
آسمان معلوم ہوتا ہے دری کچھ آگیا	دور اتنی آہ کیسا کیسا گہبراتا ہون مین

بیٹھنے سے کسو دل صاف کی سرمت تو جرچے — خوب سا کر تی ہا ل تو اتر پانے مین

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا — گرچہ لنکا سا تہا اُس دیو کا گہر پانی مین

جوشش اشک مین شب جل ہی گیا سینے سے — کچہ نہ معلوم ہوا اب کے اثر پانی مین

بر و بار سی ہی مین کچہ قدر ہے گو جی ہو فنا — عود پہر لکڑی ہے ڈوبی نہ اگر پانی مین

چشم تر ہی مین ہے کاش وہ رخ خوش رنگ — پہول رہتا ہی بہت تازہ و تر پانی مین

روون تو آتش دل شمع نمط بجہتی نہین — مجہکو لیجا کے ڈبو دیوین مگر پانی مین

گریۂ و زار مین بیتابی دل طرفہ نہین — سیکڑون کرتے ہین پہر اک بہنر پانی مین

برگ گل جون گذر آب سے آتی ہین چلے — روتے سے دنہین میری لخت جگر پانی مین

محو کر آپ کو یون ہستی مین اوسکی جیسے — بوند پانی کی نہین آتی نظر پانی مین

وہ گہر آنکہہ سے جا دی تو ہمے آنسو میر
اشنا ر دیا ہون کہ ہون تا بہ کمر پانی مین

جوشش اشک سے ہون آٹہہ پہر پانی مین — گرچہ ہوتی ہین بہت خوف خطر پانی مین

ضبط گریہ نے جلایا ہی درونہ سارا — دل عجب چیز تہا ہے کہ ہی سوختہ تر پانی مین

آب شمشیر قیامت ہی بر ندہ اسکے — یہ گوارا ہی نہین پاتی ہین سر پانی مین

طبع دریا جو ہوا شفتہ تو پہر طوفان ہے — آہ با لون کو پراگندہ مگر پانی مین

دل پریشانی مجھی سی ہے بکھیر گل کی رنگ
انکو جوں غنچہ کیوں کر آہ میں یکجا کروں

ایک چشمک ہی چلی جاتی ہے گل کی سیر کی اور
لیعنے بازار چمن میں جاؤں کچھ سودا کروں

خوار تو آخر کیا ہے گلیوں میں تو نے مجھے
تو بھی ای عشق جو تجھکو بھی میں رسوا کروں

خاک اوڑاتا اشک افشاں ان نکلوں میں جو ہیں
دشت کو دریا کروں بستی کو میں صحرا کروں

کعبے جانے سے نہیں کچھ شیخ مجھکو اتنا شوق
چال وہ بتلا کہ میں دل میں کسو کے جا کروں

اب کی ہمت صرف کر جا سکی جی اچھی مرا
پھر دعا ای میر مت کر یو اگر ایسا کروں

کیا کوفتیں اوٹھائیں ہیں ہجر انکی درد و غم میں
تیر جفا ہزار نوبت دل ایک ایک دم میں

کو قیس منہ کو نوچے فرہاد سر کو پیٹے
یہ کیا عجب ہے ایسی ہوتی ہیں لوگ غم میں

اہل نظر کسو کو ہوتی ہے محرمیت
آنکھوں کے اندھے ہم تو مدت سے ہیں حرم میں

کلفت میں گذری ساری مدت تو زندگی کی
آسودگی کا منہ اب دیکھیں گے ہم عدم میں

کرتے ہیں میر ملکر واعظ سے عشبس دم کا
کیا یہ بھی آگئے ہیں ایلوچ گو کی دم میں

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں
اس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں

بیکلی دل ہے کے تماشا تھے
برق میں ایسے اضطراب کہاں

دیکھے ہین کیا کیا ڈہلکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق ہین

کرتے ہین جو کہ جی مین ٹہانے ہین — خوبرو کسکی بات مانتے ہین
مین تو خوبان کو جانتا ہی ہون — پہر مجھے یہہ بہی خوب جانتے ہین
جا ہمین اوس گلی مین گر رہنا — صنعت و بیطاقتی بہانے ہین
پوچھ اہل طرب سے شوق اپنا — وے ہی جانے جو خاک چہانتے ہین
ابتدا منزل ہی ہے ہر آن — وے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین
قیس و فرہاد کے دو عشق کے شور — اب مرے عہد مین فسانے ہین
دل پریشان ہو تمہین تو خوش ہی گو — عشق مین جنکے جی ٹہکانے ہین
مشک و سنبل کہان وہ زلف کہان — شاعرون کے یہہ شاخسانے ہین

عشق کرتے ہین اوس پری رو سے
میر صاحب بہی کیا دوانے ہین

آپ اوس جنس کی ہین ہم بہی خریدار نہین — پکڑے جاوے بکی جسکے لیے بازار نہین
باغ فردوس کا ہی رشک وہ کوچہ لیکن — آدمی ایک نہین اوسکے ہوادار نہین
ایک سے ہی وہ برے حال مین آیا کبہو — لوگ اچہی تہے بہت یار کے بیمار نہین

اس کو سنگ سے ہلا کے بچا دل نہیں ہے | اس کو عشق سے گہرے دم آئی ہیں خاک میں
اب کی جنون میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے | دامن کی چاک اور گریبان کی چاک میں

کیسی لطافت اوس تن نازک کی میر کیا
شاید یہ لطف ہوگا کسو جان پاک میں

محمل نشین ہیں کتنے خدام یار میں یہاں | لیلی کا ایک ناقہ سو کس قطار میں یہاں
سن شور گل قفس میں پر ان نے سب ہوا ہے | کیا پھول گل کھلے ہیں اب کی بہار میں یہاں
کب وے کشتی ہو میر کی و فی میں یہ تجہ سے | دریا بھری ہیں ایک ایک اوس کے کنار میں یہاں
تم تو گئے دکھا کے ٹک برق کی سی جھمکے | آیا بہت تفاوت صبر و قرار میں یہاں
ہم مر گئے ولیکن سوز دروں ہے باقی | ایک آگ لگ اوٹھی ہے کنج مزار میں یہاں
ہجران ہر گھڑی ہے سو سو برس تعب سے | روز شمار یار وہی کس شمار میں یہاں

جن راتوں میر ہمکو رونے کا شغلہ تھا
رہتا تھا بحر اعظم سو تو کنارے میں یہاں

آج ہمارے گھر آیا تو کیا ہے یاں جو نثار کرین | الا کھینچ بغل میں تجھکو دیر تلک ہم پیار کرین
خاک ہوے برباد ہوئے پامال ہوئے سب محو ہوئے | اور شدائد عشق کی رہ کی کیسے ہم ہموار کرین
زرد رخ رونا ہر دم کا شکوہ جیسے ہو | چاہت کا انصاف کرو تم کیونکر ہم انکار کرین

کیا کیا اٹھا الم اس فکر میں نہ پایا کل	سمجھا نہ آپ کو میں کیا جانیے کہ کیا ہوں
ہوتا ہے گرم کیا تو اے آفتاب مجھ بن	یک ذرہ وہم میں میں تو شبنم نمط ہوا ہوں
پیری سے جھکتے جھکتے پہنچا ہوں خاک تک میں	وہ سرکشی کہاں اب اٹھ بیٹھ دبا ہوں

مجھکو بلا ہے وحشت اے میر دور اسے
جاگے سے جب اوٹھا ہوں آشوب سا اٹھا ہوں

کوچے میں تیرے میر کا مطلق اثر نہیں	کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں
ہے عاشقی کے بیچ ستم دیکھنا ہی لطف	مر جانا آنکھیں موند کے یہ کچھ ہنر نہیں
کب شب ہوئی زمانے میں جو پھر ہوا نہ روز	کیا اپنی شب فراق ہی کو سحر نہیں
ہر چند ہمکو مستوں سے صحبت ہے لیک	دامن ہمارا ابر کے مانند تر نہیں
گلگشت اپنے طور پہ ہے سو تو خوبیاں	شایستہ بدن گلعذار پر نہیں
کیا ہوجے حرف زن گذر دوستی سے آہ	خط لیگیا کہ راہ میں پھر نامہ بر نہیں
آنکھیں تمام خلق کی رہتی ہیں اسکی اور	مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہیں
کہتے ہیں سب کہ خون ہوتا ہے اشک چشم	زانو تو گھر لگا ہی ہے تو جگر نہیں

جاکر شراب خانے میں رہتا نہیں تو میر
یہ کیا کہ میر صبح سے کی رات گھر نہیں

ان دلبروں کی آنکہہ نہیں جائے اعتماد
فردا کہ فکر آج نہیں مقتضاے عقل

جبتک ہیں یہہ چاہئے پیشِ نظر رہیں
کل کے بہی دیکہہ لیوینگے کل ہم اگر رہیں

تیغ و تبر رکہا نکرو پاس میر کے
ایسا نہو کہ آپ کو ضائع وہی کریں

دلکو لکہوں ہوں آج و کیا مدعا لکہوں
کیا کیا لقب ہیں شوق کے عالم میں یار کے
حیران ہو میرے عالمیں کہنے لگا بہت
وحشت زدونکو نامہ لکہوں ہوں میں کسطرح

دیوانوں کو جو خط لکہوں شیدا وجیا لکہوں
کعبہ لکہوں کہ قبلہ اوسے یا خدا لکہوں
اس فرد مند عشق کے میں کیا دوا لکہوں
مجنون کو اسکے حاشیے پر میں عالکہو

کچہہ روبرو ہوئی پہ جو سلجہے تو سلجہے میر
جی کے اوجہنے کا اسے کیا ماجرا لکہوں

جبسے ہے اسکی ابروئی خمدار درمیان
برپا ہوا ہجوم سے ایک حشر تازہ وان
اسکام جان میں ہم میں ہوا ہے حجاب چشم
سو بار ایسے فتنے جہانمیں اُٹہی وے
کیا کیجئے آہ جیکو قیامت ہے انتظار

رہتی ہے میری خلق کے تلوار درمیان
آیا جہان کہیں قدم یار درمیان
یوں ہے آہ کب تئین دیوار درمیان
دیکہی نہ ہمنے وہ کمر ایکبار درمیان
آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیان

تم تو پھر آپ اونسکو پھر کہہ چلے ہو کل لیکن — اشکال لیسا ہے رہا شب تجھے بیمار کہاں

دل کی خواہش ہے ہو سکے تو کچھ دلگی نہیں — اب یہی جنس ہے بازار میں خریدار کہاں

خاک یان چھانتے ہیں کیوں پھر دلکے لیے — ایسا پہنچے ہے ہم پھر کوئی غمخوار کہاں

دم زدن مصلحت وقت نہیں ہے ہمدم — جیسے میں کیا کیا ہے پر یہ لب اظہار کہاں

شیخ کی آدمی کی دید ہے میخانے میں پھر — سبحہ سجادہ کہاں جبہ و دستار کہاں

ہے سنا کس نوبت پھر تو ہیں جی و تیہ و — زخم تیغ اوسکی اوٹھانیکا سزاوار کہاں

تو نے بھی گرد رخ سرخ نکالا خط سبز — باغ شاداب جہاں میں گل بے خار کہاں

ضبط نے عقل کی سر رشتے کئے گم سارے — اب جو ڈھونڈو تو گریبان کی تار کہاں

لوگ گردن تنے یاں کوئی لہو میں ہے تپے — ہاتھ اوٹھاتا ہے جفا سے وہ ستمگار کہاں

ڈوبا لہو میں پڑا اتنا سمگی پیکر میر
یہ نجانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہان

اے محبت مجھکو سو طرح سے تجھے ستایا ایک میں — سو سو کہیں تیغ تو نے بھی پھرایا ایک میں

عالم کی بیچ سیر کی مجھکو جو خوش آیا سو تو — سب سے رہا مخلوط تو تجھکو بھایا ایک میں

یہ جوش غم ہو تو بھی یاں بیٹھوں ابر سے کی گہی — چشم جہان آشوب سے دریا بہایا ایک میں

تھا شکوہ دعوی عشق کا لیکن ٹھہرا کوئی بھی — دانستہ اپنی جان سے دل کو اوٹھایا ایک میں

گہہ نسیم چمن ہی گاہ سموم | اس چمن میں ہوائیں کیا کیا ہیں
شور ہے ترک شیخ کا لیکن | چپکے چپکے دعائیں کیا کیا ہیں

نظر دید قصر دل اے میر
شہر تن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

فراق آنکھہ لگنے کی جا ہے نہیں | پلک سے پلک آشنا ہے نہیں
گلہ عشق کا بد و خلقت سے ہے | غم دل کو کچھہ انتہا ہے نہیں
محبت جہاں ہے کے تھان ہو چکے | کچھہ اس روگ کی بھی دوا ہی نہیں
دکھایا کئے یار اوس رخ کا سطح | کہیں آرسی کو حیا ہی نہیں
وہ کیا کچھہ نہیں حسن کے شہر میں | نہیں ہے تو رسم وفا ہے نہیں
چمن محو اوس روئے خوش کا ہے سب | گلی تر کی اب وہ ہوا ہے نہیں

نہیں دیر اگر میر کعبہ تو ہے
ہمارے کوئی کیا خدا ہے نہیں

دل لیکی کیسے کیسے جھگڑے مچائے ہیں + | ہر وضع یاں کے لڑکے کیا خوش ملائے ہیں
گھبرا دی لگتیا ہیں رک رک کے تمہیں جاتیں | کہتے ہیں جو وفائیں اون ہی کی صدائیں
کیا قدر تھی سخن کے جہاں ہی صحبتیں تھیں | ہر بات جائزہ ہے ہر بیت پر صلے ہیں

شب آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا
انہیں نے کنارے لگایا ہمیں

ہمارا نہیں تمکو کچھ پاس رنج
یہہ کیا تمنے سمجھا ہے آیا ہمیں

لگی سر سے جون شمع پا تک گئی
سب اس داغ نے آہ کہایا ہمیں

جلیں پیش و پس جیسے شمع و پتنگ
جلا وہ بھی جنے جلایا ہمیں

ازل میں ملا کیا نہ عالم کے تئین
قضا نے یہی دل دلایا ہمیں

رہا تو تو اکثر الم ناک میر
ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمیں

کیا عبث مجنوں پئے محمل ہے میاں
یہہ دوانا باولا عاقل ہے میاں

قند کا کون اسقدر مائل ہے میاں
ہو ہے اون ہونٹھوں ہی کا قایل ہے میاں

ہمنے یہہ مانا کہ واعظ ہے ملک
آدمی ہونا بہت مشکل ہے میاں

چشم تر کی جنہر جاری ہے سدا
سیل اس دروازے کا سائل ہے میاں

مر سکے پیچھے تو راحت سچ ہے لیک
بیچ میں یہہ واقعہ حایل ہے میاں

دل لگی پامالی ستم ہے تہر ہے
کوئی یون ڈولتا ہے آخر دل ہے میاں

آج کیا فردای محشر کا ہراس
صبح دیکھیں کیا ہو شب حایل ہے میاں

دل تڑپتا ہے نہیں کیا جانئے
کس شکار انداز کا بسمل ہے میاں

۲۲۳

ہوگا ہم پہ بھی نہیں شوق وصل
آئینے پہ تکتے ہیں وہ تیری نظر
رنگ و بو تو دلکش دل چھپتے ہیں کہاں
تیر ستم کا تیری ہدف کب تلک رہو
لگے تو آنکھیں ہوں سیاں ہیں وہ بکھرا

کیا جانو دل کسو سے تمہارا لگا نہیں
اس شوق کس کے منہ سے تجھے کچھ حیا نہیں
لیکن ہزار حیف کہ تجھ میں وفا نہیں
آخر جگر ہے لوہے کا کوئی توا نہیں
ایک آدہ دن میں دیکھیے یاں کیا نہیں

گئے تھے ہو پھر یہ سے تو کبھی چل رہو
معلوم کا ہیکو ہو تمہارے خدا نہیں

کیا کہیں آتش ہجران سے گلی جاتی ہیں
کو ہر گوش کسو کا نہیں جی سے جاتا
یعنی مسدود ہے کچھ راہ وفا ورنہ ہم
بار حرمان و گل و داغ نہیں کبھی ساتھ
عبرت عشق میں تصویر سے رفتہ ہی ہے
پھر کو وقت جو کہنے ہیں انہوں سے یہ
یاد قد میں تیری آنکھوں سے بہیں چشمیں
دیکھیں بیشتر آوے ہے کیا عشق میں ہو

چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلی جاتی ہیں
آنسو موتی سے مرے منہ پہ ڈھلے جاتے ہیں
سب کہیں نامہ و پیغام چلے جاتے ہیں
شجر باغ وفا ہو لے پہلے جاتے ہیں
آئیے جاتی ہیں ہم بھی تو چلے جاتے ہیں
دل جلی جاتی ہیں جیا نہیں جاتے ہیں
گر کسو باغ میں ہم سر تو چلی جاتے ہیں
ہم بھی اس راہ میں سر گاڑی چلی جاتی ہیں

۲۲۴ ردیف میم

ردیف واو

لا میرے اور یا رب آج ایک خوش کمر کو	قدرت سے اسکی ولی کل پھیرو ادھر کو
بیٹھا تھی میں شب کی پوچھو نہ ضبط میرا	ہاتھوں میں لیکر کھا و انتوں تلے جگر کو
پھولا پھلا نہ تاہم ہر گز درخت خواہش	برسوں ہوئے کہ دون ہوں نہال اس شجر کو
ہے روزگار میرا ایسا جو کہ یارو	مشکل ہے فرق کرنا تا شام سے سحر کو
ہر چند ہی سخن کو تشبیہ در سے لیکن	باتیں مری سنو تو تم پھینک دو گہر کو
نزدیک ہے کہ جاویں ہم آپ سے اب او	ملتے ہیں دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

کب میر ابر ویسا برسا کو کر اندھیری
جیسا کہ روتے ہم نے دیکھا ہے چشم تر کو

نہ پہنچی آرسی کو رہ صبر ایا وردہ ہوگا تو	نہ گلچیں باغ حسن ظالم زرد ہو گا تو
یہ پیشہ عشق کا ہے خاک چھنوائیگا صحرا کے	ہزاروں ہیں بہو غا جون گل چمن پر دہ ہوگا
غبار او ٹھنے لگیگا تیری سن اہ رکھ طبیعت سے	بسان گرد با آخر بیابان گرد ہو گا تو
علاقہ دل کا لکھوائیگا دفتر ہاتھ سے تیرے	تجرد کی جو یہ ورزش علم سا فرد ہو گا تو

نہ اک دم صبح تک بھی آنکھ لگنی دیکھا دل جلتا
یہی پھر میر سا سر گرم آہ سرد ہو گا تو

نہ میرے باعث شور و فغاں ہو	ابھی کیا جانئے کیا سماں ہو
یہی مشہور عالم ہیں دو عالم	خدا جانے ملاپ اُسکے کہاں ہو
جہاں سجدہ میں ہمنے نقش کپ تھا	وہیں شاید کہ اس کا آستاں ہو
نہ ہووے وصف دو ابروں کا مجھسے	اگر ہر مو مرے تن پہ زباں ہو
جگر تو چھن گیا تیروں کے مارے	تمہاری کس طرح خاطر نشاں ہو
نہ دل سے جا خدا سے تجھکو سوگند	خدائی میں اگر ایسا مکاں ہو
تم اے نازک تناں ہو کیسب کے	تمنائے دل و آرام جاں ہو
یہی مطلب کہ اُسنے مار ڈالا	کہے کچھ کوئی گر جی کی اماں ہو

قطعہ

سنا ہے چاہ کا دعوا تمہارا	کہو جو کچھ کہ چاہو مہرباں ہو
کنارا یوں کیا جاتا نہیں پھر	اگر پائے محبت درمیاں ہو

ہوئے ہم پیر سو سکتے ہیں اب میر
تمہاری بات کیا ہے تم جواں ہو

مت سکیار سے دعوا مساوات کرو	اس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباتات کرو
صحبت آخر ہے بپا ار نکرو پھر افسوس	متصل ہو سکے تو ہمسے ملاقات کرو

۲۲۷

طول رکھتا ہے درد دل میرا | لکھنے بیٹھوں تو خط ترسل ہو
ہو جو مجھ بادہ کش کے عرس میں تو | جب کہ قلقل سے شیشے کی قل ہو
دیر رہنے کے جا نہیں یہ چمن | بوے گل ہو صفیر بلبل ہو
مجھ دوانے کی مت بلا زنجیر | کہیں ایسا نہو کہ پھر غل ہو

منکشف ہو رہا ہے حال میر
کاش ٹک یار کو تامل ہو

سب حال سے بیخبر ہیں ہاں تو | ہر چند وہ شہر ہے جہاں تو
اس تن پہ نثار کرتے لیکن | اپنے ہی نظر میں ہے جان تو
ہر باد ندے کہیں سراسر | رہتی تھیں شمع ساں زبان تو
کیا اسکے گئے ہے ذکر دل کا | ویران پڑا ہے یہ مکان تو
کیا کیا نہ عزیز خوار ہونگے | ہونے دو اسے ابے جوان تو
غنچے لگے منہ تمہارے لیکن | صحبت کا اسے سبب ہو وہاں تو
کیا اسے رکھیں امید بہبود | پھرتا ہے خراب آسمان تو
یہ طالع نارسا ہی جاگیں | سو جاوے ٹک اسکا پاسبان تو
مت تربت میر کو مٹاؤ | رہنے دو غریب کا نشان تو

زنہار اپنی آنکھ میں لاتا نہیں وہ صید
سر پر نہ دو سار جسکے جگر میں نہ تیر ہو

ہوتے ہیں میکدے ہی کی جوان شیخ جی کبہو
پھر درگذر یہ کرتے نہیں گو کہ پیر ہو

کسطرح آہ خاک مذلت سے میں اوٹھوں
افتادہ تر جو مجھسے مرا دستگیر ہو

حد سے زیادہ جور و ستم خوشنما نہیں
ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو

دم بھر ٹھہرتے دل میں نہیں تمکو ایک پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو

ایسا ہے اسکے گھر کو بھی آباد دیکھیو
جس خانمان خراب کا یہ دل مشیر ہو

قطعہ

تسکین ہوے کے واسطے ہر کم بغل کے پاس
انصاف کر کہ کب تئیں مخلص حقیر ہو

یکوقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ملایا بہت ہیں سب صید افگن سر بسر کن کو
گرافشان کیجیے جیون اپنے سر اسکی دامن کو

گئے وہ سابقی سارے خصوصیت ہے پیارے
کبہو در تک تو آ بارے ہمارے دل شکستہ کو

بجھی جاتی نہیں پیاس اب لگی گو خون پیوے مجھسے
بہت پی پی گیا ہوں ہجر میں اشک رنگیں کو

نہ لکھیں یار کو محضر ہمارے خون ناحق کا
دکھا دیوینگے ہم محشر میں اسکے دست رنگیں کو

تجھے حیرت نہیں دیکھی کوئی شکل پہلے سے
دکھایا ہمنے کیا چہرہ ترا صورت گر چین کو

جنبش بھی اسکی آگی ہو ٹھون کو ہتو گھیو
دو نفرون بھی مین سب کے ہوگا مکان ہوگا
نام خدا ستم مین تم نامور تو ہوے
زلف اور خال و خط کا سودا ہمین ہے چھپا
یاران رفتہ ایسے کیا دور تر گئے ہین
بازاری ساری وہ بھی کہتے ہین راز بیٹھے

یون اپنے طور پہ تم باتین بہت بنا لو
سن رکھو کان رکھ کر یہ بات بستی والو
پر ایک دو کو یون ہی لمد مارو ڈا لو
یار و بھی تو سر سے جلد اس بلا کو ٹالو
ٹک کر کے تیز گامی اس قافلے کو جا لو
جنکو ہمین کہا ہے تم منہ سے مت نکالو

یون رفتہ اور بھیجو کب تک رہا کروگے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئین سنبھالو

اتنا کہا ہے ہمسے تنے کبھو کہ آؤ
یہ چاند کسی ٹکڑے سے چھپتے نہین چھپائے
دو چار تیر یار و اس کی بھلی ہے دوری
ہو شرم آنکھ مین تو بہاری حجاز سے
اب آ گی ہو تو آؤ پھر لحظہ جی گھٹے ہے
تھی سحر یا نگہ تھی ہم آپکو تھے بھولے
بارے گئی سو گذری جی پھر پھر آ گئے ہین کیا

کاہیکو یون کھڑے ہو وحشی سے بیٹھ جاؤ
ہر چند اپنے منہ کو برقع مین تم چھپاؤ
تم کھینچ کھینچ مجکو اس پلے پر نہ لاؤ
مت کر کہ شوخ چشمی آشوب سا اٹھاؤ
پھر لطف کیا جو آکر دو ہا بھی تم بناؤ
اس جادوگر کو گویا پھر بھی تنک کہاؤ
آئندہ میر صاحب دل مت کہین لگاؤ

یار خصوصیت تو رہی اپنی اسکے ساتھ
آشفتہ ہو جو اس پریشان خراب حال

میرا کہو جو حال تو اس سے جدا کہو
دیکھو مجھے تو خبطی و دیوانہ سڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر سے
خط تمنے جو لکھا ہے کیا کیا لکھا کرو

رکھو گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو
جی میں ہمنے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو

قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا پیش سحاب
ایکدن تو ٹوٹ پڑ اے دیدۂ تر ہو سو ہو

بند میں ناز و نعم ہی کے رہے کیونکر فقیر
یہ فضولی ہے فقیری میں میسر ہو سو ہو

آگے کوچے سے ترے جاتا ہوں کعبے ان شب
تیرباران ہو کہ برسے تیغ یکسر ہو سو ہو

صاحبی کیسی جو تمکو بھی کوئی تم سا ملا
پھر تو خواری بیوقاری بندہ پرور ہو سو ہو

کب تلک فریاد کرتی یوں پھرین اب قصد ہے
داد لیجے اپنی اس ظالم سے اوڑ کر ہو سو ہو

بال تیرے سر کے آگے تو جیون کے ہیں بال
سر منڈا کر ہم بھی ہوتے ہیں قلندر ہو سو ہو

سختیاں دیکھیں تو ہمسے چند کھچواتا ہے عشق
دلکو ہمنے بھی کیا ہے اب تو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہیں مجھسے ہے تیرا اور غیروں کا لگاؤ
ہیں شریک اے میر ہم بھی تیرے بہتر ہو سو ہو

جون غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو
گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اٹھ چلا کرو

جی میں تو ہے کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر میں ہے یا نہو

ملتفت ہوتا نہیں ہے گاہ تو — کس قدر مغرور ہے اللہ تو
بے تجھ کتنی جان سے جاتی رہی — کس کی میت کے گیا ہمراہ تو
بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے — حال سے میرے نہیں آگاہ تو
اوسکے دل میں کام کرنا کام ہے — یوں فلک پر کیوں نجا ای آہ تو
فرش ہیں آنکھیں ہی تیری راہ میں — آہ ٹک تو دیکھ کر چل راہ تو
جی تلک تو منہ نہ موڑیں تجھسے ہم — گر جفا و جور خاطر خواہ تو
کاہش دل ہی وہ حیران کیوں نہوں — آنکھ میں آوے نہ دو دو ماہ تو
دل وہی کیا کی ہی یوں ہی چاہیے — ای زہی تو آفرین تو واہ تو

میر تو تو عاشقی میں کپ گیا
مت کسیکو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی ہی جو دل ملا مجھکو — محل شکر ہے آتا نہیں گلا مجھکو
تنک شراب ضعیف الدماغ ہو ساقی — دم سحر ہے پر زور مت پلا مجھکو
پڑا رہے کوئی مردا ساکب تلک خاموش — ہلا کہیں لب جان بخش کو جلا مجھکو

تا چند انتظار قیامت شتاب ہو
وہ چاند سا جو نکلے تو رفع حجاب ہو
احوال کی خرابی مری پہونچی اس حد تک
اس پر بہی وہ کہے ہی [illegible] خراب ہو
یان آنکہیں منتظر نہیں لگتی ہیں پہر بہ جان
میں کان کہو رکہتا ہوں تیری شتاب ہو
[illegible]

گلی میں اوسکی رہا جا کے جو کوئی سو رہا
وہی تو جاوے پہر وہان جب کسو کی آئی ہو

لب سوال نہ اک بوسے کو بہی کہولون
ہزار ہر د محبت میں ہنسوائی ہو

زمانہ یار نہیں اپنی بخت سے اتنا
کہ جسکی سے اوسے ایکدن لڑائی ہو

جفا و جور و ستم اوسکے آپ ہی سہنے
جو اپنے حوصلے میں کچہہ بہی اب سمائی ہو

ہزار موسم گل تو گئے اسیری میں
دکہائی دے پہر سوئی ہی یہ اب رہائی ہو

چمکتے دانتوں سے اوسکے ہوئی ہے روکش میر
عجب نہیں ہے کہ بجلی کی جگ ہنسائی ہو

ہوتی کچہہ عشق کی غیرت بہی اگر بلبل کو
صبح کی باو سے لگ لگنے نہ دیتے گل کو

مین نے سر اپنا دہنا تہا بہی اس شوخ نے جب
پگڑی کے پیچ سے باندہا تہا او ٹہا کاکل کو

مستی اون آنکہوں سے جہکی ہے اگر دیکہو خوب
خلق بدنام عبث کرتی ہے جام مل کو

جیسی ہوتی ہے کتاب ایک ورق بن ناقص
نسبت نام اسی طور ہی ہے سے گل کو

ایک قطرے ہی میں بل سارے نکل جاتی میر
پیچ اوس زلف کے دیتے تہی دکہا سنبل کو

اب اسیری سے بچیں تو دیکہیئے گلشن کہو
تہا ہمارا بہی چمن میں ای صبا مسکن کہو

ہم بہی اک امید پر اس صید گہ میں ہیں پڑے
کہتے ہیں آتا ہے ادہر سے وہ شکار افگن کہو

[illegible]

ردیف یائی ہو

[illegible]

۲۳۲

ردیف ہ

یاد جب آتی ہے وہ زلف سیاہ
سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتا ہے آہ

کھل گیا منہ اتنے اس محبوب کا
کچھ سخن کی بھی نکل آوے گی راہ

شرم کرتے تھے مرا سر کاٹ کر
سو توانی اور ٹیڑھی کی کلاہ

یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز
دیکھیے ہوتا ہے کیون کر یون نباہ

دین مین اوس کافر بے رحم کی
اجر اک رکھتا ہے خون بیگناہ

پتھرون سے سینہ کوبی مین نے کی
دلگی ماتم مین مری چھاتی ہے سراہ

مول لی چک مجکو آنکھین موند کر
دیکھ تو قیمت ہے میری یک نگاہ

لذت دنیا سے کیا بہرہ ہمین
پاس ہے زندگی ولی ہے ضعف باہ

روٹھ کر کیا آپسے ملنے مین لطف
ہووے گر وہ بھی تو کچھ تک عذر خواہ

ضبط بہتیرا ہی کرتے ہین ولے
آہ اک منہ سے نکل جاتی ہے گاہ

اوسکی رو کے رفتہ ہی آئین یان
آج سے تو کچھ نہین یہ جی کی چاہ

دیکھ رہتے دھو کر اوس رخسار کو
دایہ منہ دھوتی جو کہتے ماہ ماہ

شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو
واہ واہ اے بے حقیقت واہ واہ

ہمسے کیون الجھا کرے ہے ناسمجھ
کج طبیعت جو مخالف ہین سو جا سمجھ

ہندی کی وہ دل کو کوئی نہیں پہنچتا
کیا اوس سے ہی مجکو جنت سی جو نہ یان
ہم کا وہ کہ جگر ہی آگے تمہارے رکھا
ساقی ہوا نہ جنت ہمکو رہا ہمیشہ
منصور کی نظر تھی جو دار کی طرف سے

ہر ایک کی حقیقت یان ہی خدا رسیدہ
نکلا نہ میری دل سی یہ خار نا خلیدہ
پھر یا نصیب اس پر تم جو ہوئی کبیدہ
جون آفتاب ہم بھی کیسے رہی جریدہ
پہل وہ درخت لایا آخر سر بریدہ

ذوق سخن ہوا اگر اتنو بہت ہمین بھی
لکھ سینگے میرجی کی کچھ شعر چیدہ چیدہ

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ
وقت گر ہنس کر یا تھ دل پر رکھ
عشق مین ترک سر گئے ہی سب
ہوا گر چند آسمان پہ و سلے
سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر
جا نو یہ تو ہان آنکھون کا دیکھا

چاہ وہ ہی جو ہو نباہ کے ساتھ
جان جاتی رہی نہ آہ کے ساتھ
مشورت تو بھی کر کلاہ کی ساتھ
نسبت اوس مہ کو کیا ہی ماہ کی ساتھ
چشم اپنی تھی گرد راہ کی ساتھ
جی کھچے جاتی ہین نگاہ کے ساتھ

میر سے تم بری ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہی خیر خواہ کے ساتھ

پھرتی ہین اوسکی آنکھون تلے ہمیشہ
رہتا ہے آب دیدہ یان تا گلے ہمیشہ

تصدیع ایک دو دن ہووے تو کوئی کھینچے
ترطے ہی جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ

اک اس مغل بچہ کو وعدہ وفا نکرنا
کچھ جا کہین تو کرنا آرے چلے ہمیشہ

لب تک وفا کریگا یون حوصلہ ہمارا
درپیشی درد اکثر غم جی چلے ہمیشہ

اس جسم خاکی سے ہم مٹی مین اٹ رہے ہین
یون خاک مین کہانتک کوئی رلے ہمیشہ

آئندہ و روندہ بادِ سحر کبوتر
قاصد نیا ادہر کو کبتک چلے ہمیشہ

مسجد مین چل کے ملئے جمعے کے دن سنے تو
ہوتے ہین میر صاحب وان دن ڈہلے ہمیشہ

آوے کہنے مین رہا ہو غم سے گر احوال کچھ
جان بلب رہتی ہین پر کہتے نہین ہین حال کچھ

بے زری سے داغ ہین لیکن یہون پر مہر ہے
کہئے حاجت ہو لوگون سے جو ہووے نا ل کچھ

کام کو مشکل دل پر آرزو نے کر دیا
یاس کلی ہو چکی تو پھر نہین اشکال کچھ

دل ترا آیا کسو کے پیچ مین جو سدہ گئی
متصل کہر سے رہا کرتی ہین منہ پر بال کچھ

ماہ سے ماہی تلک اس داغ مین ہین مبتلا
کیا بلا ہے جان ہو میرا تمہارا حال کچھ

ایکدن کنج قفس مین ہم کہین رہ جائینگے
بیکلی گل بن بہت رہتی ہے اک سال کچھ

کیا اوس آتشباز کی لونڈی کا تماشا شوق ہے میر
یہ چلی ہے دیکھ کر اسکو تمہاری چال کچھ

ردیف یای

نہ ٹھہری ایک بھی جب تک بساط تن تھی کھون
کلیجا جل گیا ای چشم تیری نوشتابی سے

نکل آتی ہو گھر سے چاند سے یہ کیا طرح پکڑی
قیامت ہو رہیگی ایکدن اس بیحجابی سے

یہ جھگڑا اتنگ آ کر مین رکھا روز شمار اوپر
کرون کیا تم تو لڑنی لگتے ہو حرف شتابی سے

بہت رویا نوشتے پر مین اپنے دیکھہ قاصد کو
کہ سر ڈالی غریب آتا تہا خط کی جوابی سے

مبادا کاروان جاتا رہے تو صبح سوتا ہی
بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری بیخوابی سے

آنکھین نہین یان کھلتی اپنے سر کو نظر بھی ہے
سدہ اپنی نہین ہمکو کچہ تمکو خبر بھی ہے

گو شکل ہوائی کی سر چرخ تئین پہنچا
ای آہ شرر افشان کچہ تجہ مین اثر بھی ہے

اس منزل دلکش کو منزل نہ سمجھیے گا
خاطر مین رہے یان سے درپیش سفر بھی ہے

مجہ حال شکستہ کی تا چند یہ ہو قدری
کچہ کسر مین اب میر ای شوخ کسر بھی ہے

یہ کیا کہ چیتہ نوچے سے چاک کرے سینہ
گر عرض جو کچہ تجہ مین اے میر ہنر بھی ہے

دوری مین اسکی گور کنارے ہم آرہے
جی رات دن جنہون کی کہین اونہین کیا رہے

اوس آفتاب حسن کی ہم داغ شرم مین
ایسے ظہور پر بھی وہ منہ کو چھپا رہے

اب جسکی حسن خلق پہ بیہودہ ہین لوگ
اوس بیوفا سے ہم بھی بہت آشنا رہے

۲۳۶

کسکو لاگی کہ یہ ہو ہو مین ڈبایا اسکو
اوسکی شمشیر کی جدول بہی بہا کیا کیا کی

جان کے ساتھ ہی آخر مرض عشق گیا
جی بہلا تک نہوا ہمنے دوا کیا کیا کی

اون نے چھوڑی نہ طرف جور و جفا کی ہرگز
ہمنے یون اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی

سجدہ اک صبح تہ ہو در کا کرون اس خاطر
مین نے محراب مین آ تونکو دعا کیا کیا کی

آگ سی بہکتی ہی دن رات رہا کی تن مین
جان غمناک تری غم مین جلا کیا کیا کی

میر نے ہونٹون سے اسکے نہ اٹھایا جی کو
خلق اونکی تئین یہ سنکے کہا کیا کیا کی

کب تلک حوال یہ جب کوئی ترا نام لے
عاشق بیحال و دونون ہاتھ سے دل تہام لے

ناتوانی سے اگر مجھ مین نہین ہے جی تو کیا
عشق جو چاہے تو مردے سے بھی اپنا کام لے

پہلو سے عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے بجا
دل سے آفت ہو بغل مین جسکے کیا آرام لے

اب دل نالان پھر اوس لف سیہ مین جا پھنسا
آج یہ بیمار دیکھین کسطرح سے شام لے

شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے ای مست ناز
چاہتی ہے تو بھی میر ہاتھ سے اک جام لے

دل کی آسائش نہین امکان لف یار مین
یہ شکار مضطرب ہر دم نہ زیر دام لے

عزت اے پیر مغان کچہ چاہئے جیونکی ضرور
آخری ہین میر کے جنیہم جامہ احرام لے

کیا بلا مفتی کا تو نے ڈا سر چڑھایا ہاتھ اندر نون
ادھر ہے گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

بیٹھیں ہیں رہے گو تو دریا سی رواں جیسے میز
لاتی نہیں ہو مطلق سر تم خم خدا کے
کوئی تو ماہ پارہ اس سے بھی رواق میز
لگ کر گلے نہ سوئے اس منہ پہ منہ نہ رکھا
بیتابی ہجر دونوں کو بیخوابی ہے شبونکو
آفاق میں جو ہوتے اہل کرم جو سنتے
جل بجھئو اب تو بہتر مانند برق خاطف

جی جوش شور عشق سے تب ہم لگے کنارے
بے نام خنجر و یاں شہر میں ہیں ہم تمہارے
چشمک زنی میں شکوے بیٹھیں ہیں ہارے
جی سے گئے ہم آخر ان حسرتوں کے مارے
آرام و صبر دونوں مدت ہوئی سدھارے
ہم برسوں رعد آسا بیتاب ہو پکارے
جون ابر کسکے آگے دامن کوئی پسارے

ہمنے تو عاشقی میں کھویا ہے جان کو بھی
صدقے میں میر جی کی ڈھونڈھتے ہیں وارے

اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگی
حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہے
تلخ ابتدا ہے جی کو بھی لگتی ہے اس نمط
کسکو خبر ہے کشتی تباہوں کے حال کی
ایسے لگے ہے پھرتے ہیں بہت سا کی گردش
وہ بھی چمن فروز تو بلبل ہے ساتھ

کیا کیا نہال دیکھتے یاں پاؤں آ لگے
پھر پھر اس گلی کو تئیں گر ہوا لگے
جیسے کسو کے زخم پہ تیر اک دو آ لگے
تختہ نگر کنارے کو کوئی بہکی جا لگے
جانی دیا ایسے جور پہ بھی سی بلا لگے
گل ایسے منہ کے آگے بھلا کیا بھلا لگے

ہر کوئی اس مقام میں دس روز | اپنی نوبت بجائے جاتا ہے
کھل گئی بات تھی سو اک پر | تو وہی منہ چھپائے جاتا ہے
یان پلٹیں نکل گیا وان غیر | اپنی ٹکی لگائے جاتا ہے
روئے کیا دل و جگر کے تئیں | جی بھی یان تو پائے جاتا ہے
کیا کیا ہے فلک کا میں کہ مجھے | خاک ہی میں ملائے جاتا ہے
نہ جنہیں کچھ ہے انکے تئیں ہر گام | عرق شرم آئے جاتا ہے

قطعہ

جائے حیرت ہے خاکدان جہان | تو کہان منہ اوٹھائے جاتا ہے
دیکھ سیلاب اس بیابان کا | کیسا سر کو جھکائے جاتا ہے

وہ تو بگڑے سے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

کعبے میں جان بلب تھے ہم دوری بتان سے | آئے ہین پھر کے یارو اب کے خدا کے یان سے
تصویر کی سے طائر خاموش رہتے ہین ہم | جی کچھ اچٹ گیا ہے اب نالہ و فغان سے
جب کوندتی ہے بجلی تب جانب گلستان | رکھتے ہین چھیڑ میری خاشاک آشیان سے
کیا خوبی اوسکے منہ کی اے غنچے نقل کریے | تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے

چہپتا نہیں ہے دل پہ چہپا اسکی بس دگر نہ
ہم گوشون جہان مین گر ہر جہان تو ہوگا

جوش ہے عاجزون سے تو اکثر بلا کیا ہے
تو نے بدی بہی تو کی ہے ظالم بہلا کیا ہے

ہے منہ پہ میر کہ کیا گرد ملال تازہ
یہ خاک مین ہمیشہ یونہین رلا کیا ہے

کیا تن نازک ہے جان کو بہی حسد جس تن پہ ہے
کیا بدن کا رنگ ہے تہ جسکی پیراہن پہ ہے

گرد جب اٹہتی ہے اک حسرت سے رہ جاتی ہین دیکہہ
دشتیان دشت کی آنکہہ اس شکار افگن پہ ہے

کثرت پیکان سے میرے ہوگئی ہیبت ہزار
اب شرف دلکو ہمارے پارہ آہن پہ ہے

کیون یون اے ترک رعنا زینت فتراک تہا
خون سے گل کاری عجب اک تیرے دامن پہ ہے

سر کو ہلاتی نہین ہے ہمکو فرصت عشق سے
ہر دم اک تیغ جفا ہے تازہ یان گردن پہ ہے

تو جہہ کر مجہکو دکہلایا گہر دل فی زمان
شیون اب جو قوت بازو دلکا میرے شیون پہ ہے

ہو چکا رہنا مرا بستی مین آخر کب تلک
تا کہ شب سے قیامت شور مرد و زن پہ ہے

خرمن گل سے لگی ہین جو ری سے کو زانگو دیتے
تو بہورونی سے ہمارے رنگ اک گلشن پہ ہے

ویسی ہی پلکین الٹ دیتی ہین صف آنکہین
اب لڑائی ہند مین سب اس کے پلٹن پہ ہے

تو جو کہتا ہے کہ مین نے اس طرف دیکہا نہین
خون ناحق میر کا یہ کسکی گردن پہ ہے

قطعہ

مرد ہو تم بھی ہمکو صورت شہ آد کہا تہے — وقت آخر اچہا منہ کو چہپا کے بیٹھے

عزلت نشین ہوگے جب دل فراغ ہو گیا — بیٹھے کہ عاشقی مین ہم گھر جلا کے بیٹھے

جو کفر جانتے تھے عشق بتان کو وہی — مسجد کو آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے

شور متاع خوبی اس شوخ کا بلا تھا — بازاری سب دکانین اپنی بڑہا کے بیٹھے

کیا اپنی اور اسکی اب نقل کریں صحبت — مجلس سے اٹھ گیا وہ تک ہم جو آ کے بیٹھے

کیا جانے تیغ اسکی کب ہو بلند عاشق — یون چاہیے کہ سر کو ہردم جھکا کے بیٹھے

قطعہ

سو ہو گئی سحر پر جو بید دماغ اٹھے — مسند پہ ناز کی گو چہوری جگہ پا کے بیٹھے

کیا غم اوسے زمین پر بے برگ و ساز گو کہ — خار و خسک ہی کیون نہ ہو بچہا کے بیٹھے

وادی قیس سے پھر آگے نہ میر صاحب
مرشد کی ڈھیر پر ہی شاید کہ جا کے بیٹھے

جانے میں قتل گہ سے تیرا اختیار ہے — پر جا میں جو گئی ہین سو وہ پر غبار ہے

ہم آپ سے گئے سو آئے کہان سے گئے — مدت ہوئی کہ اپنا ہمین انتظار ہے

بس وعدۂ وصال سے کم دو مجھے فریب — آگے ہی مجھکو تیرا بہت اعتبار ہے

سر تا ہی او سے طائر قدسی نکر سکے — اوس ترک صید بند کا وہ تو شکار ہے

جیتے رہینگے کیونکر ہم اے طبیب نادان
بیمار ایسے تیسے مطلق دوا نہ پہونچے

لایق ترے نہین ہے خصمی غیر لیکن
وہ باز کیون کہ آوے جبتک سزا نہ پہونچے

ہر چند ہے خوبان سر سجدہ نہین مارے
پر اونکے دامنون تک دست دعا نہ پہونچے

بن آہ دل کا رکنا بہتا نہین ہمارا
کیا حال ہووے اوسکا جسکو ہوا نہ پہونچے

اپنے سخن کی اس سے کس طور راہ نکلی
خط اوس طرف نجاوے قاصد گیا نہ پہونچے

وہ میر شاہ خوبی ہے قدر دور اسکی
درویش بینوا کی اوس تک صدا نہ پہونچے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
گفتار اوسکی کبر سے رفتار ناز سے

یون کب ہمارے آنسو پچھین ہین کہ تو کوئی شوخ
دیکھا کبھو ادہر مژۂ نیم باز سے

خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ کہہ
سر شمع کا کٹے ہے زبان دراز سے

اب جا کسو درخت کے سایے مین بیٹھیے
اسطور بہر گئے کب تئین برگ و ساز سے

یہ کیا کہ دشمنون مین مجھے سان نے لگے
کرتے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے

مانند شمع ٹپکے ہے پڑتے ہین اتنے اشک
کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہین ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدے مین میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

کیا رنگ بود و باد ہے سب ہین گرم راہ — کیا ہے جو اس چمن مین ہی ایسی ہوا چلی

تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار — سنتی ہی کفک کی آگ دلون مین لگا چلی

فتنہ ہی اسی شہر مین برپا ہزار جا — تلوار اسکی چال ہے کیا ایک جا چلی

بے جور و جور کشش تھے کہان آگے عشق مین

تجھ سے جفا و مہر سے رسم وفا چلی

آہ رد کون جانی وا لگ کس طرح گھر کی تری — نگاہ ڈر دیوین کاش مجھکو بیچ مین در کی تری

لالہ و گل کیون نہ بہکی اپنی آنکھون مین لگین — دیکھنے والی ہین ہم تو رنگ احمر کی تری

دی پرو بالی ہوا بکی گو کہ بلبل تو ہے چپ — یاد ہین سبکی تئین وہ چہچہے پر کی تری

آج کا آیا تجھے کیا یاد ہے ہم حیران ہین — ڈھونڈھنے والی ہین الشوخ اکثر کی تری

دیکھ اسکو حیف کہا کر سب مجھے کہنے لگے — وا ہی تو گھر ہین یہی اطوار دلبر کی تری

تازہ تر ہوتی ہین گل سے بہی و نازکی نہال — صبح اٹھتے ہین بچھے جو پھول بستر کی تری

مشک عنبر طبلہ طبلہ کیون نہو کیا کام ہے — ہم دماغ آشفتہ ہین زلف معنبر کی تری

جیمین مے طاقت کہان جو ہجر مین سہلی زمین — اب ٹھہرتی ہی نہین ہین یاد کی کشور کی تری

داغ جیسے ہو چہ ہین بلبل کی دلبر کسکی ہین — یون تو اے گل ہین ہزارون شستار کی تری

کوئی آب زندگی پیتا ہی یہ زہر اب چھوڑ — خضر کو شتہ ہین سب مجروح خنجر کی تری

۲۴۴

قطعہ

ٹک ایک سب چل گیا لیکن یاں بلتی نہیں آنچ یا — سباداس آتشیں خو کو مخالف کچھ لگا دیوے

کوئی بہی میر ہو درویش سی یوں دور پہرتا ہر
ٹک اس درویش سی مل چل کہ تجھکو کچھ دعا دیوے

کیا خور ہو طرف یار کو روشن گہری کو — مانا ہو حضور اسکی چراغ سحری سے
سبزان چمن ہو وین برابر تری کیون کر — لگتا ہو تری سائی کو بہی ننگ پری سے
ہشیار کہ ہو راہ محبت کی خطرناک — مارے گئے ہیں لوگ بہت بیخبری سے
ایک آن ہیں عنائیاں تیری ہیں سو سو — کب عہدہ برائی ہوئی اس عشوہ گری سے
زنجیر تو پاؤن میں لگی رہنے ہمارے — کیا اور ہو سودا کو بہی آشفتہ سری سے
جب لب تری یاد آتی ہیں آنکھوں سے ہمارے — تب ٹکڑے نکلتے ہیں عقیق جگری سے

عشق آنکھوں کو مجھے پہر کیا میر چھپی ہے
پیدا ہی محبت تری مژگاں کی تری سے

کچھ کرو فکر مجہ دوانے کی — دہوم ہے پہر بہار آنے کی
دلکا اوس کنج لب سے دیں ہیں نشان — بات لگتی تو ہی ٹہکانے کی
وہ جو پہرتا ہو مجھسے دور ہی دور — ہے یہ تقریب جی کے جانے کی
تیر یو نہیں نہ تہی شب آتش شوق — تہی خبر گرم اوسکے آنے کی

کل کہتے ہین اس بستی مین مصحفی مشتاقانہ سو گر
تجہ سے کہا ہے جان کر دشمن سے بہی محبت رکہتے ہو

باریک وہ کمر ہے ایسی کہ بال کیا ہے
جہ بکلی ہے ایسی چاہت گلو نکی اتنی
پہونچا ہے ہم علاقہ اسے غیرتی کسے
آغاز تو یہ کچہ روز مین جہ سرم
پامال راہ اسکو کر اکیا عزیز دیکہے
وہ سیم تن ہوینگا تو لطف تن پرادہ سکی
سرگرم جلوہ او سکو دیکہ کر کوئی سو جائے

دل ہاتہہ سے جو اہو اسکا خیال کیا ہے
کیا جانے ہم صفیر و ثواب کی سال کیا ہے
کرنا معاشق اکیلی اتنا کمال کیا ہے
کیا جانے عاشقی کا یارو مآل کیا ہے
آئی ہے جب سمجہ مین گردونکی چال کیا ہے
سو بیچ کہہ دہو صدقہ اک جان و مال کیا ہے
طرز خرام کیا ہے حسن و جمال کیا ہے

قطعہ

مین بہنوا اجڑا تہا بوسے کو اون لبون کے
سب بہی لگ گئی جب ان نے کہا کہ کوئی

جرم صبا سے وہ گذروتال کیا ہے
پوچہو تو شاہ جی سے انکا سوال کیا ہے

گہر جب مین نہین ہو کہ منتظر کہین ہو
کچہ مصحفی تہارا ان روز ون حال کیا ہے

جیسے ابرو محرم عشق کب تک دل سے گئے
عید سی ہو جہا کر انجہ ان لگی جب تو سگئے

٢٢٥

تا رو چشم و بید باغی و اسطرح سب ہیں کج
کچھ کسو ہی طور کی گردش بھلا اپنے سر کی ہے

دیکھ گل کو تنک کہ ہر یک سر کچھ پا الٹا ہو رہا
اس سے پیدا ہو کہ عزت اس چمن میں زر کی ہے

کاٹتا ہوں میں تو تیر کز اپنی و نگہ چشم ہو
قشقہ یہ کیا مجھی تلوار کی کچھ ڈر سی ہے

اشک پر یہ جو چلی آتی ہے چشم زار سے
ہر نگہ کا تار یا تار رشتہ گوہر سے ہے

بادشہی میں گرا پاؤں میں جب تب تنکو میر
کیا تماشا ہے خانمان برباد کچھ تو گھر سے ہے

گلشن میں چمن پرانی بلبل تجھکا جیا دیکھ
سپاس اس کو کی کر جس نے کہ یہ ڈالی نوا دی ہے

نہیں تک کھینچ دیتے تم اپنی بزم میں ہمکو
مروت رسم تھی مدت کی سو تم نے اٹھا دی ہے

رہائی چنگل باز فلک سے ہو مشکل تھی
مرے پہ تیغ کی سے ہوائی چہرہ یاد ہی ہے

لگی ہیں اپنے قد سخن کر کہو اونچا دن میں
کہیں کیا اور ہی دل کو لگانے کی سنا دی ہے

ملیشیں سے بنگ اور جاوے تعلق سے جہان گہر ہو
دیا ہے دل الٰہی ہمکو یا کوئی بلا دی ہے

ور نگل اور بہشت ز ہیچ و اسی باغبان ست کر
اڑا لیتی ہے مٹی بھی صبا اک جو برباد ہی ہے

کوئی صورت نہیں اس گھر سے اپنے نکلنے کی
قیامت کی ہے جو چمن و آرسی تجھکو کھا دی ہے

مجھے منظور کیا ہے زلف و خال و خط خوبان کے
خدائی دیکھنے کی لت سے آنکھوں ہمکو لگا دی ہے

[illegible] عشق
سلیم الطبع کو تو یا نو لکھا ہر نقش یادی ہے

[illegible]

رہی خیال نہ کیون اسکو اپنی طلعت کا	اندہیر گہر کا ہمارے تو ہی اجالا ہے
دلون کو کھینچ لیتی ہے ہر ادا ایسی	طریق عشق بھی عالم سی کچھ نرالا ہے

ہزار بار گہری ہر میں مر میرے رہتی ہین
انہون نی زندگی کا عجب ڈہنگ نکالا ہے

مجے ہر دو وفا ہے وہ کیا رسم وفا جانی	—	الفت سی محبت سی دل بیٹھا کیا جانی
دل دے کر ہی جاتی کچھ چھنا ہی کے کو	—	اس راہ مین پیش آوے کیا مجکو خدا جانی
ہی مجھ رخ اپنا تو آنکھین ہین ہر ساعت	—	صورت ہی جو کچھ دل کی سو تیری بلا جانی
کچھ اسکی نہ ہی مٹھی اس باغ مین گذری ہی	—	جو زخم لگا تیغ جون غنچہ چھپا جانی
کیا سینے کی جی کو جس سے اڑا تا ہون		جب آنکر کوئی گہر کو اسطور لگا جانی
مین ہٹی بہی بیچا ئون دروازے کی اسکی تو		اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانی
رنجش مین بہی کہنا نا خالی نہین لذت سے		کیا جانی ہوس پیشہ چکہے تو مزا جانی
یون شہر مین بہتیری آزاردہ ہی ہین		تب جانیے جب کوئی اس ہی ستا جانی
کیا جانون رکہو روز یا دارد پیوستگی		کردار وہی اچہا ہو جسکو بہلا جانی

آگاہ نہین انسان ای میر نوشتے سے
کیا جانیے ہے ہر جو طالع کا لکہا جانی

شور بازار مین ہے یوسف کا
مجھکو بلبل ہزار سودا ہے
دل بین ہے کیا خیال و خطوط زدن
شخص عشق اوس مقام مین ایک ہے
شور ہے میری جنون کا جس جا ہے
[illegible]

وہ بھی آخر لگا تو پٹ جاوے
پڑے جیون پہ کہین نہ بٹ جاوے
دل صفوت مین تنہا ہے
نظر آئے نہ وے جدائی ہے
آج تک ہفتہ ایک پایا ہے
دل کھنچے جاتے ہین اور سبکی اور
سارے عالم کی یہ تمنا ہے
برسون رکھتا ہے دیدہ تر پیہ
پارٹ دامن کا سینہ دریا ہے

کوئی ہو دل کھنچے جاتے ہین ادہر — فضولی ہے تجسس یہ کہ کیا ہے
مرون مین اسمین یا رہ جاؤن جیتا — یہی شیوہ مرا اودہر وفا ہے
صبا اودہر گل ادہر سرو ادہر — اسکے باغ مین اب تو ہوا ہے
تماشا کردنی ہے داغ سینہ — یہ پہول اس تختے مین تازہ کہلا ہے
ہزارون ان نے ایسی کی ادائین — قیامت جیسے ایک اسکی ادا ہے
جگہ افسوس کی ہے بعد چندے — ابھی تو دل ہمارا بھی بچا ہے

قطعہ

جو چپکے ہون کو چپکے ہو کیون تم — کہو جو کچھ تمہارا مدعا ہے
سخن کریے تو ہووے حرف زن مین — بس اب منہ موند لی مین نے سنا ہے

قطعہ

کب اس بیگانہ خو کو سمجہے عالم — اگرچہ یار عالم آشنا ہے
نہ عالم مین ہے نے عالم سے باہر — یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

لگا مین گرد سر پہرنے تو بولا
تمہارا میر صاحب سر پہرا ہے

دیوانگی مین گاہ ہنسے گاہ رو چکے — وحشت بہت تہی طاقت تاب کہو چکے

[illegible]

[illegible]

جیکو بچار کہینگے تو جا بینگے عشق میں
ہر چند میر صاحب و قبلہ ہیں منکری

دل شتاب اس ستم سے عشق میں اوٹھایا چاہیے
ایکدن تہ کر بساط ناز جا یا چاہیے

یہ قیامت اور جی پر کل گئی یا جسے ہین
دل خس و خاشاک گلشن سے لگایا چاہیے

خانہ سازی میں جو ہے واعظ سو یہ خانہ خراب
زینت کی خاطر جسے مسجد کو ڈھایا چاہیے

کام کیا بال ہما سے چتر شہ سے کیا غرض
سر پر اک دیوار ہی کا اسکے سایا چاہیے

اتقا پر خانقہ والے بہت مغرور ہیں
مست ناز ادہر اوسے یکبار لایا چاہیے

کیا رعونت ہے کہ ہیں شیخ ہی کی ساگر کی روش
ابھی ہوتی ابکی موسم گل کا آیا چاہیے

یہ ستم تازہ کہ اپنی نا کسی پر کر نظر
جن سے بگڑا چاہیے اون سے بنایا چاہیے

جی نہیں رہتا ہے ٹک ناچار ہمکو اسکی راہ
گر چہ تو ضعف میں بھی رہ جایا چاہیے

گاہ بے تقریب بیہوش ہو گیا ہو پراگندہ گرد
تمکو ہم سے منہ بہر صورت چھپایا چاہیے

وہ بھی تو ٹک دست تیغ انکی جاتی قدر میر
زخم سارے ایکدن اسکو دکھایا چاہیے

عشق میں ذلت ہوئی خفت ہوئی تہمت ہوئی
آخر آخر جان دی یاروں نے یہ صحبت ہوئی

عکس اس بے دید کا تو متصل پیدا تھا صبح
دن چڑھے کیا جانوں آئینہ کی کیا صورت ہوئی

۲۲۹

[illegible]

چہوٹتی ہیں سدرہ پلکیں رونے کی — شکوون [illegible] کب رہا جو رہا چاہیے

جب تیغ زبان چہوٹے تب کا ہیکا صرفہ ہے — بے صرفہ کہیں جو کچہہ کہ کہا چاہیے

دل جانی ہے جون وقت شبنم فق کہا گلے — اب ہم تو چپکے یان ہے رہ تو جو رہا چاہیے

خط رسم زمانہ تہی ہتی بہی لکہا اسکو — تقدیر لکہی کیونکر عاشق جو لکہا چاہیے

رنگ گل بوی گل ہوتی ہین ہوا دونون — کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بہی چلا چاہیے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تہے لیکن
رہتا ہے ہوئی بن کب جو کچہہ ہوا چاہیے

آنکہہ پہیرون کو اسکی خاطر خواہ کیونکر دیکہیے — سو طرف جب دیکہیے کیجے نگہ تب اودہر دیکہیے

گرچہ زردی رنگ کی بہی ہے بری ہے و لے — منہ مراد دیکہو ہو کیا یہہ کوفت جی پر دیکہیے

ابکی گل ہم بہی پرون کے اور چشمک نے زنو — اور دل اپنا بہی جلتا ہے بہت پر دیکہیے

آتی ہو جب جان یان آنکہوں میں آہ ہتہی ہوو — دیکہیے ہمکو تو یون بیمار منتظر دیکہیے

اشک ہے سرخی ابہی سی ہے تو آگے ہے شیر — رنگ لاوی کیسے کیسے دیدۂ تر دیکہیے

دید و کعبے سے بہی ٹک جہپکی نہ چشم شوخ یار — شوق کی افراط سے تا چند گہر دیکہیے

پڑ رہے یون صید گہ کی کنج میں تو حسن کیا — عشق جب ہے تب گلی کو زیر خنجر دیکہیے

برسون گذری خاک ملتی منہ آئینہ کی طرح — کیا غضب ہے آنکہہ وہ سا کر تو یک بار دیکہیے

[illegible]

قطعہ

گھر سر گذشت آتی فرہاد کی نکالے — مجنون کا کاہر قصہ بیٹھا لکھا کرے ہے

اک آفت زمان ہے یہ میر عشق پیشہ
پردے ہی مین سارے مطلب اپنا ادا کرے ہے

یار بن تلخ زندگانے تھے — دوستے مدعی جانے تھے
سر سے اسکے ہوا گئے نہ کبھو — عمر برباد دیونے جانی تھے
لطف پر اسکے ہمنشین مت جا — کبھو ہم پر بھی مہربانے تھے
ہاتھ آتا جو تو تو کیا ہوتا — ہر سون تک ہنے خاک چھانی تھی
شب مین فائدہ تامل کا — سوچنا تب تھا جب جوانی تھی
میرے قصے سے سب کی نیندین — کچھ عجب طور کی کہانی تھی
عاشقی جی ہی لے گئی آخر — یہ بلا کوئی ناگہانی تھی
اوس رخ آتشین کی شرم سے رات — شمع مجلس مین پانی پانی تھی
پھر سخن مثنوی ہے ویسے ہے — رات ایک آدہ بات مانی تھی
کوئی قاتل سے بچ کے نکلا خضر — اسی مین اسکی زندگانی تھے
فقر پر بھی تا میر کے اک ننگ — کفنی پہنے سو زعفرانے تھے

۲۵۱

[illegible]

مشتاق ہم ہوئے ایسے سو ہم ہی ہیں بے پروا
جب اس طرف سے نکلے تب منہ کو اپنے ڈھانکے

ہے پر غبار عالم جانا ہے یاں سے اچھا
اس کدان میں رہ کر کیا کوئی خاک چھانکے

گل باغ میں گئے تھے رو کی چمن میں ہم
کچھ سرو میں بھی پائی انداز اس چھب انکے

جانان کی رہ سے آنکھیں جس پس کو لگ تکتی
رفتہ ہیں لوگ سارے یاں پانو کی نشانکے

خمیازہ کش رہی ہی اے میر شوق سے تو
سینے کے زخم کی کہہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

برسوں ہوئے گئے ہو کی اس مہ کو بام سے
کاہش مجھے جو ہے وہی ہوتی ہے شام سے

تڑپے اسیر ہو کی جو ہم یک اٹھا غبار
سوجھا نا ہمکو دیر تلک چشم دام سے

دنبال ہر نگاہ ہے صد کاروان اشک
برسے ہے ابر چشم بڑی دھوم دھام سے

محو اس دہان تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو
رہتا ہے ہمکو عشق میں کام اپنے کام سے

یوسف کی پیچھے خوار زلیخا عبث ہوئی
کب صاحبی رہی ہے مل ایسے غلام سے

لڑکے ہزار دن جو لیے پھرتے ہیں ساتھ
مجنون پھرا ہے کاہیکو اس ازدحام سے

وہ ناز سے چلا کہیں تو حشر ہو چکے
پھر بحث آپڑیگی اسکے خرام سے

جھک جھک سلام کرنے سے سرگشتگی ہوئی اور
ہو بیٹھے نا امید جواب سلام سے

وے دن گئے کہ انکو بکا جا معاش تھے
آتا ہے اب تو ننگ اسی میر نام سے

تیری ہی چرخ نیلے پہ انجم کی چشم شوخ	اس قصر مین لگا جو ہے کیا لاجورد ہے

کیسے جدا ہوئے ہین کہ ایسے ہین درد مند
منہ میر جی کا آج نہایت سے زرد ہے

وہ کہان ہوم جو دیکھے گئے چشم تر سے	ابر کیا کیا اوٹھے ہنگامی سی کیا کیا برسے
ہو برافروختہ وہ بت جو ہی اودھر سے	آگ نکلی ہے تماشے کہ نہین پتھر سے
صبح کچھ اچھا نہین برہم زدن مژگانکا	کاٹ ڈالیگا گلا اپنا کوئی خنجر سے
تھا نوشتے مین کہ یون ہو کے کسو مرنا ہین	استخوان تن پہ نمودار ہین سب مسطر سے
یون تو آگے سخن کی بات ہم ہی تبان کہتے ہین	بات کو طول نہین دیتے خدا کی ڈر سے
سیر کرنے جو چلے ہی کہو وہ فتنہ خرام	شہر مین شور قیامت اٹھی ہی ہر گھر سے
عشق کی کوچہ مین پھر پاؤن نہ ہین کرنی کو ہم	ابکی ٹل جاتی ہے کلون یہ اگر سر سے
مہر کی اسسے توقع غلطے اپنے تھے	کہین دلداری ہوئی بھی ہے کسو دلبر سے
کوچہ یار ہے کیا طرفہ بلا خیز مقام	آتے ہین فتنہ و آشوب چلی اودھر سے

ساتھ سونا جو گیا اوسکا بہت دل تڑپا
برسون پھر میر یہ پہلو نہ لگی بستر سے

مراد اپنی پیر مرشد ہے مجھے ہے اعتقاد اسکا	فراموش آہ کیونکر یا محبت مین ہو یاد اسکا

چشمین کہین ہین چہرہ نما ہو کہین ہین چار کر
آثار اب تلک ہین یارون کی چشم تر کی

رہبی کی اپنی جا تو فی دیر ہے نہ کعبہ
اوٹھی جا اوسکی در سی تو ہو جی کیدہر کی

اس شعر و شاعری پر اچھی سند ہی نہ ہمسی
محو خیال شاعر یون ہی ہین اوس کمر کے

دنیا مین ہے بسیرا یارو سرای کا سا
یہ رہروان ہستی عازم ہین سب سفر کے

دیکھی ہی ہی چھاتیان ہین نخچو نسی جو ہر ہین
کیا ہی جو بوالہوس نی دو چار کہائی چرکے

تہ بیخودی کی اپنی کیا کچھ ورسی ہری ہی
ہم بیخبر ہوئی ہین پوچھے کسو خبر کے

اس آستان کی دوری سو صبح لگی تا صبح کو
کیا کہیے آہ غمسے گھر کی ہوئی نہ در کے

خاک ایسے عاشقی مین سکدای بھی گئی گل
پاؤن تھکی سی اوسکی پر میر جی نہ سر کے

ہم نہ کہتے تھے رہیگا ہم مین کیا ایسے گئے
سو یہی بات آئی وے آ پاس سے جانسی گئے

کیا نجود رہنا ہمارا کچھ رکہی ہے اعتبار
آپ مین آئی کہیلو ہم تو یہانسی گئے

جب تلک ہنسا بناو لتنگ غنچے سی ہے
دیکھیے کیا گل کہلیگا اب گلستانسے گئے

کیا غزالون ہے کو ہم بن وحشت بسیار ہے
کوہ بھی لا آن ہی جب ہم بیابان سی گئے

لائی آفت خانقاہ و مسجد او پیدہ نگاہ
صوفیان دین سی گئی سب شیخ لا آن سی گئے

دور کر خط کو کیا چہرہ کتابی اپنی صاف
اب قیامت ہی کہ سارے حرف قرآنسے گئے

[illegible]

شمشیر ستمگر کی وکیہی جی اوسمیں جا رہی ہے
دامن کے پاٹ سارے تختے ہوئی چمن کے
لوہو نہ کیون لاوی اونکا گداز ہونا
ہر دم جراحت آسا کب تھی تھے ٹپکتے
آزاسدہ دلونکا جیسا کہ تو ہے ظالم
ہو جاے کیون نہ دو نیم باغِ زمانہ ہم پہ
دیوار سے پٹک سر مین جو موا تو بولا

اوس دل فروز کی بہی رخسار ایسے ہی تھے
بس ہی سر شکِ خونین ورکار ایسے ہی تھے
یہی دل جگر ہمارے غمخوار ایسے ہی تھے
یہی دیدۂ نمین کیا خونبار ایسے ہی تھے
اگلے زمانے مین بہی کیا یار ایسے ہی تھے
ہم بہ حقیقتونکی کردار ایسے ہی تھے
کچہہ اس ستمزدہ کی آثار ایسے ہی تھے

اک حرف کا بہی اون کو دفتر ہی کر دکہانا
کیا کہیے میرؔ جی کی بستار ایسے ہی تھے

کبہو میرؔ اوس طرف آکر جو چہاتی کوٹ جاتا ہے
خرابی دلکی کیا انبوہ درد و غم سے پوچہو ہو
شکست اوس سنگ آئی بیخودی عشق مین دل پر
نہ یون ہو وے کہ او ٹہہ جاؤن ہے افسوس کچہ جاتا ہے

خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے
وہی حالت ہے جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہے
نشے مین مست ہے جیسے کہ شیشہ پھوٹ جاتا ہے
جب ایسا طایرِ خوش لہجہ بہنس کر چہوٹ جاتا ہے

نہیں کچہہ عقل مین آتا کہ دیوانا سا میرؔ ادہر
کبہو آتا جو ہے کیدہر کو مارے روٹ جاتا ہے

[illegible]

[illegible]

وہ گھتی تھی جیسا گھرابی تو اس گلی مین سے پکار
چپکے چپکے میر جی تم اوٹھ کے پھر کیدھر چلے

غیرت سے دیکھیے جس جا بیابان کو گھر بنی ہے
پردے مین چشم ڈھکنے دیوار کو بنی ہے

ہین دل گداز جنگلی کچھ چیزال سے ہین
ہوتی ہین ملتفت تو پھر خاک رہنی ہے

شب جوش غم سے جس دم لگتا ہے دل تڑپنے
ہر زخم سینہ اس دم یک چشم تر بنی ہے

یان ہر گھڑی ہماری عبرت نگہ پھپکی
چہرہ ہو وہان تو نکلا وو پھر بنی ہے

نک کرکے صاف طینت نکلی ہے بحر جو ہو
پانی کھرہ جو ہووے تو پھر گہر بنی ہے

ہے شعبدہ کی فن مین کیا دست ملکشو
زاہد انہون مین جاکر آدمی خر بنی ہے

نکلے ہے صبح ہی یہان صندل ملی جبین کو
عالم مین کام کسکا بی درد سر بنی ہے

سارے کہو نکی اے دل ہو جائیگی ملاقے
صحبت ہماری وسکی ٹک بی اگر بنی ہے

ہر یک سے وہ جدا ہے سارے زمانے کا
بنتے ہے جس کسو کی یک طور پر بنی ہے

بہ سون لگی رہی ہین جب پھر وکنہ آنکھین
تب کعبی ہمسا صاحب صاحب نظر بنی ہے

یاران دیر و کعبہ دونو بلا رہے ہین
اب دیکھین میر اپنا جانا کدھر بنی ہے

یک عمر دیدہ ہاے ستمدیدہ تر رہے ہے
آخر کو پھوٹ پھوٹ بہتی ہین گھر گئے ہے

بو کبھی کمہلا جاتی ہو نزاکت ہای رے — ہاتھ لگتے میلی ہوتی ہو لطافت ہای رے

یار بی پروا و مغرور اور مین بی اختیار — پیش کچھ جاتی نہین منت سماجت ہای رے

سخت کھینچے کوہکن و قیس نے رنج و تعب — کیا گئی ہر باد ان یارون کی محنت ہای رے

شور اوٹھتا ہی جو ہوتی جلوہ گر ہو نازکے — کیچہا قد کا بلا آفت قیامت ہای رے

خانقہ والی سمجھتے تہا نہین الفت مجاز — کیسے کیسون کی گئی ہی مفت عزت ہای رے

عشق مین افسوس سا افسوس اپنا کر چکے — زیر لب کہتے رہی ہم ایک مدت ہای رے

رہ بچھنے ہی کی ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ واری چشم و ابرو قد و قامت ہای رے

رشتہ کیا ٹہیرے گا جیسی کہ یہ نازک ہے — چاک دل پلکون سے مت سے کہ رفو نازک ہے

شاخ گل کا ہی کیا اس لطف سے لچکے ہے کہین — لاگ والا کوئی دیکھی تجہے تو نازک ہے

چشم انصاف سے ہر قطع کو او سانکہ ہو سی — گل کی منہ سے تو گئی پردہ وہ تو نازک ہے

لطف کیا ہو جو تمہین نقش حصیر در رو — بوریاپوشون سے پوچھو تو یہ تو نازک ہے

بیر سے کہتا ہے تو آتا ہی نظر یا نکا رنگ — کسقدر رہا ہے وہ حلقہ گلو نازک ہے

گل سمجھ کر نہ کہین ہاتھ لگی کیو — بلبل و سال الہ خوش رنگ کی تو نازک ہے

رکھی تا چند خیال اس سر شیر کا میر — دل تو کا پا ہی کرے ہے کہ سبو نازک ہے

ہین پاؤن اسکی نازک گل برگ سی بیجا ہے
یون خاک منہ پہ مل کر کبتک پہرا کرو نہین
اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سنا وے
ترک بتان کا مجہسے لینے ہین قبول نہین
عاشق کو مر کی ہی بنتی ہے عاشقی مین

عاشق جو رہگذر مین انکہوتین چہپا وے
یارب زمین پہٹے تو یہہ روسیہ سما وے
تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یان لگا وے
کیا ان سی ہاتہ اوٹہا وین گو سر مین جان بجا وے
کیا جان جسکی خاطر شرمندگی اوٹہا وے

جی مین بگڑ رہا ہے تب میر چپ ہے بیٹہا
چہیڑو ابہی تو کیا کیا باتین بنا کے لا وے

تجہہ کنے بیٹہے گہٹا جاتا ہے سے جے
یون تو مردی سے پڑے رہتے ہین ہم
ہاے اسکی شربتی لب سے جدا
اٹکے اوسکی راہ مین جو ہو سو ہو
کیا کہین بستے کہ اوس شعلہ بغیر
عشق آدم مین نہین کچہہ چہوڑتا
اوٹہہ چلے پر اوسکے غش کرتی ہین ہم
آہ نہین پہرتا وہ مرتے وقت بہے

کاہشین کیا کیا اوٹہا جاتا ہے جی
پر وہ آتا ہے تو آجاتا ہے جی
کچہہ تبا سا گہلا جاتا ہے جی
یاد بہی آتا ہے یا جاتا ہے جی
جی ہمارا کچہہ جلا جاتا ہے جی
ہولے ہولے کوئی کہا جاتا ہے جی
لینے ساتہہ اوسکی چلا جاتا ہے جی
حیف ہے اس مین رہا جاتا ہے جی

چھوٹے یہان جو سسکی پہر آنکہین وہین چپکین
جیب پیرہن گل بہی اس نعرے سے چاک جاوے

ہے میر عجب کوئی درویش برشتہ دل
بات اسکی سنو تم چہاتی بہی پہلس جاوے

میر دریا ہے سنیے شعر زبانی اوسکی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اوسکے

خاطر بادیہ سی دیر مین جاویگی کہین
خاک مانند بگولی کی اڑانی اوسکے

ایک ہی عہد مین اپنی وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھون مین نہ آیا کوئی ثانی اوسکے

منہ تو پوچھا رکا دیکھا ہے بہ سستی سے
اسی انداز سے تہی اشک فشانی اوسکے

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تہا
پر ملی خاک مین کیا سحر بیانی اوسکے

کہر کی تعویذ رکہین اوسکو بہت باقی ہے
وہ نظر پاؤن پہ وہ بات دوانی اوسکے

اوسکا یہ عجز تمہارا یہ غرور خوبی
منتین اوسنی بہت کین پہ نمانی اوسکے

کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پہ ای رشک بہار
رقعہ واریں ہیں بے اوراق خزانی اوسکے

سرگذشت اپنی کس اندوہ سے سب کہتا تہا
سو گئے تم نہ سنے آہ کہانی اوسکے

مرثیے دل کے کئی کہکے دیئے لوگون کو
شہر دلی مین ہی سب پاس نشانی اوسکے

میان سے نکلے ہی پڑتی تہی تمہاری تلوا
کیا عوض چاہ کا تہا خصمئی جانی اوسکے

آبلے کی سی طرح ٹہیس لگی پہوٹ بہی
درد مندی مین گئے ساری جوانی اوسکے

ٹک گریبان مین سر کو ڈال کر دیکھ
دل بھی دامن وسیع صحرا ہے

دلکشی اوسکے قد کی سے معلوم
سرو بھی یون جوان رعنا ہے

دست و پا گم کیے ہین تو نے میر
تیری بیطاقتی سے پیدا ہے

وہی سوزش ہوئی پھر اب تک ساتھ یان میرے
ہما کی آشیانی مین جلے ہین استخوان میرے

عزیزان غم مین اپنے یوسف گم گشتہ کی ہر دم
چلے جاتے ہین آنسو کاروان در کاروان میرے

تمہاری دشمنی ہم سے دوستون سے لا نہایت ہے
وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہربان میرے

لب لہجہ غزلخوانی کا کسکو آج کل ایسا
گذری پھر کو ہوئی مرغ چمن ہمداستان میرے

نظر مت کر سپہر کر کہ آنسو یہان باہر ہو
ہوئی پرواز کی قابل پر ٹوٹی سر جہان میرے

کہانتک سر کو دیوار سے یون مارا کرے کوئی
کبھو تمھیں اس پیشانی نصیب کمان ہے

مجھے پامال کر یکسان کیا ہی خاک سے تو بھی
وہی ہے تا ہی صبح و شام و پی آسمان میرے

خزان کی باد صرصر مین گلشن کو تطاول تھا
تبرک ہو گئی یکدست خار آشیان میرے

کہا مین شوق مین طفلان تہ بازار کی کیا کیا
سخن مشتاق ہین اب شہر کی پیر و جوان میرے

زمین سر سبز اوسکے کبک کی رفتار رنگین سے
خرامان ناز سے ہو تو بھی ای سرو روان میرے

سخن کیا میر کر گئے حسرت و اندوہ حیران ہے

جیسے دیکھا اوسکو ہنستے جی ڈہہا جاتا ہے میر
اس خرابی کی یہ چشم روسیہ پانی ہوئے ؎

جنون کا عبث میرے مذکور ہے	جوانی دوانی ہے مشہور ہے
کہو چشم خونبار کو چشم نم	خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے
فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہہ	کہ منہ سے تری نسبت دور ہے
گدا شاہ دونوں ہین دل باختہ	عجب عشق بازی کا دستور ہے
قیامت ہی ہوگا جو رفع حجاب	نہ بے مصلحت یار مستور ہے
ہم اب ناتوانون کو مرنا ہے صرف	نہین وہ کہ جینا بہ منظور ہے
ستم مین ہماری قسم تجہ سے نہین	کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے
نیاز اپنا جس مرتبے مین ہے یان	اسی مرتبے مین وہ مغرور ہے
ہوا حال بندے کا گو کچہ خراب	خدائے الٰہی اسکے معمور ہے

گیا شاید اوس شمع رو کا خیال
کہ اب میر کے منہ پہ کچھ نور ہے ؎

آج کچھ بیحجاب ہے وہ بھی	کیا ہے مست شراب ہی وہ بھی
مین ہی جلتا نہین جدا اول ہے	دور مجھسے کباب ہے وہ بھی

کیا جانئے چشم تر سے اودھر دل پہ کیا ہوا
کسکو خبر ہے میر سمندر کی پار کے

جب نسیم سحر ادھر جا ہے — ایک سناٹا گذر جا ہے
کیا اس آئینہ رو کے کہئے ہاے — وہ زبان کرکے پھر مکر جا ہے
جب سے سمجھا کہ ہم چہلا گو ہین — حال پہ سے ٹک آکے کر جا ہے
وہ کھلے بال سو دے ہے شاید — رات کو جی مرا بکھر جا ہے
دور اگرچہ گیا ہون مین جی سے — کب وطن میرے یہ خبر جا ہے
وہ اگر چت چڑہا رہا ایسا — آج کل جی سے مہ اتر جا ہے

جسکے نین میر مین نہو تند
بات کہتے لبے وہ مر جا ہے

دزدیدہ نگہہ کرنا پھر آنکھ ملانا بھی — اس لوٹتے دامن کو پاس آکے اٹھانا ہے
پا مارے عاشق کو منظور رکھی جانا — پھر چال کد ہب چلنا ٹھوکر نہ لگانا ہے
ہر صبح کو اٹھا دیتا پر آدہی بہی جپہر کے — کیا منہ کو چھپانا بھی کچھ جھجکے دکھانا بھی
دیکھ آنکھیں مری نیچے اک نارتہ پھر بھی — ظاہر مین ستانا بھی پر چھپین جتانا بھی
صحبت ہے ہیجی ہے جانکو آسایش — ساتھ آن کی سونا بھی پر منہ کو چھپانا ہے

۲۶۲

۲۶۳

اس تنگنا ے دہر مین تنگی نفس نے کی	ہون صبح ایکدم ہی رہے ہم جو یان رہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اوٹھے
حیرت ہے میر اپنے تئین ہم کہان رہے

کیا حال بیان کرین عجب طرح پڑی ہے	وہ طبع تو نازک ہے کہانی یہ بڑی ہے
کیا فکر کرون مین کہ ٹلی آگی سی گردون	یہہ گاڑی مری راہ مین بیڈول اڑی ہے
ہے چشمک انجم طرف اس مہ کی اشارا	دیکھو تو مری آنکھہ کہان جا کی لڑی ہے
کیا اپنی شرر ریزی کہین پلکون کی صف کی	ہم جانتے ہین ہم پہ جو یہ بارہہ جھڑی ہے
وے دن گئے جو پہرون لگی رہتی تہین آنکھین	اب یان ہمین مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے
ایسا ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے	اک خواہش دل ساتھ مرے جیتے گڑی ہے
کیا نقش مین مجنون کی ہے گرفتگی عشق	لیلے کی بہی تصویر تو حیران کھڑی ہے
جاتی ہین چلے متصل آنسو جو ہماری	ہر تار نگہ آنکھون مین موتی کی لڑی ہے
کھینچا ہے نہین ہمسے قد خم شدہ ہرگز	یہ سست کمان ہاتھ سے اب کتنی کڑی ہے
گل کہاتی ہین افراط سے مے عشق مین آنکھین	اب ہاتہ مرا دیکھو تو ہونی کی جھڑی ہے

وہ زلف نہین منعکس دیدۂ تر میر
اس بحر مین اشعار سے زنجیر پڑی ہے

نہ بہا ئین تجھے میری باتین وگرنہ
رہی نہ ہوم تہہ ونمین اس گفتگو نے

رقیبون سے سر جوڑ بیٹھو ہو کیون کر
ہمین تو نہین دیتے ٹک پاؤن چھونے

پہر اس سال سے پہول سونگھا نہ مین نے
دوانا کیا تہا مجھے تیری بو نے

دیا وانگر نا تہا مشفق ہمارا
جراحت جگر کے لگے دکھنے دونے

کٹر بابا کسو کو کہپایا کسو کو
برائی ہی کے سب ہے اوس عربدہ جو نے

وہ کسرا کہ ہے شور جسکا جہانمین
پڑین ہینگے اسکے محل آج سونے

تری چال ٹیڑہی تری بات روکہی
تجھے میر سمجھا ہے یان کم کسو نے

پچہ بازی سے چرخ گردان کے
سر ہمارے ہین گوے میدان کے

جی گیا اوسکے تیر کے ہمراہ
تہے تواضع ضرور مہمان کے

ہین یہ مژگان و ابرو خنجر و تیغ
ترچہی پلکین ترے بہوین بانکے

پہوڑ ڈالینگے سر ہی اوس در پر
منت اوٹھتے نہین ہے دربان کی

سپہر دامن سے گفتگو کرسے
بات بگڑی لب گریبان کے

اوس بت شوخ کی ہی طینت مین
دشمنی میرے دین و ایمان کے

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میر انسان کی

ڈوبنے سے شکستگی دل کے | کیا عمارت غمون نے ڈھائی ہے

ہے تقنع کہ لعل ہین وے لب | یعنی اکیبات سے بنائی ہے

ویسے نزدیک اور اشنا دور ہ | کسے اوسکو کچہ آشنائی ہے

بیستون کیا ہے کوہکن کیسا | عشق کی زور آزمائی ہے

جس مرض مین کہ جان جاتی ہے | دلبرون ہی کی وہ جدائی ہے

یان ہوئے خاک سے برابر ہم | وہان وہے ناز خود نمائی ہے

ایسا موتی ہے زندہ جاوید | رفتۂ یار تھا جب آئی ہے

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میر
کیا دوانے نے موت پائی ہے

سیر کی ہمنے ہر کہین پیارے | پہر جو دیکہا تو کچہ نہین پیارے

خشک سال وفا مین ایک مدت | پلکین لوہو مین تر رہین پیارے

یک نظر دیکہنے کی حسرت مین | آنکہین تو پانی ہو بہین پیارے

پہنچے ہے ضعف سے یہ اب حالت | جہان پہنچا رہتا وہین پیارے

تجہہ گلے مین رہے ہے میر مگر
دیکہین ہین جب نہ تب نہین پیارے

کب ہیں میر ملک داروں سے
وہ گدائی کہ شہ ولایت ہے

مطرب سے غزل میر کی کل ہمین پڑھائے
اس مطلع جانسوز نے آ او سکے لبون تک
خاطر کی علاقی کی سبب جان کہیائی
گو اوس رخ مہتابی سے وان چاندنی چہٹکی
ہر بحر مین اشعار کہے عمر کو کہویا
بہٹیرین بلبلین اوس آبروی گلعذار کی ہلتے
دل اور جگر جل کے مرے دونوں ہوئی خاک
قاصد کی تصنع نے کیا دل کے تئین داغ
چہکی ہی مری آنکہہ لب لعل تبان سے
مین دیر پہونچ کے نہ کیا قصد حرم پہر
فریاد نہین نکلون ہے گلزار مین ہر صبح
مجلس مین مری ہوتی رہا کرتی ہو چہکے
گردش مین ہمین ہیں مہر و ستارے

اللہ رے اثر شب کے تئین رفتگی آئی
کیا کہیے کہ کیا صوفیون کی حیاتی جلائی
اس دل کو دم کہنے سے عجب کوفت اٹہائی
یان رنگ شکستہ سے بہی چہٹتی ہے ہوائی
اس گوہر نایاب کی کچہہ بات بنائی
لاکہون ہین وصل و باش نے تلوار چلائی
کیا پوچہتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی
بیتاب مجہے دیکہہ کی کچہہ بات بنائی
اس کے تئین جانتی ہے ساری خدائی
اپنی سے جرس نے کی بہت ہرزہ درائی
بلبل نے مری طرز سخن صاف اوڑائی
یہ بات مری ضد سے تمہین کن نے بتائی
دن رات ہمین رہتی ہے یہ چشم نمائی

کب چہپا رہتا ہے یہ چہپا نظر آتا ہے
بہیٹرین عشق چاہی ہین کو اوس ابرو کی
سیکڑوں مین سے وہ تلوار چلا نظر آتا ہے
جی سمجہتا ہے جو اوس بت مین ہی وہ ہے
ہے کہین نام کہین شان ہم مین کہ ہم سے ادا نظر آتا ہے
شعور و ہر طالعے گہاکی طور بیان نظر آتا ہے
ابر سے خالی نہین عشق مین مارے جانا

۳۶۶

دیوان میر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان سوم

[illegible] نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا

اوس کے سر دل کی خرابی ہوئی اے عشق دریغ
تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

ضبط تھا جب تئیں چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر
اشک نے بہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

انتہا شوق کی دل کی جو صبا سے پوچھے
اک کف خاک کو لی اُن نے پریشان کیا

مجھکو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

دین و دل کا عمل آسان ناتوان میں لے گیا
یا محبت کہ گئے یہ بار گران میں لے گیا

دل اگر کہتا ہوں تو کہتا ہے وہ یہ دل ہے کیا
ایسے نادان فہم لوگوں کا حاصل ہے کیا

جاننا باطل کسو کو یہ قصور فہم ہے
حق اگر سمجھو تو سب کچھ حق ہے یان باطل ہے کیا

یان کوئی دن قصد رخصت کر کے قصد آگے کا کر
کاروان گاہ جہان رفتنی منزل ہے کیا

تک رہے ہیں اوسکو سو ہم تک رہے ہیں ایک ہی
دیدۂ حیران ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا

وہ حقیقت ایک ہے ساری نہیں ہے سب تو پھر
آپ سا ہر رنگ میں ہے اور کچھ شامل ہے کیا

جوش میرے دل میں ایسا ہے کہ ہوں نہیں ہم بخود
وہ کشندہ یہ نہیں کہتا ہے کہ تو گھایل ہے کیا

کہتے ہیں ظاہر ہے ایک ہی لیلی ہفت اقلیم میں
اس عبارت کا نہیں معلوم کچھ محمل ہے کیا

ہم تو سو سو بار مرتے ہیں ایک ایک آن میں
عشق میں اوسکے گذرنا جان سے مشکل ہے کیا

شاخ پر گل یا نہال اودھر جھکی جاتی ہیں سب
قامت دلکش کا اسکی سرو بھی مائل ہے کیا

مرثیہ میری بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم کو ہم میں کیا جانوں اور مقبل ہے کیا

ان دلبروں سے رابطہ کرنا ہے کام کیا
کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

حیرت ہی کھولیں چشم تماشا کہاں کہاں
حسن و جمال ایسا ہی اسکا خرام کیا

کی اک نگاہ گرم جہاں اسنے مل گئے
عاشق کو دلبروں سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہیں
کیا جانیں سجدہ کہتے ہیں کسکو سلام کیا

اڑ کر لگی ہے پانوین زلف اسکی پیچدار
بازی نہین یہ سانپ جو کوئی کہلائیگا

اوڑتی رہیگی خاک جنون کرتی دشت دشت
کچھ دست اگرچہ بے سر و سامان بہی پائیگا

در پیچ ہے اب وہ قاتل صد کینہ جو بہت
دیکہین تو میر کے تئین کوئی بچائیگا

وہ جو گلشن مین جلوہ ناک ہوا
پہول غیرت سے جلکے خاک ہوا

اسکے دامن تلک نہ پہونچا ہاتھ
تہا سر دست جیب چاک ہوا

کس قدر تہا خبیث شیخ شہر
اسکے مرنے سے شہر پاک ہوا

ڈر گیا اس رشک خور کی گرمی سے
کچھ تو ہے ہمسے جو تپاک ہوا

میر ہلکان ہو گیا تہا بہت
سو طلب ہی مین پھر ہلاک ہوا

کیا روش تہین کو یون آن کر کے مارا
مہر بت دگر سے طوفان کر کے مارا

تربت کا میری لوح آئینے سے کر ہے
یعنی کہ اُن نے مجھکو حیران کر کے مارا

بیگانہ جان اون نے کیا جوش رانکو کی
منہ دیکھ دیکھ میر اپچان کر کے مارا

پہلے گلے لگایا پھر دست جور اوٹہایا
مارا تو اون نے لیکن احسان کر کے مارا

اس مست عہد نے کیا کی تہی قسم مجہی سے
بہتون کو ان نے عہد و پیمان کر کے مارا

اعجاز منہ تکی ہے تری لب کے کام کا
کیا ذکر یان مسیح علیہ السلام کا

رقعہ ہمین جو آوے ہے سو تیرے ہین نام کا
کیا دیجیے جواب اجل کے پیام کا

کچھ سدھ سنبھالتی ہے رکھی ان نے بگڑی پھیر
ممنون مین نہین ہون جواب سلام کا

منہ دیکھو بدر کا کہ تری روکشی کرے
تو یون ہی نام لے ہے کسو ناتمام کا

نوبت ہے اپنی جب سے ہی کوچ کا ہی شور
بجتا سنا نہین ہے کبھو یان مقام کا

کنج لب اوسکا دیکھکے خاموش رہ گئے
یعنی کہ تھا مقام یہ ختم الکلام کا

اوس رو ہو کی محو کو کیا روزگار سے
جلوہ ہی کچھ جدا ہے مرے صبح و شام کا

صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم وگرنہ کچھ
جز عاشقی گناہ نہین ہے غلام کا

کب اقتدا ہو مجھسے کسو کی سوائے میر
بندہ ہون دل سے مین بھی سید امام کا

ہو نشان کیون نہ تیر خوبان کا
مجھ پہ تو وا ہوا ہے طوفان کا

ہاتھ زنجیر ہو جنون مین رہا
اپنی زنجیرۂ گریبان کا

جیکے دیکھو جھکتے وہ لب سرخ
ذکر یان کیا ہے لعل و مرجان کا

اینکہ رہزن ہے اوسکے کافر زلف
غم ہی رہتا ہے دین و ایمان کا

عمر آوارگی مین سب گذری
کچھ ٹھکانا نہین دل و جان کا

جو تیر چلا اوسکا سو میری طرف آیا — اس عشق کی میدان مین ہی تو نشانا تھا

جب تو نی نظر پھیری تب جان گئی اسکی — مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا

کب اور غزل کہتا مین اس زمین مین لیکن — پہر دی مین مجھے اونپا احوال سنانا تھا

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منہ
کل میر کہڑا تھا یان سچ ہے کہ دوانا تھا

سہل ایسا تھا آخر جی سے مرا جانا تھا — ٹک رنجہ قدم کر کر مجھ تک اسے آنا تھا

کیا سو کی پریشانی کیا پردہ مین پنہانی — منہ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

لذت سے تہتا خالی جانا نہ تیغ اوسکے — ای صید حرم تجھکو اک زخم تو کہانا تھا

کیا صورتین بگڑی ہین مشتاقو کی ہجر مین — اس چہرہ کو ای خالق ایسا نہ بنانا تھا

مت سہل ہمین سمجھو پہونچی تہی ہم تب ہم — برسون تئین گردون نے جب خاک کو چھانا تھا

کیا ظلم کیا بیجا مارا جیون سے ان نے — کچھ ظہور بہی تہی اسکی کچھ اسکا ٹھکانا تھا

اے شور قیامت اب وعدی سے قیامت ہے — خوابیدہ مری خون کو ظالم نہ جگانا تھا

ہو باغ و بہار آیا گل پہول کہین پایا — جلوہ اسے یان اپنا صد رنگ دکہانا تھا

کہتے نہ تہے ہم وان سے پہر آ چکے جیتے تم
میر اس گلی مین تمکو زنہار نہ جانا تھا

۲۷۱

عاشقوں کی پائمالی میں اسے اصرار ہے — یعنی وہ محشر خرام اب پاؤں پھیلانے لگا

چشمک اس مہ کی سی دلکش دیکھنے میں آئی ہے — گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھپکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملیے بے حجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھ شرمانے لگا

ضبط کرتے کرتے اب جو لب کو میں نے وا کیا — سو بھی رہتا ہوں یہ کہتا ہائے کہ دل نے کیا کیا

آنکھ پڑتی تھی تمھارے منہ پہ جب تک چین تھا — کیا کیا تمنے کہ جیتے جی بیتاب سے پردہ کیا

گور ہی اوسکو جھنکائی عشق جسکی بات ہے — اس طبیب بیکسون نے کسکو اچھا کیا

دیکھ خط جی مجکو رستے بند ہوجاتی ہیں اب — عشق نے کیا کیا کہ جیتے جی بازار میں رسوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر دے گذرا تھا جی
ایک اپنے طور پر یاں نے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی ہے طپش سے زخم ہوا — دل سکے جانے نے کیا ماتم ہوا

آنکھیں موڑیں خلق جادوگری — اوٹھ گیا پردہ کہاں اودھم ہوا

کیا لکھوں رویا جو لکھتے جوں قلم — سب تکے نامے کا کاغذ نم ہوا

ہم جو اس بن خوار ہیں حد سے زیاد — یاریاں ترک اس نے کر کیا گم ہوا

آگیا یوں ہی خراماں وہ تو پھر — حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا

مین گلستانمین آکی عبث آشیان کیا
پھر اسکی ابروان کا خم وتاب ہی وہی

بلبل نے بھی نہ طور گلون کا بیان کیا
تلوار کے تلے بھی مرا امتحان کیا

دون کسکو دوس دشمن جانی تھی دوستی
اس سودینا صبح مین نقصان جان کیا

گالی ہی حرف یار قلم نے قضا کی ہاے
صورت نکالی خوب دلی بدزبان کیا

اس جنس خوش کی پیچھی کہیا مین جنون کیا
مین نے کسو کا کیا کیا اپنا زبان کیا

لڑکے جہانا باد کی یک شہر کرتے ناز
آجاتے ہین بغل مین اشارا جہان کیا

مین منتظر جواب کا نامے کے مر گیا
ناچار میر جان کو اودہر روان کیا

وفا تھی مہر تھی اخلاص تھا تلطف تھا
کبھو مزاج مین اسکے ہمین تصرف تھا

جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہے
چھپانا چہری کا عشاق سے تکلف تھا

امیر عشق نہین باز خواہ خون کرتے
ہمارے قتل مین اسکو عبث توقف تھا

نہ پوچھو خوب ہی بدعہد یونکی مشق ستمکو
ہزار عہد کئے پر وہی تکلف تھا

جہان مین میر سے کاہیکو ہوتے ہین پیدا
سنا یہ واقعہ جن نے اوسے تاسف تھا

جنون مین ساتھ تھا کل لڑکونکا لشکر جہاز تھا
چلی آتی تھی چار دن ورسے پتھر جہانین تھا

میر کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بیطاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمیٔ بازار سے پایا — کبریت نمط جن نے لیا مجھکو جلایا

بیتاب ہے تہ تیغ ستم دیر رہا میں — جب تک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا

جانا فلک دون نے کہ سر سبز ہوا میں — گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اگایا

اس رخ نے بہت صورتیں لیکر کئی بگاڑیں — اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا

ست راہ سخن دیکھ کہ پھر آپہی تو کہیگا — کیوں میں نے محبت کی عبث منہ کو کھلایا

ہر چند کہ تھی بجھنے کی جائے ترے لب — پر گالیاں اتنی دیں انہوں نے کہ رجھایا

گردش میں رہا کرتے ہیں ہم دیدہ میں — آنکھوں نے تیری خوب سماں ہمکو دکھایا

کس کو زیہ اندوہ جگر سوز تھا آگے — کب شب لب و یارب تھی مری تو نہیں خدایا

دن جی کے الجھنے کی ہے جبکہ ہی میں کٹتی ہے — رات اسکی خیالات سے رہتے ہیں قضایا

کیا کہیے دماغ اسکا کہ گلگشت میں گل میر
گل شاخوں سے جھک آئے تھے پر منہ نہ لگایا

جب گل کبھی اٹھے تھیں یار کی رو سا — تب آنکھوں تلے میری اتر تا ہے لہو سا

تحقیق کروں کس کی حقیقت کے نشے کو — خضر اب اسی کہتا ہے آتش کبھی مو سا

کیا تمکو پیار سی وہ ای میر منہ لگا دے
پہلے ہی چومی تم تو کاٹو ہو گال اسکا

زار رکھا بیحال رکھا بیتاب رکھا بیمار رکھا
حال رکھا تہا کچہ بہی ہمنی عشق نی آخر مار رکھا

میلان اسکا تہا کا ہیکو جانب الفت کیشون کی
اپنی طرف سی ہمنی ابتک اس ظالم سی پیار رکھا

عشق سبہی ہم مین ہای تصرف کیسی کیسی کرتا ہے
دلکو جلا کر جگر کو زخمی آنکھون کو خونبار رکھا

کیا پوچھو ہو میر دین کی اکابر فاضل کامل صاحب رنج
عزت والی کیا لوگون کو گلیون مین اسنی خوار رکھا

کام اس سی ایکطور رہے لیتی بیطور اسکو ہی تدبیر
حیف ہی میر سپہر دون نی ہمسی اسکو نہ یار رکھا

دل رات دن رہی ہی سینی مین عشق پلتا
ہر چند چاہتا ہون پر جی نہین سنبہلتا

اب تو بدن مین سارے اک پہنک سی ہی آتش
وہ مہر گلی سی لگتا تو یون جگر نہ جلتا

شب ماہ چار دہ تہا کس حسن سی نمایان
ہوتا تو تماشا جو یار بہی نکلتا

اور رشک شمع گویا تو موم کا بنا ہے
مہتاب مین تجہکو دیکہا ہی یون پگہلتا

تکلیف باغ ہمکو یارون نی کی وگرنہ
گل پہول سی کوئی ہم اپنا بہی دل بہلتا

رونیکا جوش ویسا آنکھون کو ہے بعینہ
جیسے ہو رود کوئی برسات مین اُبلتا

کرتا ہی دل سلوک کا تو جسکہ جان جاوے
ہم میر یون نہ مرتی اسپر جو دل نہ جلتا

دیر مین حج مین گیا یا نہ گیا اودہر کبہا
کیا کہین حسرت سے جیسے جہان سے کوئی جاکے

شاہ جی کہیو کدہر سے آپ کا آنا ہوا
یار کی کوچے سے اپنا اسطرح جانا ہوا

میر تیران عہد کیشون کے جو کہائی بیشمار
چھاتی اب چھلنی ہی میری ہی جگر چھانا ہوا

کیا کہون حال کہین دل زدہ جاکر اپنا
دل غم اپنا ہی محبت مین نہ دلبر اپنا

دور ہی یار مین ہی حال دل ابتر اپنا
ہمکو سو کوس سے آتا ہی نظر گھر اپنا

ایک گھڑی صاف نہین ہی سو اریار کبھی
دل ہی جون شیشہ ساعت کے مکدر اپنا

ہر طرف آئینہ داری مین ہی اسکی رو کی
شوق سے دیکھیو منہ ہو وہی ہی کیدھر اپنا

لب بلب رکھ کی نہ اس گلکی کبھو ہم سوئے
نہ بساط خسک و خار ہی بستر اپنا

کسطرح حرف ہو ناصح کا موثر ہم مین
سختیان کھینچتی ہی دل ہوا پتھر اپنا

کیسی رسوائی ہوئی عشق مین کیا نقل کرین
شہر و قصبات مین مذکور ہی گھر گھر اپنا

اوس گل تر کی قبا کی کہین کہولی تہی بند
رنگون گلبرگ کی ناخن ہی معطر اپنا

تجہسے بے رحم کی لگ لگنے نہ دیتے ہرگز
زور چلتا کچھ اگر چاہ مین دل پر اپنا

پیش کچھ آؤ نہین ہم تو ہین ہر صورت سے
مثل آئینہ نہین چھوڑتی ہم گھر اپنا

دل بہت کھینچتی ہی یار کی کوچے کی زمین
لوہو اس خاک پہ گرنا ہی مقدر اپنا

نہ کہا کچھ نہ آ پھرا نہ ملا ‖ کیا جواب ان میرے سوالون کا

دم نہ لے اسکی زلفون کا مارا
میر کاٹا جیے نہ کالون کا

احوال نپوچھو کچھ ہم ظلم رسیدون کا ‖ کیا حال محبت کے آزار کشیدون کا
دیوانگی عاشق کی پھبو نہ لباسی ہے ‖ صد پارہ جگر بھی ہے ہم جامہ دریدون کا
عاشق ہے دل اپنا تو گلگشت گلستان مین ‖ جدول کے کنارے کی نو بادہ دمیدون کا
ناچار سے گئے مارے میدان محبت مین ‖ پایا نہ گیا چارہ کچھ اوسکی شہیدون کا
بے چین کے گھر کبھو سے ہوتی ہے ہمین وحشت ‖ کیا طور ہے ہم اپنے سائے سے رمیدون کا
کیا کیا نہ گیا اوس بن صبر اور دماغ و دل ‖ رونق گئی بشرے سے پھر نور بھی دیدون کا

کرتی ہین پس از رسائی دل شاد نگاہ تک کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدون کا

سطح جو ہاتھون مین تھا اسکے رخ گلفام کا ‖ ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشق بدنام کا
کچھ نہین عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہون ‖ سیر کے قابل ہے ہونا ہین میرے نام کا
ہجر کی راتین بڑی چھوٹی جو ٹک ہوتین نہ ہین ‖ اسمین کچھ نقصان ہوتا تھا اگر ایام کا
رو کھون یا فرزلف مین اسکی تو پھر روتا رہو ‖ صبح تک جاتا نہین ہے سینہ آیا شام کا

ہمیشہ التفات اسکی کسو کے بخت سے ہوگا
نہیں شرمندہ میں تو اسکی لطف گاہ گاہی کا

بزنگ کہربائی شمع اسکا رنگ جھلکی ہے
دماغ سیر اسکو کب ہے میری رنگ کاہی کا

گرسنگی کے عہد میں درویش سے اور کیا یارو
کیا ہے لڑکوں نے جو پینا انہوں کو تاج شاہی کا

خراب احوال کچھ بکتا پھرے ہے دیر و کعبے میں
سخن کیا معتبر ہے میر سے واہی تباہی کا

دیکھوں میں اپنی آپ کو جوں ناب تھا سو تھا
جی دل کے اضطراب سے بیتاب تھا سو تھا

آ کر گرا ہوا تھا لب حسن جلوہ ناک
اپنی نظر میں وہ در نایاب تھا سو تھا

ساون ہرے نہ بھادوں میں ہم سوکھے ہی رہے
سبزہ ہماری پلکوں کا سیراب تھا سو تھا

درویش کچھ کہے کہ صبر یا ملک شاہ سے
خرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا

کیا بھاری [illegible] یاں سے چلے گئے
تجھکو وہی خیال گراں خواب تھا سو تھا

برسوں سے ہے تفاوت و سجادہ و زنار
ہر مسئل دل جو سو مجھی تاب تھا سو تھا

ہم خشک لب جو روتی رہے جوئیں سے چلے
پر میر دست عشق بہا جو آب تھا سو تھا

ردیف بای

ماہ صیام آیا ہے قصد اعتکاف اب
جا بیٹھیں میکدے میں مسجد سے ہو کے صاف اب

تجلی سی اک تجلی آئی تھی آسمان سے	آنکھیں لگا رہے ہیں اہل نظر اودھر سب
اس ماہ بن تو اپنی دکھ میں بسر ہوئی تھی	کل رات آگیا تو وہ دکھ گیا بسر سب

قطعہ

کیا فہم کیا فراست ذوق و بصر سماعت	تاب و توان و طاقت یہ کہہ گئی سفر سب
منزل کو مرگ کی تا آخر مجھے پہنچنا	بھیجا ہے میں نے اپنا اسباب بیشتر سب

دنیا میں حسن و خوبی میر ایک عجیب شی ہے
رندان و پارسایان جس پر رکھیں نظر سب

شیون میں شب کے ٹوٹی زنجیر میر صاحب	اب کیا مری جنوں کی تدبیر میر صاحب
ہمسر نکھنچے تو وہ تیغ کھینچ نہ سکتے	اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب
کھینچتے نہیں کمان اب جیسے ہوا ہو گل کے	باد سحر لگی ہے جوں تیر میر صاحب
کب ہیں جوانی کی سی اشعار شور آور	شاید کہ کچھ ہوئے ہیں اب پیر میر صاحب

تم کس خیال میں ہو تصویر سے جو چپ ہو
کرتے ہیں لوگ کیا کیا تقریر میر صاحب

سب آتش سوزندہ کو سمجھے ہے جگر اب	بے صرفہ کرے صرف نہ کیوں دیدہ کا سیلاب
پھرتی ہے اڑی خاک بھی مشتاق کسو کی	سر مارے کے کرتا ہے بیابان میں بسر اب

جی سبب آتا نہیں اب ہمدم عاشق گرو ۔ ور رو کھینچا ہے نہایت رنج اٹھایا ہے بہت

وادی و کہسار میں قرا ہوں گھلا ہے میں ما ۔ دلبران شہر نے مجھکو ستایا ہے بہت

وا نہیں ہوتا کسے سے دل گرفتہ عشق کا ۔ ظاہرا غمگین اسے رہنا خوش آیا ہے بہت

ہمدم گم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے خواہشمند پایا ہے بہت

عجب نہیں ہے سخاوت جو میر چاہ کی ریت ۔ سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جو لیے کسکی بیت

مت ان نمازیوں کو خانہ ساز دین جانو ۔ کہ ایک اینٹ کے خاطر یہ ڈھاتے ہیں گے مسیت

غم زمانہ سے فارغ ہیں مایہ باختگان ۔ قمار خانۂ آفاق میں ہیں ہارے جیت

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے ۔ ہماری عندیے میں ہے وہ خبیث پلیت

کسو کی بستر سنجاب و قصر سے کیا کام ۔ ہماری گور کی بھی ڈھیر میں مکان ہے بیت

ہوئے ہیں سو کہے کے عاشق طنبورے کے سے تار ۔ رقیب بیکہو تو گاتے ہیں بیٹھے اور ہی بیت

شفق سے ہیں در و دیوار زرد شام و سحر ۔ ہوا ہے لکھنؤ اس رہگذر میں پیلی بھیت

کہا تھا ہم نے بہت بولنا نہیں ہے خوب ۔ ہماری یار کو سو اب ہمیں سے بات چیت

ملی تھی میر سے ہم کل کنار دریا پر
فتیلہ مو وہ جگر سوختہ ہے جیسے اتیت

منہ دکھاتی ہے آرسی ہر صبح
خوب ہے چہرۂ پری لیکن ہم

تو بھی اپنی تو تک دکھا صورت
آگے اسکے ہی کیا بلا صورت

قطعہ

کب تلک کوئی جیسے صورت نا
ایک دن تو یہ کہکہ ملنے کے

آ سے پیارے بنا بنا صورت
تو بھی ٹھیرا کے کوئی لا صورت

بہ تکئے آنکھوں میں پڑ گئے منہ زرد
ہو گئی میر تیری کیا صورت

وصل دلبر نہ تک ہوا قسمت
ایک بوسی پہ بھی نہ صلح ہوئے
شیخ جنت تجھے مجھے دیدار
پھول چن چا تھو نے سبھو نکو دئے

مر چلے ہجر میں ہی یا قسمت
ہم نے دیکھی بہت لڑا قسمت
وان بھی ہر ایک کی ہی جدا قسمت
زخم تیغ ادس نے اپنی تھا قسمت

کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

زخم جھیلے داغ بھی کھائے بہت
جیتے جی تب جاگہ ستم جا پائے گئے

دل لگا کر ہم تو پچھتائے بہت
ہم تو اپنے اور سے آئے بہت

ردیف تی تمام

کلیونکو تو فصل پت ای باغبان چن تو ڈال	بلبل کے دل جگر کو ظالم الگی ہے کیا چپٹ
جی ہی جی نہ میر اتو اسکو کیا کرو نہین	ہر چند بیٹھتا ہون مجلس مین وسی ہی ہٹ
دیتی ہے چہٹون بلبل کیا نالہ و فغان کو	وسکے او جنبسے ہی یہ عاشقو نکی چپٹ
مرد ہی نہ تہی ہم ایسے دریا پہ جب تہا تکیہ	اس گہاٹ گاہ و بیگہ سنہی لگا تہا جمگہٹ
رک رک کے دل ہمارا ایتا کیدن نہو گا	کثرت سے درد و غم کی رہتا ہی اسپہ جہرمٹ

شب میر سے ملے ہم اک وہم رہ گیا ہے
اسکے خیال سوہین اتنو گیا بہت لٹ

خدا جانے ہووی گی کیا نہایت	اجل تو ہے دلکی مرضکی بدایت
سخن عمسے آشفتہ ہون ہے ولیکن	نہین لب مری آشنائی شکایت
نہین ہے گنہگار ملنے کے قابل	کرم کر گئے تو مہربانی عنایت
گیا آسمان پہ جو نالہ تو کیا ہے	نہین یار کی دلمین کرتا سرایت

ہمین عشق مین میر چپ لگ گئی ہے
نہ شکر شکایت نہ حرف و حکایت

ردیف ثای

تری جستجو یار کی ہے عبث	یہ کوشش گنہگار کی ہی عبث

ردیف دال

فرہاد و قیس جیسے مجھے چاہو پوچھ لو
مشہور ہے فقیر بھی اہل وفا کے بیچ

آخر تو میں نے طول دیا بحث عشق کو
کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ

آئی جو لب پہ آہ تو میں اوٹھ کھڑا ہوا
بیٹھا گیا نہ مجھ سے تو ایسی ہوا کے بیچ

اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور پر
دیکھوں ہوں جسکو ہے وہ اوسکی عطا کے بیچ

دل اس چمن میں بتوں سے میر لگا دیکھے
بوئے وفا نہ پائی کسو آشنا کے بیچ

جوش و خروش میر کے جاتے رہے نہ سب
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

ردیف ہای حطی

یاد آگیا تو بہنے لگیں انکھیں جو کی طرح
کچھ آگئی تھی سرو چمن میں کسو کی طرح

چسپاں قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا
چین جبیں سے اوسکی اوٹھائی اتو کی طرح

گالی لڑائی آگے تو تم جانتے نہ تھے
اب یہ نکالی تم نے نئی گفتگو کی طرح

ہم جانتے تھے تازہ بنائی جہاں کی لیک
یہ منزل خراب ہوئی ہے کبھو کی طرح

سر سبز ہم ہوئے تھے جو زرد ہو چلے
اس کشت میں پڑی یہ ہماری نمو کی طرح

وہ دن کہاں کہ مست سر انداز خم میں تھے
سر اتو جو جڑا ہے شکستہ سبو کی طرح

تسکین دل کی کب ہوئی سیر چمن سے کچھ
گو پھول میں آگئی کچھ اسکی بو کی طرح

ہمین اسیر تو ہوتا ہے اپنا اچھا یاد — کشش نہ دام کی دیکھے نہ کوشش صیاد

نہ دردمندی سے یہ راہ تم چلو ورنہ — قدم قدم پہ ہی یان جا ہی نالہ و فریاد

ہزار فاختہ گردن مین طوق پہنے پھرے — اسے خیال نہین کچھ وہ سرو ہے آزاد

جہان مین اتنی ہی آشوب کیا ہنگی بسر — ابھی ٹپکیگا میری خون ہی گینہ سی زیاد

چمن مین اٹھتی ہین سنا ہے سے اے بلبل — جگر خراش یہ نالی ہین تیری منہ سی زیاد

ثبات قصر و در و بام و خشت و گل کتنا — عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد

چمن مین یار ہمین لیگئے تھے وا نہو گئے — ہمارے ساتھ ہی غم ہی دل ناشاد

ہمین تو مرنیکا طور اوسکی خوش بہت آیا — طواف کرتے جو ہو نخل ماتم فرہاد

نظر نکرتے طرف صید کی دم بسمل — یہ ظلم تازہ ہوا اوس کشندہ سے ایجاد

چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہ عجز کرین — ہمارے ہی اور ندیکھے خدا کرے جلاد

کب انصاف دلین کر انصاف ہم لطف کیا — وہی ہے ختم وہی یا انسے جا وہی بیداد

تمام ریختہ پچا کے مین اتبو پھر پس مرگ — کہا کہنون نے تو کیا عزا سمہ استاد

اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیان ہین بہت

نہ پھر خرابی ہی ین اے میر خانمان آباد

عشق و ہو بی گیا سب ہی ہے سودو درد — پھول میری خاک سی نکلین گی بھی تو زرد

[illegible]

کیوں گھر سے یاں کو پھروں یہاں تو ہی ٹھہر
دامن اسکا تو گیا ہے چھوٹ کر

اے مرغ چمن صبح ہوئی زمزمہ کر
دم گھٹنے لگا ہے کوئی [illegible] کر

وہ آئینہ رو باغ کی پھولوں میں جو دیکھا
ہم دیکھ کے حیران اسی منظر پہ نظر کر

کیا چیز ہے مجھکو تری دکھلا دے ساقی
ہر لحظہ مری جان مجھے میری خبر کر

جس جا کی سراپا میں نظر جاتی ہے تھکی
آتا ہے مجھے [illegible] میں عمر بسر کر

فرما دے ٹھہر جو کہیں صنعتیں کیا کیا
دل جا کے [illegible] میں [illegible] کر

پڑتی نگہ اوس شوخ کی ہوتا ہے وہ پامال
[illegible] ہے جیسے کہ کوئی بجلی چمک کر

معشوق کا کیا وصل [illegible] ایسا [illegible]
تا شمع [illegible] پہنچی ہے تو مر کر

بلشب طرف او سیچ چہرۂ تابان سے ہوا تھا
[illegible] نظر [illegible] سے آتش کر

سب اور کیا ہوتا عوض پیچھے کے کاش
پچھتا نہ محبت میں ہم اس کام کو کر کر

جب [illegible] وہ ہے یاں کہا کر
[illegible] باتیں چھپا کر

نئی جملہ تن لطافت عالم میں جا کی ہمکو
[illegible] کہ انہوں نے کر

سعی و طلب [illegible] کی مطلب کے تئیں پہنچ
تا چار [illegible] ہاتھ اوٹھا کر

٢٨٥

[illegible]

مبارک تمھین میر ہو عشق کرنا — بست ہم تو کھینچا ہے دل کو لگا کر

صاف غلطان غم مین ہے کچھ یار — لگ گیا رنگ اسکے دل سے تیر یار

گو تھی کے میرے طلوع ہر ہے — جور مین تو کچھ نہ تھے تقصیر یار

آگ کرون کے پاؤن مین بری ہوئی — ہاتھ مین سونے کی وہ زنجیر یار

ہے کشیدہ جیسے تیغ آفتاب — میان مین رہتی نہین شمشیر یار

میر ہم تو ناز سے کھینچا گئے

کیون سے کوئی کھینچے ہے تصویر یار

مذہب ہے میر کیا تجھ سے اور یار اور — مین اور یار اور مرا کار یار اور

چلتا ہے کام مرگ کا خوب اسکو دور مین — ہوتا ہے گرد شہر کے وہ راک مزار اور

نبد ہی ان فقیر نہین گئے شہر کے — صاحب نے میر مجھکو دیا اعتبار اور

دلکو تو لاگ ہی ہے تلون رات لب — اس پر ہے یک عذاب شدید انتظار اور

بسمل پسند کے تڑپنا نہ یکینا — ہے میر صید پیشہ کا طور شکار اور

مین اسکے گرد رہ کا رہا منتظر بہت — سو آنکھین دونون ہین مری اک غبار اور

درد سراب جو عشق کا ہو گو تنک ساتھ ہے — کچھ نشا ہی اور ہے اسکا خمار اور

کا ہیکو اس قرار سے تھا اضطراب و قلق — ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور

۲۸۷

سر کا گمر ہم اسکے قدم کے تلے رکھا
سیدھی ہی ہی اوسکی طرف کلاہ اسطرف ہنوز

مدت سے مثل شب ہے مرا تیرہ روزگار
آتا نہین وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز

پتھرا گئین ہین آنکھین مری نقش پا کے طور
پڑتی نہین ہے یار کی راہ اسطرف ہنوز

جسکی جہت سے مر گئے نزدیک پہنچی ہم
پہرتا نہین وہ آنکہ [illegible] اسطرف ہنوز

آنکھین ہماری منہ چلین ہین چھپ بغیر یاں
وہ دیکھتا ہی ٹک نہین آ اسطرف ہنوز

برسون سے میر ماتم مجنون ہے دشت مین
روتا ہی آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

ردیف سین

گلا مت توڑ اپنا اے جرس بس
نہین اس راہ مین فریاد رس بس

کہیو دل کی نہ کہنے پائی اسے
جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

گل و گلزار سے کیا قیدیون کو
ہمین داغ دل و کنج قفس بس

خدا ساقی لیکا یک مار ڈالو
کروگے کب تلک ہم پر ترس بس

بہت کم ہین تیسے باذل دکھائی
رہے ہم ہی تو [illegible] بس

کسو بیچارے کی ہو گور پر گل
ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس

بھرا ہے [illegible] مین سینہ داغ ہی میر
بہت نکلی ہماری بہی ہوس بس

گذشتے ہے فقیتے یہیں وہ حسب شور کے
قد و خد و گیسو و لعل خموش

کیا اس نادہ شان میں کیا عجب
چاند نے ہے جو میرا قبر پوش

معاش نہیں چادر اپنی میں ٹے کی
اور کیا کرتے ہیں مفلس ہو ردوپوش

درد مشتوں کا درد دل ٹک گوش کر
گر نصیب دشمنان ہووے وہ گوش

جب نہ تب جاتا ہے بازار و نہیں میر
ایک لوطی ہے وہ ظالم سرفروش

طرح خوش ناخوش اسکی ادا خوش
خوشا ہم جو نہ کرے ہمکو ناخوش

نہیں ناساز عقد اپنا کسو کا
خزاں کی ہماری ہے ہوا خوش

بتوں کے غم میں ان جب تب ہوں
نہ راضی خلق مجھ سے نے خدا خوش

کلی کتنی ہو گل ہے دل پریشان
کسو کی اس چمن میں گذری کیا خوش

جہان تنگ کرتے ہیں کیا جاتی
کوئی دن میں تکلف سے رہا خوش

رہا ہو تو نہیں کرتا مزہ میں
صری اس باغ میں گذری سدا خوش

کیا اس شہر سے سیر آخر
تمہارے طرز سے کچھ نہ تھا خوش

فکر میں مرگ کے ہوں سرو پیش
ہے عجب طور کا سفر درپیش

۲۸۸

ردیف صاد

ردیف ضاد

ردیف غین

ہونی نہیں برہم و غلطیدہ ہو گیا یہ کیا غلط	ہم نے بھی رہ البلاں میں غلطاں ہو دیکھا غلط

کئے ہو کیا کیا لکھا ہے خط میں مجھکو میر نے
کب کہا لئے ہیں سب جو مجہ افترا بیجا غلط

ردیف ظای معجمہ

مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ	جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ
نہ کھانے میں لذت نہ پانی سے حظ	نہیں وہ تو سب کچھ یہ بےلطف ہے

کہا درد دل رات کیا میر نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

ردیف عین

پانی پانی شرم سے اب ہو جاتی ہے شمع	آگے جب آتش میں جلا سکتی تھی ہمیں شمع
خانقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع	ہے مری ہر اک غزل پر اجتماع
میرے شعر و شاعری کا استماع	وجد میں رکھتا ہے اہل فہم کو
اس شکار افگن نگاہی کا اختراع	تم سہل چھوڑ دنیا رحم کر
ورنہ اسے سب کو پہنچا انتفاع	کچھ ضرر عاید ہوا میری ہے اگر
ہے شاع دوستی ہی کیا متاع	یار دشمن ہو گیا اسکے سبب

ردیف فا

ردیف قاف اول

پیش مژگان وہرے رہے خنجر	آگے زلفوں کے دام ہے موقوف
کہہ کے صاحب کبھو بلانے تھے	سو وقار غلام ہے موقوف
اقتدا میر سے کسکے ہو گئے	لچّے اب یاں امام ہے موقوف

ردیف قاف

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق	حق شناسوں کا ہاں خدا ہے عشق
دل لگا ہو تو جی جہان سے اٹھا	موت کا نام پیار کا ہے عشق
اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل	عشق کے درد کی دوا ہے عشق
کیا ڈبایا محیط میں غم کے	ہمنے جانا تھا آشنا ہے عشق
عشق سے جا نہیں کوئی خالی	دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق
کوہکن کیا پہاڑ کاٹیگا	پردے میں زور آزما ہے عشق
عشق ہے عشق کرنیوالوں کو	کیسا کیسا بہم کیا ہے عشق
کون مقصد کو عشق بن پہنچا	آرزو عشق مدعا ہے عشق

میر مرنا پہ ہے سہے خوباں پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

گر باد دیے ہیں تجکو صبا لیکے جا سوئے	مجنوں کو میرے اور سے کہیو دعا شوق

پیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہے ہمکو میر
مرتا ہے اہل درد کا ہے انتہائے شوق

ہر چند صرف غم میں سے دل جلکر جاں تلک
لیکن کبھو شکایت آئی نہیں زباں تک

چاک دل ہے انار کے سے رنگ	چشم پر خون نگار کے سے رنگ
کام مین ہے ہوای گل کی موج	تیغ خونریز یار کے سے رنگ
تاب ہی مین رہے ہی اسکی زلف	افعی پیچدار کے سے رنگ
کیا ہوا افسردگی کے ساتھ کہلا	دل گل بے بہار کے سے رنگ
برق ابر بہار نے بے لیے	اب دل بیقرار کے سے رنگ
کنج نخچیر گہ مین ہین ماموں	ہم ہے لاغر شکار کے سے رنگ
ہم کا ہے سے رنگ جاتا ہے	ابلق روزگار کے سے رنگ
برگ گل مین نہ دو لکھتے پڑ گے	کف پاے نگار کے سے رنگ

اس بیابان مین میر محو ہوئے
ناتوان اک غبار کے سے رنگ

ردیف لام

۱

اگلی ہزار رنگ گلستان مین آئے گل	پر اس بغیر اپنے تو جی کو نہ بہائے گل
بلبل کو ناز کیون نہ خیابان گل پہ ہو	کیا جانے جسے چھاتی پہ پہر کر نہ کہائے گل
کب تک حنائی پانون اسکے یہ بیکلی	لگ جائے ٹک چمن مین کہین آنکہ پائے گل
ناچار ہو چمن مین نہ رہیے کہون ہون جب	بلبل کہے ہے اور کوئی دن ہے اے گل

سکندر سے ہوا مالک سبا کا قلیموں کا آخر کو
کیا دوستی کی لیکن یہ کچھ کہ کیا حاصل

بلا فقط مروت ہو کہ جو محصول غلے پر
کہیں سے چار دانے لا کے لیں بجا حاصل

لیے پہنچے کیونکہ نقصان ہم
خودی سے کوئی نکلی تو اسی سے ہو خدا حاصل

عبارت خوب لکھی شاعری کی انشا طرازی کی
دلی مطلب ہے گم یکیں تو کب ہو مدعا حاصل

بہت معروف کشت و کار تخم ریزی کی
اٹھا صدمے ہاتھ آخر نہیں کچھ ہوا حاصل

پھر است تمسخر اپنا کر ان گوشوں کی مجلس میں
سنے کوئی تو کچھ کہئے ہی ایسے کہے کا حاصل

ردیف میم

جی کی تئیں چھپاتے نہیں جیوں تیغ ہم تو ہم
لگتی ہیں تمہاری ستم سے ہم

اپنے خیال ہی میں گذرتی ہے اپنی عمر
پر کچھ نہ پوچھو ہے نہیں جاتے ہم سے ہم

زانو پہ سر ہے قامت خم گشتگی سبب
پھرتی ہیں اپنی آن لگی ہیں قدم سے ہم

جوں چکمہ سیر حاجی کا ہے خوار ہاں نہ
تنہا نہیں ہیں آگے ہیں خلل کہ حرم سے ہم

روتے ہی آن دیکھ کے ہم کو کیا
اک چشم داشت رکھتے تھے تو ان کم سے ہم

پر عہد یار ہی کہ توڑ گئی اسکو سال
اب ایسی لگی ہو نہیں قول و قسم سے ہم

زنار سا بندھا ہے گلے لپٹے کفر
بدنام ہیں جہاں میں عشق صنم سے ہم

جو پہنچے سالک کے آگے ہی جا ہم — رکھا جنے اب گھر سے باہر قدم

ہمین سرکشی سربلندی نے کیا — رہے ضعف سے یان ہم تو سر در قدم

کہین کیا کف پا مین میر آبلے

چلین ہم سر زن پہ مگر وہ ہر قدم

میر آج وہ بدمست ہے ہشیار رہو تم — ہے بیخبری اسکو خبردار رہو تم

جی جاوے کسیکا کہ رہے تم کو قسم رحم — مقدور تلک در پہ آزار رہو تم

وہ محو جمال اپنی ہے پروا نہین اسکو — خواہان رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم

اس معنے کی ادراک سے حیرت ہے حاصل — آئینہ نمط صورت دیوار رہو تم

یکبار ہوا دلکے لٹے کا وہ باعث — یہ کیا کہ اسی طور پہ ہر بار رہو تم

ہو لطف اسی کا تو کوئی کام کو پہنچے — اتنے ہی گلے ڈالکے زنار رہو تم

کیا میر سے ہی چال سے جینے کی چلی ہے

بہتیر اسے اپنے تئین اب مار رہو تم

اک شتاب جاتی ہین ورنہ جہان سے ہم — کچھ ہو رہا ہے غم مین ترے نیم جان سے ہم

ہر بات کے جواب مین گالی کہان تلک — اب جان بلب ہوئے ہین تمہاری زبان سے ہم

وعدہ کرو تو سوچ لو مدت کو دلمین بھی — یہ حال ہے تو دیر رہینگے کہان سے ہم

نسبت تو ہمدگر ہے گو دو رکی ہو بہ نسبت
ہم میں نوا ہی بلبل ہو گل کی نکہت ہو تم

دیکھ اشک سرخ بولا سے رنگ ور لائیے
ہیں میر منہ پہ آنسو یا روتے ہو لہو تم

ردیف نون

ٹھنڈی سانسیں بھریں ہیں جلتی ہیں کیا بیتاب ہیں
لگے بیٹھے ہیں ہم آتش میں ہیں آب میں ہیں

ساتھ اپنے نہیں اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کہنے کو ہیں عالم اسباب میں ہیں

غفلت دل سے ستم گذریں ہیں سو پوچھ
قافلے چلنے کو تیار ہیں ہم خواب میں ہیں

عشق کی مینگے جو سر گشتہ پڑی ہیں ولی
کشتیاں نکلی ہیں سو کیا انکی کہ گرداب میں ہیں

دور کیا اسسے جو بیٹھی ہے اغیار اپنا دیر
پاس اس طور کی بھی عشق کے آداب میں ہیں

ہے سراغ ستاباں سے فراغ سے گلے +
دل جلے میر تو رت سے تری مہتاب میں ہیں

ہم بھی اس شہر میں ان لوگوں سے ہیں خانہ خراب
میر گھر بار جنہوں کی رہ سیلاب میں ہیں

کہے تو ہمنشین تک تصرف کچھ کیا ہیں
اٹھ گئے بیٹھا خداوندوں کو کہیں جا ویں

نہیں ہوئے ادب اتنا کہ گل سے منہ لگاویں
جگہ ہو تنگ سی ٹک بھی گر چمن کی اور جاویں

گیا ہے اضطراب دل نہ کیا جب کو سبب آخر
کہاں تک یار کی کوچے سے جا جا کے پھر آویں

کہا گیا آمدہ مجھکو دوستان رفتہ کا
ڈھونڈھتا ہی جی بہت پر اب انہین پاؤن کہان

تھا وہ فتنہ ماننے کے کون کبھی درویش کے
کیا کہین ہم میر صاحب سے ہوئی مفتون کہان

عشق میں جو ابرو دیس کیا ہمسر کو بکھیرتے پھرتے ہین
ہر شب ہجران سرگشتہ و نالان سن کر پیچھے پھرتے ہین
دل لشکر میں ایک سپاہی اپنے ہی سے چھین لیا
بجھو داسکی زلف و رخ کی کا سیکو آپ ہین ایسے
نقش کسکو درون سینہ گرم طلب ہین ویسے رنگ
برسے اگر شمشیر سرون پر سو تھین نہار نہین

شور درد و داغ و الم سب کو کہیر تھے پھرتے ہین
یاس نہین ہے بھی یکبھون کب ان سے بیٹھے پھرتے ہین
ہم درویش طالب ہین اسکی ڈر ہی تیغ کو پھرتے ہین
ہم کہتے ہین تسلی دلکو ساتھ سو پیری پھرتے ہین
جیسے خیالی پاس لئے تصویر پیرتے پھرتے ہین
سیدھے ہی جاتی وادی اودھر کسکے پھرتے پھرتے ہین

پانو نگار آلودہ کہین ساتھ کو میر نے دیکھے تھے
صبح تلک اب ہے آنکھوں مین اسکے پانون کے پھرتے ہین

جمع ہوتے نہین حواس کہین
دل لگے دو اشک سے نکلی ہر آس
باد خوشبو ہی آتی ہین جوان سے
ہوس جنون مین کہین ہے سر پر خاک

جائین یہان سے جو ہم اوداس کہین
اوسون بجھتی نہین ہے پیاس کہین
کوئی چھپے ہے گل کے باس کہین
ٹکڑے ہی ہو کر گیا لباس کہین

ہاے سبک ہوا یہ میرا فرط شوق سے مجلس میں
قتل میں میرے یہ حجت ہے کہ غم عشق سے محبت ہے
آنکھ کی میری صحت کتنی وہ دم وہان ایک گہر ہی
شعر ... ادھر ہو پھر و ملک جاتا ہون نکل
پیار کے خط کو گلے میں اا شہر میں سب تشہیر کیا
پیار فریب لطف ہے اسکا کچھ نہ ہوا معلوم مجھے
مجرم اس خاطر سے ہوا ہون میں بیٹھے بیٹھے شوخ کر

وہ تو نہیں سنتا دل بیکد میں ہے باتین بناتا ہون
... پیتا ہون تلخ اس کی کہتا ہون
رنجش کیون کا ہمکو خشونت غصہ کیا جاتا ہون
پاس نہیں پاتا ... گھبراتا ہون
سامنے ہون ... کیونکہ ... جلتا ہون
اب ... بہ لطف حسین ہنستا ہون ... جاتا ہون
نہ گناہ میں جان کر اوسکی پانون کو ہاتھ لگاتا ہون

دیکھیے ان پلکون کے اثر میں ہون بیخود تنگ آیا
آپ کو پاتا ہون تو پھر اُس وقت نہیں میں پاتا ہون

کبھو ملے ہیں سو وہ دین کہ پھر ملا نہ کرین
ہوئی یہ چاہ میں مشکل کہ جی گیا ہوتا
ہمارے حرف پریشان ہیں لطف کے مضمون
صفا دل جو ہوئے تک تو دیکھیں ہین کیا کیا
وہاں میں نگہ قتل رہون کہیں ...
دل اُن سے ہے ... باز اگر ہے جیتے

گر یہ بھی آپ ہی شکایت کہ ہم گلا نہ کرین
نہ رہتے جیتے اگر ہم مسا ... نہ کرین
جنون ہے ... وحشت میں ... کرین
ہم ایسے آئینہ کو اپنے کیون جلا نہ کرین
خدا کے ... رخ سے مقابلہ نہ کرین
کسو سے ہم بھی ... پھر معاملہ نہ کرین

چلتی ہیں تیغ شوکر لگتے ہیں میر ولکو
چالیں ہیں دلبرونکی سب سے نرالیاں ہیں

رفتگان میں جہان کے ہم بھی ہیں
ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہیں

شمع ہی سر دیکھیے برباد
کشتہ اپنی زبان کے ہم بھی ہیں

ہم کو مجنون کو عشق میں مت پوچھ
ننگ اس خاندان کے ہم بھی ہیں

جس چمن زار کا ہے تو گل تر
بلبل اس گلستان کے ہم بھی ہیں

نہیں مجنون سے دل قوی لیکن
یار اوس ناتوان کے ہم بھی ہیں

بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم
خاک اس آستان کے ہم بھی ہیں

گو شب اس در سے دور پھرتے ہیں
پاس تو پاسبان کے ہم بھی ہیں

وجہ بیگانگی نہیں معلوم
تم جہانکے ہو وان کے ہم بھی ہیں

مر گئے مر گئے نہیں تو نہیں
خاک سے منہ کو ڈھانکے ہم بھی ہیں

اپنا شیوہ نہیں کجی یون تو
یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہیں

اس سرے کی ہے پارسائی میر
معتقد اس جوانکے ہم سب ہیں

نئی گردش ہے اسکی ہر زمان میں
خلل سا ہے دماغ آسمان میں

دل و دلّی دونو اگرہ ہین خراب ‏ پہ کچہہ لطف اس اجڑی گہر مین بہے ہین

چلو میرؔ کے تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گہر مین بہے ہین

لکہہ شوق کشتون سے بیجانی کی باتین ‏ نہین آتین کیا تجہکو آنے کی باتین

سماجت جو کی بوس لب تو بولا ‏ نہین خوب یہ مار کہانے کی باتین

زبانین بدلتی ہین ہر آن خوبان ‏ یہ سب کچہہ ہین بگڑے ہی مانے کی باتین

نظر جب کرو زیر لب کچہہ کہے ہے ‏ کہو یار کے آستانے کی باتین

سہے جا سے گالی اگر دوستی ہو ‏ پہر ہی ہی بہلے ہین لگانے کی باتین

ہمین دیر و کعبے سے کیا گفتگو ہے ‏ چلی جاتی ہین یہ سیانے کی باتین

بگڑ ہی چکے پا رسے ہم تو یارو ‏ کرو کچہہ اب اس سے بنانے کی باتین

کیا سیر کل مین نے دیوان مجنون ‏ خوش آئین بہت اس دوانے کی باتین

بہت ہرزہ گوئی کی یان میرؔ صاحب
کرو ان کے کچہہ منہ دکہانے کی باتین

کیا کہون سودائے اسکی زلف کے تدبیر مین ‏ ظل صعود چمن ہین عجن و مگر زنجیر مین

گل تو تجہہ بن انکی خاطر بہت کرتا ہے لیک ‏ وا نہین ہوتا ہے رنگ غنچہ تصویر مین

صورت آئینہ میں یک دیکھو تو کیا صورت ہے | بدزبانی تجھے اس منہ پہ سزاوار نہیں
دل کے الجھاؤ کو کیا تجھ سے کہوں اے ناصح | تو کسو زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں

اسکے کاکل کی پہیلی کہ تم بوجھے میر
کیا ہے زنجیر نہیں دام نہیں مار نہیں

چمکنا برق کا کرتا ہے کار تیغ ہجراں میں | برستا مینہ کا داخل ہے اس بن تیر باراں میں
بھرے ہیں مجھ سے سے پھول ہی جیسے گریباں میں | وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہیں جگر کے میرے داماں میں
کہیں شام و سحر رویا تھا مجنوں عشق لیلی میں | ہنوز آشوب دونوں وقت رہتا ہے بیاباں میں
خیال یار میں لگے ہے مجھ یکمت بارہ یاں ہر دم | اگر ہجراں میں تنہائی ہوں پہ بیٹھو نہیں گلستاں میں
رکھا عرصہ جنوں پر تنگ شستا تو نکلی وو ہی رستے | کسے مارا ہے اس کٹھنی نے سنسکہ کے میداں میں
جہاں سے دیکھیے اک شعر شور انگیز نکلے ہے | قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میرے دیواں میں
جو دیکھو تو نہیں ہے جا اپنا حسن سے خالی | دیکھ الماس کے سی ہے ہماری چشم حیراں میں
خرابی آگئی دین میں گئی ملت او سی دیکھے | ملے سے اسکے رخنے پڑ گئے لوگوں کی ایماں میں
نکل آتا ہے گھر سے ہر گھڑی ننگی بدن باہر | برا یہ آ پڑا ہے عیب اس آسائش جاں میں
ستم کی تیر اسکے میر سینے میں بہت ٹوٹے | کیا جاتا ہے مشکل فرق دل اور پیکاں میں
ہوا کے ابر میں کیا میر ہنستا باغ میں تنہا | کبھی پڑتی ہے بجلی آج کچھ صحن گلستاں میں

تن ہین جب تک ہے جان تکلف سے ہے
ہم مین اسمین ابھی حجاب ہے میان

گو نہین مین کسو شمار مین یان
عاقبت ایک دن حساب ہے میان

گو دماغ و جگر کہان وہ قلب
یان عجب ایک انقلاب ہے میان

زلف بن کہا ہے یہ گو اُسکے
دل کو اپنی تو پیچ و تاب ہے میان

لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے
تازہ ہے خشم ہے عتاب ہے میان

لو ہوا اپنا پیون ہون چپکا ہون
کسکو اس بن سر شراب ہے میان

چشم وایان کی چشم بسمل ہے
جاگنا یہ نہین ہے خواب ہے میان

منہ سے کچھہ بولتا نہین قاصد
شاید اودہر سے اجتناب ہے میان

دل ہے اپنا نہین فقط بیچین
جی کو بہی شور اضطراب ہے میان

پیا ہے وہ کہے سو کہہ رکہین +
ہر سخن میر کا کتاب ہے میان

گرفتہ دل ہون سر انبساط مجھکو نہین
کسو سے شہر مین کچھہ اختلاط مجھکو نہین

جہان ہو تیغ بکف کوئی سادہ جا لگتا
اب اپنی جان کا کچھہ احتیاط مجھکو نہین

کدہر کا کون قیامت کو ریسمان باز کے
دل و دماغ گذر صراط مجھکو نہین

جسے ہو مرگ سا پیش استحالہ کیونکہ ہے
اس اپنے جینے سے کچھہ انبساط مجھکو نہین

سخن در سانچ پان ہین جیچ کس لطافت سے — تفاوت ہے مرے مجموعہ و عقد ثریا مین

کوا دیکھا نہ کوئی عار ہین نہ شوق کی مارے — بعینہ راہ اندہا سا چلا اسکی تمنا مین

بہت تہا شور وحشت مین میرے سر مین کہ میرے — لکہی تصویر تو زنجیر پہلے کہینچ لی ہمین

جدائی کی تعب کہینچے نہین ہین میر راضی ہون — جلا دین آگ مین یا مجکو پہینکین قعر دریا مین

شہر دن بلکون مین جو یہ میر کہاتا ہے میان — دیدنی ہے یہ بہت کم نظر آتا ہے میان

عالم آئینہ ہے جسکا وہ مصور بے مثل — ہاے کیا صورتین پردہ مین بناتا ہے میان

قسمت اس بزم مین لائی کہ جہان کا ساقی — دے ہے مے سبکو ہمین زہر پلاتا ہے میان

ہو کہ عاشق تری جان و دل و دین کہو بیٹھی — جیسا کرتا ہے کوئی ویسا ہی پاتا ہے میان

حسن یکتا چیز ہے ہم ہو وین کہ تو ہو ناصح — ایسی شے سے کوئی بہی ہاتہہ اٹھاتا ہے میان

جہگڑا اس جادہ کا کوہ گران سنگ کو بہی — جون پر کاہ اڑا ہی لیجاتا ہے میان

کیا پری خون ہے جو راتونکو جگاوے ہے میر — شام سے دل و جگر و جان جلاتا ہے میان

جاے سے ہے جی نجات کے غم مین — ایسی جنت گئی جہنم مین

نزع مین میری ایکدم ٹہہرو — دم ابہی ہین ہزار اک دم مین

۳۰۱

اس بحر حسن پاس سپر تھا کل نہ تیغ
چلتا ہے جو ٹک تو دیکھ کر چل پا نو سپر نہ سر
کس کس ادا سے ریختے میں نے کہے ولے

میں جان دی ہے حسرت پابوس کنار میں
آنکھیں ہی بچھ گئی ہیں تری رہگذار میں
سمجھا نہ کوئی میری زبان اس دیار میں

ترٹپے ہی ذر متصل وہ کہاں ایسے روز و شب
ہے فرق میر برق و دل بیقرار میں

کیسی وفا و الفت کہاتی عبث ہو قسمیں
ساون تو اب کی ایسا برسا نہیں جیسے کچھ
گھبرا کے یوں لگی ہے سینے میں دل تڑپنے
جانکاہ ایسے نالہ لوہے سے تو نہ ہوویں
اللہ غنی سے وہ دی ہیں سارے گھیں دکھاتی
اے ابر ہم بھی برسوں روتے پھرا کئے ہیں

مدت ہوئی اٹھا دیں تمنے یہ ساری رسمیں
روتا رہا ہوں میں ہی دن رات اس برس میں
جیسے اسیر تازہ بیتاب ہو قفس میں
بیتاب دل کسو کا رکھتا ہے کیا جرس میں
پر عشق بھر رہا ہے ایک ایک میری نس میں
دریا بند ہے پڑے ہیں وادی کے خار و خس میں

کیا میر بس کرے ہے اب زاری آہ شب کی
دل آ گیا ہے اسکا ظالم کسو کے بس میں

روتے ہیں نالہ کش ہیں یاں رات دن جلے ہیں
جوں دود عمر گذری سب پیچ و تاب ہی میں

ہجران میں اسکے ہمکو بہتیر مشغلے ہیں
اتنا ستا نہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہیں

اک شور ہی رہا ہے دیوانہ پن میں اپنے
زنجیر سے بڑے ہیں کچھ بھی ہم رہے ہیں
پست و بلند دیکھیں کیا میر پیش ہم رہے
اس دشت سے ہم اب تو سیلاب بیچ جا ہیں
کشور ہی اشک ہیں اب چشم تر میں
گی سے آگے اک میر سے جڑ ہیں
تکیں عاشق و معشوق کے رنگ
جدا رہتے ہیں ہم وسے ایک گھر میں

[illegible]

کٹھن کیا عشق مین ہین ذرہ ہی بہنا — کہنچے تو ہو مین بہتیرون کی جا مین
پیام اوس گل کو اسکی ہاتھ دیتے — سکھاپائی ہنوتی گر صبا مین
جیو خوش یا کوئی ناخوش ہمین کیا — ہم اپنے محو ہین ذوق فنا مین
ہمین فرہاد و مجنون جس سے چاہو — تم آکر پوچہ لو شہر وفا مین
سراپا ہے ادا و ناز ہے یار — قیامت آتی ہے اسکی ادا مین
بلا زلف سیاہ اسکی ہے پرپیچ — وطن دل نے کیا ہے کس بلا مین

ضعیف و زار تنگی سے ہین ہرچند
ولیکن صیر اوڑتے ہین ہوا مین

سنجہین جبہ عاشق اگر دست پائین — خدا اندرے ان کو جو سر کہائین
جہکنے لگا خون تو جہاڑے سرشک — ابہی دیکھین آنکہین ہمین کیا دکہائین
رہین کسکو سانسی کہ اب ضعف سے — مزاجی ہی کرنے لگا سائین سائین
خدا ساز تہا آزر بت تراش — ہم اپنے تئین آدمی تو بنائین
چلا یار کی اور جاتا ہے جی — جو ہو اختیاری تو او دہر نجائین
جگر سوز ہین اسکے لعل خموش — طلب کریئے بوسہ تو باتین بنائین
ہمین بیخباری نے ٹہلا دیا — کہان اتنی طاقت کہ منت اٹہائین

کہنے لگا کہ لب سے ترے لعل خوب ہے
پہونچا نہوگا منزل مقصود کو تئین

اس رنگ ڈھنگ سے تو ہمارا سخن نہین
خاک رہ اسکی جسکا غبیر کفن نہین

سمجھو خرام ناز سے مت خاک مین ملا
کل کام آوے ہے ترے منہ کو شمار کے

دسمیں جنکو راہ یہ آنکا ملین نہین
صحبت رکھی جو تجھسے یہ اوسکا دہن نہین

کل جا کے ہمنے میر کی ہان یہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یان تو وہ غربت وطن نہین

ہجر تا چند ہم اب وصل طلب کرتے ہین
روز اک ظلم نیا کرتے ہین یہ دلبر اوس

لگ گیا ڈھب تو بے اسی شوخ سے ڈھب کرتے ہین
روز کھینچے ہین ستم ترک ہم اب کرتے ہین

لاگ ہے جی کے تئین اپنے اسی یار سے یک
تم کبھو میر کو چاہو سو کہ چاہین ہین تمہین

اور سب یار رون کا ہم لوگ تو سب کرتے ہین
اور ہم لوگ تو سب اونکا ادب کرتے ہین

ہون بیجا اس عجوبۂ عالم کے لیئے
حال سن سن کو مرا لوگ عجب کرتے ہین

میر کر بحث یہ تھی کچھ جو تھی حرف شناس
اب سخن کرتے ہین کوئی تو غضب کرتے ہین

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا ادھر سے یان
وہ آپ چلکے آوے تو شاید کہے رہے

جاتی رہیگی جان اسی رہگذر سے یان
ہوتی نہین تسلی دل اب خبر سے یان

مصرع کوئی کوئی کبھو موزون کرون ہون مین
کس خوش سلیقگی سے جگر خون کرون ہون مین

بات اپنے ڈھب کی کوئی کرے وہ تو چٹ کہون
بیٹھا خوش ساعتی ہون ہون کرون ہون مین

اوس بن نظر نہین ہے کدھری تو کرے
کاہیکو چشم جانب گردون کرون ہون مین

اٹھتا ہی بیدماغ سے ہر چند رات کو
افسانے کہتے سیکڑون افسون کرون ہون مین

[illegible]

جب نام دل کا کوئی لی جیتا ہی نا گہہ — منہ دیکہہ ہمہ گر کا ماتم کیا کرین ہین

مستون کی بات کیا ہی جو کوئی اوسپہ جاوی — ہم گفتگو نشی مین درہم کیا کرین ہین

حکم فسانہ سازی پیدا کرین ہین ششکو — افسون ہم اوسکی اوپر جو دم کیا کرین ہین

کچہ حال میر جی کا آتی نہین سمجہ مین

ہم بہی سلوک اون سی اب کم کیا کرین ہین

ردیف واو

قتل کیجو مجہ کو کیا ہی لاش مری ٹہوا نی دو — جان ہی بہی ہم جاتی رہین ہین تم بہی آ تو جانی دو

جان سلامت لیکہ جاوی کعبہ کو تو سلام کہو — ایک جراحت ان ہاتہون کا صید حرم کو کہانی دو

اوسکی گلی کی خاک سبہون کی دامن لگ تو پہنچی ہی — ایک گر جی لی بہی گیا تو آئی ہین جانی دو

گر کی ہو تم مجہ پہ نظر ین یہ بہی کوئی مروت ہی — برسون سی ہو بہر ہین جاہم ٹک آنکہہ ملانی دو

کیا کیا اچہی ہو بیٹہگی دم مین مرگو دم لیتین ہی — دل جو بغل مین رہ نہین سکتا اسکو سوی لگانی دو

انکی بہت ہی شور بہاران ہم کو مت زنجیر کرو — دل کی ہوس ٹک ہم بہی نکالین دہومین ہمکو مچانی دو

عرصہ کتنا سارے جہان کا وحشت پر جو آجاوین — پانو تو ہم پہیلا وینگی پر فرصت ہم کو پانی دو

کیا جاتا ہی ادہمین ہمارا جیکی ہاتہ تو بیٹہین ہین — دل جو سمجہنا تہا سو سمجہا ناصح کو سمجہانی دو

ضعف بہت ہی میر نہین کچہ انکی گلیون مت جائیو — صبر کرو کچہ اور بہی صاحب طاقت جینی آئی دو

[illegible]

[illegible]

پامال سب سے دلدار کے انداز تو دیکھو

کچھ سوچ نہیں پڑتی تمہیں بیخبری سے

ٹک ہوش کی آنکھوں کو کرو باز تو دیکھو

اوس بت سے نہیں جب تئین صحبت ...

یہ ڈول جو ہوتا ہے حدا ساز تو دیکھو

تم بن چمن کی گل نہیں چڑہتی نظر کبھو
یہ کیا روش ہے آؤ چلے ٹک ادہر کبھو

دریا سی آنکھیں بہتی رہی رہتی تہیں سو کیان
ہوتی ہے کوئی گوہی پلک اتنی تر کبھو

جی جانی ہے جدا بنی یہ ہوتی ہے بار بار
جاتی ہین وسی گلی مین کہان ہم مگر کبھو

آنکھیں سفید ہو چلی ہین راہ دیکھتے
یارب اُنھون کا ہوگا ادہر بھی گذر کبھو

مدت ہوئی ہے نامہ کبوتر کو لے گئے
آجاتی ہے کچھ اُڑتی سی ہم تک خبر کبھو

ہم جستجو مین اونکی کیئے دست و پا بھی گم
افسوس ہے کہ آئے نہ وہ راہ پر کبھو

غمکو تمہارے دلکی نہایت نہیں ہے میر
اس قصے کو کروگے بھی تم مختصر کبھو

یہ سرا سونے کی جاگہ نہیں بیدار رہو
ہمنے کر دی ہے خبر تمکو خبردار رہو

آپ تو ایسے بنے اب کہ چلے جی سبکا
ہمکو کہتے ہین کہ تم جی کی تئین مار رہو

لاگ اگر دلکو نہیں لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے کسو کاکل کی گرفتار رہو

گرچہ وہ گوہر تر ہاتھہ نہیں لگتا لیک
دم میں دم جب تئین ہے اسکی طلبگار رہو

سارے بازار جہان کا ہے یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

کرتا ہے شعار خوب ہی عجز و نیاز کو
بہروقت جانتے ہین دل پر گداز کو

[illegible]

کہینچا رنج و تعب کا دوستان عادت کرو	تب کسو نا آشنا کی مہر سے الفت کرو
روٹھہ کر منتا نہین وہ شوخ یون کسیو کو منا	عذر چاہو دیر تک مدت تلک منت کرو
کہیتا اے صورتگران حیران ہو پہرون ہو روئے یار	نقش اسکا کہینچ کہینچ کی کوئی صورت کرو
انس اگر ان نو خطان شہری سے منظور ہے	اپنی پرچہائین سے بہی جون خامہ تم وحشت کرو
کچہہ نہ پوچہو صحبت دیروزہ کی کم فرصتی	جون ہی جا بیٹہے لگا کہنے انہین رخصت کرو
عشق مین کیا دخل ہے نازک مزاجی کو نہین	کوہکن کی طور سے جی توڑ کر محنت کرو

پہلے دیوانی ہوئے پہر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تہے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

پہر فردوس ہو آدم کو الم کاہیکو	وقف اولاد ہے وہ باغ تو غم کاہیکو
کہتے ہین آویگا ایدہر وہ قیامت رفتار	چلتے پہر رہینگے تب تئین ہم کاہیکو
یہ بہی اک ڈہب ہے نہ ایذا نہ کسو کو راحت	رحم موقوف کیا ہے تو ستم کاہیکو
نرگس اون آنکہون کو جو لکہہ گئی نابینا تہو	اپنے نزدیک ہین وے دست قلم کاہیکو
اوسکی تلوار سے گر جان کو رکہتے نہ عزیز	مرتے اس خواری سے تو صید حرم کاہیکو
چشم پوشی کا مری جان تمہین پرکاہے	کہا تم ہو دیدہ ورانی سے قسم کاہیکو
میری آنکہون پہ رکہو پانو تو آؤ لیکن	رکہتے ہو ایسی جگہہ تم تو قدم کاہیکو

کیا انکہہ بند کر کے مراقب ہوئی ہو تم | جاتی ہین کیسے کیسے ہی چشم وا کرو

موقوف ہرزہ گردی نہین کچہ قلندری | زنجیر سر اوتار کے زنجیر پا کرو

ہر چند اس متاع کی اب قدر کچہ نہین | پر جس کسو کے ساتہہ رہو تم وفا کرو

تدبیر کو مزاج محبت مین دخل کیا | جانکاہ اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو

طفلی سے تمنے لطف و غضب مختلط کیے | ٹک میر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہو کے در کعبہ پر فقیر
اس روسیہ کے باب مین بھی کچہ دعا کرو

سر پہ عاشق کے نہ یہ روز سیہ لایا کرو | جی الجھتا ہے بہت مت بال سلجھایا کرو

تاب ہمکی تاب کب ہے نازکی سے یار کو | چاندنی مین آفتابی کا مگر سایا کرو

گرچہ شان کفر ارفع ہے ولے اے راہبان | ایک دو ہم سون کو بھی زنار بندھایا کرو

شوق سے دیدار کے بھی آنکھو نہین کہنچ آیا ہے جی | اس سمین مین دیکھنے ہمکو بہت آیا کرو

کوہکن کی ہر قدمگاہ آخر اے اہل وفاق | طوف کرنے بیستون کا بھی کبھی جایا کرو

فرق یار زنجیر مین بھی ہے بتان کچہ چاہیے | اتنی ہٹ دھرمی بھی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میسر اوسکے منہ کا دیکھنا آتا ہے میر
پھول گل سے اپنے دلکو تم بھی بہلایا کرو

کرنا جگر ضرور ہے دل دادگان کو بھی
وہ بولتا نہین تو تم آپہی سے چھیڑ لو
اے غافلان دہر یہ کچہ راہ کی سی بات
چلنے کو قافلے ہین یہان تم بھی ہو سو لو
گردش مین جو کوئی ہو رکھے دوری کیا امید
دن رات آپہی چرخ مین ہے آسمان تو

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سماں — جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہے کوئی باؤ

برسے گی برف عرصۂ محشر میں دشت دشت — گر میرے سرد آہوں کا واں ہو گیا چلاؤ

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو میں کہوں — خوں ہی ہو گئے ہیں مرے دل میں سب چاؤ

آنکھوں کے آگے رونے سے میرے محیط ہے — ابروں سے جا کہے کوئی پانی پیو تو آؤ

رہتے تھے اشک خونیں میں ڈوبے سب آستیں — اس چشم بحر خوں کی کبھو دیکھی ہیں چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہے یاں — ٹک بیٹھو تو دکھا دیں تمھیں چھاتیوں کے گھاؤ

آ عاشقوں کی آنکھوں میں ٹک آ کے بدل تو رہ — ان منتظروں سے بھی ہے بہت دور تک کہاؤ

صحبت جو اس سے رہتی ہے کیا نقل کریے ہائے — جب آ گئے ہیں ہم تو کہا اٹھ یاں سے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف — افسوس کیا ہے شانے نے جو اس سے ہے بناؤ

اس ہی زمیں میں میر غزل ایک اور لکھ
گو خوش نہ آوے سامعوں کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئے جگر تری پلکوں کی گاڑ گاڑ — ہم سینہ خستہ لوگوں سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھوں کا چڑھ کے برسنے سے ہتھیا کی کم نہیں — پل مارتے ہی پیش نظر ہاتھی کا ڈباؤ

کشتی چشم ڈوبی سے رہی بحر اشک میں — آئی نہ پار ہوتی نظر عاشقوں کی ناؤ

سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا — دل ہی کی اور پاتی ہیں سب ہو کا بہاؤ

ہمکو تو یار عشق کی آخر یہ صیبت یاد رہیگی — دریہ جہان مین کم جو ہو تو کسو کی الفت مشکر ہو
میری طرف کی یہ جوان یہ بات کوئی کہتی کہو — مانی نشانی رہ جانی پھر تم بھی منت مشکر ہو
کہتے سو کیا ایسا چپکے دیکھو ہمین جیسا ہو ان — ہمکو قسم ہے حرف و سخن کی جیسی عرفت مشکر ہو

ہوش میں لیا تو میں تلک میری یہی پرسش کو
جانی سو آگی او ہمکو ہمارے پیار کی رخصت مشکر ہو

ردیف ہای ہوز

مین کیا کہون جگر میں بہو میرے کم ہی کچھ — کچھ تو الم ہے دل کی جگہ اور غم ہے کچھ
پوشیدہ تو نہین ہے کہ ہم ناتوان نہین — کچھ ڈر نہین یون ہی ہمکو ہمارا بہرم ہی کچھ
کیا اپنے دل دیکھ کے سے ہو نہین ہی دم بخود — جو دیکھتا ہے میرے تئین سو وہم ہی کچھ
جب سے کہلی ہے نرگس مست اسکی ظلم ہے — کیا آج کل سے یار کو میل ستم ہی کچھ

بلبل میں گل میں کیا خفگی آگئی ہے میر
اندیشہ نسیم سحر دمبدم سے کچھ

کہتے تو ہین کہ ہمکو اوسکی طلب نہین کچھ — پہر جی لا اوسیکو اپنا ڈہونڈہی ہے جب نہین کچھ
اخلاص ربط اس سے ہوتا تو شور اٹھاتی — لب تشنہ اٹھ چپ ہین دلبر سے جب نہین کچھ
یان اعتبار کریے جو کچھ وہی ہے ظاہر — کی کائنات اپنی آنکھو نمین سب نہین کچھ

خون مسلم کو تو واجب ہے بتان جانو ہین | ہو جیا کافر کہ اوان بان سہین ایمانکی ساتھ

او میت سے تمہین صبر ہو کیونکر بہو
تمنے صحبت نہین رکہی کسو انسان کے ساتھ

جانی و ہی مست سقدر اب یعنی خط و خال دیکھہ | حال کچھ ہی تجھ ہین ہو اگر سیر اپنا حال دیکھہ
کیا مری طول پریشانی کی حیرت ہمنفس | آنکھین تجھی دو رہی ہین خط ذقن اوس کی بیچہ بال دیکھہ
دامن صحرا مین کیا وسعت ہی جو دل مین نہین | موند کر آنکھین گریبان مین ہی ٹک سر حال دیکھہ
چشم و دل کا اس سے لگ جانا تو تہا جس طرح | جی بہی ان بار بون مین اولجہا او رہی جنجال دیکھہ
گرچہ اوس مہ کی جدائی مین مجھی برسون رہی | لیکن ہی اختر شناس ایک بار بہی کیسا سال دیکھہ
کب نظر سیری پڑیگی اوسکی رو پر خوب یہ | ہمنشین ٹک تو بہی مصحف کہولکر تو فال دیکھہ

شہو کرینگے لوگ ہین جب چلے ہے راہ تو
یہ خرام ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھہ

آنکھین جو ہون تو عین ہے مقصود ہر جگہہ | بالذات ہی جہان مین وہ موجود ہر جگہہ
واقف ہو شان بندگی سے قید قبلہ کیا | سر ہی کہین جہکا کہ ہی مسجود ہر جگہہ
موقن پہ ہم نہ سوختہ جانون کی ہی نمود | ہی سوزش درون سے برون دود ہر جگہہ
ہین دلی لکھنو کی خوش اندام خوب لیک | راہ وفا و مہر ہی مسدود ہر جگہہ

ردیف یای

تیرے بیمار کی بستی مین نام ٹھہرا ہی
جنگل مین نکل آئی کچھ دن بھی بن آئی
خواہش ہے جو دل کی دل درون ہے اور سر ہی
مین تو ہو دل سے تسلیم بہت ہی
بے پردہ ہوتا تھا اسرار محبت کو
عاشق کبھی ہے جب ہم ہی عشق کی رسوائی

اس جور سے خشبو کا ملنا گیا سو چھپ چھپ کر
راز محبت بنا رسوا نہ اسقدر ہو
جب دیکھو لگ رہا ہے در کی طرف اسکی

جاتا نہیں کہا کچھ جون گنگ خواب دیدہ
گر ہو نہ اشک افشان خانہ خراب دیدہ
ہے جیسے گنبے ویسی ذلت کا باب دیدہ

دوزخ مین میر ہون مین یار بہشت تو مین
جان ہے ستم رسیدہ دل ہی عذاب دیدہ

از ہر سمت کر نگاہ تیز جا بیٹھہ
اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا
پھر نگاہم سے کبتک دور ظالم
نکر دیوار کا مجلس مین تکیہ
بہت پھرتے ہین میر ہی گھیرے دشمن
تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا

یہ تیر روے ترکش یون چلا بیٹھہ
دعا کو صبح سے اب ہاتھہ اٹھا بیٹھہ
کبھو تو گھر سے اٹھکر پاس آ بیٹھہ
ہمارے مونڈ ہی سے مونڈ لگا بیٹھہ
نہین دو سید میان تو ہی سنا بیٹھہ
بہت مین دیکھکر آخر رہا بیٹھہ

مخالف سے نہ مل بیٹھا کرا تنا
کہین لے میر صاحب کو جدا بیٹھہ

کیا کرین نیچی نظر کر دے ہے غصہ کہا سے وہ
کسطرح تڑپی ہے کیا گیا گھٹا جاتا ہے ہاے

اور مجلس مین جو رہے دیکھہ تو شرمائے وہ
ساتھہ اوسکے دل لگا ہو جس کسو کا ڈوبے وہ

[illegible]

[illegible]

مہلت عمر دو روزہ کتنی کرے فضولی کاہی پہ
آئے جو ہیں یاں بیٹھیں ہو جیسے کہیں مہمان سے گئے

ہاتھ لگا وہ گوہر مقصد جیسا ہے معلوم ہمیں
محو طلب ہو اہل طلب سب خاک کبھی یاں کی چھان گئے

کوچے سلوک کے انھوں نے کیا کیا چھیڑ تھا ہلکی ہی
نکلی تھی اس رستے سے سو جان کے بھی انجان سے گئے

میر نظر کی دل کی طرف کو عرش کی جانب [illegible] بہت
تھی جو طلب مطلوب کی ہم کو پھر کیدہر کو دھیان گئے

سوز دروں سے آگ لگی ہے ساری بدن میں تب سے
طاقت لگی تمام ہوئی ہے جسکی چال کدورت سے جی

سینے کی زخم نمایاں رہتی چاک کیے سو پردہ دل
مدت سے یہ خنجر پڑی تھی چھاتی بیٹھتی ہے اس سے

پرسش حال کبھو کرتے ہیں ناز و چشم اشارت سے
انکی عنایت حال پہ ہے کیا جیسے ہو غضب سے

گود میں سر رکھے رہتا ہے نوحہ خوانی [illegible] کو
یوں پامال ہوں ہیں تاہوں جنکو وہی تو خود سے

لطف کہاں وہ پایا ہے پھول چہرے پہ لگتا ہے
سرخ کلی بھی گل کی ہے اگرچہ یار کی لعل لب سے

خانہ خراب ہو خواہش کا آرہ نہایت سکوہ سے
جان لبوں پر آئی ہے پہ تو بھی گرم طلب سے

تم کہتے ہو بوسہ طلب تھے شاید شوخی کرتے ہوں
میر تو جیب تصویر بنے تھے یہ بات انھوں نے عجب سے کی

لیتے نخل نوین یا رب ہمیں اس نے محبت کی
دیکھو رہی ہے سر پہ میر رنج و عتاب و کلفت سے

میں تو سرو و شاخ گل کی قطع ہی کا دیوانا تھا
یار نے قد قامت کہلا کر سر پہ میر قیامت سے

[illegible]

۳۱۳

[illegible]

جنگل میں خضر کعبہ کا ہونا مری طرح
آگے جنوں سے چھانو میں تھی شور گل کی ہم
کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئے
کیا روؤں اشک آتے ہیں آنکھوں سے سیل سیل
آتی نہیں نظر میں مری ہاتھی کی سوار
ہو صبر اس جو یوسف ثانی کی ہے جمال
شکر و گلہ سے عشق کی لبریز ہے جہان
ہم دیر سے ہیں منتظر قد کشتی یار

دونوں کی نارسائی کی اور یہ دلیل ہے
سر پہ ہمارے سایہ فگن اب کریل ہے
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہے
پل مار تے میں عیش نظر ایک جھیل ہے
کانوں میں جو فسانۂ اصحاب فیل ہے
تو مصحف مجید میں صبر جمیل ہے
کرتے جہاں نگاہ یہی قال و قیل ہے
کچھ شناعت عمل سے قیامت میں ہیل ہے

جب دیکھتے ہیں میر تمہیں بید مانع ہو
کاہیکو نار عشق میں صاحب خلیل ہے

برسوں گزرے ہیں کہ کب تمہیں پیار رہے
وہ مودت کہ جو تھی ہوا ہے سو معلوم
مرگ کی حال جدائی میں جیسے ان کیتاب
وجہ یہ تھی کہ تری ساتھ لڑی آنکھ اسکی
دین و دنیا کا زیاں کار کہو ہمکو میر

دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے
چار دن کہنے کو اس شوخ سے ہم یار رہے
جان بیتاب ہی دلکو اک آزار رہے
ہم جو صورت سے تھی آئینے کی بیزار رہے
دو جہان دادِ نخستین ہی میں ہم ہار رہے

یاں عجز و فقیری ہی دوان نہ رہا میری
سوز دروں کی آتش نے ہی کیا کیا دیا
بہت تھا دل اب سے ایسا جیسے بجھا دیا
اب نیند کیونکہ آوے کہ گرمی نے عاشقی کی
دل ہے جدھر وہ پہلو سارا جلا دیا

شہرون کی تنگ کوچہ کا ہیکو گون ہین اپنے — ہم وحشیون کو قابل زنجیر کی بادیا ہے

تا درد مند بلبل نالان ہوئی تھی سے — دل ہمکو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہے

کیا نامہ بر ہمارا ہی صاف بھیر دت — خط نا نوشتہ ہمکو وہ دیکر لا دیا ہے

عالم شکار ہو وہ اس بن مین میر اسکو
ڈھب جان مارنے کا کن نے بتا دیا ہے

ہم چمن مین گئے تھے وا نہوئے — نکہت گل سے آشنا نہوئے

سر کسو سے فرو نہین آتا — حیف بندے ہوئے خدا نہوئے

خوار و زار و ذلیل و بے رویت — عاشق اوسکو ہوئی سو کیا نہوئے

کیسا کیسا قفس سے سر مارا — موسم گل مین ہم رہا نہوئے

مین نہ گردن کشائی جبتک میر
عشق کے مجسے حق ادا نہوئے

دیکھیے کیا ہو سانحہ تبلک احوال ہمارا ابتر ہے — دل اپنا تو بجھا سا دیا ہی جان چراغ مضطر ہے

خاطر اپنی اتنی آنکھین پر بن مین وس بن حیران
تمنے کہا دل جاہے تو مٹھو دل کیا جانے کیدہر ہے

مین جو لگا دیوانگی کرنی عالم عالم شور اٹھا — کیا کہیے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہے

اور سی شکار افگن کی ہم بہی صید ہین
خاک و خون مین لوٹتی جہاتی چہنے

ہم پہ رستے ہو کیا کمر کستے
ہنستے کہینچا نہ کہینچے پہ تلوار
شوق لکہنے قلم جو ہاتہہ آئے
سیر قابل ہین تنگ پوش اوسکی
رنگ لیتے ہی سب ہوا اوسکا
اک نگہہ کرکے ان نے مول لیا

اچہے ہوتے نہین جگر خستے
ہم نہ مرجائین ہنستے ہی ہنستے
لکہتے کاغذ کے دستے کے دستے
کہنبان بہنتی جو لیان چستے
اوس بی باغ و بہار ہین رستے
بک گئے آہ ہم بہی کیا سستے

سیر جنگل پڑے ہین آج جہان
لوگ کیا کیا نہین تہے کل بستے

سب شرم جبین یار سے پانی ہے
سمجہے نہ کہ بازیچہ اطفال ہوئے
جون آئینہ سامنے کہڑا ہون یعنے
خط لکہتے جو خونفشان تہی ہم ان نے کہا
دروغ مین ہون جلے جو رہی ہے چہاتی

ہرچند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے
لگون سے ملاقات ہی نادانی ہے
خوبی سے تری چہرہ کی حیرانی ہے
کاغذ جو لکہے ہے اب سرافشانی ہے
دل سوختگی عذاب روحانی ہے

اپنا اپنا ہے ذایقہ ہم کو
آتش عشق جسکے دل کو لگی
دیکھتا ہے تو ہی بھسم پردہ
میری تو ہی پلک سے چھوٹی لگی

بوسۂ کنج لب ہی بہاتا ہے
شمع سان آپہی کو کہاتا ہے
ہمسے آنکھونکو کب ملاتا ہے
اور وہ اسپہ منہ چھپاتا ہے

میر صناع ہے ملو اوس سے
دیکھو تو باتین کیا بناتا ہے

شایستہ غم و ستم یار ہم ہوئے
کی عرض جو متاع امانت ازل کو بیچ
جی کھینچ گیا اسیر قفس کی فغان کر اور
پامال یون کیا کہ برابر ہین خاک کی
ہوتا نہین ہے بیخبری کا مآل خوب
وصل اوس طبیب نادی کا جی چاہتا لگا

عاشق کہان ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے
سب اور لیگئے نہ خریدار ہم ہوئے
تھی چوٹ انپر دلکو گرفتار ہم ہوئے
کیا ظلم ہو گیا جو طلبگار ہم ہوئے
افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے
آخر اس آرزو ہی مین بیمار ہم ہوئے

سہل ہے یہ میر عشق کا اس نو بہار کے
آخر بکشت و خون کے سزاوار ہم ہوئے

کہے مین ان لبون کی جان فزائی
یہ بات اک بیخودی مین منہ پر آئی

٣١٧

کیا یہ دن دیکھا جیسی چھٹی سے آہ
جانب مسجد تھی وہ کافر نگاہ
شیخ صاحب دین و ایمان سے گئے
پیچ میں آئے کسو کی زلف کے
میر اس رستے پریشان سے گئے

٣١٨

شب شعر حال میر لیتا ہی مونہہ ڈھکیں — مجلس میں سحر کہون کیا سوتا ہو تو جگا دے

طاعت کا محو تب ہو جب بیٹھیں چھوڑ کے
چھوڑے نماز واجب گر میر وقت پاوے

بہار آئی نکالو مت مجہے ایکی گلستان سے — مرا دامن بھی تو باندہ تو گل کی گریبان سے
نہ تک اشد ہوئی دلکو جی کی لاگ کچھ پاے — رہی دس دن جوانی عمر کریان ہم سہل جان سے
غم ہجران نے شاید آگ دی اس باد بن دلکو — شرار ہو تب تو نکلی ہیں ہمارے جسم بریان سے
سبب آشفتہ طبعی کا ہماری ہے یہی دونون — نہ الجھی ہے اسکی خط سے نہ زلف پریشان سے
ادہر زنجیر کی غل ہے ادہر ہنگامہ لڑکون کا — جنون اس دشت میں ہمنے کیا ہے کیسے ساما ن سے
محبت میں کسو کی رنج و محنت سے گئے دونون — رہی شرمندگی ہی عمر بھر مجکو دل و جان سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباد ان کو دے بیٹھے
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیران سے

برسون تک جی کو مار مار رہے — رات دن ہم امیدوار رہے
موسم گل تلک رہے گا کون — جبتے ہی دلکو خار خار رہے
وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے — دلکو اپنے اگر قرار رہے
خوش نوا کیسے طایر قدس — اس جفا پیشہ کی شکار رہے

شعلو نکی تھا رنگ گویا لعلون تلی ہیرے ہین
یان بات راہ کی تو سنتا نہین ہے کوئی
جاگہہ سے لگ گئے ہین تا زان جب آگئے ہین

چہرونکی رنگ ہمنی دیکھی ہین کیا جھمکتی
جاتی ہین ہم جرس سی اس قافلہ مین بکتی
نو بادہ گان خوبی جون شاخ گل لچکتی

اس حسن سی کہان ہین غلطانی موتیون کی
جس خوبصورتی سی میر اشک ہین ڈھلکتی

غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
بات ہے اسے شوق تیر و کمان
دلا دار سی کا ہر یہ مت جائیو
بہت خوب ہے لعل نوشین یار

عجب مرحلہ ہمکو در پیش ہے
ہمین سے یہ بیداد ستم کیش ہے
وہ خوش شعر و تو ہے بد اندیش ہے
ولیکن خط پشت لب نیش ہے

ہمین کیا جو ہے میر بیہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہی درویش ہے

گوش ہر اک کا اسکی اور ہے
پوچھنا اس ناتوان کا خوب تہا
صندل درد سر مہر و وفا
رشتۂ الفت تو نازک ہی بہت

کیا قیامت کا قیامت شور ہے
پر چھپانی تھی وہ بہی زور ہے
عاقبت دیکھا تو خاک گور ہے
کیا سمجھ کر خلق اسیر ڈور ہے

چلاہٹ اسطح کی خبر میر کس سے ہووے
باور نہین تو دیکہو یہ ہو نہو وہی ہے

کل جوش غم مین آنسو ٹپکے نہ چشم تر سے
افسوس ہے کہ آگر یوان منہہ تک نہ برسے

کیا ہی نمود مردم ہو جیسے دیکہیو تم
مژگان بہم زدن مین جاتی رہی نظر سے

ہم سا شکستہ خاطر اس بستی مین ہو گا
بر سر ہے عشق اپنے دیوار اور در سے

معلوم اگلی سی تو جہرات الم کشی مین
کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے

آئینہ دار اوسکی پاتی ہین شش جہت کو
دیکہین تو منہ دیکہاوے وہ کام جان کر سے

مت ریخ کہینچ مل کر ہشیار مردمان سے
اوسکی خبر ملے گی اک آدہ بیخبر سے

جب گوش زد ہوا اوسکی تیغ مبالغ ہو وے
بس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے

اے رشک مہ کبہو تو آ چاند سا نکل کر
منہ دیکہنے کو تیرا تا چند کوئی ترسے

چاہت ہیری بلا ہے کل میر نالہ کش ہی
ہمراہ نے سواران دوڑے ہے ہر نفر سے

برق و شرار و شعلہ پروانہ سب ہین یے
جون ہم جلا کرے ہین ہیلا جلتے کب ہین یے

دہوئے سے ناخن پا تک بہری ہے آگ
جلتے ہین درد منہ جلتے لکر سب ہین یے

ہوتا ہے دل کا حال عجب غم سے اوس گہڑی
کہتا ہے جب وہ ظلم ہی ہمکو عجب ہین یے

دخیل ذات نہین عشق مین کہ میر کو دیکھہ
ذلیل کیسے ہین ونگی ہر گو کہ ذات بڑی

ہے تماشا حسن و خط حیرت بہی ہے
یعنی خط تو خوب ہے صورت بہی ہے

تا دم آخر نہین بولے ہین ہم
کچہ کہین گے بارے اب رخصت بہی ہے

ہے وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف
گاری گالی ہے پہر منت بہی ہے

تیغ ذی اوسکی ہمین قسمت کیا
خوش نصیبی ہے تو پہر قسمت بہی ہے

وا نسیم صبح سے ہوتا ہے گل
تجہکو اے مرغ چمن عبرت بہی ہے

جی ہی دینے کا نہین کرہنا فقط
اسکے در سے جانے کی حسرت بہی ہے

دور سے باتین کرے ہے یون ہی یار
میر صاحب سے نہین صحبت بہی ہے

چلے ہم اگر تمکو اکراہ ہے
فقیرون کی اللہ اللہ ہے

نہ افسرہ ہی درد سر نے لگہ
کہ یان جیسا سر ویسا سر راہ ہے

یہان لگ چکی گل سی ہم داغ ہین
اگرچہ ہوا بہی ہوا خواہ ہے

غم عشق ہے جانسانے بلا
یہان دل لگا کر اٹہنا جانکاہ ہے

چراغان گل سے ہے کیا روشنی
گلستان کسو کی قدمگاہ ہے

خونریزی کی تو لاگو ہوئی نہیں یکایک — پہلے تو پوچھتے ہین ظالم گناہ کو بھی

جون خاک سے ہے یکساں میرا نہال قامت — پامال یون ہوئی نہ دیکھا گیاہ کو بھی

ہر لحظہ پھیر لینا آنکھوں کا ہمسے کیا ہے — منظور کیسے کیجے تو بار ہی نباہ کو بھی

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی — کچھ کم کرو و ہو نہین اے میر چاہ کو بھی

سنا جاتا ہے اے گھر ترے مجلس نشینوں سے — کہ تو دارو پیے ہے رات کو مل کر کمینوں سے

کبھو ہم اختلاطی کیا ان سحر آفرینوں سے — لگی رہتی ہین داغ ان کی ہی اب سینون سے

نگاہ لگ کر یک شب کا شش ہم سو گیا ہو تا — مری چھاتی جلا کرتی ہے اب کتنے مہینون سے

خدا جانے ہے اپنا تو جگر کانپا ہی کرتا ہے — چڑھی تیوری سی مجھ سے انکی اور ابرو کی چینون سے

بہت کوتاہ دستی تھی مجھے جو لگی بیٹھے پائی — کہیں نکلی تھی گودی ہاتھ اسکی آستینون سے

رہی محو خیال اسکی تو اک وقت سے ہاتھ آئے — نزاکت اس کمر کی تو نہی پاہم باریک بینون سے

برنگ برگ گل ساتھ یک شادابی کی ہوتا ہے — عرق چین جبین ٹپکتا ہے دلبرونکی جب پسینون سے

بہت ہین محنت دل رو یا مجھی اک خلق کی جانا — ہوا ہے پہن میرا نام ان رنگین نگینون سے

غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رفتہ رہتا ہے — نکلنا میر اب مشکل ہے میرا ان زمینون سے

[illegible]

سنہ ادہر کرکے وہ نہین سوتا — خواب مین آوے تو تلطف ہے
یان تو تکلیف سی کہنچی تکلیف — وان وہی اب تلک تکلف ہے
چہیڑ اس شوخ نے رکہی ہے — عہد پر عہد ہے تخلف ہے

مرگ گیا منزل مراد ہے میر
یہ بہی اک راہ کا توقف ہے

تسکین دردمندونکو یارب شتاب دے — دلکو ہمارے چین دے آنکہونکو خواب دے
اسکا غضب سے نامہ نہ لکہا تو سہل ہے — لوگونکو پوچہنے کا کوئی کیا جواب دے
گل ہے بہار تب ہی جب آنکہو نہین ہو نشہ — جاتی ہے فصل گل کہین ساقی شراب دے
وہ تیغ میری تشنہ خون ہو گئی ہے کند — کر رحم مجہہ پہ کاشکے یار اوسکو آب دے
دوچار الم جو ہووین تو ہین ثابت شابن — کیا درد بیشمار کا کوئی حساب دے
تار نگہہ کا سوت نہین بند تہا ضعف سے — بیجان ہے یہ رشتہ دلا اسکو تاب دے

مژگان تر کو یار کے چہرے پہ کہول میر
اس آب خستہ سبزہ کو ٹک آفتاب دے

نہ جرات ہے نہ جذبہ ہے نہ یاری بخت بد سے ہے — یہی بیٹا تہی خون گشتہ دلکو میر کد سے ہے
جہان شطرنج بازندہ فلک ہے ہم ہین سب مہرے — بسان شاطر تو ذوق اسے فرنگی زد سے ہے

[illegible]

چاک ان پلکو نکو ہے ٹھوکر سے خنجر کے جگانیکی — طرح آتی ہے اس قدکو قیامت سر پہ لانیکی

کسو سے آنکھ کر ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے — نئی یہ رسم ہم جاتی ہیں جھوڑے ہے دل لگانیکی

سبھاں ہم آگے ہیں پر بکھیرے بال جا سوئے — ادا کرتی ہو تم کیا خوب ہے منہ چھپانیکی

سیں بھیگی ہیں آ اسکی سبزہ خط کی ہدایت سے — مسیح و خضر کو پہونچی بشارت زہر کھانیکی

جہاں اسکے لیے غربال کر تو سید ہو بیٹھے — نہیں حیرت ملی ہے کیا ہماری خاک چھانیکی

کہو تکیا ایک بوسہ لبکا دیکر خوب گڑ ایا — کبھی برسوں تلک منت کیھو نکی بات مانیکی

نگہ والا کوئی اتنا جھکا آتا ہے کوئی آتی ہے — نشان یادگاری ہے ہماری خاک اڑانیکی

کرے ہے درد انع اسکا حید کو سب گلے ملنا — لگے کٹ دیتے ہی یہ سیری چھاتی تیکے جلانیکی

رہا آنکھیں اسل و باش سے اک پلمین مر گذرا
حکایت بو العجب ہے میمی کی مار و جانیکے

کرے الشکل ہیئت آن کر ایسی نہیں دیکھی — کہ صورت آسمان کی دیکھکر یکتی زمین دیکھی

کبھو دیکھو گے تم جب وہ طرحدار اسطرف آیا — طرح ترکیب ایسی ہم نے اتبک تو نہیں دیکھی

میرہ یکیفقہ و دلکش سقدر کا ہیکو ہوتا ہے — کہ دن ہی میں فقر کر سجدہ کرکے نہیں وہ جبین دیکھی

کسو وہ طرز کین اسکی کہاں چین جبین اسکی — لگا کر بار ہا اس شوخ سے تصویر چین دیکھی

گریباں پہاڑ ڈالیں دیکھکر دامن کشان اسکو — سیٹے خرقی بہت جب چاک کی وہ آستین دیکھی

آنکہین ہی لگی جاتی ہین اس جاذبہ کو میر
آتی ہے بہت دیر جو اس منہ پہ نظر جاے

تبہونکی جرم الفت پر ہمین زجر و ملامت ہے
مسلمان بہی خدا لگتی نہین کہتے قیامت ہے

کہڑا ہوتا نہین ٹک زیر دل پاس عاشق کے
موافق رسم کے اک دور کی صاحب سلامت ہے

جہکی ہے شاخ پر گل ناز سے کیا صحن گلشن مین
نہال قد کی اسکی سرکشی تہی سو ندامت ہے

نکلتا ہے سحر خورشید ہر روز اسکی گہر سے
مقابل ہو گیا اس سے تو اپنے سایہ کی شامت ہے

پیچدار و ڈاڑہی بہر تو تہے کل تک میر جو نہین
انہین کو مسجد جامع کی دیکہی آج خدمت ہے

خدا کرے مرے دل کو ٹک اک قرار آوے
کہ زندگی تو کرون جبتلک کہ یار آوے

کمانین اسکی بہون کی چڑہی ہی رہتی ہین
نہ جبتلک سر تیر ستم شکار آوے

ہمین تو ایک گہڑی گل بغیر دو بہر ہے
خدا ہی جانے کہ اب کبتلک بہار آوے

اٹہی بہی گرد رہ اسکی کہین تو لطف ہے کیا
جب انتظار مین آنکہون ہی پر غبار آوے

ہر ایک شے کا ہے موسم بجا ہی تہا منصور
کہ نخل دار مین حلق بریدہ بار آوے

ستمگر کے جورون سے اب الجا عبرت ہے
کسو سے کہئیے تو اوسکو نہ اعتبار آوے

نہین ہے چاہ بہلی اتنی بہی دعا کر میر
کہ اب جو دیکہون اسے مین بہت نہ پیار آوے

وہم شماری سی ہے رنج قلب سے
اب حساب زندگی بیباق ہے

اپنی عزلت رکھتی ہے عالم ہی اور
یہ سیہ رو شہرۂ آفاق ہے

فرط خجلت سے گرا جاتا ہے سرو
قد دلکش اسکا بالا چاق ہے

دل زدہ کو اوسکے دیکھا نزع مین
تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہے

رنگ مین اوسکی جھمک ہے برق کی
سطح کیا رخسار کا براق ہے

گو خط اسکے پشت لب کا زہر ہے
بوسہ کنج دہن تریاق ہے

خشک کردیتی ہے گرمی عشق کی
بید صحرائی سا مجنون قاق ہے

مت پڑا رہ در کے ٹکڑون پہ میر
اٹھکے کھیے چل خدا رزاق ہے

بات کیا آدمی کی بن آئی — آسمان سے زمین نپوائی

چرخ زن اوسکے واسطے ہے مدام — ہو گیا دن تمام رات آئی

ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی — اوسکے خاطر ہوئے ہین سودائی

کیسے کیسے کیے تردد جب — رنگ رنگ اوسکو چیز پہنچائی

اسکو ترجیح سب کے اوپر دے — لطف حق نے کی عزت افزائی

حیرت آتی ہے اسکی باتین دیکھ — خود سری خود ستائی خودرائی

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان چہارم

ردیف الف

کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا
سرمایۂ توکل یان نام ہے خدا کا

ہین نے کمال جنون سے مشق قلندری کی
زنجیر سر ہوا ہی تہا سلسلہ جو پا کا

یارب ہماری جانب یہ سنگ کیون ہے عائد
جی ہی سے مارتی ہین جو نام لین وفا کا

کیمیا فقر مین گذر ہو چشم طمع سیے بن
ہر راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

ابر اور جوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
ہے لطف میکدی مین وہ چند اس ہوا کا

تا سازی طبیعت کیا ہی جوان ہوئی پر
اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تہا ادا کا

گل پہول فصل گل مین صد رنگ ہین شگفتہ
مین دل زدہ ہون اس کے رنگینی ہوا کا

عاشق کی چشم تر مین لوہو بہرا ہوا ہے
[illegible]

زلف سیاہ پیچدار ہے ہر شعر ہے

شور ہے زور یار کے لب کا

لعل کی بات کون سنتا ہے

اپنے آگے ہے طفل مکتب کا

[illegible]

تجکو ہوگا وصول مطلب کا

ہم تو ناکام ہی چلے یان سے

مین بھی عاشق ہون [illegible] مشرب کا

[illegible]

لوگ جب ذکر یار کرتے ہین

واعظ کہو سوچ ہے دلی میفروش سے
ہم ذکر بھی سنا نہین صوم و صلوات کا

ہونگا کرین قریب ٹری کوئی یار مین
کسکے تئین دماغ عفت ہے سکات کا

ان ہونٹھونکا حریف ہو ظلمات مین گیا
پردی مین روسیاہ ہے آب حیات کا

عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

گر یار میر اہل ہے تو کام سہل ہے
اندیشہ تجکو یو نہین ہے اپنی نجات کا

تجاہل تغافل تساہل کیا
ہوا کام مشکل توکل کیا

نہین تاب لاتا دل زار اب
بہت ہمنے صبر و تحمل کیا

زمین غزل ملک ہی ہو گئی
یہ قطعہ تصرف مین بالکل کیا

جنون تہا نہ مجھکو نہ چپ رہ سکا
کہ زنجیر ٹوٹی تو مین غل کیا

نہ سوز درون فصل گل مین چھپا
سر و سینہ سے داغ نے گل کیا

ہمین شوق نے صاحبو کہو دیا
غلامون سے اوسکے توسل کیا

حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہمنے تامل کیا

رفتہ عشق کیا ہو نہین اب کا
جا چکا ہون جہان سے کب کا

اس شوق نے ہو لگی بھی کیا بات بڑھائی تھی
رقعہ اسے اگر تو طومار لکھا جاتا

یہ ہمدمی کا دعوی اوکی لب خندان سے
بس کچھ نہ چلا ورنہ پستہ کو چبا جاتا

اتنو زیادہ بھی طاقت گئی سب اوکی
جو حال کہو ہم میں تمکو سنا جاتا

وسواس نکرتا تھا مرجانے سے ہجران میں
تھا میر تو ایسا ہی کل جی سے اوٹھا جاتا

مستانہ اگر چہ میں طاعت کو لگا جاتا
پر بعد تماشا شہر کو یہ غنا سے چلا جاتا

بازار میں ہو جانا اس سے کا تماشا تھا
یوسف بھی جو وان ہوتا تو اسے بکا جاتا

دیکھا نہ ادھر ورنہ آتا نہ نظر پھر میں
بھی صفت سراہا تا اوس شوخ کا کیا جاتا

شب وشرر افشان ہو ٹھون سے پھر پھر کے
سر کھینچتا ہے شعلہ تو مجھکو جلا جاتا

کیا شوق کی باتونکی تحریر ہوئی مشکل
تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا

آنکھیں مری کھلتی تو اوس چہرے ہی پر تکتیں
کیا ہوتا یکا یک وہ سر پر مرے آجاتا

سبزے کا ہوا وکش خط رخ جانان کے
جو بلا تھم مرے چہرہ تا تو پاؤن کو کھا جاتا

ہر شوق سے ہر رو سے بدنامی و رسوائی
کیون کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

تھا میر بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ دارون کی زنجیر ہلا جاتا

ایک نگہ کر فی میں رت کر زیا ای دا کو ہم
کیا تعجب ہی جو کوئی دل زدہ ناگہ مر گیا
راہ کہتے تو کہا اوس کے روخوش کا ہی جو بقیہ

دل جو سارے عمر کا اپنا تھا سر ما یا گیا
اضطراب عشق سے جی تن مین گھبرا یا گیا
شہر مین پھر ہمسے منہ اپنا نہ دکھلا یا گیا

جیسے پرچھا مین دکھائی دیکر ہو جاتی ہی محو
میر بھی اوس کام جان کا دو دن تھا سا یا گیا

ہم مست عشق جسکی تہہ وہ روشمہ کر گیا
جان بخشی اسکی ہو شہونکی سن آنشہ زندگی

دیکھ او سکو بید باغ نقشہ سب اتر گیا
ایسا چھپا کہین کہ کہا جاے مر گیا

کہتے ہین میر کعبے گیا ترک عشق کر
راہ دل شکستہ کدہر وہ کدہر گیا

شاید جگر حرارت عشقی سے جل گیا
بے یار حیف باغ مین دل ٹک بہل گیا
اس کے ہور میدہ کی شوخی کہین سو گیا
دن رات خون کیا ہی کیجے ہم جگر کو پھر
تیور سپہر بدلنے سے تو نہین اسکے جو اس
ہر چند مین نے شوق کو پنہان کیا و لے

کل درد دل کہا سو مرا منہ ابل گیا
دی گل کو آگ چار طرف مین جل گیا
دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا
گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا
اندیشہ یہ ہی طور ہوا اسکا بدل گیا
ایک آدہ حرف پیار کا منہ سے نکل گیا

حال میر دیکھیے ہے نہ کچھ بھی تامل ہے اوسکو
ظاہر میں خورشید ہوا وہ نور میں اپنے پنہان ہے
یا دمین اوسکے قامت کی میں یون ہو ردرو سو گیا
معبد مرگ چراغ نہ لاو گور پہ وہ عاشق گریان ہے

محو ہے خود آرائی کا یا تجھ دہے خود رائی کا
خالی نہیں ہے حسن سے چھپنا اپنے بھی پیدائی کا
آخر یہ خمیازہ کھینچا اس چرخ بالائی کا
جیتے جی بھی داغ ہی تھا میں اسکی جدائی کا

چشم وفا اخوان زمان سے سادہ ہو سو رکھی میر
قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونون بھائی کا

پھرے ہے وحشی سا گم گشتہ عشق کہا تیرا
دریغ و درد تجھے کیون ہے یان تعجب ہی گر
جہان بھرا ہے تیری شور حسن و خوبی سے
نگاہ ایک دہر اک تیغ تیز کی اور

سبھون سے پاتے ہیں بیگانہ آشنا تیرا
ہوا ہے ایک نگہ میں زبان کیا تیرا
لبون پہ لوگونکے ہے ذکر جابجا تیرا
ہمارا خون ہی کرتا ہے مدعا تیرا

نظر کنہون نے نہ کی حال میر پر افسوس
غریب شہر وفا تھا وہ خاک کیا تیرا

صورت شیرین کی آگے کام اپنا کر گیا
خانہ آبادی ہمین بھی دلکی یون ہے آرزو
میر بختی کش تھا غافل پر خدائی خیر کی

عشق میں کس حسن سے فرہاد ظالم مر گیا
جیسے جلوے سے ترے گھر آرسی کا بھر گیا
حادثے کا کیسا اوسکے سر پہ سے ٹہر گیا

منہ کہا تھا ہم سے وہ خوش تر روشن
چاہ کا یوں کب تلک نبھتا رہا

کچھ نہ میں سمجھا جنون و عشق میں
دیر ناصح مجھکو سمجھاتا رہا

داغ تھا جو سر بسر جون شمع سا ان
پاؤں تک مجھکو وہی کہتا رہا

کیسے کیسے رک گئے ہیں میر ہم
مدتوں منہ تک جگر آتا رہا

اوصاف سو کی شعر سو الجھا و پٹ گیا
دانتوں تلک سلک در جو کہا میں سو رہ گیا

جیسے جی یہ بلا نہ رہا سو رہا غریب
جو دل شکستہ سا تھا سو اسکو بکھیر گیا

کیا اسکے دل جلے کی تمامی میں دیر ہو
جیسے چراغ صبح شتابی نبڑ گیا

فرہاد پہلوان محبت پہاڑ تھا
بیطاقتی جو دل نے بہت کی بکھیر گیا

گل رنگ شاخ سے نکلا بہار میں
آنکھیں سی کھل گئیں ہیں جو مرجھا کے جھڑ گیا

یاں حادثے کی باد سے ہر یک شجر بجر
کیسا ہی پایدار تھا آخر اکھڑ گیا

شرمادی سرو ہوے اگر آ و می روش
وصف اسکے قد کا میر سے سن کر اکڑ گیا

جان اپنا جو ہمنے مارا تھا
کچھ ہمارا اسی میں وارا تھا

کون لیتا تھا نام مجنوں کا
جب کہ عہد جنون ہمارا تھا

۳۳۲

ظاہر کو بھی رہتی ہی پھر جہاں چمن ہی میں | گل کی طرح جہاں پردہ میں بھی چمن آب رواں آیا

خلوت ہی رہا کو ہی مجلس میں تو یوں آنکی
ہوتا جہاں یکجا میں میر جہاں آیا

خون ہوا دل چھپا ہی جیسا گو اب سر جاوے گا
کام ہے چندہ کیا آیا جو کام ہمارا بر آوے گا

آنکھوں میں لگی رہتی ہیں کر جاک قفس سے اسیر و نگے
جھوکا باد بہاری کا گلبرگ کوئی یاں دیگا

فتنے کو منتج جمع ہوئے ہیں لف و خال و خد و قد
کوئی نکو کی عہد میں میر ان تمکین و شاہ دیگا

عشق میں پھر کیا کیا سنکر یار گئی کر جاتی ہیں
یعنی غم کھاتی ہیں بہت ہم غم بھی ہمکو کھاوے گا

ایک نگہ کی امید بھی اسکی چشم شوخ سی ہمکو تھیں
ایدھر اودھر دیکھیگا پر ہمسے آنکھ چھپاوے گا

اتنے جوانی کا یہ نشہ ہی بیخود تجھکو کرے گا
ہوش گیا پھر آویگا تو دیر تلک پچھتاوے گا

دیر ہوا اس اندیشے نے ناکام رکھا ہے میر ہمیں
پانو چھوٹینگے اسکے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگاویگا

بہار آئی چلو چمن میں ہوا اور بھی رنگ آیا
کہاں تلک گل ہو وے غنچہ پا کے مند سے ہو تنگ آیا

گلوں میں سوز دل بھی ہے پھیکی چولی اسکی مہری
قیامت اسکی ہر تنگ پوشی ہمارا جی تو یہ تنگ آیا

وہی پھر رنج ہے پھر کڑھنا وہی ہے سوزش جوانی کی سی
ڈرایا آیا ہے عشق ہی میں یہ میر ہمکو ڈھنگ آیا

٣٣٣

بکا ہو شب و روز اب چھوڑ میر
فوارہ آنکھوں کا تو ورم کر گیا

یاری کیے کسو کا کاہیکو نام نکلا
ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا

ہنگامے سے جہاں میں ہم جنون کیا ہے
ہم جس طرف سے نکلے ساتھ ازدحام نکلا

پامالی کے خطرے نکلا نہ ایک او وہ
جیدھر سے ناز کرتا وہ خوش خرام نکلا

جنگ خانہ میں تو ہمیشہ ہی عشق ہی کا
بیچا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

جانا تھا ہم نے تجھکو تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا بھی خام نکلا

نے ہستی کچھ نہ اوس ستم ایجاد سے ہوا
ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا

شیرین کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دینر
جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا

خوش زمزمہ طیور بھی ہوتے ہیں میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا
داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خونبار کیا

جرم محبت الفت کشتوں پر لگ کے پڑی شور ہوا
اب کہتی ہیں دلمیں اپنے ہم سے اوسے کیوں پیار کیا

چاہا ہم نے کیا تھا اپنا چاہا کچھ نہ ہوا
عزت کسو کی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا

رہا افسوس انکھین تر ہوئین تو	آہ آنسو تھا جگر پارا ہمارا
نہ بارے یاوری طالع نے کچھ کی	گیا بے یار سب یارا ہمارا

نگاہ لب تک نہ آیا میر ہرگز
کہیا جی ہی مین غم سارا ہمارا

ردیف بای

ہوا ہو خون دل جا ہی ہر ایک عضا مین فتور آب	حواس گم ہین دماغ گم ہی رہا سہا بھی گیا شعور آب
مرینگی غایب ہزار یون تو نظر مین ہرگز نلاؤ گیا تو	کرینگی ضایع ہم آپہی کو شتابنگ ہو کر ترے حضور آب

وجود با مکان مین کیا ہی نسبت کہ میر بیند کا بیش حسن آب
نہین ہی ہو ناضرور کچھ تو تجہی بہی ہونا ہی کیا ضرور آب

کیا گئی جان ہو دل ستو تاب شتاب	آنسو آتی ہین اب شتاب شتاب
ہین گی ویکہ پلکین اور گئی رخنی	حال دل ہو گیا خراب شتاب
یون صبا بھی سبک نہین جاتی	جون گیا موسم شباب شتاب
پیر ہو کر ہوا ہون یون غافل	جیسی لڑکون کو آوی خواب شتاب
مرتی مین ہو جواب نامہ وسی	آوی خط کا اگر جواب شتاب
مہربانی تو دیر مین سی کبھو	ہی دل آزاری و عتاب شتاب

جو ہم نہین ہی آپ کی تلوار مین صاحب
عرض مری یاد رہی بندگی مین میر صاحب
جی سے تجھے نہین عشق کے اظہار مین صاحب
درد سر کا پھر بھی سر ہی اب

التفات زمانہ ایک ادا
میر سر ... رندانہ مست جب
کوئی اپنا نہ یار ہے روزگار فریب
اس ستم کی ... یار ہے نہ حبیب
سر گرداں ہے ہم یہان شہر غریب
یاری کرتے اگر ہمارے اس آسمان پہ ہم نصیب

ردیف تا ی

ہون بیخود تو کوئی ہو پوچھے تک
بیخودی کی حال پہونچایا ہے اب

کاشکی ہو جاے سینہ چاک چاک
رکتے رکتے جی بہی گھبرایا ہے اب

راہ پر وہ کیونکہ آوے مست ناز
دشمنون نے اوسکو بہکایا ہے اب

کیا جگر کی داغ ہو کر خون ہوا
زندگی کا دل جو سرمایا ہے اب

میر شاید کعبے ہی مین رہ پڑے
دیر سے یان تو خدا لایا ہے اب

کیا کرین تدبیر دل مقدور سے باہر ہے اب
نا امید اس زندگانی کرنی سے اکثر ہے اب

جن دنون ہم کافرون سے ربط تہا وے ہو چکے
وہ بت بے مہر اپنی اور سے پتہر ہے اب

دور تک رسوا ہوا ہون شہر شہر ملک ملک
میر شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہے اب

وہ طبیعت ہی نہین میری کہ شفق طبیب
گرد واجو طبع مین آوے تری بہتر ہے اب

بیخود اوس مست ادا و ناز بن رہتے ہین ہم
عالم اپنا دیکھیئے تو عالم دیگر ہے اب

وہ سپاہی پیشہ لوگون ہی مین رہتا ہے کہڑا
گرد پیش اوس دشمن جان کی لشکر ہے اب

گفتگو انسان سے محشر مین ہے یعنی کہ میر
سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہے اب

خلاف وعدہ بہت ہوے ہو کوئی تو وعدہ وفا کرو
ملا کر آنکہین دروغ کہنا کہان تلک کچھ حیا کرو اب

بعد مرگ انکھین کہلی رہنے سے یہ جانا گیا
دیکھنے کی اسکی ہے جی مین ہمی حسرت بہت

سنکے ضائع روزگاری انکو جی لایا نہ تاب
آپ کو کرتے ہیں ضائع ہمکو تھی غیرت بہت

آنکھین جاتی ہین تہ حسرت دلی سے دمبدم
ان نونن انکو ہی اپنے ہے جی کی غفلت بہت

دل گیا پر آج کل سے چپ نہین مجھکو لگی
گذری اس سے بات کوئی ہمنفس صحبت بہت

دل ہی جانا کرتا ہے طور سے شاید دوستان
ان نے صاحب دل کسو سے رکھی ہے صحبت بہت

چشم رہنے لگی پر آب بہت
شاید آوے گا خون ناب بہت

دیر و کعبے مین اوسکی خواہش مند
ہوتی پہرتی ہین ہم خراب بہت

دل کو دل ہی مین ہے کچھ ارمان
کم رہا سو ہم شباب بہت

مارنا عاشقون کا گر ہے ثواب
تو ہوا ہے تمہین ثواب بہت

کیجیے بی پردہ کیونکہ عاشق ہین
ہمکو لوگون سے ہے حجاب بہت

میر بیخود ہین اس جناب سے اب
چاہیے سبکو اجتناب بہت

دل نے کام کیے ہین ضائع دلبر و دلخواہ بہت
قدر بہت کم ہے دلکی پر دلمین ہے چاہ بہت

راہ کی بات سنی ہی تو جانا رہتا غریب ہو سکو
خوبی اپنی حسن پر اپنے ہے پرتا ہے گمراہ بہت

٣٣٧

شب پاس اگر رہتے ہین آکر کہا سا میر
دن اپنے یون تو یہی ہو اس میر نا کی بات

ردیف ثائی

نہین گر چہ ٹوٹ دلپر گریہ و زاری کا کیا باعث

ہم تو آگے بھی مر رہے ہیں میر
تیغ کھینچے ہے پھر سے یار عبث

ردیف جیم

حال برا ہے مجھکو ہمیشہ اتنی غفلت کیا ہے آج
کوئی گھڑی تو پاس ہی بیٹھو یان پہرون فرصت کیا ہے آج

ساغر ہی جو آئینہ پر آنکھ ہم نہیں کہل سکتی ہے
دلتنگی سے شکر ہو دم کیا کہنے صورت کیا ہے آج

فرق نہ سمجھو رشتے ہیں جیسے دل کی لاگ لگی
اٹھ ظالم ہم چہرہ کی میری ایسی صحبت کیا ہے آج

شیشہ صراحی ساغر و مینا سب کل تک بھی حاضر تھے
کو ہی بادہ فروشا نمین میری حرمت کیا ہے آج

میر گھڑی اک ساعت ہی مین غش تم کر تو لگتے ہو
تاب نہیں کیا ضعف ہے دل مین جی بے طاقت کیا ہے آج

ہم تو لب خوش رنگ کو اسکی مانا لعل احمر آج
اور رنگ در سر ان نے ہمکو جانا کنکر پتھر آج

عشق کیے جو سرگشتہ ہوئے ہم رفتہ رفتہ دوار ہوا
پانو مین چکر ہوتا ہے یان سر کو بھی ہے چکر آج

عرش پہ دعوی لگانے کو تھی دود دلی کب تک ہم
خاک پہ پا کی درویشانہ ہمنے بچھایا بستر آج

جیتے ہیں ہم غم کشتوں کی خاطر تم بھی جمع کرو
کل تک کام نہیں کھینچے گا عشق آتا ہے اکثر آج

ملکوں ملکوں شہرون شہرون قریہ قصبہ دیہہ دیار
شعر و بیت و غزل ہے اپنے ہنگامہ ہے گھر گھر آج

خط سے آگے مہر و وفا کا دعوی سب کچھ صادق تھا
جامہ مصحف گو ہم وہ کون کرے ہی ہے ادر آج

ردیف جیم فارسی

آگے تو رسم دوستی کی تھی جہان کے بیچ
اب کیسے لوگ آئے زمین آسمان کے بیچ
بلبل پکارتی ہی رہی گلستان کے بیچ

٣٣٨

منہ اسکا دیکھ رہئے کہ رفتار ناز کو
ہر دانہ سرشک مین تار نگاہ ہے

کیا دلکہ خون کیا کہ تڑپنے لگا جگر
ایسا ہوا ہے معتبر کہ اب ہے حساب پاک

سر تا قدم ہے لطف ہی اس خوش لسیر کے بیچ
اس شہر کی روش کہ جو ہو ہو گہر کے بیچ

یکتا ہے روزگار ہین ہم اس ہنر کے بیچ
کہیے جو کچھ بہی باقی ہوا ہے جگر کے بیچ

ہے اپنی خانوادے مین اپنا ہر شور میر
بلبل بہی ایک ہے بو تا ہے گلگہر کے بیچ

رنج کیا کیا ہمنے کہینچے دوستی یاری کے بیچ
دوش و آغوش و گریبان دامن گلچین ہوئے

ایک کو اندیشہ کار ایک کو ہے فکر یار
منتظر تو رہتے رہتے پہر گئین آنکہین نہ دان

جان کو قید عناصر سے نہین ہے دار ہے
روتی ہی گذری ہمین تو شب نشینی باغ کی

یاد پڑتا ہے جوانی تہی کہ آئی رفتگی

کیا ہوئی تقصیر اسکی ناز برداری کے بیچ
کلفتانی رہی ہے چشم خونباری کے بیچ

لگ رہے ہین لوگ سب چلنے کی طیاری کے بیچ
وہ نہ آیا دیکہنے ہم کو تو بیماری کے بیچ

تنگ آئی ہین بہت اس چار دیواری کے بیچ
اوس پڑتی رہی ہے رات ہر کیاری کے بیچ

ہو گیا ہون مین تو مست عشق ہشیاری کے بیچ

ایک ہو وین جو زبان و دل تو کچہ نکلے بہی کام
یون اثر ہے میر کیا ہو گریہ و زاری کے بیچ

۳۳۹

عشق کی کیسی طرح کیا واسوخت برپا دلوں | یکسانہ مرگئی وہی لوگ ساری اس طرح

جو عرق تحریک میں اوس رشک مہ کی منہ پہ ہے
میر کب ہوتے ہیں گرم جلوہ تاری اس طرح

سہونے ہے ہمکو عشق میں آزار ہر طرح | ہوتی ہیں ہم ستمزدہ بیمار ہر طرح
ترکیب و طرح ناز و ادا سب سے دل لگی | اوس طرحدار کی ہیں گرفتار ہر طرح
یوسف کی اس نظیر سے دلکو نہ جمع رکھ | ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح
جس طرح میں دکھائی دیا اوس سے لگ پڑے | ہم کشتۂ خون کی ہینگی سزاوار ہر طرح

جب پالگ کے بام دو رنگی کوچہ میں سے میر
میں دیکھ لوں ہوں یار کو اکبار ہر طرح

ردیف خای

ہے میری چوسر شک دمادم کا رنگ سرخ | ریزش سے اسکی تختہ ہی ہیو کا سنگ سرخ

ردیف دال

زردی عشق سے ہے تن زار بد نمود | اب میں ہوں جیسے دیر کا بیمار بد نمود
بی برگی بی نوائی سے ہیں عشق میں ہزار | پائیز دیدہ جیسے ہوں اشجار بد نمود
ہر چند خوب تجھکو بنایا خدا نے لیک | اس ناز پیشہ کب ہے بسیار بد نمود

خوف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہے دلیل
ہو جہان شمشیر ابرو اسکی خم حد سے زیاد

کچھ بھی نزدیک اوسکی ٹھہرا ہو تو دیکھ ہر نظر
قدر ہی عاشق کی آن انکھوں میں کم حد سے زیاد

پاس اسکو دم بخود رہنے ہی تھی سو طاقت کہاں
بات کہتی میر اب کرتی ہیں دم حد سے زیاد

شعر دیوان کی میرے کر کر یاد
مجنون کہنے لگا کہ ہان استاد

خود کو عشق بتا نہیں ہوں نچاد
متوکل ہو کر خدا کو یاد

سب طرف کرتے ہیں نکو یان کی
کس سے جا کر کرے کوئی فریاد

وحشی اب گرد باد سے ہم ہیں
عمر افسوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر
خوب جاگہہ ہے پر ہے بے بنیاد

ردیف ذال

درویشی کی جو سو خشکی ہے سو ہے لذیذ
نان نمک ہے داغ کا بھی ایک شے لذیذ

ردیف رای

مست اس چمن میں غنچہ روش بے دماغ کر
مانند گل شگفتہ جبین یان معاش کر

دل رکھ قوی فلک کی زبردستی پر نچا
گرکشتی الگ گئی ہے تو تو بھی تلاش کر

تقدیر بس دل تو دیکھ ہو لی جلوا اوس کی راہ
سرو دیکھیں لوگ اوسکے قدم کی نشان پر
انداز ناز ہی اس اوباش کے ہیں قہر
سو سو جوان مرگئے ہیں ایک ایک آن پر
شوخی تو دیکھو آپ ہی کہا آؤ بیٹھو میر
پوچھا کہاں تو بولے کہ میری زبان پر

۳۴۳

عشق و محبت یاری میں کیا لطف کہو ہے کرنا ضبط
مانگ پناہ خدا سے بندے دل لگنا اک آفت ہے
گیا سے ہے منہ اتری کی بہتر ان شیخوں کے مصلّے ہے

ہمسایہ نے ہو کر ظلم کیا تو بھی نالہ و آہ نہ کر
عشق میں ہر گز زنہار نہ کر واللہ نہ کر باللہ نہ کر
پانو نہ رکھ بے تابی سے پانو اس جادے سے راہ نہ کر

میر نہ ہم کہتے تھے تجھ سے حال نہیں کچھ رہنے کا
چاہ بلا ہے جان و دل پر آپ اپنی تو چاہ نہ کر

کل سے دل کی کل بگڑی ہے جی ہے مارا بیکل ہو کر
ایک سبھوں خلوص دل سے آہ کیا نہ جوانی میں
جیب دریدہ خاک بسر ہو چلا کسی کیا آگاہی نہیں
ایک تو ہم تو ہوتی نہیں ہیں سو تیر امار چلے

آج آنکھوں میں آیا درد و غم سے رو رو کر
سر ... تیغ ... کیا کر
راہ چلیو ہو نار کنان دامن کو لگا کر ... کر
اب تیری تیغ ستم کی جبہ لگا کر تو دو کر

جی ہی ملا جاتا ہے اپنا میر سماں یہ دیکھ کے
آنکھیں ملتے اٹھتے ہیں بستر سے دل بے تاب سو کر

یہ لطف وہ ہی پایا مجھ سے خطاب کر کر
جیسا چلی ہے کیسی اڑتی جو یہ سنی ہے
خونریزی سے کچھ آگے تشہیر کر لیا تھا
گنتی میں تو تھا میں کل خجل ہو وہ

کا ہی میر کہیں ہم تجھکو عتاب کر کر
... نامہ بر کا کھایا کباب کر کر
اس دل زدہ کو ان نے مارا خراب کر کر
کچھ دوستی کا میر کے دل میں حساب کر کر

لوگ اسکو خبر کرین کیونکر	مست و بیخود ہم اسکے در پہ گرے
ہم شب اپنی سحر کرین کیونکر	سوز یا بال منہ پہ کھول گئے وہ
انکو زیر و زبر کرین کیونکر	مہر فلک پہ ہے وہ زمین پہ ماہ

دل نہین درد مند اپنا میر
آہ و نالے اثر کرین کیونکر

ردیف زاے

پیدا ہی عشق کشتہ کا اوسکے نشان ہنوز	ہی زیر خاک لاشہ عاشق طپان ہنوز
استادہ روی خاک پہ ہی آسمان ہنوز	گردش سیاہ اسکی خاک برابر ہوئی ہی خلق
جاتی ہین گرتی پڑتی بھی ہم ناتوان ہنوز	اوس تک پہونچنے کا تو نہین حال کچھ رہے
ای شمع تیری رہتی نہین ہی زبان ہنوز	پروانہ جل کی خاک ہوا پھر اڑا گیا
ایک آدہ تو بھی مر رہی ہی نیم جان ہنوز	چندین ہزار جانین گئین اسکی راہ مین
قصہ ہماری عشق کا ہی داستان ہنوز	مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیون مین مر گئے

لخت جگر کے غم مین کہ تھا لعل پارہ میر
رخسار زرد پہ ہی مرے خون روان ہنوز

ہر دم نئی ہی میری گریبان دری ہنوز	دیوانگی کی ہی وہی زور آوری ہنوز

دل کو اسکا ہے اعتبار ہنوز [illegible]
قیس و فرہاد پر نہین موقوف
عشق لاتا ہے مرد کار ہنوز
[illegible]

خاک ہو کر اڑے ہیں یار ہنوز — دل کا بیٹھا نہیں غبار ہنوز

نہ جگر میں ہے خون نہ دل میں خون — ذرد کی خون ہے روزگار ہنوز

دست بر دل ہوں مدتوں سے میر
دل بھی ویسا ہے بیقرار ہنوز

دوستان حسن و خوبی ہر کیا جس تھے — شہر میں ہر جوان تھے بھی کیا پیشتر

ردیف سین

مدت ہجر میں کیا کریے بیان یار کے پاس — حال پرسی بھی نہ کی آن کی بیمار کے پاس

حق یہ ہے خواہش دل تو ہی مری آتا تھا — جبکہ خونریزی کو شہلا میں مجھے دار کے پاس

در اسیری کا کھلا منہ سے ہمارے کیا تنگ — مرہی رہیئے گا قفس کے در و دیوار کے پاس

آنا اسکا تو دم قتل ضروری ہے ولے — کون آتا ہے کسو خون کے سزاوار کے پاس

پائیے یار اکیلا تو غم دل کہیے — سو تو بیٹھا ہی اسے پائے ہیں دو چار کے پاس

منہ پہ ناخن کی خراشوں سے لگا دل بہنے — چشمے نکلے ہیں نئے چشم جگر یار کے پاس

مین تو تلوار تلے اوسکے لیے بیٹھا میر
وہ گھڑا بھی نہ ہوا آ کے گنہگار کے پاس

کل ہاتھہ جا رہا تھا دل بیقرار پاس — گویا کہ جا رہا کسو زندہ یار پاس

ایک ہمین خون ہو جگر افسوس
دیدنی ہے یہ خستہ حالی لیک
عیب ہے عیب ہی نہین نظر افسوس
عیبکو آیا نہ کچھ ہنر ہے مین
میر ... ہنر افسوس
... ویران پڑا ہے گھر افسوس

ردیف شین

۳۴۳

ردیف صاد

ردیف ضاد

کیا چال ہو گئی رہبری روزگار کی
سب اس گزرگہہ سے ہے یار کی روش

دہ رفت و خیز گرم تو مدت سے ہو چکی
رہتے ہین اب گری ہوئی بیمار کی روش

جاتی ہین رنگ بوی گل آ کے جو چلے
آئی نہ خوش ہمین تو یہ گلزار کی روش

مائل ہوا ہے سرو گلستان کا دل بہت
کچھ آ گئی تھی ہمین قد یار کی روش

زندان مین جہانکی بہت ہین خراب حال
کرتے ہین ہم معاش گنہگار کی روش

یون سر کھپیری عشق مین بہتر نہین ہے میر
اظہار ہی کرین ہین تو اظہار کی روش

رہتے ہین بہت دل کی ہم آزار سے ناخوش
بستر پہ گری رہتے ہین بیمار سے ناخوش

جانا جو مقرر ہے مرا دار فنا سے
اس بستی کی ہین ہون در و دیوار سے ناخوش

ہمواری سے ہین نرم و خشن ایک سے دونون
خوش ہین گل تر سے نہ ہم خار سے ناخوش

سر رشتہ دل سے نہین لف و کمر مین
کیا جانیے ہم کس لیے ہین یار سے ناخوش

ہے عشق مین صحبت مری خونبابہ عجب کچھ
اقرار سے بیزار ہین انکار سے ناخوش

خوش رہتے ہین احباب بہم ربط کسی سے
رہتی ہو تمہین ایک مری پیار سے ناخوش

اک باتکا ہے لوگون مین پیپٹ آمد کرنا
ہم ہینگے بہت میر کے اشعار سے ناخوش

ردیف ظاء

ردیف طاء

ردیف عین

ردیف غین

اے ہے گوش اور وسکو خبر کی طرف
رہا نہ کچھ پیچ ہجران میں میر [illegible] کی طرف
نہیں دیکھتے ہم جالی کی طرف
[illegible] ہیں آنکھیں جو [illegible]
[illegible] کوئی ہو چشم اُس کی طرف
[illegible] آ کر دے [illegible] کی طرف
نہیں لوگ [illegible] ہم اُس کی طرف
[illegible] ہیں سر اپنا ماں کو [illegible]
[illegible] ہیں میری نظر کی طرف
[illegible] کر دن اپنا کس کی طرف

احتیاط صراحی سے	ہمنے سجادہ کے دہلائے داغ

دیکھی دامن کی نیچے کیسی دی
میر نے کرتے تلے چھپائے داغ

ردیف قاف

لوگ بہت پوچھا کرتے ہیں کیا کہیے میاں کیا ہے عشق
کچھ کہتے ہیں سرّ الٰہی کچھ کہتے ہیں خدا ہے عشق
عشق کی شان اکثر ہے ارفع لیکن شان عجب ہے یہ
[illegible] ساری ہی دماغ و دل میں [illegible] ہے سب سے جدا ہے عشق
کام ہے مشکل الفت کرنا اس گلشن کو [illegible]
[illegible] عشق [illegible]

ردیف فای

آج ہمارا سر پھرتا ہے باتیں جتنی سب موقوف	حرف و سخن جو بالکل یکے تھے سو اب موقوف
کسکو دماغ رہا ہے یاں اٹھ بیٹھ کی منت کا	ربط اخلاص سے دن گذرے خلطہ اسی سبب موقوف
اسکی گلیمیں آمد شد کی گھات ہی میں ہم رہتے تھے	اب جو شکستہ پا ہو بیٹھے سب گر دینگی ڈھب موقوف
وہ جو مانع ہو تو کیا ہے شوق کمال کو پہونچا ہے	قصہ ہو گا تب ملنے میں ہم بھی کرینگے جب موقوف

حلقے پڑے ہیں چشم تر میں سو کبھی ایسی تم تھے
رونا کڑھنا عشق میں اوسکی میر کروگے کب موقوف

ہیں آ گے تھا دیدہ پُر آب سے واقف	پلکیں تہو کی تہیں مری خونناب سے واقف
پھر تو بہت ارکو نکو کھا گئے ہیں و لیکن	ہم اب بھی جنوں کی نہیں آداب سے واقف
ہم تنگ خلائق یہ عجب ہے کہ نہیں ہیں	اس عالم اسباب میں اسباب سے واقف
شب آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہم منتظر انکی	جوں دیدۂ انجم نہیں ہیں خواب سے واقف
بل کھاتے نہیں بالوں کے ہم جاتے ہیں ای میر	ہیں پیچ و خم و رنج و تب و تاب سے واقف

الفت سے پرہیز کیا کر کلفت اسمیں قیامت ہے عشق
[illegible] ہیں جان بلا ہے عشق
[illegible] سب ہے عشق
[illegible]
[illegible] ہے عشق

[illegible]

[illegible]

گھر کیسے کیسے ویسے کر گزرنگئے ہیں خراب
تو ضبط کر تی ہو وین جراحت جگر کے زخم

القصہ ہے خرابہ کہنہ دیار عشق
روتا نہیں ہے کھول کے دل راز دار عشق

مارا پڑا ہے انس ہی کرتے ہیں ورنہ میر
ہے دور گرد وادی وحشت شکار عشق

ردیف کاف

وحشت تھی ہمیں بہی وہی گھر بار سے اب تک
سر مارے ہیں اپنے در و دیوار سے اب تک

مرتے ہی سنا انکو جنہیں دل لگی کچھ تھی
اچھا بہی ہوا کوئی اس آزار سے اب تک

جب سے لگی ہیں آنکھیں کھلی راہ تکے ہیں
سوئے نہیں سا تھ اوسکے کبہو پیار سے اب تک

آیا تھا کبہو یار سو ماسول ہیں ہم اوسکے
بستر سے گرے رہتے ہیں بیمار سے اب تک

ہے عہد یونہیں وقت وفات آن بہی پہنچا
وعدہ نہوا ایک وفا یار سے اب تک

ہے قہر و غضب دیکہہ طرف کشتے کے ظالم
کرتا ہے اشارت بہی تو تلوار سے اب تک

کچھ رنج دلی میر جوانی میں کھنچا تھا
زردی نہیں جاتی مرے رخسار سے اب تک

رہا پہول سا یار تربت سے اب تک
لبالب ہے وہ حسن معنی سے سارا

نہ ایسا کھلا گل نزاکت سے اب تک
نہ دیکھا کوئی ایسی صورت سے اب تک

ردیف کاف فارسی

[illegible]

کیا اپنے تئیں پستی و بلندی سے جہان کے
اب خاک برابر ہوئی ہموار ہیں ہم لوگ

مقصود تو حاصل طلب شرط ہے پیدا ہی سے
وہ مطلب عمدہ ہے طلبگار ہیں ہم لوگ

[illegible]

کیا چلے جاتے ہین جہان سے لوگ — گو کہ آئے تھے میہمان سے لوگ

تھے ہر بات بات پر گالی — جان بلب ہین تری زبان سے لوگ

شہر ہین گھر خراب ہے اپنا — آتے ہین یان اس نشان سے لوگ

ایک کر شہر ہین برابر خاک — کیا جھگڑتے ہین آسمان سے لوگ

درد دل ان کی کب سنا میرا — لگ رہے ہین اسکے کان سے لوگ

یاد سے بھی پلک ایک ہو ناہین — ہم بھی سب سے دہان بان سے لوگ

شوق مین تیر سے چلے او دہر — ہم خمیدہ قدان کمان سے لوگ

آدمی اب نہین جہان مین میر
اٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

ردیف لام

بلبل کی گل کہا کہ بہشت ہوئی کہائی گل — لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہوائی گل

رعنا جوان شہر کے رہتے ہین گل بسر — سر پر ہمارے داغ جنون کی ہے جائے گل

دل بوستی ہے مرغ چمن کی نکی نظر — بیدرد گلفروش سبد بھر لائے گل

حیف آفتاب مین سے دیوار باغ ہین — جون سایہ دار کشیدہ ہو تم پائے گل

بوئے گل نوائے خوش عندلیب میر — آگے چلے گئے سبھی کچھ تھی وفائے گل

اے میر اس سے نسبت کن حلقہ حلقہ موسی
ہیات اب کچھ سے گاہے پیچ پیچ ہو گئے دل

حال تو حال زار ہے تا حال	دل وہی بیقرار ہے تا حال
بڑھتی ہے حال کی خرابی روز	گرچہ کچھ روزگار ہے تا حال
خستہ جانی تو تنگ خلق کیا	پر اوسی مجھسے عار ہے تا حال
حال فکر سخن مین کچھ نہ رہا	شعر میر اشعار ہے تا حال
حال مستی جوانی تھی سو گئی	میر اسکا خمار ہے تا حال
آنکھین بدحالی سے ٹھہری نہین	شوق دیدار یار ہے تا حال

غم سے حال آنکھ خون دل سو کہا
چشم تر اشکبار ہے تا حال

کھینچا ہے اوس طرف ہی کو بے اختیار دل	دیوانہ دل بلا زدہ دل بیقرار دل
سمجھا بھی تو کہ دل کسی کہتی ہین دل ہی گیا	آتا ہے جو زبان پہ تری بار بار دل
آزردہ خاطری کا ہماری نگر عجب	اک عمر ہم رہا کیے ہین ہار ہار دل
داشتہ فسردگی سے تری اس چمن مین ہے	دل جو کھلا تو جیسے گل بے بہار دل
میر اوسکے اشتیاق ہم آغوشی مین نہ پوچھ	جاتا ہے اوٹھ بھی رہا درکنار دل

۳۴۹

[illegible]

کیا ظلم ہے کہ کھینچے شمشیر وہ کبھی ہے	آزردہ ہونگا پھر مین جا کبھو جو ملے تم
کم پائی اسقدر ہمنے منزل سے دور اٹھی	ٹھہرے کسطرح کرو گی یار رہ یہ مرحلے تم
اکثر نڈھال ہیں ہم پر یون نہیں وہ کہتا	کیا ہے کہ جاتی ہو گی کچھ اتنی ہی ڈھلے تم
یہ جانتے تھے ہم ایسی بری ہو گی ہو	ہونٹھون پہ جان آئی تم بن گئے بھلے تم

قربانی اوسکی ٹھہری تھی جسطرح بچھوڑی
سکتے ہو میر اودہر تلوار کے تلے تم

یارب وصل محبوب کو پھر یک نظر دیکھینگے ہم	اپنی آنکھوں سے ادھر یان جلوہ گر دیکھینگے ہم
مین کہا دیکھو دو ہر یک تم تو مین بھی جان دون	ہنسکے بولے یہ تری باتین ہیں دیکھینگے ہم
پاس ظاہر ہے اسے تو دیکھنا دشوار ہے	جائیگی مجلس مین تو ایدہر اودہر دیکھینگے ہم
یون نہ سکا دل کسو بھی بدن زر دیتے کو	ابتدائی عشق مین اپنا بھی گھر دیکھینگے ہم
کام کرتے ہیں سماجت سے کبھو لیتے ہیں لوگ	ایک دن اسکی گلی جا کر بھر دیکھینگے ہم
راہ تکتے تکتے اپنی آنکھیں بھی پتھرا چلیں	یہ نجانا تھا کہ سختی اسقدر دیکھینگے ہم

شورش دیوانگی اسکی نہیں جائیگی لیک
ایک دو دن میر کو زنجیر کر دیکھینگے ہم

صبر کیا جاتا نہیں ہمسے رہ کے جدا نہ ستاؤ تم	پانو کا رکھنا گرچہ ادہر کو عار سہی پر آؤ تم

[illegible]

[illegible]

دل شمع نہیں سیس پہ جیتا ہی جی دو بھر دیکھو اُدھر		جیا وہ نرخ کو چاہا نہیں ہے بال سکی کو جال نہیں
	کیتا تھا لگی گڑی جو ڑون میں جگر کے لختون سے کسب نہیں ہے یارہ دوزی میں کوئی وصال نہیں	
ہے شمع کشیدہ کا جو شور اسکی جہان میں ہر طور میں ہم حرف وسخن لاگ سے دلگی کیا بادہ نے ہی دست تطاول کو دیا طول خوش رنگ ہے کس مرتبہ انہار کا پانی		نکلی ہے مگر تازہ کوئی شاخ کمان میں کیا کیا کہیں ہیں مرغ چمن اپنی زبان میں سے پلے پڑی ہیں بھول ہی سب باغ خزانہیں خونناب مری چشم کا ہے آب روانین
	رو دُمری احوال پہ جون ابر بہت میر بیطاقتی بجلی کی سی ہے آہ وفغان میں	
دل گئی بیدل کہلائی آگی دیکھیے کیا کیا ہون عشق کی رہ میں پانو رکھا سو رہنے لگی کچہ رفتہ سے خار وخس الجہیں ہیں آ ہی بحث نہ سونکسی کیا کہیے ہم بھی گئے جا گہہ سے اپنی شوقین اس ہرجائی کے		محزون ہے دین مفتون ہون مجنون ہون سوا ہون آگی چلکر دیکھیں ہم اب گم ہو دین پیدا ہون سے زن اپنی طبع روان سے جب ہم جیسے دریا ہون عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم رزنون بچا ہون
	کوئی طرف یان ایسی نہیں جو خالی ہو دے اوس سے میر یہ طرفہ ہے شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہون	

[illegible]

٣٥٢

[illegible]

احراق ہے قلب کا رونے سے کب گیا
پانی کی جیسا رپوند میں ہیں کیا احتراق ہیں

تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول
سین رکتا ہیں پر کہیں اٹھتا گھر کے طاق ہیں

دم نا کمیں بقول زبان عاشقوں کے ہیں
ہلنا بلا ہے موتی کا اوسکی بلاق میں

اک نور گرم جلوہ فلک پہ ہے سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہے میں اس رواق میں

صبح ہوئی گلزار کے طائر دل کو اپنے ٹٹولیں ہیں
یاد میں اس خوش جعد و گل کے کیسی کیسی بولیں ہیں

باغ میں جب ہم دیوانے سے جا نکلیں ہیں پا کر تنہا
غنچے ہیں جو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہنسو لیں ہیں

یار ہمارا آسان کیا کچھ سینہ کشادہ ہمسر ہے
خون کریں ہیں جب سے اکو دیکھ قبا کو کھولیں ہیں

سینہ جو بر سے ہے شد تسو دیکھا اندر ہی کیا
یعنی تنگ جو ہم آتے ہیں انکو کہو انکو رو لیں ہیں

وہ دھوبی کا کم ملتا ہے میل دل آگے سے بہت
کوئی کہے اس سے مطلق ہیں تجھکو کیا ہم دھولیں ہیں

سرو تو ہے سنجیدہ لیکن پیش مصرع قد یار
نا موزوں سے نکلے ہے جب وہ میں اپنے تو لیں ہیں

مرگ کا وقفہ اس رستے میں کیا ہے ہمیں سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ کے ہیں ہم ہوگ کوئی ہم سو لیں ہیں

غزل

میر کی کب پڑے بالائی نہیں
کہ حالت مجھے غش کی آئی نہیں

زبان سے ہماری ہے صیاد خوش
ہمیں اب امید رہائی نہیں

قطعہ

[illegible]

اٹک ہے پر چہرہ کپولوں کے آنکھیں بہتی جاتی ہیں
[illegible]

وہ نہین اب کہ فریبون سے لگا لیتے ہین
ہم جو دیکھین ہین تو وہ آنکھ چرا لیتے ہین
کچھ تفاوت نہین ہستی و عدم مین ہم بھی
اٹھکے اب قافلۂ رفتہ کو جا لیتے ہین
نازکی ہائے رے طالع کی نکوئی سے کبھو
پھول سا ہاتھ مین ہم اوسکو اٹھا لیتے ہین
صحبت آخر کو بگڑتی ہے سخن سازی مین
کیا در انداز ہی اک بات بنا لیتے ہین

دیا ہے سہی دل کی نہین خریداری
حساب پاک ہو روز شمار ہین تو عجب
گذر ہے عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ
جہان کے باغ کا یہ عیش ہے کہ گل کا رنگ

وفا ستائش ہے اچھی یہ بیان کی بات نہین
گناہ اتنے ہین میرے کہ کچھ حساب نہین
دل تو ہمکو چین نہین ہے شب ہمکو خواب نہین
ہماری جام مین لوہو ہے سب شراب نہین

تلاش میر کی اب ہمکو دنہین کاش کرین
کہ سب سے کھو گئی تو وہ خانہ خراب نہین

ہمکو کہنے کے تئین بزم مین جا دیتے ہین
دل طپیدہ رخصت ہوتے نہین ہم اگرچہ
گرچہ باتین ہین خشک غیرت سے ہوش کی
دیر رہتا ہے ہمالاسش پہ غم کشتوں کی
اس شہر حسن کا احوال کہ ظالم کے تئین
دل جگر ہو گئی بیتاب غم عشق جہان
کیونکی اس راہ مین پاؤن رکھے کہ صاحب نظران
ملتے ہی آنکھ ملی اسکی تو ہم لگ بہ تہہ
طرفہ صناع ہین اے میر یہ موزون طبعان

بیٹھنے پاتے نہین ہم کہ اٹھا دیتے ہین
باغ کے چار طرف آگ لگا دیتے ہین
دل جگر دونونکو یک لخت جلا دیتے ہین
استخوان انکے جلا کچھ تو مزا دیتے ہین
ہر طرف سیکڑون درویش دعا دیتے ہین
تھا ہمی ہم شوق کے بار ونکی دعا دیتے ہین
پاؤن رکھ دوان تئین آنکھین ہی بچھا دیتے ہین
خاک مین آپ کو فی الفور ملا دیتے ہین
بات جاتی ہے بگڑ بھی تو بنا دیتے ہین

کہین دیکا مرغان گلشن سے کیا	یہ سب جو حوصلہ ہمکو رسوا کرین
کہیا عشق کا جوشش دل مین بہلا	کہ بدنام ہم ہو وین جو سودا کرین

بری حال اوسکے گلی مین سے ہے میر
جو اٹھ جائین وان سے تو اچہا کرین

ہجر مین روتا ہون ہر شب مین تو اس صورت سے یار	وی اندہیری منہہ پر جو نکہو شدت سے یان
کسقدر بیگانہ خو ہین مردمان شہر حسن	بات کرنا سہم عادت ہی نہین الفت سے یان
اٹھ گئی ہین جیسے ہم سو بار پڑا ہی باغ سب	شور ہنگام سحر کا صبح ہے مدت سے یان
سر کوئی پہوڑی محبت مین تو بارے سطح	مرگیا ہی عشق مین فرہاد جس قدرت سے یان
دلکشی اس رسم کی ظاہر ہی تم دیکہو تو ہو	لوگ بہی دیکہ چلے جاتے ہین کس حسرت سے یان
صورتون ہی خاکدان یہ عالم تصویر ہے	بولین کیا اہل نظر خاموش ہین حیرت سے یان
فہم حرفونکی تسافر کا بہی یارون کو نہین	اسپہ رکہتے ہین توقع سب سر صحبت سے یان
پنج روزہ عمر کرئی عاشقی یا زاہدی	کام کچھ چلتا نہین اس تہوڑی سی مہلت سے یان

کیا سر جنگ جدل ہو بیدماغ عشق کو
صلح کی ہے میر نی ہفتاد و دو ملت سے یان

داغ فراق سی کیا پوچہو ہو آگ لگائی سینے مین	چہاتی سی وہ منہہ نہ لگا ٹک آکر اس بھی مہینے مین

عشق و جنون سے اگرچہ تن پہ ضعف تھا فن ہیکو

وحشت کو ہو جو سر مشتہ مجنون سے رنجور نہیں

ہجران میں برسوں ہم نے صبر کیا ہے پاس وفا

اب جو کبھو ٹک پاس بلاوے ہے وہ تو دور نہیں

حیا ہیت ہین سے جاتی ہے نگہ شایستہ ہو گئے — حیا بھی جیکی ہے دلکی ہوس اب جینے کا ارمان نہین

شور نہین یان سنتا کوئی میر قفس کے اسیرونکا

گوش نہین دیوار چمن کے گل کی شاید کان نہین

یون ناکام رہینگے کبتک جی مین ہے اک کام کرین — رسوا ہوکر مارے جاوین اسکو بھی بدنام کرین

جسکو خدا دیتا ہے سب کچھ وہ ہی سب کچھ دیتے ہین — ٹوپی لنگوٹی پاس ہے اپنے ہم اسپر کیا انعام کرین

منہ کہولے تو روز ہے روشن زلف بکہرے رات ہے پہر — ان طورون سے عاشق کیونکر صبح کو اپنے شام کرین

خط و کتابت سے نہ ہوئی شکایت صفحہ ورق مین آجاوے — دستے کے دستے کاغذ ہو جو دلکا حال ارقام کرین

شیخ جو ہے مسجد مین ننگا رات کو تہا میخانے مین — سجدہ ایک اس تیغ تلے کا انسے ہو تو سلام کرین

دل آسودہ ہو تو رہے کچھ ہم سو بار سے گئے — وہ سو بھی کہنہ ہیچ ہے باہر جاوین آب ام کرین

میل گدائی طبع کو اپنے کچھ بھی نہین ہے ورنہ میر

دو عالم کو مانگ کے لاوین ہم جو نگاہ برام کرین

پہرا ہین صورت احوال ہر ایک کو دکہاتا یان — مروت قحط ہے آنکہین نہین کوئی ملاتا یان

خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا — وہین مین کاش مرجاتا سراسیمہ آتا یان

محبت دشمن جان ہے جو مین معلوم یہ کرتا

تو کاہیکو کسو سے میر اپنا دل لگاتا یان

ردیف واو

دیتی ہے طول بلبل کیا شورش فغان کو

اک نالہ جو صدمے سے نہیں جو دیوے جان کو

کہا تھا منہ کہ ہر حرف پہ ہے بوسۂ لب | جو باتین کہین ہین تو اب قرض کا حساب کرو

قطعه

ہوا ہے اہل مساجد پہ کام از بس تنگ | نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو
خدا کریم ہے اوسکے کرم سے رکھکر چشم | دراز کھینچ کسو سایہ ڑے مین خواب کرو

جہان مین دیر نہین لگتی انکھین مندتی میر
تمھین تو چاہیے ہر کام مین شتاب کرو

وہ گل سا روسرا ہوں یا ہو چہار سو کو | نرمی سبھی کاش دیتا خالق گلاو سکی خو کو
ان گیسوون کی حلقے ہین چشم شوق عاشق | وے آنکھین سیکھتے ہین حسرت سے اوسکی رو کو
دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہے لیکن | پاتی نہین ہم اسکی کچھ طرز جستجو کو
آلودہ خون دل سے صد حرف منہ پر آئے | مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل میر دلبرون سے چاہا کرے ہے کیا کیا
کچھ انتہا نہین ہے عاشق کی آرزو کو

عجب گر تیری صورت کا نہ کوئی یار عاشق ہو | جو صحن چمن مین تو ہو در در دیوار عاشق ہو
تجھے اکبار اگر دیکھے کوئی بیجا ہو دل اسکا | خرام ناز پر تیری لگا گھر بار عاشق ہو
تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہین لگتا | مبادا اس وصل سے گل گلے کا ہار عاشق ہو

۳۵۷

کتنی دنون کہا تہا دلا ضبط نالہ کر
ہر شب کو نا شکیبی سے نالان ہوا نہ تو

ہوتا ہے میر روے سخن آدمی اور
افسوس ای ستم زدہ انسان ہوا نہ تو

کیا کرون مین صبر کمکو اور رنج بیش کو
کہول آنکھین صبح سے آنکہ شیر اندیش کو
عشق کہ بیتاب کی آزار مین مشکر شتاب
دشمن اپنا مین تو فکر دوستی ہی مین رہا

زہر دیوین کاشکی احباب اس درویش کو
دیکہتی رہتی ہین غافل وقت گرگ میش کو
جان دیتی دیر لگتی ہی نہین دلریش کو
اب کہون کیونکر سلامت چاہئین عشق اندیش کو

مختلط ترسا بچون سے شیر خانہ مین رہا
کن نی دیکہا مسجدون مین میر کافر کیش کو

نازکی کو تی ہی شہر کہ سبکو ستانی ہو
غیر کی ہمراہی کی عزت سے مارتی ہی عاشق کا
... بال مین کہبرتی ہی آنکھین بگڑ گئی
پردہ مجہ سے کر لیتی ہو جب آتی ہو مجلس مین
سوچ نہین تقریر ہی اپنا عیب دیدہ دیوانا
رفتہ عشق کسو کا یار وہ راہ چلی ہی کسکی کے

آتی ہو تمکین سے ایسی جیسی کہین کو جاتی ہو
پاس کبہو جو آتی ہو تو ساتھ اک تحفہ لاتی ہو
ساختہ ایسی بگڑی رہتی ہو تم جیسے یہ دہ ماتی ہو
آنکھین سب سے ملاتی ہو کچھ ہم ہی سے شرماتی ہو
ٹھوکر لگتے دامن کو کس ناز سے تم یان آتی ہو
کون ہا ہو آپ مین یان تم کسکی تئین سمجہاتی ہو

ردیف ہای ہوز

کوہکن مجنوں تو اس سے گیا آزردہ صحبت ہیں
منہ نہ لگایا ہم سے کنھوں نے ایسے ہرزہ کار ہیں ہو

جی رکا رکنے سے پری کچھ تو — آسمان آ گیا وری کچھ تو
جو نہووے نماز کرئیے نیاز — آدمی چاہیے کری کچھ تو
طالع و جذب و زاری و زر و زور — عشق میں چاہیے اری کچھ تو
جینا کیا ہے جہان فانی کا — مر تو جاتے ہیں کچھ مری کچھ تو

سمجھے سمجھے نظر پڑیں ہیں میر
اسکے اطوار سے ڈری کچھ تو

رفتن رنگیں گلرویان سے کیا ٹھہرا رہو — ساتھ ہو لو گل کی تماشا کر لو جسکو جاؤ ہو
تھا جو خم پری کا سو تو سر کا دہنا ہیچ ہے — ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچتاؤ ہو
خون کے سیلاب میں ڈوبا ہوا لگا کیا شمار — ٹک سہجو دو چند ول شمشیر تو ٹھہراؤ ہو
تھی وفا جو میر تو بابت دیار عشق کے — دیکھیں تو حسن ہیں جنس کا کیا بھاؤ ہو

گریۂ خونیں سے ہیں رخسار میرے لعل تر
دیدۂ خونبار ہیں جیسے شہر گہاؤ ہو

جیسی لاگ بلا ہے کوئی دل چھینے سو اٹھا بیٹھو — ہو کر فقیر گلیمیں کس کو کنج اٹھا کر جا بیٹھو

دور فتنہ ہے گلستان وس رنگینی کا
ہے فصل گل پہ گل کا اب وہ نہین مزا کچھ

وہ آرسی کہ آگے ہیرون ہی با تکلف
منہ سے بہار ہے اسکو آتی نہین حیا کچھ

دل ہی کی غم مین گذری وس ان جو عمر کی تہہ
آتے ہے اس نگر سے جاتا نہین دیا کچھ

منہ کر سبھی ہیرے جانب سوتا نہین کبھو کچھ
کیا جانون او سکی جیبین ہے اسطرفسے کیا کچھ

دل کو فقیر کا بھی ہاتھون مین ال دیی کر
آتا ہی ہے جہا نمین آگے لیا دیا کچھ

یارون کی آہ زاری ہیوے قبول کیونکر
انکی زبان مین کچھ ہے دلمین ہے کچھ دغا کچھ

ساری وہی حقیقت ملحوظ سب مین ہے
کہیے نمود ہوے جو اسکے ماسوا کچھ

حرف سخن کی وس سے اپنی مجال کیا ہے
ان نے کہا ہے کیا کیا مین نے اگر کہا کچھ

کبتک یہ بدشرابی یہری تو سیر آ لئے
ساقی کی ہو چکیا اب کر چلو بھلا کچھ

حیرت طلب کو کام نہین ہے کسو کے ساتھ
جان عزیز بھی ہے مری آبرو کے ساتھ

یکرنگ آشنا ہین خرابات ہی کے لوگ
سر ہے کشو کی ٹوٹے دیکھی سبو کے ساتھ

قمری کا لوہو پانی ہوا ایک عشق مین
آتا ہے اسکا خون جگر آبجو کے ساتھ

خالی نہین ہے خواہش لیسر کوئی بشر
جاتی ہین سب جہانسے یک آرزو کے ساتھ

دم مین ہے دم جہان تئین گرم تلاش ہون
سوز و تاب رہتے ہین ہر ایک سو کے ساتھ

کیا کیا دیدہ درائی سے ہم کرتی رہی اس عالم میں	تم سے آگے سنو ہو صاحب نہیں ہوا کیا کیا کچھ
حسرت وصل و اندوہ جدائی خواہش عشق و شوق	ہوں تو چلا ہوں کیلا لیکن ساتھ چلا ہے کیا کیا کچھ

کیا کہیے جب میں نے کہا ہے میر ہے مغرور اس پہ تو
اپنی زبان مت کھول تو الی اور کہا ہے کیا کیا کچھ

ردیف یای

میں تو تنگ صبر بھی اب ہو نہیں سکتا اک دم بھی	ناز و غرور بہت ہے اوسکا لطف نہیں ہے کم کم بھی
جامہ احرام اخرتہ کرول کی اور توجہ کی	در پہ حرم کر اس لیئے تھو ہم کو بھی ہیگا محرم بھی
دیکھ ہوا کو طائر گلشن کس حسرت سے کہتے تھے	گل ہی چلی جاتی نہیں یا جلنے کو بیٹھے ہیں ہم بھی
کیا کیا میں بیتاب رہا ہوں رنج و الم سے محبت کی	ہجر عالم کچھ اور ہی ہے میرے دل کی مرض کا عالم بھی
غنچہ و داغ کیا ہے کیا اچھی ہونی والی تھی	زخموں کی چھاتی کی میرے رکھ دیکھو نہ مرہم بھی
گرم ہوا بھی ہوگا جو ہم سیر چمن کی کریجیے	پھول بکھرتے جاتی ہیں کچھ آخر ہے اب موسم بھی

نعل جڑے ہے سینے کو گوٹا جہر کی نجی پر خاک ملی
میر کیا ہے میں نے نہایت دل جانیکا ماتم بھی

نقد دین غفلت سے کھویا راہ کھوٹی کر گئے	کاروان جاتا رہا ہم خواب ہی میں مر گئے
کیا کہیں ان نے جو پھیرا ہم در پہ سے ہیں	مر گئے غیرت سے ہم بھی پر نہ اوسکے گھر گئے

٣٦١

ہے بلا ہجوم دل تڑپ لی کی	ایسا ہوتا نہیں ہے اودہم بھی
کچھ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا	خواب کا سا ہے یہاں کا عالم بھی
حیف دل جا نہ پڑ گئی جی کی	ورنہ غم کرتے لیتے ماتم بھی
حرم کعبہ کا نیا یا بہید	نہ ملا وان کا ایک محرم بھی
خشک ہے ساتھ شیخ حیف ہوا	یون تو یارا دسکو دیتے تھے دم بھی

کب ہی جاتا ہے آدمی اے میر
آفت جان ہے عشق کا غم بھی

لطف ہے کیا انواع ستم جو اوسکی کوئی بیان کرے	گو شہر دا الڈن عمر و مین تعب بے لطفی دو زبان کرے
ہم تو چاہ کر اس شہر کو سخت ندامت کھینچی ہے	چاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے
سود یہیں دل کی نفع جو چاہے خام طمع سودائی ہے	سارا اساس عشق میں لیا جی کا بھی نقصان کرے
حشر کی ہنگامے میں جا ہیں پہ داد عشق تو حسن نہیں	کاشکی یاں ظالم اپنے دل ہی میں دیوان کرے
آتش جو ہو وہ ویسی عہدہ بر آ کیا عاشق ہو	دل کو جلا دے منت رکھ جی مار کے احسان کرے
یمن عشق غم افزا ایسی کام نہایت مشکل ہے	اب نہیں امید دل کو شاید عشق آسان کرے

کہنے میں یہ بات آتی نہیں ہے سیر خدا کی قدرت ہے
موند کے آنکھیں میر اگر تو دل کی طرف ٹک دھیان کرے

نسبت کیا ان لوگوں سی ہمکو شہری ہین اور ویرانی ہم
ہے تپہر سا چہاتی مین میری کثرت غم کی ہجر سے

باغ مین جا کر ہم جو رہے سو دماغ آشفتہ ہوا
کیسا کیسا عجز ہوا اپنا کسے خاکمین ملتے ہین

قصہ ہم غربت زدگان کا کہنے سی شایستہ نہین

ہے فریاد آگ دم کو ہی مجنون کی صحرائی ہے
کیا کہیے پہلو سے دل کی سخت اذیت پائی ہے

کیا کیا سر سی بہار آکر بلبل شب چلائی ہے
کیا کیا ناز و ادا اوسکو ہے کیا کیا بے پروائی ہے

بیصبری کم پائی ہے پہر دورا دستی تنہائی ہے

خشکی جیتون نیچے لگا ہین جا ہے کی تیری مشعر ہین
میں عبث بگڑی ہے آنکہہ کہین تو لگائی ہے

دنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی
کیا ابر رحمت ابکی برستا ہے لطف سے

کیا ضعف نہین ہے جگر و دل داغ بن
ہم عاشقان زرد و زبون و نزار سے

چپکے ہین ہم تو حیرت حالات عشق سے
یکسان ہو گئے خاک سے پامال ہو سکے ہم

وہ رہ سکی ہے دل زدہ کچہہ منتظر کہڑا
یک نسخہ عجیب ہے لڑکا طبیب کا

کچہہ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی
طاعت گزین جو ہے سو گنہگار ہو کوئی

پوچہے جو اس قشون مین سردار ہو کوئی
مست کر دو ائین ایسی کہ بیزار ہو کوئی

کر لے بیان جو واقف اسرار ہو کوئی
کیا اور اوسکی راہ مین ہموار ہو کوئی

حیرت ہے اوسکو در ہے جو دیوار ہو کوئی
کچہہ غم نہین ہے اوسکو جو بیمار ہو کوئی

ایدھر کہین آنا وہ آوے تو تصدق کر
ابھی جامہ اوڑھا دینگے گھر بار لٹا دینگے

معشوقون کی گرمی بھی ای میر قیامت ہے
چھاتی مین گلے لگ کر تک آگ لگا دینگے

جنگل مین چشم کسنے بستی کی رہبری کی
صاحب ہی نے ہمارے یہ بندہ پروری کی

شب سنگ شور میرا کچھ بھی نہ ہمسایگی
اسکی گلی کو سگ نے کیا آدمی گری کی

کرتی نہین ہین ان خون اس رنگ سے سو کا
ہم دل شدون کی ان نے کیا خوب دلبری کی

اسقدر سے کیا تک ہے آدم کو حسن مین بھی
اچھی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی

ہے اپنی جہدری بھی جاناکہ وہ دل گرازان
اس کنج مین نہین ہے امید بہتری کی

رفتار ناز کا ہے پامال ایک عالم
اس خودنمائی کیسی خودرائی خودسری کی

ایکاش اب نچھوڑے صیاد قیدیون کو
جی ہی سی مارتی ہے آزادی بی پری کی

اس رشک مہ سے ہر شب ہے غیر سے لڑائی
بخت سیہ نے بارہا ان روز دن یاوری کی

کسب نچیان بھی کی ہین صراف کی ترے سے
پیسی وی مسیردی کی پہر لیکی گہری کی

گذری بسان صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میر تمنے کیا سیر سرسری کی

اکثر کے سینہ تخہ ہے روم کی سرگرانی
اب کب گئی اٹھائی ہے زور ناتوانی

کرین ضبط گریہ سے دل کی عمارت
ملا دیتی ہے خاک ہی آدمی کو

ہوئی چشم تر اس خرابی کی بانی
محبت ہے کوئی بلا آسمانی

گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
دل عشق مین قدر ہمنے نجانی

چلتے ہو تو چمن کو چلیے کہتے ہین کہ بہاران ہے
پات ہرے ہین پھول کھلے ہین کم کم باد و باران ہے

رنگ ہوا سے یون ٹپکے ہے جیسے شراب چواتے ہین
آگے ہو میخانے کے نکلو عہد بادہ گساران ہے

عشق کے میدانداروں مین بھی مرنے کا ہے وصف بہت
یعنی مصیبت ایسی اٹھانا کار کار گذاران ہے

دل ہی داغ جگر ہی ٹکڑے آنسو سارے خون ہوئے
لوہو پانی ایک کرے یہ عشق لالہ عذاران ہے

کوہکن و مجنون کی خاطر دشت و کوہ مین ہم نگئے
عشق مین ہمکو میر نہایت پاس عزت داران ہے

ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے
تعب ایسے گذرے کہ ہم مر گئے

نظر اک سپاہی پسر سے لڑی
قریب اسکی تلوار کر کر گئے

بہم مہر ورزی کے سرگرم تھے
خدا جانے وہ لوگ کیدہر گئے

سو میری آنکھوں نہین آتا نہین
جگر کے مگر زخم سب بھر گئے

ربط کمین مین نہین میر جی
ہوا جو لگی وے بھی باہر گئے

نگاہ غور سے کر میر سارے عالم میں
کہ ہووے عین حقیقت وہی تو ساری ہے

نہ خاطر پر الم تیری نہ دل پر کچھ ستم تیرے
جو تنک بھی سایہ گستر ہوگا تو اس خشک مزرع پر

مجلس رحم ہو وہیں کس طرح مظلوم ہم تیرے
بیست ہم ہونگے احسان سندا ہے ابر کرم تیرے

نہیں اس طرح جان کے میر مائل ہو گی سنبل کی
نہیں دیکھی جنہوں نے گیسوے پیچ و خم تیرے

عشق میں کبھو کو جاؤگے تو باتیں تم بھی پاؤگے
صبر کہاں بیتابی سے جیں کہاں بے خوابی سے
شوق کمال کو پہنچا تو ہیں خط و کتابت حرف و سخن
صنعت گریاں صاحب عزہ و لگی لگے پس تیر گئیں
چاہ گئی درویش ہوئے تو اب تو خورش کی فکر نہیں
جو رنگ محبت کے ہیں کتنی کوئی تمہیں خوش آویگا
رہتے ہیں بہو رتے الفت میں گم گشتہ کلفت میں
اشک تو پانی سے ہیں لیکن جلتے جلتے آؤگے
چاہت میر سبھا کرتی ہیں رنج و تعب میں تیر گئیں

قدر ہماری کچھ جانوگے دل کو کہیں جو لگاؤگے
سو سو بار گلی میں تک گھر سے باہر آؤگے
قاصد کے محتاج نہ ہوگے آپ ہی دوڑے جاؤگے
ایک نہیں سننے کا تم باتیں بہت بناؤگے
تو ہو سے اپنا ہر دم غم و غصہ ہی کھاؤگے
خون کروگے یا دل کو یا داغ جگر پہ جلاؤگے
بھولے بھولے آپ ہی پھروگے کس کو راہ بتاؤگے
دل کی لگی حیران ہو صاحب کس سے بھلا کہیاؤگے
تم جو آپ ہی بیتاب عجب ایسے جی کے ہاتھ اٹھاؤگے

٣٦٧

میر اُن ہم بتکدے سے کعبے گیا
کیا کرے جو خدا خراب کرے

افسانہ خوان کا لڑکا کیا کچھ دیدنی ہے
قصہ ہمارا اسکا یارو شنیدنی ہے
اپنا تو دست کوتہ زہ تک سبھی پہونچا
نقاش سے کہیں وہ دامن کشیدنی ہے
پروانہ مر مٹا ہے جل کر نہ کچھ کہا تو
اے شمع یہ زبان تو ظالم بریدنی ہے
حسرت سے عاشقی کی پیری میں کیا کہیں ہم
دندان نہیں ہیں منہ میں وہ لب گزیدنی ہے

ہو راست میر صاحب کس کا حیف کریے
سر بھی فگندنی ہے قد بھی خمیدنی ہے

حال رہا ہو ہم میں کچھ تو حال کسو سے کہا جاوے
آن رہی ہیں آج دم نکل تک کیونکر رہا جاوے
اسکی گلی وہ ظلم کدہ ہے آنکلے جو کوئی وہاں
گرد رہ عشق آلودہ تو لوہو میں نہا جاوے

آنکھوں کی خونابہ فشانی دیکھیں میر کہاں تک یہ
زرد ہماری رخساروں پر ہر دم خون بہا جاوے

عشق چھپا کر پچھتائے ہم سوکھ گئے رنجور ہوئے
یعنی آنسو پی گئے سو زخم جگر ناسور ہوئے
ہم جو گئے سرمست محبت داش باش گئے جو ہوئے
کھائیں گھڑی تلواریں اسکی زخمی شہر میں جو ہوئے
کوئی نہ ہمکو جانے تھا ہم اسی سے گمنام آگئے
ہمیں عشق سے رسوا ہو کر شہر و نہیں مشہور ہوئے

قطعہ

روز وداع لگا چہاتی سے جو خوش پرکار گیا
گو بعیر آرا کہ اوسکو دنیا مین پہر کوئی نہین
ضعف دماغی جسکو ہو وے عشق کے رنج و محنت سے
شور جرس شبگیر کا غافل طیاری کا تکیہ ہے
بال نہین عاشق کی بدن پر پیرہن سے ہے مو نکلا

دل ٹرپہی جان کبھی ہر سینہ سارا جلتا ہے
عشق کا مارا آوارہ جو گہر سے اپنے نکلتا ہے
جی بھی سنبہلتا ہے پر بعد از دیر سنبہلتا ہے
یعنی آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہے
بل کر اسکو جلا دی گیا ہو آپہی جلتا بلتا ہے

میر ستم کشتہ کی سماجت ہی مشہور زمانے کی
جان دیئے بن اگر سر اسکے کب وہ ظالم ٹلتا ہے

جب سے ستارۂ صبح کا نکلا تب سے آنسو جہمکا ہے
آمد و رفت دم کی ادہر ہمنی بنا ہی زیست کے کہی
کہہ صوفی چل میخانے مین لطف نہین ہے مسجد مین
کیا امید رہائی رکہی ہمسا رفتہ وارفتہ

دل ٹرپا اس ہہ رہن گرو ہمارا دم کا ہے
دم سو ہوا ہی آوے نہ آوی کسکو بہروسا دم کا ہے
ابر ہی باران باد ہے ترک زنگ نہین جہمکا ہے
دل اپنا تو زنجیر مین اس زلف خم در خم کا ہے

دل کی نہین بیماری ایسی جس مین ہو امید بہی
کیا سنبہلے گا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہے

خواہش دل کی کسسے کہیے محرم تو ناپید اس سے
ہین متوقع پرسش اسکی ہم جو گرے ہین بستر پر

جب سے من کچھ کہہ سکتے نہین ہم چپکی ہین بیمار گیا ہے
رہنا اس بن حالی ہی سے اپنے حق مین جہا ہے

ہماری جان لبون پر سو گوش گئی | کہا سکے آنکی کسو کن کچھ اب بھی یان یا کوئی

بہار ہوگئی ہین میر اسکی طائر آزاد
نسیم کیا ہے دو گلبرگ اگر اد ہر لاوے

مین اسکی جدائی مین تصدیع بہت پائی
اس رفتہ کی جان بخشی تک تکتی ہو کر اسکے
تھا صبر و سکون جبتک ہنا تہا مجھو غش سا
اس میر جراحت پہ کل داور محشر بہی

درویشی کم و بائی بے صبری و تنہائی
رکھتی ہی قدم مجھ مین پہر جان گئی آئی
بیتابی دل سر پر ایک اور بلا لائی
ڈرتا ہون کہو رکھا کیا تیغ و ستم کہائی

اے میر کسو دین ہین جبتک نہ نصیب ہو
کر شکر یہ ہے جو اس در کی جبین سائی

کیا کیا ہمنے رنج اٹہائی کیا کیا ہم بہی تکیبا تہے
عشق کیا سو باتین بنائین یعنی شعر شعار ہوا
کیا پوچہی کو میر کہتی کیا سر کچہ سنو تا تہا
اسکی وصال قرار دیا ہی جب بہی کسی حالت ہے

وہ دن جون تہی ان جیتی پہر سو مر بہی جیا تہے
بیتین ہے جو مشہور ہین تو شہر شہرون رسوا
لطف نہین اب کیا کہیو کچھ آگہی ہم بہی کیا کیا
ایک سمین ان بیچا تہا تو بہی ہم وی یکجا تہے

کیا ہوتا جو پاس ای میر وہ کبہو تو آجاتے
عاشق تہو درویش تہو آخر بیکس بہی تنہا تہے

دیکھیو رہیو خرام ناز اوسکا — پر کسو پاس کر رہا بھی جاے

درد دل طول سے کہو عاشق — رو برو ہو سکے جو کہا بھی جاے

حیرت گل سے آبجو ٹھٹھکا — یہی بہتیر رہی بہا بھی جاے

کیا کوئی اوس گلی مین آوے میر
آوے تو ہو ہو مین تنہا بھی جاے

اب ترک کر لباس توکل ہی کر رہے — جیسے کلاہ سر پہ رکھی در بدر رہے

اس دشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اٹھا — ہم خانمان خراب نہ جانا کدہر رہے

آنے سے اسطرف کی تری ہمنے غش کیا — شکوہ بھی اوس سے ہے کبھی جستجو خبر رہے

دونون طرف سے دیدہ درائی نہین ہے خوب — اس چاہ کا ہی لطف جو آپسمین ڈر رہے

جبتک شعور ان دل مین جگر مین مترو ہوں نم — تہ کچھ بھی جو نہو دے تو کیا چشم تر رہے

رہنا گلی مین اوسکی نہ جیتے جی ہو سکا — ناچار ہو کے وان جو گئے اب سو مر رہے

عاشق خراب حال ترے ہین گری پری — جیون لشکر شکستہ پریشان اتر رہے

عیب آدمی کا ہے جو رہے اس دیار مین
مطلق جہان نہ میر رواج ہنر رہے

پھر اب چلو چمن مین کھلے غنچے رک گئے — شاخ ان ہمیت ہوا ہالونکی جھک گئے

راہ کی کوئی سنتا نہ تھا یان رستے مین منہ زور تھا
شور سا کرتے جاتے تھے ہم بات کی کسکو طاقت تھی

عہد ہمارا تیرا ہی یہ جسمین گم ہے مہر و وفا
اگلے زمانے مین تو یہی لوگونکی رسم و عادت تھی

خالی ہاتھ سے ہم رہے یہی کاہے کو بھی اگر یکتان
جن روزون درویش ہوئے تھے پاس ہمارے دولت تھی

جو اٹھتا ہے یان سے بگولا ہم سا ہے آوارہ کوئی
اس وادی مین میر مگر سرگشتہ کسو کی تربت تھی

صحرا صحرا وحشت بھی تھی دنیا دنیا تہمت تھی
[illegible]



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان پنجم

دل رفتۂ جمال ہے اوس ذوالجلال کا	مستجمع جمیع صفات و کمال کا
ادراک کو ہے ذات مقدس میں دخل کیا	اودہر نہیں گذار گمان و خیال کا
حیرت سے عارفوں کو نہیں راہ معرفت	حال ارچہ ہے بیان اونہوں کی حال و قال کا
ہے قسمت زمین و فلک سے غرض نمود	جلوہ وگرنہ سب میں ہے اوسکے جمال کا

مرنے کا بھی خیال رہے میر اگر تجھے
ہے اشتیاق جان جہاں کے وصال کا

ہے حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا	یعنی خیال سر میں ہے نعت رسول کا

پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا سو تو میر
کام ہوا آخر عشق مین اسکی بیارون پر جانے لگا

اگر ہنستا اٹھے سیر چمن مین اسکی یاؤن گا
مجے گل اسکی آگی خوش نہین آتا کچھ اسیر بھی
بشارت ای صیاد بھیجا اسیران قفس کو بھی
دماغ ناز برداری نہین ہے کم دماغی سے
خشونت بد سلوکی خشمگینی کس سے لئے آسی
ابھی ہون منتظر جاتی ہے چشم شوق ہر جانب

تو بلبل آشیان تیرا ہی مین پہونچے جاؤنگا
جو تو آزردہ ہوتی ہے گلستان مین نہ آؤنگا
تسلی کو تمہاری سر پر رکھہ دو پھول لاؤنگا
کہانتک ہر گھڑی روٹھی کو پہرون مناؤنگا
نہ منہ کو پھیرے پھیر یان نہ آؤنگا جو جاؤنگا
بلند اس تیغ کو ہونی تو دو سر بھی جھکاؤنگا

بلا مین پر سر ہون کاش افتادہ رہون یونہین
اوٹھا کر خاک سے تو میر ہنگامے اٹھاؤنگا

رسوائی شہر ہے یان حرف و سخن ہمارا
دل خون ہو گیا تھا غم لکھتے سو رہی ہے
ظل ریاض مین شب مہتاب کی سنین گل
میدان عشق مین تو قیمہ بدن ہوا ہے
میر اسکی آنکھہ مین دیکھین ہمنے سفر کو جاتے

کیا خاک مین ملا ہے افسوس فن ہمارا
شنگرف کی قلم سا پر خون دہن ہمارا
انگارون سی بھرا ہے اس بن چمن ہمارا
تہ کر کی خاک ہی مین رکھدین کفن ہمارا
عین بلا ہوا ہے سو اب وطن ہمارا

میر جوان نے منہ کو اد ہر کر ہے کوئی بات کہی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا انس ہو انسان کا
عاشق و معشوق کی ہین طرفہ صحبت میر کی

ہین خرد گم عشق مین اس لڑکی کی آخر ہوا
مرنا اسکی عشق مین خالی نہین ہے حسن سے

گر پڑینگے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
ہر ورق ہر صفحے مین اک شعر شور انگیز ہے

کیا ملا وے آنکھ نرگس اسکی چشم سرخ سے
بات کرتی جا ہے منہ تک مخاطب کی جہلک

آگ جیکی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا
ایک جی مارے ہی مرہون یک ہے احسان کا

یہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا نادان کا
رشک کی قابل ہے جو کشتہ ہو اس میدان کا

ہل گیا جو صبح کو گوہر کسیکے کان کا
عرصۂ محشر کا عرصہ میر کے بھی دیوان کا

زرد اس غمدیدہ کو آزار ہے یرقان کا
اسکا لعل لب نہین محتاج رنگ پان کا

کیا کہون سارا زمانہ کشتہ و مردہ ہے میر
اسکے اک انداز کا اک ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گئی آرام گیا
عشق گیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا

کسکس اپنی کل کو رووے ہجران مین بیکل اسکا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

دل نے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا
خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

کیسا کیا جگر خون آزار کیسے کیسے کہینچے
آسان نہیں ہوا دل اندوہگین ہمارا

حرف و سخن تہے اپنے یاد استان جہان مین
مذکور بہی نہین ہے یا اب کہین ہمارا

کیا رایگان تہون کو دیکہے ہو مین کافر
ارث پر جواب تہا یہ کنہ دین ہمارا

لخت جگر بہی اپنا یاقوت ناب سا ہے
قطرہ سرشک کا ہے در ثمین ہمارا

کیا خاک مین ملایا ہمکو سپہر دون نے
ڈہونڈا نشان تربت پائی نہین ہمارا

حالت ہے نزع کی یا آن وکہ جاتی ہین ہم
آنکہونمین منتظر ہے دم واپسین ہمارا

اک عمر ہو رہی جنکے سبب سے کی تہی
پاتے ہین جہانکو سر گرم کین ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہے کوئی ادہر سے آویگا
یا کہ نوشتہ آن ہاتہونکا قاصد ہم تک لاویگا

ہم نہین لکہتے اسلیئے اسکو شوخ بہت ہے وہ اکہیگا
خط کا کاغذ باد ہی لیگا یا وہ کا رخ بتلاویگا

رنج بہت کہینچے تہے ہمنے طاقت جیکی تمام ہوئی
اپنی کہی میرا دہی بیہ وہ بہت پچہتاویگا

آنہ سکے ہم چاہ مین آگے گو ناصح پہر دین سمجہی
سو جہتا ہے کچہہ کر کہینگے کیا تو ہمکو سمجہاویگا

عاشق ہو وے وہ بہی رہتا کچہہ ایسا کہا جاوے
یعنے حال سنیگا لیکن کہوی کسے لگاوے گا

عاشق کے لوہو کی بہی آہ و رسم سے واقف ہ
ہو جوا ایسا گم شدہ پیا اسکو تو پہر پاویگا

آنکہین مین نمی ہے و لہر ہو ... مین بہتر ہے
چشمک کرنا ایک انہونکا سو فتنہ جگاویگا

ایسا پلید الودہ دنیا خلق خدا کو سمجھا ہوگا
قدرت حق میں کیا قدرت ہے جو فضل کرے کسو فضول
آہ سحر نے جھپائی ہین بہانا انکا سہل نہ تھا

شیخ شہر ہوا ہے کہتے ہین شہر کو تہ پاک کیا
اسکو کیا پرکالہ آتش مجکو خس و خاشاک کیا
وہ دو دو ہاتھہ ہر پہ کہ دل کے سینہ عاشق چاک کیا

غور کرو باذین دلہاے میر ہمارا یونہین نہین
برسون رو رو کر پیتے رہے ہم تب اسکو غمناک کیا

بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہوویگا
چشم تماشا وا ہووے تو دیکھا تھا غنیمت ہے

درد آگین انداز کی باتین اکثر چھیڑ پہ رو ویگا
مت سو بند آنکھون کو غافل وقت یہ کب پھر ہو ویگا

جست و جو بھی اسکی کرتی جسکا نشان کچھ پیدا ہو
پایا اسکا میر نے مشکل جی تو یونہین کھو ویگا

رکھے تھا ہاتھ میں سر رشتہ بت سینے کا
اے طپش لوہو پیچھے میرا جو تو چھوڑے

رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا
کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہے لہو پینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

عید آئندہ تک رہیگا گلا
ڈوبے لوہو میں ہوکتے سر کا

ہو گئی عید تو گلے نہ ملا
حیف کوئی بھی آبلہ نہ پھلا

٣٧٥

[illegible marginal text, top]

مطلب کا سر رشتہ ہم کو تو تلاش کہتا ہی نہیں
خاک سے آدم کو پیدا کیا یہ منت کیا تھوڑی ہے
ترک کچھ سے عشق کیا تنہا نکل گیا ہیں تو

جو طالب ہے بس اہ ہم آیا خاک ہے وہ کی جہاں کیا
اب سر خاک ہے ہو جاوے تو سحر کیا اچھا نکلا
ریختہ رفتہ ہندوستان سے شعر ایران گیا

کیونکہ حسب ہو دلکو اسے میر مقام حیرت ہے
چار دن رہ نہیں سکے کوئی یاں ان نے نہیں یہاں گیا

دل ترا چپ ہے جان کبھی ہے حال جگر کا کیا ہوگا
دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہم نے کیا کیا حفاظت کی
کیا جانیں آشفتہ دلاں کچھ ان سے ہم کو بحث نہیں
پاؤں حنائی اسکے لئے آنکھوں پہ اپنے ہم نے رکھے
جا کر سوچتے جاتے ہیں دلکو جو یہ کہتی ہیں
روتے ہیں بلا ہی چلے ہیں ہم سے قطع امید کرو

مجنون مجنون لوگ کہیں ہیں مجنون کیا ہم سا ہوگا
آہ بجا نا رونے دو یہ چشمہ دریا ہوگا
وہ جانیگا حال ہمارا جسکا دل بیچا ہوگا
یہ دیکھا رنگ فلک پہ ہنگامہ کیا برپا ہوگا
انکو غرور و ناز ہوگا جنکو کچھ آتا ہوگا
روگ لگا ہے عشق کا جسکو وہ اب کیا اچھا ہوگا

دلکی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپاؤ اسکو کمہ
یعنے عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہوگا

جا وے یہ ایسا کامل ہو جب ملے وہ گھر آیا
بجلی سا وہ چمک گیا آنکھوں سے ہو بیہوش ہم گر گئیں

شکر خدا کا کہ جو کہاں تک عہد فراق بسر آیا
ابر خط نکلے سی ہیں جی بھی نہال بھر آیا

[illegible marginal text, right and bottom]

دل رہے وصل جو مدام ہے ہے
ایک اللہ کا بہت ہے نام

مل گئے اوس سے گاہ گاہ تو کیا
جمع باطل ہون تو سوا آہ تو کیا

میر گیا ہے فقیر مستغنی
آوے اوس پاس بادشاہ تو کیا

بتیا ہونگے جو رستے مین جب گہر گیا
ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا

امی آہ سرد عرصۂ محشر مین یخ جما
جلتا ہون مین سنون کہ جہنم ٹہہر گیا

مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا
ہجران مین اسکے جی بہی گیا اور زر گیا

تیرے ہی رہگذر مین جی جار ہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہے کل مین گذر گیا

دل گیا مفت اور وہ کہہ پایا
ہوکے عاشق بہت مین پچہتایا

مر گئے پہر بہی سنگسار کیا
نخل ماتم مرا یہ پہل لایا

صحن مین میرے اے گل مہتاب
کیون شگوفہ لے کہلنے کا آیا

یہ شب ہجر ہے گہڑی نہ رہے
ہو سفیدی کا جس جگہہ سایا

جیسے بیخود ہوا ہے اسکو دیکہہ
آپ مین میر پہر نہین آیا

بیطاقتی میں ہے میر خوش او سی سے
دل لگے جانیکا حیف غم نہوا

کل تلک داغ نسیم خوبی دامن میں پاک تہا — آج تو گذشتہ کوئی کیا زینت فتراک تہا
کیا جنون کو روون جو تھی سو اسکے گل نمط — اب گریبان ہے نہ دامن تک ایکہی چاک تہا
سو جو آئی رونیکو مژگان ٹہری ایک پل — بس وہ کی گویا خس و خاشاک تہا
ایک شمع شعلہ خو کی لیے میں جل بجہا — جب تلک پہنچے کوئی پروانہ عاشق خاک تہا
بادشاہ وقت تہا میں تخت تہا میر دماغ — جیکے چار دل وراک جوش گل تریاک تہا
ڈہال تلوار اس جوان کے ساتہ اسیتی نہیں — وہ جفا آئین شتابی میں لڑکا ہی بیباک تہا
تنگ پوشی تنگ رہی اسکی جیمین کہب گئی — کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک تہا
بات ہے جی مارنا بازیچہ قتل عام ہے — اتنو ہے صد چند اگر دہ چند وہ سفاک تہا
غنچہ دل وا ہوا نہ باغون باغون میں پہرا — اب ہے ہے ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک تہا

درک کیا اس مدعی سے کہ میں میر عقل و فہم کو
کسکے تئین ان صورتو میں معنی کا ادراک تہا

جدا اس سیمتن سے کیا سونا — کہ مٹی کو ترسے کا اب ہے بچہونا
بہت سے جستجو اسکے نپایا — ہمیں دریپش ہے اب جی کا کہونا

[illegible]

بیدل ہوئے پہ کرتے تدارک رہتا ہوش
ہم آپ ہی میں تو نہیں جب سے دل گیا

دیکھا نہیں پہاڑ گران سنگ یا سبک
دوروں چرچا تھا عشق پھر کی دل گیا

شبنم کو سی سمجھو تھا میں عرق عرق
یعنی کہ ہستی ننگ عدم تھے نکل گیا

غم کیکھنچے ملا نہیں جا گہ سے کیا کرون
دل جا لگی ہے جہم بدم اودہر ہی مل گیا

صورت نہ دیکھی ویسی کہتا وہ جبین کہین
مین میر اس تلاش مین چین و چگل گیا

ایک نہ خواہش سے آئی تہا جیکا غبار نکل جاتا
کا شکلے آہو چشم اپنا آنکھوں کو پاؤن سے مل جاتا

آتش دل کی لپٹونکا ہے یارو کچھ عالم ہی جدا
لاسیحہ کوئی کہتا سر تو سارا عالم جل جاتا

نعرہ کرنا عاشق کا ہے ساتہ ایک ہیبت کی
سُن آواز اس شیر نر کی سیل بلا سے دل جاتا

اہل زمین تو کیا ہین انکا سہل ہے سارا لیجانا
چرخ پہ ہوتا وہ جو جیلا واخیل ملک کو چھل جاتا

کشتے زبردستونکی اسی پاک ہوئی تو کیا ہے عجب
رستم سامنے ہو جاتا تو راہ بچا کر ٹل جاتا

غم سے ہو کر زرد سا صورت پیار رہی ہے آنکی نہیے
آن نکلتی سو کہین تو رنگ ہوا کا بدل جاتا

ڈہلتے ڈہلتی ضعف سے آئی میر سونے منہ پہیرا
یا قوتی سے بوسہ لب کی جی شاید کہ سنبہل جاتا

کیا کیا عشق میں بیچ اٹھا دل اپنا سبب ہوا
کیسے رکہتے تہے خفگی سے آخر کار رجبون ہوا

[illegible]

جب زمزمہ کرتی ہے جدا چھپکے ہو دل مین | بلبل سے کوئی سیکھ لے انداز سخن کا
کب مشت نمک سے ہوئی تسکین جراحت | لب تشنہ ہے یکبارہ مرے زخم کہن کا

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہونزہ تک
قربان کیا میر اسے چاک کفن کا

یہ تو جدا جو ہوئے ہم کتنی منت کا تو کیے گا | پاس ہمارا گو نکرو تم پاس تمہارے رہیگا

ردیف بای

کب سے صحبت گرم ہے ہمکو کیونکر کوئی بہار اب | ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا اسکے کنے لیجا کر آب
سوتے آتے ہین پپکڑی مین گل رکہی ہے | کسکو دماغ رہا ہے اسکی حرف شنوی کہا و اب
تیغ بلند ہوئی ہے اسکی قسمت ہونگی زخم رسا | سر جو اگر یہ جسم ہے تو کوئی جراحت کہا و بجا اب
داغ سر و سینے کی سیر چمن حسرت انگیز چشم پہ ہے | دیکھیں کیا کیا عشق ستم کش ہم لوگونکو دکہاوے اب
دم و دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہے تدارک بھی | جسکے چال ہے پیدا ہے اتنی گھڑی مین جا آئے اب
ایسے داغ بھی گل ہین لیکن لگی تسلی ہونے نہین | کاشکے دو دو کلگیر اٹھیں سے یاد اوڑا کر لاوے اب

اسکی کف کی پامالی مین دل جو گیا تماشا ہے میر
یار ادھر ہو پائی تک تو وہ رفتہ ہاتھ آوے اب

دل خون ہوا اتنا یکسر پانی ہوا جگر سب | خون بستہ بیتیان ہین آنکھین اب ہین تر

زنجیر ہے مناسب
دور ہے شعلہ ہو یان آخر جلا ہے مناسب
جمعیت ہو ایسی کی ہو وے زنجیر ہے مناسب
عابدی نہ قتل مین کیجیئے و یہا بہت تو
خونریزی مین ہماری تاخیر ہے مناسب
اسواسطے شعر ہو تا عزت ہے عاشقی مین
احوال کی ہماری تشبیہ ہے مناسب
دل کی خرابی کو تو دیکھا ہے اے منعم

پاؤن چھو سر رکھنے کی مجھکو رخصت دیتی مہر سے
کیا پوچھو ہو مہر پہ میرے منت ہے جو اب

ساکت جھکی نظر آتی ہین دیکھو تو بیمار ہین سب
سنبل سے بالکے عاشق ہون نقش ہوش و غش ہین ان ہین
ایک پریشان طرفہ جماعت دیکھی ہے جو دانونکی
کیا کیا خواہش ہین سبکی پر مشتاق ہاں سے گرفتار ہین

زرد و زار و نزار ہوئے جو ہم ہین چاہت کے بیمار ہین سب
تہ پاتی نہین چاہی انکی دریا سوت دار ہین سب
جینے کی خواہان نہین ہین مرنیکو طیار ہین سب
اسکی جیب کی کہتے ہین جگر پہ سینہ فگار ہین سب

عشق جنہونکا پیشہ ہووے سیکڑون ہون تو ایک ہی ہین
کوہکن و مجنون و وامق میر ہمارے یار ہین سب

کاوش سے ان پلکونکی رہتی تھی مجلس سینگ ہیں اب
موسم گل کا شاید آیا داغ جنونکی شاہ ہوے
نقش نہین پانی مین ابھرتا ہے تو کوئی اچھا ہے
ایک جگہ پہ جیسے ہنوز ہین لیکن جا کے پڑ بیٹھا ہے

سینہ بھی نظر سے اسکی نہین ہے پاس انکے نظر ہے اب
دل کھنچتا ہے جانب صحرا جی نہین لگتا گھر مین اب
حسرت چشم لب سے اسکی بہتر اکثر چشم تر ہین اب
اپنے وطن مین رہا ہے جو اسمین طرح ہین سفر مین اب

حسرت سے ملنے کی آیا میر تمھارا خون چپ
تیغ و تبر اس ترک بچہ ظالم کی نہین گھر مین اب

باہم ہوجی ہے ترک ملاقات کیا سبب
اب لطف بہت ہے ہم پہ عنایات کیا سبب

٣٨١

ردیف تای فوقانی

رات سے شہرت اس بستی میں پہیر اٹہہ جائیگی یہہ
جنگل میں جو جلد بسا جا شاید تہا بہیار بہت

باد صبا اہل چمن میں اس چہرہ کی چلائی بات
وہ تو ہلک قاصد کی پیچہے کچہہ کہتا میں جاتا تہا
آگ سہ آتی ہے پہیر لال آنکہیں کہو کہو رہا
لعل کو نسبت ان ہونٹونسے تہا سب کا تصنع تہا

اس لب و لہجہ پر بلبل کو اسکی آگئے آئی بات
شوق ستم کشن ظالم نے کیا رفتہ رفتہ بڑہائی بات
کیا جانو سرگوشی میں کیا غیر نے اس سے لگائی بات
کچہہ بن آئی جب سب سوچ لی ایک بنائی بات

غیر سے کچہہ کہتا تہا سو سامنے سے پہیر آیا میں
پہیر لیا منہ میری طرف سے یعنی مجہسے چہپائی بات

زرد میں ہے سو کہ گئی یعنی ہجر نہیں بہار بہت
نالہ و زاری سے عاشق کی ابر بہار سے طرح ہو گا
برسوں ہوئے اب ہم لوگونسے آنکہ انہونکی ملتی نہیں
ارض و سما کی پستی بلندی تہو ہمکو بہر ابہر گئے
سو غیر و نہیں ہو عاشق تو ایک ایسی سحر شیر ماہین
کلم ہے ہمیں امید ہے سو اتنی تراری ہے اسکے

عشق کی گرمی لاکو پہنچی کہتی ہین آزار بہت
دل ہے نالان حد سے زیادہ آنکہیں ہین خونبار بہت
برسوں تک آپسمیں باہم اپنے جنونکی ساپہیت
یعنے نشیب و فراز دیکہے طبع ہو ئی ہموار بہت
اس مستی میں آنکہیں اسکی رہتی ہین ہشیار بہت
پچہلے دنون دیکہا تہا ہمنے عاشق نہی بیمار بہت

رہا تھا نہ یہ دیوار اسکی میں تماشا مین جاکر
موی ہم تشنہ لب در اسکی جان آنکھ گریان ہے
در مسجد یہ ہو کر بینوا بیٹھے ہین یا ہادی

گر کہا اس منہ بھین سر پہ وکھ دیوار یا قسمت
نصیب اپنا ہے کہ سو کہی چشم دریا یار یا قسمت
ہمین تہی ورنہ میخانی مین تکیہ ار یا قسمت

نصیبون مین ہے جنکے عیش وہ بہی میر جیتے ہین
جیسے ہین ہم بہی ہو مرنیکو تہے تیار یا قسمت

ردیف ثای مثلثہ

دلکو اس بہیر سی ہمنے لگایا ہے عبث
دیکہکر اسکو کہڑی سو بیہم عاشق ہوے
اپنی تو گبڑی ہے کوئی کام کی صورت نہین
جیکے بہاتی وہ جو تو خط آتا تو بابت بہی تہے
تب تعنے خانہ بانجہے اپنے سے نہو چہی بات بہی

مہر کی رکہہ کر توقع جی کہپایا ہے عبث
بیٹھے بیٹھے ناگہان یہ رنج اوٹھایا ہے عبث
انکی بے لطفی سے منہ اچہا بنایا ہے عبث
لطف کہ مردی پہ عاشق کی آیا ہے عبث
کیا ہو تربت پر مری اب پہول لایا ہے عبث

رات دن سنتا ہے نالی یون نہین کہتا کبہو
میر دل آزردہ کو کسنے ستایا ہے عبث

ردیف جیم

کس تازہ مقتل پہ کشمیدہ تیغ ہوے گذرا آج
زہ دامن کے بھری ہے اسکی کسکو تو نے مارا آج

رنگ یہ ہے دیدۂ گریان سے آج
لہو ٹپکتا ہے گریبان سے آج

سر بفلک ہونے کو ہے کسکی خاک
گرد یک اٹھتی ہے بیابان سے آج

کون سو کیا کھو دنے صبر و قرار آہ
جو اس چمن مین یہ اک طرفہ انتشار ہے آج

سراپا عشق مین ہنستے ہی یون ہین پھرا تھا
پھر اسکو کیا کہین اورونکا اعتبار ہے آج

گیا ہے جانب وادی سوار ہو کر یار
غبار گرد پھرے ہے بہت شکار ہو آج

جہان کے لوگو مین جسکے تھی کل مین عزت
اسے عزیز کو دیکھا ذلیل و خوار ہے آج

سحر سواد مین چل زور پہ کے سر سون
ہوے اہ عشق ہی کل زرد کیا بہار ہے آج

سوار ہے اوسکی ہے سر گرم گشت دشت مگر
کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہے آج

سپہر چرخ زنون مین کل تک یہی تہا سنا ہے اپنے
عجب ہے سبکا اسی سفلی پہ مدار ہے آج

بخار دل کا نکالا تھا درد دل کہہ کر
سو درد سر ہے بدن گرم ہی بخار ہے آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہے کل دل سے
ہمین تو اپنا ہی اے میر انتظار ہے آج

ردیف جیم فارسی

آج ہمین بد حالی سے ہے حال ہمین ہے جانکی بیچ
کیا عاشق ہونیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے جہانکی بیچ

پایہ اسکی شہادت کا ہے عرش عظیم سے بالاتر
جو مظلوم عشق ہوا ہے بیکس یک صید انکی بیچ

ردیف دال مہملہ

چشمک غمزہ عشوہ کرشمہ آن انداز و ناز و ادا
حسن سے آ حسن ظاہر ہے بہت ہین یار کے پیچ

اے بو ہی گل سمجہ کہ مہکیو ہو نکو ہیچ
یہ بہی کیا مین اندر ہی اندر گداز ہو

زنجی پڑے ہین مرغ ہزار و چمن کے پیچ
وہ ہو کما ہی جون حباب ہے پیرہن کے پیچ

ردیف ہای حطی

گہر سے لئے نکلتا ہے تلوار ہیطرح
بجلی چمکنے کی طرح نظر آتی نہین کوئی
چہرہ تو از اپنا بنا یا ہی خوب لیک
کسطرح جا ہی نگہ پہنچی بال اسکی چشم مین

اب اُنکی تیغ بنائی ہے خونخوار ہیطرح
کرتا ہے میرے خون اپھار ہیطرح
بگڑا پہرے ہے اب طرحدار ہیطرح
کہتا ہے بیٹھا متصل اب یار ہیطرح

تو ہو مین مت وبے دیکھیو امان وحبیب میر
پہرا ہے آج دیدہ خونبار ہیطرح

وہ نو بادہ گلشن خوبی سبہی رکہی ہے غیر الطرح
مونہہ کے چلے مین چہپا جیسے ہو کے مہر سپے سہرے

شاخ گل سا جاتی ہے لپکا اُٹھتی ڈالی طرح
اس روش سے ہنا کی آستین لٹکا طرح

جیبہ لو چاہئے لو چا سب سینہ لو چا ناخن سے
میر نے کی ہے غم غصے مین اپنے پیالی طرح

کیا کام اوسکو پانون کی نشیب و فراز سے	رکھتا ہے پانون دیکھ کے ہموار ہو دردمند
اس کاروان سرائی کے ہیں لوگ رفتنی	حسرت ہے انکا کرتے ہیں نظارہ دردمند

سو بار جو چلے سے اگر سینچ کش ہو میر
پھر فرط غم سے مر رہے یکبارہ دردمند

ہے عشق کا فسانہ میرا نہ یان زبان زد	ہر شہر میں ہوئی ہے یہ داستان زبان زد
حسرت ہے حسن گل کو چپکا ہوا ہوں ورنہ	طیران باغ میں ہوں میں خوش زبان زبان زد
مذکور عاشقی کا ہر چار سو ہے باہم	یعنے نہیں کہانی میری کہان زبان زد
فرہاد و قیس و وامق ہر یک سے پوچھ لو ہم	شہرون میں عشق کی ہون میں ناتوان زبان زد

کیا جانے میر کسکے غم سے ہے چپ وگرنہ
حرف و سخن میں کیا تھے یہ جوان زبان زد

کیا کہئے ہوئی مملکت ہستی میں وارد	بے یار و دیا اتھو ہیں اس بستی میں وارد
کچھ ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہمکو	صد شکر کہ مسجد میں ہوئے مستی میں وارد

ایضا

کچھ نہ پیترا تو ہمکو دل اپنا ہے درد آلود	خاک اڑاتی کہان تک پھرے وہ ہے سب گرد آلود

ردیف رای مہملہ

بہری تہے مانند اگ دلمین چہد ومین | ہوئی اشک شورش سے اوسکی شہر پر
گیا لیجوان انسوونکے تئین مین | سراسر ہین اب داغ سطح جگر پر
سر عجز ہر شام تہا خاک پر ہے | تہ دل تہے کیسے ہے آہ سحر پر
پلک اوٹہے اثار اچہے ندیکہے | پڑی انکہہ ہرگز نہ سوے اثر پر
طرف شاخ گل کے لچک سے نہ دیکہا | نظر میر کی تہے کسو کے کمر پر

غزل در غزل صاحبو یہ بہی دیکہو
نہین عیب کرنا نظر یک ہنر پر

بہروسا اسیرے مین تہا بال و پر پر | سو پر وا ہوئے نہ قفس کے بہی در پر
سواران شایستہ کشتے ہین تیرے | نہ تیغ ستم کر علم ہر نفر پر
کہلا پیش زندان نہ اوسکا گر نیچہ | کنہون نے بہی تہوکا نہ سلک گہر پر
جلے کیون نہ چہاتی کہ اپنی نظر سے | کسو شوخ پرکار رعنا پسر پر
نہ محشر مین چہونکا مر اخون خفتہ | رہی تہا یہ خوابیدہ اس شور و شر پر
کیے زخم کہا کر تہہ پہتا رہا دل | تسلی تہی موقوف زخم جگر پر
سنا تہا اوسی پاس لیکن نہ پایا | سو چلے دور تک ہم سے گئے اس خبر پر
سر شب کہے تہا بہانہ طلب وہ | گہر سے ایک رات آئی سہو گی پہر

[illegible]

سینے میں میر کہتے [illegible] باقی رہی جوانی اپنی شباب [illegible]
قلب و کبد ہوویں دونوں لب کباب کیونکر
[illegible] تھی [illegible] بولا
منہ [illegible] ہے نامہ بر ظالم جواب کیونکر
سوز دل و جگر سے جلتا ہے تن بدن سب
میں کیا کوئی ہووے [illegible] عذاب کیونکر
پیرہ کتابی اوسکا مجموعہ میر کا ہے
یک حرف اس دہن کا ہوتا کتاب کیونکر

گل کہائی غنچہ بلبل نے شور قیامت کا ٹھانا
سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پھر وے
گالی مار غم پر میں نے صبر کیا خاموش رہا
نادیدہ ہیں نام خدا کے ایسے جیسے بچھڑا [illegible]

دیکھی چمن میں اس بن میر جیسے بچی [illegible] پھر
[illegible] گئی غنچہ [illegible] میں آ کے اسکی پر [illegible] پھر
رحم نہ آیا تک ظالم کو اس میر کو غم کہاتے پھر
[illegible] میں کیا آنکھیں [illegible] پھر

حال پریشان سن محبوبوں کا کیا جلتا ہے جی اپنا
عاشق ہم بھی میر رہے ہیں اُن سب کے دیوانے پھر

رو رو دین میں کہ سکیں گے ہم پی شراب کیونکر
تھوڑی سی پانی میں بھی چل نکلی [illegible]
چشمے بھری اب تک ہیں یادگار اوسکے
دل کے طرف کا پہلو سب متصل چلا ہے
اول سحر کہانا آخر صبح جی کرنا
اجڑی نگر کو دل کے دیکھو ہیں جیسے [illegible]
جرم و ذنوب تو ہیں سجدہ حصر یار [illegible]
پیش از سحر لگے ہے آج اوسکی منہ کا پردا
خط میر آدمی جا [illegible] نکلے راہ اودہر کی

گذریگا اتقا میں عہد شباب کیونکر
[illegible] سر نہ کھینچے [illegible] جباب کیونکر
وہ سوکھ سب گئے ہے چشمہ آب کیونکر
مخمل ہو فرش کیونکہ آوے گی خواب کیونکر
آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر
اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر
روز حساب لیں گے مجھسے حساب کیونکر
نکلے گا اسطرف سے اب آفتاب کیونکر
بستا نہیں ہے قاصد لاوے جواب کیونکر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کیا ہی عشق عالم کش نے کیا ستھراو لوگون کا
نکل چل شہر سے باہر نظر کر ٹک ہزارون پر

تڑپ کر گرم ٹک جون برق [illegible]
برسان ابر رحمت رو بہت ہم بیقرارون پر

بڑی دولت ہی درویشی جو ہووے ہمرہ قناعت کے
کہ عرصہ تنگ ہی حرص و ہوا کا تاجدارون پر

سیاحت خوب مجھکو یاد ہی پر کی ہی وحشت کے
پڑا اپنا پاؤن پہلے دشت کے سر تیز خارون پر

گئے فرہاد و مجنون ہو کوئی تو بات سمجھے ہی
لگا یک کیا بلا آئی ہمارے غمگسارون پر

گئے اس ناتوان عشق کے آگے سے پرے محل
سبکروحی مری لائی میر بھاری ہی ہزارون پر

ایک آدہ دن نکل مست ابر اودہر سے ہو کر
بیٹھا ہو نہین ابھی ٹک سارا جہان ڈبو کر

اب کل نہین ہی تجھکو قتل غم کشتے کے
کہتے تو تھے کہ ظالم خونریزی سے نہ خو کر

کہتے ہین راہ پائی زاہد نے اس گلی کی
رونا کہین آوے ایمان و دین کو کھو کر

ہے نظم کا سلیقہ ہر چند سب کو لیکن
جب جانین کوئی لاوے یون موتی سے پرو کر

کیا خوب زندگی کی دنیا مین شیخ جی نے
تعمیر کرتی ہین سب اب اونکو مردہ شو کر

گو تیری ہو خشمہ ظالم آب حیات ہون اب
کیا ہمکو چکی بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دہو کر

کس کس امید سے قتل کرتی ہین قصد اودہر کا
جب بید باغ سے تم اٹھ بیٹھتے ہو سو کر

تر ہی جگر کی میری مت چشم کم سے دیکھو
نکالے ہین یہ جواہر دریا کو مین ہو کر

چھوڑ اب طریق جور کو اے بیوفا سمجھ
پہنچی نہین یہ چال کسو دل مین راہ کر
چسپیدہ بھی داغ ہے مت منہ کو اپنے ہو
اے کہ تم کہتے دل سے ہمارے نباہ کر
اس وقت ہے دعا و اجابت کا وصل ہم
بلکہ کبھی پیش کش صبح گاہ

[illegible]

کیا میں اسیر ونکو در باغ جو وا ہو
سے رنگ ہوا دیکھنے کو چاک قفس بس

آنکھ سے کھلتے گئی بہار افسوس — گل کو دیکھا ہے نہ ہزار افسوس
جسکی خاطر ہوے لئے کنارہ گزین — نہوے اوس سے ہمکنار افسوس
نہ معرفت نہ آشنا کوئے — ہم ہین بے یار و بے دیار افسوس
بیقراری نے یونہین جی مارا — اوسی نے عہد نے قرار افسوس
خون ہوئی دل ہی مین امید وصال — مر رہے جی کو مار مار افسوس
چارۂ اشتیاق کچھ نہ ہوا — وہ نہ ہمسے ہوا دوچار افسوس
اک ہی گردش مین اوسکی آنکھونکے — پھر گیا ہمسے روزگار افسوس
کورا ہی رستے گذر کچھ مین — نہوا یار کا گذار افسوس

منتظر ہی ہم اسکے میر گئے
یان تک آیا کبھو نہ یار افسوس

کیا کیا تمنے ہمسے کہا تھا کچھ نکیا افسوس — کیا کیا کہہ رہا یا جی ہم بار الو ہو سیا افسوس
نو جوانی جان مین تھا کچھ یونہین خم آیا لیکن — گل سو ہی گیا آخر کو پھیپتا سا دیا افسوس
رخصت مین نگہ بوس کی سکتی جاتا تھا سو آنکھ لگے — ہاتھ مین عاشق وار فقیر کے دل نہ لیا افسوس

ردیف صاد

ردیف ضاد

ردیف طا

ردیف ظا

کیسا خود گم سر بکہیری میر ہی بازار مین
ایسا اب پیدا نہین ہنگامہ آرا دلفروش

ادہر آتا ہی وہ سوار ای کاش	اوسکا ہو جاتا دل شکار ای کاش
زیر دیوار خانہ باغ اوسکے	ہمکو جا ملتی خانہ دار ای کاش
کب تلک بیقرار رہیگا	کچہ تو ملنے کا ہو قرار ای کاش
راہ تکتے تو پہٹ گئین آنکہین	اوسکا کرتے نہ انتظار ای کاش
اوسکی پامالی سرفرازی ہے	راہ مین ہو مرا مزار ای کاش
پہول گل کچہ نہ تہے کہلی جب چشم	اور بہی رہتے اک بہار ای کاش

اب وہی میر جی کہپاتا ہے
ہمکو ہوتا نہ اس سے پیار ای کاش

غصے مین ناخنون نے مری کی ہے کیا تلاش	تلوار کا سا گہاو ہی جہی کا ہر خراش
صحبت مین اوسکی کیونکہ رہی ہم درا جہا	وہ شوخ شنگ دہی ہے وا باش بد معاش
بیرحم تجہکو ایک نظر کرنے تہی اور	کشتی کی تیری ٹکری ہوئی ہیکی ہی لاش
آباد جسسے لکہنؤ ہوا	مشکل ہے اس خرابی مین آدم کی بود و باش
عمر عزیز پاس ہی مین جاتی ہی چلی	امیدوار اسکے نہ ہم ہوتے میر کاش

صحبت یاروں کا کر فسانو نمین	عیب کرنیکو بھی ہنر ہے شرط

لعل پارے ہین میر لخت جگر
دیکھکر خون رد نظر ہے شرط

رکھتا ہی میری دلسے تمہارا غم اختلاط	ہر لمحہ لحظہ آن و زبان ہر دم اختلاط
ہم دیدہ ہی رہتی ہین مردم کی تشکل کیا	ان صورتون نہین ہوتا نہین باہم اختلاط

شیرین لبان جہان کی نہین چھوٹ جاتے
ہون گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط

ردیف ظای

لطف جوانی کے ساتھ گئے پیری نے کیا ہی کیا محظوظ	کیونکہ جیئین یارب حیرت ہی کی مرزہ ایسی نا محظوظ
روز کرو ہو کو عیش کہو ہو تو تمہارے دعا گو ہین	یو نہین ہمیشہ عشق ہین اسکو رکھیو ایسا خدا محظوظ

زردی منہ کی اشک کی سرخی دونون اب تو رنگ پہ ہین
شاید میر بہت رہتے ہوا ہو کچہ محظوظ

ردیف عین

لئے داغ سر پہ جو آئی تھی شمع	سحر تک سب آئی ہی کہائی تھی شمع
پتنگے کے حق مین تو بہتر ہوئے	اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع

ردیف غین

تب کھلے آنکھہ میر اپنی جب
جا چکا کاروان دریغ دریغ

ہمکو شہر سے اس ماہ کے ہے عزم راہ دروغ دروغ
الفت کلفت کون کہے ہے چاہ گناہ لکھا کرتے

یہ حرکت تو ہم نہ کرینگے خانہ سیاہ دروغ دروغ
ایسے رد سے در کہتے ہین یہی گناہ دروغ دروغ

شیخ کو وہ تو جہوٹھہ کہے ہے جہوٹھہ کیونکر جہوٹھہ کہین
اہل درد جو ہو کوئی تو کہئے آہ دروغ دروغ

عشق کی مارے غمزدگان سے انس کرے یہ بتان کرے
اس جہر کی ہم لوگونسے الفت چاہ دروغ دروغ

کس لہر کو شوق سے دیکھا میر غلط ہے بہت ہے
منہ پہ کسو کے جہہ نہین گاہ نگاہ دروغ دروغ

کیا کہیے سیان اکی جو نہین سینہ اپنا یکسر داغ
داغ جلائی فلک نے بدن پر سرو چراغان ہمکو کیا
صحبت در گیر آتی اسکی پھر گرمی عشق تماشا ہوئے
غیر کو دیکہا اس محفل مین غیرت عشق سے آگ لگی

ہاتھہ گلون گلدستے ہین شمع نمط ہے پر داغ
کہان اب ہم رکہین چشم ہوا کے اسرداغ
جب آتے ہین گہرسے اوسکی تب آتے ہین اکثر داغ
اچہلی کود کے سینہ نمط ہم ہوگئے آخر جلکر داغ

جلتی چہاتی پر سنگ زنی کی سختی ایام سے میر
گرمی سے میری آتش دلکی ساری ہو گئے پتہر داغ

پھر کر نظر نہو سکے رخسار یار کے		چپکے ہی او سکے سامنے گلزار کی طرف

کچھ گل صبا کہالا گو نہین اس چمن مین میر
کرتی ہین سب ہی اپنی طرفدار کی طرف

نظر کیون گئی رو و موکی طرف		کھنچا جاے ہے دل کسو کی طرف
نہ دیکھو کبھو موتیون کی لڑی		جو دیکھو مری گفتگو کی طرف
اگر آرسی مین صفائی ہے لیک		نہین کرتی منہ او سکی رو کی طرف
عجب ہے نہ کہین کو سیہ مغز مین		تکرشانہ تو گل کی بو کی طرف

اوسے ڈھونڈھتے میر کھوئی گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہنستے مار رکھا تھے جو ہم ظریف		ہے یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

ایضاً

بہار و باغ و گل و لالہ دلربا ہین حیف		بہرین ہین پہولون سے جیب و کنار لیکن حیف

ایضاً

ای تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف		گل سی چمن بہرین ہون نہو تو ہزار حیف

ردیف قاف

ردیف کاف

رونا جہان تو میں آرزو ہے لیکن
اکثر صنائع مجبور رہتا ہے عاشقی میں
آوارہ بھی ہوئی ہم سر بار بار یعنی
اے وا بدنصیبی سر سے بھی گذری لیکن

روتا ہوں رو دیا جاوے سیر کو جہان تک
تصدیع درد وغم سے کھینچے کوئی کہان تک
تو پر نکل گئے ہیں اپنے سب آشیان تک
پیشانی تک نہ پہونچے اس خاک آستان تک

نفع کثیر اٹھایا کر عشق کی تجارت
راضی ہیں میر اتنے ہم جانکے زبان تک

دل کے سبب خراب کیا ہے وہ سینہ اور سرکی اڑا کی خاک
صورت سے ہم آئینہ کی ظاہر فقر نہین کرتے
پیچ و تاب سے خاک بھی میری جیسے بگولا پھرنے لگی
اور غبار کسو کے دلکا کس انداز سے نکلے آہ
نعمت سے نگار رنگ حق سے بہر بخت سیہ کو نہیں
اپنی تیغ گم جیسا کیا تھا پان سے کھینچ کی لوگوں نے
آتش نہیں انسان سے اچھا عشق و جنوں کی آفت ہے
ہو کے فقیر گلی میں اسکی چین بہت سا پایا ہم
قلب گیا ہے زمین جسکی وہ بھی مٹی سونا کرتی ہین

خشک ہوا خون اشک کی بدلی رنگ زرد سے اڑی خاک
ہوتی ساقی رو تی پیالی اون نے منہ کو لگائی خاک
سر میں ہوا ہے بہت تھی تب تو ہم بیٹھے ہیں اپنے خاک
روی فلک پر بدلی ہے تو سارے ہماری چھائی خاک
سانپ ہا گو گنج کی اور کھائی گو تو کھائی خاک
عالم خاک میں بسی ہے اب ہو سکے ہیں اون نے بیٹھائی خاک
فرق ہوئی کیا چھوٹے ہے آدم میں اسکی جدائی خاک
لیکے سر پائی تہہ رکھا جاوے فرش بچھائی خاک
میر اکثیر بنائی انہوں نے جنکی جا نسو اٹھائی خاک

ردیف لام

جی میر نے دیا نہوا ایک وصل یار
افسوس ہے کہ مفت ہوا یہ جوان ہلاک

جب کبھی نوبت تمہی تو گوش ہوش نکھو چکا
اب جو چہاتی جلی تھی الواقع لطف سہنے سے تھک چکا

چپکے چپکے کسو کو چاہا ہو جہاں آئی نہو لگ
صبر سو کیا ہوتا ہے یہان پڑ رہیں لگے دیکھے سو ٹک

آنکھیں کھولیں حال کہ کہتے دیر ہوئی ہے بس بعض
ساری رات کہانی کہی ہے میر اب چلکر سو ٹک

ردیف کاف فارسی

راہ کی بات کہیں ہم کس سے کرتے ہیں یاں اکثر ہیں گو
بد تر آپ سے پاؤں کسو کو تو میں اسکا عیب کہوں

سر گرم ہیں راہ کے رو ہیں خود گم ہیں رتبہ ہیں لوگ
خوب تامل کرتا ہوں تو سب مجھ سے بہتر ہیں لوگ

دیوانی ہیں شہر وفا کی راہ و رسم کی ہم تو میر
دل کی کہیں جی دینے ہی کا طبعا گھر گھر ہیں لوگ

رہتے ہیں اسی لاگ پہ ہم بیقرار الگ
کرتے ہیں دور دور منت ہی تماشائی یار الگ

تہا گرد بو گل سے بھی دامن ہوا کا پاک
کیا ابھی اس چمن سے گئی ہے بہار الگ

پاس اسکا بعد مرگ ہے آداب عشق سے
بیٹھا ہے میر جی خاک سے اٹھکر غبار الگ

ناگاہ اس نگاہ سے ہیں بھی ہوا نہان
جاتا ہے جیون نکلکے کسو کا شکار الگ

بستر سے اوسکے پہول تر و تازہ رنگ دور | سو کچھ ہی دیر رہکے تو ہوتا ہی خار گل

دیکھا کبھو نہ ہمنے سنا ہی شگفتہ میر
داغ جنوں ہے سر پہ ہمیشہ بہار گل

صد ہزار افسوس گر خالی پائی جائی گل | ہی خزاں میں دل سی لب تک نالہ ہائی گل الوداع ای گل
بی نصیبی سی ہوئی ہم موسم گل میں اسیر | تھی نہ پیشانی میں اپنی سجدہ ہائی پائی گل
دعوی حسن سراپا تہا یہ نازاں تجھکو دیکھ | شاخین گل جھک گئیں یعنی بہت شرما کے گل
کیا گل چھتا ہے شبو کیا سمن کیا نسترن | اس حدیقے میں تھی نقش پا سے اوسکے پائی گل
جیتے جی تو داغ ہی رکھا موئے پر کیا حصول | گور پر دلسوز ایسی جوں شمع سر کھلائی گل
بیدلی بلبل نکر تاثیر میں گو تو ہی داغ | خوش زبان عشق کی جب منہ بھر کہائی گل

اس چمن میں جلوہ گر جس سے خوباں ہیں میر
موسم گل میں کہاں اس خوبی سے کب آئی گل

رنگا رنگ چمن میں کہے اس موسم گل میں نئے گل | ہمتو اس بن داغ تھے سو اوز ہی جلا کہائی گل
ہار گلے کے ہو کر جیسے یاد رکھا تب عرصے میں | طرفہ تو یہ ہی اب منت سے گور پہ میری لائے گل

آئی شب گل میر ہمیں کیا صبح بہار گیا حاصل
داغ جنوں ہی سر پہ ہمارے شمع کی رنگوں چھائے گل

عشق سے ہمارے در پہ جان آئی گھر سے نکلکر ہم
بل کھا گئے ان پاؤں سے کب عہدہ برا ہوئے نہیں
مست ہو ہو کے پچھتاتے ہیں کیا کیسے گھبراتے ہیں
بے ننگ و دو کیا سہرتے ہو دیدار کی ہمسے نقش و نگو
عشق جو ہوتا واقع ہیں تو سیدھے جاتے تیغ تلے
ہوائی جوانی شور کناں پابوس کو اسکے پھرتے تھے

باہر پر دیکھا ہی فلک سے جاویں چلکر کہیں باہر ہم
نکلے گا سائل نکلا ہے تک جو چلے تھے بل کر ہم
ہم تو لیا پاس بغل میں ان سے بیٹھے پھر ڈٹ کر ہم
پانی سے پی سکتے نہیں تک اپنی جگہ سے ہل کر ہم
راہ ہوس کی پہرلی ہم نے یعنی جا بیٹھیں ٹل کر ہم
اب چپ بیٹھ رہے ہیں یکسو ہو کے نکلکر ہم

آگے تو کچھ اس کی آہیں گرم شعلہ فشانی تھیں
اب تو ہوئی ہیں میر ایک ڈھیری خاکستر کی جلکر ہم

ڈول لگائی بہتیری پر ڈھب پہ کبھو نہیں آتی تم
ہر صورت کو دیکھ رہو ہو ہر کوچے کو جھانکو ہو
چاہت آفت کلفت کلفت مہر و وفا و رنج و بلا
شایق ہو مرغان قفس کر آئی گھر صیاد و نکی
دونوں طرف کشش رہتی تھی نیا نیا تھا عشق اپنا
کیسے ہر اک سے بگڑ گئی جو دیکھ نسکتے و اتنگی
کیا کیا شکلیں محجوبوں کی پردۂ غیب سے نکلی ہیں

آنا یکسو کب یکسو ہوا یہ ہر آئی جاتے تم
آگے عشق کیا ہوتا تو پھر بھی نہ کھپاتے تم
عشق ہی کے سب نام ہیں دل کاش کہیں لگاتے تم
ہو ل اک تسکین کو اکی کاش ہمیں سے لاتے تم
دھوپ میں ہے یہ باغ ہوئی تو گرمی سے گل کھاتے تم
گر تری پاتی تک جو ہیں تو در پہ تلک گھبراتے تم
منصف ہو جگ کے ان نقاشان الٰہی چہرہ بناتے تم

مرنہ بالین سے اوٹھا وہین کاشکی بیمار عشق	ہوگا یک ہنگامہ برپا فتنہ زیر سر ہین ہم
سو طرف لیجاتی ہے ہمکو پریشان خاطری	یان کسے ڈھونڈھو ہو تم کیا جانیے کیدہر ہین ہم
گر نہ رہین کیا کرین ہر چار سو ہے بیکسی	بیدل و بیطاقت و بیدین و بی دلبر ہین ہم

وہ جو رشک مہ کبہی اس راہ سے نکلا نہ ہیہ
ہم نہ رکہتے تہے ستارہ یعنی بداختر ہین ہم

کہا سنتے تو کاہے کو کسو سے دل لگاتے تم	نجاتی اس طرف تو ہاتھ سے اپنے نجاتے تم
شکیبائی کہان جو اب رہی جاتی ہوئی عزت	کدہر وہ ناز جس سے سر فرو ہرگز نہ لاتے تم
یہ حسن خلق تم مین عشق سے پیدا ہوا ورنہ	گہر ہیکو روٹھے کو دو دو پہر تک کب مناتے تم
نظر دزدیدہ کرتے ہو جہکی رہتی ہین پلکین تو	لگین ہو تین نہ آنکہین تو آنکھوں کو چہپاتے تم
یہ ساری خوبیان دل لگنے کی ہین سب بتانو	کسو کا بار منت بہی علاقہ کب اوٹھاتے تم
پہرا کرتے تہے جب مغرور اپنے حسن پہ آتے	کسو سے دل لگا جو پوچہتے ہو آتے جاتے تم

جو ہوتے میر سو سر کو نکرتے اک سخن اسسے
بہت تو یان کہاتے ہو نہ منہہ غصے سے چہپاتے تم

اسکی گلی مین غش جو کیا آ سکے نہ ہم	پہر ہوش پکڑ وہین کہین گہر جا سکے نہ ہم
سو لگی تو غنچہ ہو کسو گلشن کے آس پاس	اس تنگنا مین پاؤن بہی پہیلا سکے نہ ہم

باتین کڑھب ترتیب کی ساری ہوئین قبول
مجلس مین تو خفیف ہوئی او سکے واسطے
عالم کی ساتھہ جائین چلو کسطرح نہ ہم

مجھکو جو اور کسو عشق تھا میری نمانیان
بہر اور ہمسے اٹھتی نہین سرگرانیان
عالم تو کاروان ہی ہم کاروانیان

سررفتہ سن نہ میر کا گر قصد خواب ہے
نیندین اوچٹتیان ہین سنکے کہانیان

رسائی ہو آنے ہوا اہل ہوس مین
درا مین کہان شور ایسا دہرا تھا
ہمین عشق مین بیکسی ہی بسی ہے
رہ مطمئین بستہ باز فلک سے
بہت روئے پردے مین جیب و دیدہ تر
تن زرد لاغر مین ظاہر رگین ہین
محبت وفا مہر کرتی تھی باہم
تمھین ربط لوگون سی ہر قسم کی ہے

مزا رس مین ہی لوگو کیا تم کو رس مین
کسو کا مگر دل رکہا تھا جرس مین
نہ دشمن بہی ہو دوستی کی تو بس مین
وغا سے یہ بہنون کی کھینچے ہی قسمین تا
ہوئی آئی برسات تب اس برس مین
بہرا ہی مگر عشق ایک ایک نفس مین
اٹھا دی ہین وے تمنے اب ساری رسمین
نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمین

ہوا ہی کو دیکھی ہین اے میر اسیران
لگا دین مگر آنکھین چاک قفس مین

گل خوبان مین میر مہر نہین
ہمکو غیرون مین سان دیتے ہین

پلکین پھرین ہین کبھی پھرتی ہین جیسی تکتی ہین نگاہین پیارے
کیا پہناوا خوش آتا ہے ان لڑکی جیسیان شوخ بدنکا
ضبط گریہ سے ہو تو کوزے مین دریا کرتا ہے
حب سے جدا اُنسے ہوا ہون حال عجب ہے روز و شب
دل ہے داغ جگر ہے ٹکڑے رہتے ہین چپکے سے
دل الجھیرا ان بالونمین تو آخر سودا ہوتا ہے

اوس اوباش کی سادگی دیکھو شوخی سے ہم چاہین ہین
سو ٹکڑے ہے جیسے ہین جی کی لی ہنسی ہے ٹیڑھی کلاہین ہین
حوصلہ داری جنکی ہے والسی عشقین اونکو سراہین ہین
چشم تر سے تنکی ہین آنسو خشک لبون پر آہین ہین
چھاتی سراہے اون لوگونکی جو چاہت کو نباہین ہین
کوچہ کو زنجیر کے تیغ زلفون سے دور ہین

یہ بھی سمان خوش ترکیبون کا میر نہ اپنے دل سے گیا
سوتی سے اٹھکر آنکھین ملین ہین پی انگڑائی چاہین ہین

صبر کیا ہے برسون ہمنے رات سے کچھ بیطاقت سے ہین
رسمین لطف نہین ہے مطلق شہر خوش محبوبان مین
عشق کی دین و مذہب مین مرجانا واجب آیا ہے
ملنا فقر و فنسے ونکا چھوٹا اکثر میری صحبت مین
فرصت اونکو کم ہے اگرچہ ہر پلتی ہین قابو پر

دور گذارا کب تک ہوگا کچھ اب ہم رخصت سے ہین
دیکھے کم جو کرتے کسو پر ہم عاشق تدبیر سے ہین
کوہکن و مجنون سوئے اب ہم ہی اچھے سے ہین
پھر متنفر بھی ہین یہ جیسی کی صحبت سے ہین
برسون میر سے مل دیکھا ہر کچھ وہ کم فرصت سے ہین

رونا رو رو شکار کا مجھکو مجھ جگر پہ بہت تاب
ہر چند شکستہ دل ہوں شکستہ [illegible] ستی نہیں

یعنی میر گناہوں کو تیرے کچھ حد حساب نہیں
حال کسو کا اپنا سا اس میخانے میں خراب نہیں

شہر میں میر کسو جا گہ ہم لگو قرار جو چنگ آوے
شہر کی تقصیر ہے اس در پہ پڑیں اوسکی بھی ہم تاب نہیں

آنکھیں سفید دل بھی جلا انتظار میں
کیا کچھ نہ ہم نے دیکھا ہے ہجر یار میں

دنیا میں ایک دو نہیں کرتا کوئی مقام
جو ہے رواروی ہی میں ہے اس دیار میں

دیکھی تھیں ایک روز تری مست انکھڑیاں
انگڑائیاں ہیں لیتے ہیں اب تک خمار میں

انگار سا دل نہ تھا مرا جیسی شرر میں
لگ لگ اوٹھی ہے آگ کفن کو مزار میں

بیدم ہیں ورامگاہ میں یکدم تو چلکے دیکھ
سنتے ہیں دم نہیں کسی تیرے شکار میں

محمل کی تیری گرد ہیں محمل کئے ہزار
ناقہ ہے ایک لیلی کا سو کس قطار میں

شور اب چمن میں میری غزلخوانی کا ہے میر
ایک عندلیب کیا ہے کہوں میں ہزار میں

طلب ہے کام دلکی اوسکی بالو کی اسیر میں
نگہ عزلت میں وصل پر وکمانکی ہے ادہر یعنی
نظر اوسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو

گدائی شب کرون ہو نہیں خجالت سے فقیر میں
لگا تیر اوسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیر میں
سیاحت و ورنگ کی ایک ہے جو بے نظیر میں

منہ کہو اودہر زرد ہو جاتی ہین در سکساران | کیونکی ہنگی اس کے سنگے مین سبو آگرا نبار ان
جی تو بہتا دیکہہ آئینہ بر روح مزا رکا جانتا | سہا گریبان تنگدلی سے ترک لباس یاران
کی ہے عمارت لگی جنہون نے انکی بنا کچہ رکہی ہے | اور تو خانہ خراب ہی دیکہی اس بستی کی معماران
سیجانی ہین اس عالم کی نقش پر ستونکی بجا | سکر مین اکثر دیکہی ہمنی ہر جہہ پر یان ہشیاران
کیا ستر اور شفا خانی مین عشق کی جا کر دیکہیں ہر | اید ہر اودہر سیکرون ہین پشت بام تہی بیاران
بعد صبوحی گہنگیاتی گہنگیاتی ہا ہمین اب بہی یا | یارب کتنگی قبول کبہو بہی دعائی صبح گنہ گاران

عشق ہین ہمسر کہین تو کہے جاوین غم کسکو ہی
مارے کہین اس سینہ مین کیا دل پرانی جگرداران

حاکم شہر حسن کی ظالم کیونکہ ستم ایجاد نہین | خون کسو کا کوئی کرے وان واد نہین فریاد نہین
یارسی ہماری بکیاری خاطر سے فراموش ہوا کہ | ذکر ہمارا اوسے کیا سو کہنے لگا کچہ یاد نہین
کیا کیا مردم خوش ظاہر ہین عالم حسن مین نام خدا | عالم عشق خراب ہے وان کوئی گہر آباد نہین
عشق کو کوئی ہمدرد کہین تہین پیدا کرتا ہی | کوہ رہین گونا لان برسون لیکن اب فریاد نہین

رشنا کا وا کی ہی فلک کا پیش پا افتادہ ہر
میر طلسم غبار جیہ ہی کچہ اوسکی بنیاد نہین

تدبیر کوئی بتاوے جو آپکو سنبہا لین | جینے کی اپنے ہم بھی کوئی طرح نکالین

کوئی اتنا کام یون رہتا کب تک
مین بھی اب اپنا کام کرتا ہون
یا تو لیتا ہون داد دل یا اب
کام اپنا تمام کرتا ہون

ردیف واو

ان ابھی ہی جی کی بستیوں میں دل نہیں لگتا
ہے جی میں وہیں جا بسیں ویرانہ جہاں ہو

وحشت ہے خردمندوں کی صحبت سے مجھے میر
اب جا رہوں گا واں کوئی دیوانہ جہاں ہو

رنجہ حسن رفتنی پہ آج مست مغرور رہو
پاس تو ہے جسکی دوری کل کہیں گے دور رہو

دیکھ کر وہ راہ چلتا ہے نہیں ٹک رنہ ہم
یاد ان اسکی انکھوں پر رکھ بیٹھیں جی منظور ہو

شہر دل کی کیا خرابی کا بیاں باہم کریں
اسکو ویرانہ نہ کہیے جو کبھو معمور رہو

ہم بغل اس سنگدل سے کاش کہ اسدم ہو جب
شیشۂ می پاس ہووے اور وہ مخمور ہو

عشق دلکش نے عجب ہی کھیل قدرت کا ہے میر
صرف کر دی اسمیں اپنا جسقدر مقدور ہو

عاشق ہو تو اپنے تئیں دیوانہ سب میں جاتی رہو
چکر یار و جیسے بگولا خاک اڑاتی آتی رہو

دوستی جسکو ہو کہیں بن جانی ہے اسکو صعوبت سے
ہو جاوے جو تمکو کسی سے تا مقدور چھپاتی رہو

دل لگنے کی چوٹ بری ہے اس صدمے سے خدا حافظ
بارے گی وہ کشش کوشش سے جسکو اپنے بچاتے رہو

آئی ہے جو جنون کی مبارک عشق اللہ ہمارے لیے
نعل جڑے سینوں کو جیسے تم داغ سروں پر جلاتے رہو

شاعر ہو مست چپکے رہو اب چپ میں جانیں جاتی ہیں
بات کرو ابیات پڑھو کچھ بیتیں ہمکو بناتی رہو

ابر سیہ قبلے سے آیا تم بھی شیشہ پاس کرو
تحقیق تک الطیطی باندھو ساختہ سی وہ باتی رہو

رنگ صحبت کسکو دکھاوین جی لبی اپنی قسمت کے
ساغر می دشمن کو ہو ہمکو زہر منگا دو ہو

بند نہیں جو کرتی ہو تم سینے کے سوراخونکو
جیگر کن ہیں ان خونون سے شاید دو لکھو ہو دو

آنکھ چھپائے جاتی نہیں تھا آگے چہرہ روشن کر
یاد ہی بیٹھا جاتا ہے جب منہ سے نقاب اٹھا دو ہو

غیر سے غیریت ہے آسان لیکن تجھ سے ہمکو نہیں
بات بتا دین کیا ہم تمکو تم ہمکو تو بتا دو ہو

بیچ حقارت سے ہم اپنی چھپے جاتے ہیں جہان میں
طول ہمارے گھٹنے کو دیکھ جیسے چراغ بڑھا دو ہو

کہتے نہ تھے ہم تم سے دل ہاتھ سے مت دیجو
مت کہیو تم اتنا اپنا لوگ پیچھے ہو

ان پلکوں کی کاوش سے زخمی ہے جگر سارا
لے تار نگاہوں کی نازک سے رفو کیجو

کیا جان لیے جیسے جاتا ہے چھپاتا منہ
چھپا تو کوئی دن بھر تم سے بہت چھیجو

دل خستہ شکستہ دل دل بستہ گرفتہ دل
ہو آن میں کوئی اوسکا دل ہاتھ ہیں ٹک لیجو

اس راہ سے ترتا ہی دل کب ہوا کا ہے
میر کے بیٹھے سینے کو زنہار نہ تم سیجو

بات کہوں کیا چپکے چپکے دیکھو ہو آئینے کو
دیکھتے ہو تو دیکھو ہمارے جلتے تو ہے سینے کو

کیا جانو تم قدر ہماری مہر و وفا کی اٹھ گئے ہو
لو ہو اپنا دیں ہیں تمہارے گرتی دیکھ پسینے کو

پھر ایام نحس کا مجھکو بہت کر سب آتا ہے نظر
تم بھی غنیمت جانو میاں دن میر کے جینے کو

وہ جو غیرت سے ملتا ہی غیر سے ہم ہیں غیرت کش
سال ہمارے چکا ہو گا ظاہر کوئی مہینے کو

۴۰۷

خشم و عتاب چین جبین چہپا تو حسن ہی گل عذار کا
عین جو کچہہ کہا کیا ہی حد و حساب سی فزون

صبر بلا ہی عشق پر حوصلہ داد کیجیو
جس شب گل دکہا ہی ہنجر صبح کو او سکا تیرہ

شہر میں چمن کی سیر کیجیو ہی گویا بادہ ایاغ کو
اس نہیں تعجب مستانہ ہوتا ہوں کوئی کوچہ گدا

وہ محبوب جب تک ہو تا جس میں ز وشتاب ہو
روز و شمار رہی ٹک رہا ہے گنتی کا حساب ہو

رحمت ہو اس خستہ جگر کو دل جسکا بیتاب ہو
خواب ہمارا ہو ہو ہر لو گو نہ سا خواب ہو

بر عکس گل لالہ بھی ان جو پہنچیں آب ہو
جس روز کا سہ چینی میں سیر کیجیو شراب ہو

تر داری کچہہ دیدہ تری میرے نہیں کم دریا سی
جوشان شور کنان آجاو یہ شعلہ سیلاب ہو

تمکو ہمسی لگی ہی رہتا ہی نہ مستی ہو
درج گوہر یار نہیں کچہہ میں دربستہ سہرا اگر

رستی راہ میں دیکہہ لیا ہی بستی میں لگا تمہیں
ابر کرم کی راہ تکو اب رحمت حق پر نظر کو

ہمنے کمر کو کہول رکہا ہی اپنی کمر تم کستی ہو
تو بہی ایسی قیمت پر تم آگی ہماری سستی ہو

لیا جا نہیں ہم روز و شب تم کیدہر ا رہتی بستی ہو
گو کہ تم اے مستان مجرم اس غمسی دل خستی ہو

پیری میں بہی جوان رکہا ہی دختر تاک کی صحبت نی
یعنی پی پی خم انگوری میر ہوئی کٹ مستی ہو

راہ میں رکی یہ اوس سی ملاقات ہو تو ہو
خاموش ان لبون سی کوئی بات ہو تو ہو

مشکر نہیں ہی کوئی سیادت کا ہم سی
ذات معتقد سی اے نبی یہی ذات ہو تو ہو

کبہی حال ہمیشہ رہا کیا تو حال پہ بہی نظر کرو
کہیں دل بہی انکا اٹکا ہی حسن شوق میں

ردیف ہای ہوز

رہتی ہی سب سر آئی خاک ہمارے سر پر
مدت مین ہم تلک لگ بیٹھی تھی اسکی دیوار کے سایہ

اب کچھ مزے پہ آیا شاید وہ شوخ دیدہ
اب اسکی پوست مین ہی جون میوہ رسیدہ

آنکھین ملا کبہو تو کب تک کیا کرون مین
دنبالہ گرد تیری آخر آہوی رمیدہ

پڑتی ہی آب منہ مین دیکھی جنہونکی یارب
وی کس مزے کی ہونگی لبہای نا مکیدہ

سائی کو اس پری کی گلگشت تھا چمن مین
مغرور کا ہی پہر بھی شمشاد قد کشیدہ

آنکھین مین جیسے ہر جا بلا نظر کی یکسر
جلتی ہوئی زمین پر رکھے پاؤن دیدہ دیدہ

چل سیر کر تو بھی تا صبح آنکھین کہولین
منہ پر ترے چمن مین گلہا ہی نو دمیدہ

محراب مین رہو نہ سجدہ کیا کرو نہ
بیوقت کیا ہی طاعت قد اب ہوا خمیدہ

پروانہ گرد پہر کر جل بھی بجہا و لیکن
خاموش رہگئی تھی شمع زبان بریدہ

دیکھا مجھی شب گل بلبل نی جو چمن مین
بولا کہ میری منہ پر کیا کیا دہن دریدہ

قلب کبود تو دو ہون تیر و غم چمن ہی ہین
وہ اس ستم کشی پر ہمسی ہوئی کبیدہ

اشعار میر سب نی چن چن کی لکھ لئے ہین
رکھین گی یاد ہم بھی بیتین چیدہ چیدہ

ہم جانتے تو عشق نکرتے کسو کے ساتھ
لیجاتے دلکو خاک مین اس آرزو کے ساتھ

خواہش ہو دلکی جو حاصل تو موت ہی
احوال میر دیکھ نہیں جی تو یار دیکھ

پیدا ہے یا خدا نہیں اس دلربا کے ساتھ
مت اریا کشادہ جبیں خوب و زشت سے
گو دست لطف سر پہ رکھا ہو کوئی شفیق
تقدیر دوستان سے ہے بالعکس فائدہ
کی کشتی اوسکی پاک زبردست عشق نے
اوباش لڑکوں سے تو بہت کرچکے معاش

دیر و حرم میں ہو کہیں ہو جو خدا کے ساتھ
کیا آئینہ کرے ہے بسر یاں حیا کے ساتھ
دل کا لگاؤ اپنا ہے دست دعا کے ساتھ
ہے درد عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ
جن نے ملائی ہاتھ تنک ایک اس بلا کے ساتھ
اب گھر کا ٹھیکا کسو میرزا کے ساتھ

کیا جانوں میں چمن کو ولیکن قفس میں میر
آتا ہے برگ گل کبھو کوئی صبا کے ساتھ

عز و وقار کیا ہے کسو خود نما کے ہاتھ
بٹھلا دیا فلک نے جہیں نقش پا کے رنگ
آنکھوں نہیں آشنا تھا اگر دیکھا تھا کہیں
دیکھ وسکو مجھکو یاروں نے حیران ہو کہا
دلکی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلے

ہے آبرو فقیر کی شاہ ولا کے ہاتھ
اٹھنا ہمارا خاک سے ہے اب خدا کے ہاتھ
تو گل گل ایک دیکھا ہے میں نے صبا کے ہاتھ
کشمش ہے ہو لگ گیا ہے یہ گوہر گدا کے ہاتھ
عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

وہ جو کہتا تھا تو ہے کریو قتل
میر کا سو کہا کیا تو نے

آنکھوں کی طرف گوشہ کی در پردہ نظر ہے
کچھ یار کی آنکھوں مگر گرم خبر ہے

یہ راہ و روش سرو گلستان میں نہ ہوگی
اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہے

یہ بادیۂ عشق ہے البتہ ادھر سے
بچکر نکل آہو سبیل کہ یہاں شیر کا ڈر ہے

وہ ناوک دلدوز ہوا گو مری جاں کا
تو سامنے ہو ہمدم اگر تجھکو جگر ہے

کیا پہیلی پڑے ہے مدت ہجران کہ نہ پوچھو
مہ سال ہوا ہمکو گھڑی ایک پہر ہے

کیا جان کہ جیسے لئے منہ موڑتے تھے
ہم آ و چلو راغبیر کچھ تمکو اگر ہے

تھا تو سو اور ایک ہی محبوب نکلا
جس ابر جو کام کو دیکھا سو نظر ہے

شب شور و فغاں کرتے گئے جو تو دیکھو
دلکش ہو ملاہے مرغ چمن وقت سحر ہے

سوچے ہے کہ سودا محبت میں کچھ سود
اب دیکھتے ہیں یہ میں تو جی ہی کا ضرر ہے

شافی یہ رکھا بار جو ہو ہو تکا تو نکلے
کیا ساتھ نزاکت کہ رگ گل سی کمر ہے

گر کام کسو کا بھی گیا عرش پہ تو کیا
اے آہ سحرگاہ اگر تجھ میں اثر ہے

پیغام ہی کیا کہہ گیا و باش ہے ظالم
ہر حرف میاں دار یہ شمشیر و سپر ہے

ہر بیت میں کیا میر تری باتیں گئی ہیں
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلک گہر ہے

۴۱۲

تیمور رہ اسکی دیکھا کرو ہے اکثر
محفوظ رکھے الٰہی اسکو نظر گذر سے

وحشش و طیر آنکھین ہر سو لگا رہی ہین
گر در رہ اسکی دیکھین اٹھ چلتی ہے کدھر سے

شاید کہ وصل اوسکا ہووے تو جی ٹھہرے
ہوتی نہین ہے اب تو تسکین دل خبر سے

مدت سے چشم بستر بیمار رہا ہون لیکن
وہ روے خوب ہرگز جاتا نہین نظر سے

گو ہاتھ وہ نہ آوے دل غم سے خون کرتا
ہے لاگ میرے جیکو اوس شوخ کی کمر سے

یہ گل نیا کھلا ہے پر بال تو قفس مین
ہوئی کلی نہ نکلی مرغ چمن کے پر سے

دیکھو تو چشم کم سے یہ آنکھ دیدہ ہاے
سیراب ابر ہوتی دیکھین ہین چشم تر سے

گلشن سے تا قفس تک آواز ایک سی ہے
کیا طائر گلستان ہین نالہ کش اثر سے

ہر ایک خراش ناخن مجھپے سے صدر تک ہے
رہجوا رہو تو پوچھے کوئی ہین ہنر سے

یہ عاشقی ہے کیسی لیے جیوگے کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہے گردون دون پرور سنے
ہووے پیوند زمین یہ رفتنی

بزم مین ہے اب تو چل اے رشک صبح
شمع کی اوپر پھری ہے مردنی

مین چراغ صبح گاہے ہون نسیم
مجھسے اک دم کے لیے کیا دشمنی

مجھسا تخت کش محبت مین نہین
ہر زمان کرتا رہا ہون جانکنی

اور عطر ب کا عود دی سنگ کب طناز آتا ہے

خبر ہے شیر طا استامت برس لے ابر زندہ

او بھی ہے گرد معشوقانہ اس مہ بے عاشق کے

عجب نگ حنا طائر ہے دست آموز نکھا بانکا

وہی نازان خرامان کبک سا آیا مری جانب

رہائی اپنی ہے دشوار کب صیاد چھوڑیگا

عجب ہیں لوگ جو کہتے ہیں مہ ناساز آتا ہے

ہمین بھی آج سونا اور دل پرواز آتا ہے

— کبھو ٹک جسکے او پردہ سراپا ناز آتا ہے

اڑے ہے تو بھی ہاتھوں سے ہمیں کبر پرواز آتا ہے

کوئی مغرور وہ شوخی سے لپنے باز آتا ہے

اسیر دام ہو طائر جو خوش آواز آتا ہے

اگر مسجد سے اوٹھ میر تو بھی لوگ کہتے ہیں

کہ میخانے سے پھر وہ دیکھو شاہد باز آتا ہے

اسکے رنگ چمن میں شاید اور کہلا پھول کوئی

یون پھرتا ہون وحشت زدہ میں اسی میں گشتہ

ایک کمین میں کھینچی ہے ایسا جسکے کمر میں ہے پیچ

کس میر کا تجھکو ہی دل چاہیں اسکے حصول

لینے اسکے بانو کا میں صف لکھا ہے دور تلک

سے حسن سے پہچی نشہ عمل ہے مدت

حسرت و شکایت شکر و شکایت اک غنچہ تو تیر

شور طیور اٹھتا ہے ایسا جیسے او ٹھے بول کوئی

غم کا مارا آوارہ جون آہ گیا ہو بھول کوئی

ہو سر اک جو قبول و لہا نکہ لیگا قبول کوئی

شوخ و سلا میں شعر و ہان رہتا ہے ماہول کوئی

طرف یار تو طول آتا پھر بھی دیکھے طول کوئی

پیر کبیر ہوا تو کیا ہے کبھو کچھ بھی معمول کوئی

میر کو جا کر دیکھا ہمنے ہے ہی مرد معقول کوئی

آتا اودہر اس سبب کا کیا میری کشش سے ہے
ناخوش ہوم پہر تو تائید خدا کی ہے

داماں دراز اسکا جو صبح نہیں کہنچا
اے میر یہ کوتاہی شب دست دعا کی ہے

ملوان دنون سے اک ات جانے	کہان ہم کہان تم کہان پہر جوانی
شکایت کرون ہون تو سنے لگے ہے	مری سرگذشت اب ہوئی ہے کہانی
ادا کہینچ سکتا ہے بزاد اسکے	کبہی صورت ایسی تو یہ ہمنے مانی
ملاقات ہوتی ہے تو کشمکش سے	یہی ہمسے ہے جب تب انیچا تانی

بہشتی تہا پر ترے مر گیا ہے
کفن میر کو دیجیو زعفرانے

جی اسکے تیر حقیقیہ کوئی کیا دعا کہے	عاشق کہیں شتاب تو ہو وے خدا کرے
کے سر دمہر کوئی مری رہ تو گرم ناز	پرسش کسو سے حال کی تیری بلا کرے
داماں بہت وسیع ہے آنکہون کا اے سحاب	از بسکہ ہے شکوان ہی کا پانی بہا کرے
آ کر کبہی سے پہول مری شست خاک پر	ہے چمن اگر حق صحبت ادا کرے

تپہر کی چہاتی چاہئی ہے میر عشق میں
جی جاتا ہے اوسکا جو کوئی وفا کرے

صورتیں یکبہی کتنی کیونہ اسکو تو یہ سب ہی ودا	سامنے رکہ آئینہ مصروف حیرا سبہی ہیں گے

میر کوئی اس صورتیں امید بہی کیا رکھے

ایک جراحت سینے کی میری ہر زخم کاری میں ہے

دل ہے بیقرار ہستا ہے میری جی بہی نہ کچھ جاتا ہے	کیا جانوں میں وہ لگا کیا دریا چڑھتا آتا ہے
سچ بیہودہ جو کہا کرتا ہے کون ہے تو کیا سمجھے ہیں	نہ بیگانہ ہیں ہم وہ نالوں کا جاہ کا ناتا ہے
تو بلبل آزردہ نہ ہو گل ہو اسے باغ بہار نہیں	سچ کشش الفت ہے عاشق جی اپنا بہلاتا ہے
عشق و محبت کیا جانوں لیکن اتنا جانوں ہوں	اندر ہی سینے میں ہمیکے دل کو کوئی کھاتا ہے

عاشق اپنا جان لیا ہے اونے شاید ہم سے ہمیں

دیکھ بھری مجلس میں اپنے ہم ہی سے شرماتا ہے

اس عنبر کو کیا ہوتا ہے حال شکستہ دکھائی	سسکو یہ سر و شہر کرے جیکی ہمارے چلے گے
کیسا کیسا ہوگا جو ایسا ہو اس سے یہ تڑپ پیا ہے	کیا پوچھو ہو آئی قیامت سر پہ دل کی لگائی
میں تجھ بن کچھ میں اپنی دربدر گذرتا ہوں	وحشت ہے خورشید نمط اپنی بہی مجھکو ساقی
ہر کوئی دہر بن میں یار سے پہیرو پہچان تھا	یا ب تشنگی لے آتا ہے پاس ہمارے آگے سے
ایک جراحت کیا تسکین ہو ہو تو کی سو سینے میں	شاید دل ہو تسلی اسکا زخم دگر کی کھائی
سچ و عنایہ و دریا پہ ہر کبہی ہم بیٹھے ہیں	کلفت الفت باقی ہے کہ جو ستم کر لو گما ہی

دلکی لاگ کچھ ہی تھی جو یہ سسکی تک جا لگی ہے
اٹھ بیٹھتے اور ہی کبھی بیتاب جی پھرا ہے

آنکھ تک مسیلی ہوتی ہی مطلق عمل بیجا ہے
دلکی مصیبت کیسی ہی کیا کیا ہے سیج اوٹھایا ہے

حشمند ہے جو دیکھی ہر گز ویسی ہی جلتی ہین
ملو ہے جیسا اسکے ہنسے آنکھون سے سہلایا ہے

رنگ نہیین ہے منہ پہ کسی کی باد خزان سے گلستان میں
ہر کرے بار گرہ بکہیر ہی مین گل غنچہ مرجھایا ہے

تفرقہ کیا نہیں سے پیچ کی اٹھا ہے پر
دلکی گداز سے ہو کے داغ جگر پہ جلایا ہے

عشق میں اسکے جان ہی مشتاق ہر پگی تھی
شوق اگر ہے ایسا تو یہاں سجایا ہے

تا جبر ترک فقیر ہو گئے اب شاعر عالم کامل ہین
پیش گئی کچھ میر نا اپنی سو نگ بیت سوایا ہے

کوئی نام انکا نہ جو صبر ہے
نہ سوز جگر خاک مین سب ہے گڑا

کہ بیتاب دل کی بنا صبر ہے
موئے پہ پر آتش ہر سے قبر ہے

گلستان سے کیسی وہ نون پلے بھر
بہار اسطرف و سطرف ابر ہے

جو وہ روشنی بنی کچھ ہی لباس
تو پھر چینہ شیر ہے ببر ہے

در کعبہ پر کفر بکتا ہے میر
مسلمان نہین وہ کمن گبر ہے

ظلم سے ہین داغ جگر میں سچ اوسے ہین جو رکھنچے
اب وہ دلمین تاب نہین جو لب تک لاکے سرد کھنچے

عشق و جنون کا اور اسے حیران و پریشان کیا ہے
ہم پہ خشم و خطاب ہے سو ہے
وسے نازو عتاب ہے سو ہے
گرچہ کم ہے اسے تب پہ آئی دلی
ب تکو اضطراب ہے سو ہے

۱۶۴

چلتے ہوئے تسلی کو کچہہ یار کہہ گئے
کیا کیا مکان شاہ نشین تہے وزیر کے

اس کج روش سے ملنا خرابات مین تہا
وے زور ور جوان جنہین کہیئے پہاڑ تہے

اس قافلے مین ہم ہی تہا افسوس رہ گئے
وہ اٹہہ گیا تو ہی ہی گہری بیٹہے رو گئے

بیطور ہم ہی جا کے ملے بے جگہہ گئے
جب آئے ہیچ جادہ تنگی سے بہہ گئے

وہ یار تو تہا دل سے کسو کا میر
ناچار اسکے جور و ستم ہم ہی سہہ گئے

ہای جو وصل مین اسکے کیا کیا لذت پاتی ہے
کیا کیا تمنے فریب کیے ہین سادگی مین دل لینے کو

ہای جدائی انکی جا لگہہ مار کے ہمکو تو ڑر رکہا
غیر فرنگی ہم سنتے ہے سو غیرت ہے ہم سنتے رہے

رنج و الم غم عشق ہجر کی اعجاز کہینچے تہے
وہ دن کیسے سالتے ہین جو اگر سو پاتی کبہو

چاہت و گہرا ہی چکا میر سی پر ہے بلا
بات ہمارے یاد رہی جو بہولا ہوا جاتا ہے

تہوڑ کے پانو مین ہے سر کسو کی چہاتی ہے

بوسہ گنج لب سے پہر بہی الفت اپنی بتاتی تہے
سیر ہو کے کبہو کلاہ آتو ہمیں تو مے ناخوردہ بتاتے تہے

وہ دن یاد آتے ہین اب جب انکے آتے جاتے تہے
وہ تو ہمکو لگا جاتا تہا ہم اسکو جلا جاتے تہے

حوصلہ کتنا اپنا سینہ بے آزار سماتی تہے
آنکہون سے ہم سمالا سمالا ملو ہی اسکو جگاتے تہے

اگلے لوگ سنا ہے ہمنے دل کسو سے لگاتے تہے
وحشت پر جب آتا ہے تو جیسے بگولا جاتا ہے

کہتے ہین اپنا سا ہمکو کیا ابہرا ہوا جاتا ہے

بر سو نہین پہچان ہوئی تھی سو ہم صورت ہو گئے	یہ بھی شرارت یار ہی کی ہے ہمکو ستانا بھاتا ہے
سنی سنائی بات ہے جو انکی کب بیٹھے ہین ہم غافل	دو نونکا بہرہین اپنے تہیانکو منساز سے
میر کی تیزی کیا سلجھی گی حرف و سخن مین گنجلک ہے	کوئی ہاتھ الجھ پڑے ہیے ایسے ناصح دیوانے
کبھی رو نزاب دید وادید ہے	گلی سے ہماری لگو عید ہے
گمریزان ہو ان سیاہی سے خورشید سان	جہان جیسے ہے مجھکو تجرید ہے
تصرف مین ہیے ال و ستے ہیون یات	خدا رس کہین ہین یہہ توحید ہے
جو آوین ستان جذب ہے یان تو یہ	خدا کے طرف ہی کی تاکید ہے
پپیٹا ہے مین بور یا ئے ممتاز	یہی میر جانے کی تمہید ہے
تجبر مین جنون ہوا تھا سب سے	دل نے پہلو تہی کیا ہم سے
عالم حسن ہے عجب عالم	چاہیے عشق اس ہی عالم سے
طرح چہریون کی پلکون سے ڈالے	نکلے تلوار ابروؤں کے خم سے
نسبت اون بالونکی درست ہوئے	دید مین میرے حال درہم سے

در پے خون میر کے ورنہ
ہو سبے سبا تا ہے جرم آدم سے

انکھیون سے چلیئے شفا مین جان ماری	تام خدا ہوا ہے اب وہ جوان یار کے

کچھ سہین تبک رہی ہے یہ صحبت	گالیان کھائے دعا کریے
کچھ کہین تو کہے ہے یہ نہ کہو	کیونکر اظہار مدعا کریے
اتفاق انکا مار ڈالے ہے	ناز و انداز کو جدا کریے
عید ہی کا شگون رہے ہر روز	صبح اسکے گلے لگا کریے
راہ تکنے کو بھی نہایت ہے	منتظر کب تلک رہا کریے
ہستی موہوم و یک سر و گردن	سیکڑون کیونکہ حق ادا کریے
وہ نہین سرگذشت سنتا میر	یون کہانی سی کیا کہا کریے
تھر تب ہو نفع جو کچھ ہے	ولکے بیماری کی دوا کریے

سو تو ہر روز ہے بتر احوال
متحیر ہین آہ کیا کریے

دو دو چار چار ٹکڑے چھاتی گئی تھی کوٹے	ہجران کا غم تھا تبھی سختی سے جان گئی
کلیان جھڑی ہین کچھ بکھری ہین پھول سارے	پائیز ہی چمن مین کیا کیا بہار ہوگی

سیر چمن کی کچھ تو جیسے ہوس نکلتے
موسم مین گل کے بلبل افسوس ہے نہ چھوٹے

کس جنگ کی رات آئی جو اسمین لڑائی ہوئی	آخر او سل و باش نہ چار اک تبھی ہی آئی ہوئے

واے وہ طائر پر بال ہوس ناک سب جسے
شوق گلگشت گلستان مین گرفتاری ہے

جرم جو جرم ہو پیچھے رہتی ہے جسکی شمشیر
اوس ستمگار جفا جو سے ہمین یاری ہے

ہنگہ مستی مین کسو پر نہین پڑتی اوسکی
یہہ بہی اوس سادہ وپرکار کی ہشیاری ہے

وان سے جز ناز و تبختر نہین کچہہ پاتے میر
عجز ہے دوستی ہے عشق ہے غمخواری ہے

درد و غم سے دل کو فرصت نپائے
یہہ صعوبت کب تلک کوئی اوٹھائے

طفل تہ بازار کا عاشق ہون مین
دل فروشی کوئی مجہہ سے سیکہہ جائے

زار رو تا چشم کا کب دیکھتے
دیکھیے ہین لیکن خدا جو کچہہ دکہائے

کب تلک چاک کفن سے جہانکیے
برگ گل یان بہی صبا کوئی تو لائے

کب سے ہمکو ہے تلاش دست غیب
تا کمر پیچ اسکا اپنے ہاتہہ آئے

اسکی اپنی بنتی ہے ہرگز نہین
بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے

جو لکہی قسمت مین دولت ہو سو ہو
خط پیشانی کوئی کیونکر مٹائے

داغ ہے مرغ چمن پائیز سے
دل نہ جلتا جو اسکا گل نہ کہائے

رستخیز سینہ میر اسکے ہاتہہ کا
ہو کوئی رہوار تو اسکو رجہائے

ہے اکثر غم کے افسوس ہین
زیر لب یا لا سی لب ہے ہائے وائے

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہین ہم تمہارے
ہو ملتفت کہ ہم بھی جیتون مین آوین چندے

آشوب بحر ہستی کیا جانیے ہے کب سے
کوئی تو تہا طرف پر آواز دی نہ ہمکو

بیطاقتی سے کیونکر سر مارتی رہے نہ
کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رو اٹھین ہے

موقوف رحم پر ہین دشوار کام سارے
یہ عشق بے محابا تا چند جان مارے

موج و حباب اٹھکر لگ جاتی ہین کنارے
ہم بیقرار ہو کر چارون طرف پکارے

صبر و قرار دونون یکبار گی سدہارے
چشمک کرین ہین ہر شب اسکی طرف ستارے

دنیا مین میر آکر کہو لا ہے بار سہنے
اس رہگذر مین دیکھین کیا پیش آوے بار

عشق ہمارا در پے جان ہے کیسی خصومت کرتا ہے
شاید لیہو بال اوس مہر کی بکھر گئے تھے با دلی

صورت اسکی دیدۂ تر مین پھرتی ہے ہر روز و شب
کیا دشوار گذر ہے طریق عشق مسافر کشن یارو

حال کسو ہلتے کا یان مانا ہے حباب دریا سے
یاد خدا کو کرکے کہو ٹک پاس ہمارے ہو جاو

دامن دیدۂ تر کی وسعت سکھی ہے بن و گلی
چین نہین دیتا ہے ظالم جب تک عاشق مرتا ہے

دل تو پریشان تہا ہی میرا رات سحر بھی بکھرتا ہے
ہے نہ اچنبہا یہ بھی کہین پانی مین نقش ابھرتا ہے

جی سے اپنے گذر جاتا ہے جو اس راہ گذرتا ہے
تک جو ہوا دنیا کی لگی تو یکدم طرف ابھرتا ہے

صد سالہ غم دیکھے اس شش جہت و روکی بسر تا ہے
ابر سیاہ سفید ہو سو پانی انکا بہرتا ہے

۴۲۱

سچ ہے راحت تو بعد مرنے کے
پر پڑا واقعہ یہ ہایل ہے

تیغ اگر درمیان رہی تو رہی
یار میرا جوان جاہل ہے

رو نہیں چشم تر سے اب تو کہیں
سیل اسی در کا کب سے سایل ہے

حال ہم ڈوبتوں کا کیا جانے
جسکو دریا پہ سیر ساحل ہے

میر کب تک بحال مرگ جیئیں
کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہے

بیکسانہ عشق تھے ہم غم میں کہیں پار رکے گئے
یار خواہ خون تہا ماریے گئے ماریے گئے

بار گل تک ناتوانو نکو تہا اس بزم میں
گر پڑے تو ہم بھی عاجز آج وان باریے گئے

حیاتی میری سر آہو نسے ہوئی تھی سب گزشتہ
استخوان اب اسکی اشک گرم سے دہاریے گئے

سخت جاگی ہے نہ تک جیو ہو خبر گھر میں آئے
صبح تک ہم رات دیوار و نسے سر ماریے گئے

میر قیس و کوہ کن ناچار گذرے جان سے
درد جہاں حسرت لیے ہمراہ بیچارے گئے

بے یار ہوں بیکس ہوں آگاہ نہیں کوئی
بیغم کرو خونریزی خونخواہ نہیں کوئی

کیا تنگ مخوف ہے اس بستی کا رستہ
تنہا چلے ہی جانا ہمراہ نہیں کوئی

موہوم ہے ہستی تو کیا معتبری اسکی
ہر گاہ اگر کوئی بیگاہ نہیں کوئی

کیا شکایت کرے اوس خورشید چہرہ یار کی
وصل کی دولت گئی ہون تنگ فقیر ہجر مین

ہمسر وہ پرسون نہین کرتا ستم کی الفور ہے
یا الٰہی فضل کر یہ جور بعد الکور ہے

اوسکو دیوانی کرے سر پہ داغ سودا ہی جو ہمیشہ
وہ محیط عاشقون کا اس سبب سر ہور ہے

گردون کش زمانہ تو تیرا اسیر ہے
چشمک کرے سے سیر یطرف کو نگاہ کو
تنکا سا ہو رہا ہے تن آگ سی سوکھکر
جھڑ باندہ دی ہی رونی جو لگتا ہی صبح کو
اک وہ اجل رسیدہ جو صیدا ہے کب گیا
جون جون بڑہا یا آتا ہی جاتی ہین شگفتے
اس خوبصورتی سے نہ صورت نظر پڑی
پر جو ہر اسکی تیغ ہی نا سہ برائے قتل
پوچھو اسی سے مضطرب الحال دلکی کچہ
جو طفل شوخ و شنگ و جوان بلند طبع
فریاد شب کی سنکی کہا بید ماغ ہو

سلطان عصر تیری گلی کا فقیر ہے
وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہے
اب شنگ کیا فقیر جو سب مین حقیر ہے
ہی چشم ترکہ غیرت ابر مطیر ہے
پیچ پیچ جال گیسوؤن کا جگہ گیر ہے
کس مٹی کا نجانے اپنا خمیر ہے
صورت تلک تو سیر کی وہ بے نظیر ہے
پیغام مرگ عاشقو نکو اسکا تیر ہے
وہ آفتاب چہرہ روشن ضمیر ہے
شایستہ فلک ہی اگرچہ چرخ پیر ہے
دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہے

۴۲۳

ہنستے ہیں تلتی ہیں اسکی ابرو کے
چلی تلوار تو صفائی ہے

لڑکا عطار کا ہے کیا معجون
ہمکو ترکیب اسکی بہائی ہے

جھڑکی یار کی نہیں جاتی
یہی بدطور بد ادائی ہے

آ کے کہتا ہے پھر نہیں آتا
یہی بدعہدی بیوفائی ہے

کر جلوہ گری اتنی جس قسمت سے
شاید اسمیں ہی کچھ بہلائی ہے

برسوں میں ہم سے ملے تو کہا
اس سے پوچھو کہ یہ کہائی ہے

یارب کوئی دیوانہ بگڑ کے ہنسنگ سا آ جاوے
اغلال و سلاسل تک نپی بہی ہلا جاوے

خاموشی میں کچھ تک نہ اوحان جہان میں ہم
ہنگامہ قیامت کا شورش سے اٹھا جاوے

کب عشق کی وادی ہی سر کھینچنے کی جاگہہ ہے
ہو سیل بلا سا تو منہ موڑ چلا جاوے

عاشق ہیں کہ اسمیں نسبت سگ و آہو ہے
جون جون ہے رمیدہ وہ تون تون لگا جاوے

افسوس کی جگہہ ہے یاں بارے میں دم گزرے
ہو روبرو آئینہ وہ منہ کو چھپا جاوے

ان خوش خطوں سے میری قسمت میں تھی خواری
کسطرح لکھا میرا کوئی آ کے مٹا جاوے

دیکھ اسکو ٹھہر رہتا ثابت قدم و نسبے ہو
اس راہ سے آوے تو ہم سے نہ رہا جاوے

کیئے جہان کرتا ہو تاثیر سخن کچھ بہی
وہ بات نہیں سنتا کیا اوس سے کہا جاوے

پری اسکے سائے کو بہی لگ نسکے نہ — وہ اس جنس کو کیا بلا جانتا ہے

جہان میر عاشق ہوا خوار ہی تہا
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہے

یہی عشق ہی جی کہپا جانتا ہے — کہ جانان بہی جی ملا جانتا ہے

بدی مین بہی کچہہ بہی ہوویگی تب تو — برا کرنے کو وہ بہلا جانتا ہے

مرا شعر اچہا بہی دانستہ ضد سے — کسو اور ہی کا کہا جانتا ہے

زمانے کے اکثر ستمگار دیکہے — وہی خوب طرز جفا جانتا ہے

نہین جانتا حرف خط کیا ہین لکہے — لکہے کو ہمارے مٹا جانتا ہے

نجانے جو بیگانہ تو بات پوچہے — سو مغرور کب آشنا جانتا ہے

نہین اتحاد تن و جان سے واقف
ہمین یار سے جو جدا جانتا ہے

تمام شد دیوان پنجم میر تقی میر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان ششم

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا
نظر مین اسکی مین تو بھی نہ آیا

زمانے مین مرے شور جنون نے
قیامت کا سا ہنگامہ اوٹھایا

بلا تھی کوفت کچھہ سوز جگر سے
ہمین تو کوٹ کوٹ اون نے جلایا

تمامی عمر جسکی جستجو کے
اوسے پاس اپنے اکدم بھی نہ پایا

نہ تھی بیگانگی معلوم اوسکی
نہ سمجھے ہم اوسی سے دل لگایا

قریب دیر خضر آیا تھا لیکن
ہمین رستا نہ کعبے کا بتایا

دن رات اسکو ڈہونڈہتی ہی اشتیاق مجھے
نایاب کس گہر کا طلب گار کر دیا

دور اس سے زار زار جو روتا رہا ہون مین
لوگونکو میری زاری نے بیزار کر دیا

خوبی سے بخت بد کی او سے عشق سے مرے
یارون نے رفتہ رفتہ خبردار کر دیا

جسکے لگائی جی مین نہ اوسکی ہوس رہے
یعنی کہ ایک وار ہی مین پار کر دیا

پہلو مین دل نہ ہو تو لگی آتش سے شوق کے
پایان کار آنکہونکو خون بار کر دیا

کیا جانون عشق جان سے کیا چاہتا ہی میر
خونریزی کا مجھے تو سزاوار کر دیا *

سونے ہم جسکی خاطر بیوفا تہا
نہ جانا اون نے تو یون بہی کہ کیا تہا

علاج کی نہین تقصیر ہرگز
مرض ہی عاشقی کا لا دوا تہا

نہ خود سر کیون کہ ہون ہم یار اپنا
خود آرا خود پسند و خودنما تہا

رکہا تہا منہ کبہو اس کنج لب پہ
ہمارے ذوق مین اتبک مزا تہا

نہ پہونچا ہنسنے والون سے اسپے
نہ جانا تجہ سے یہ کن نے کہا تہا

پریشان کر گئی غمسر یاد بلبل
کسو سے دل ہمارا پہر لگا تہا

ملے پر سون رہی بیگانگی سے
ہمارے زعم مین وہ آشنا تہا

نہ دیوانے تہے ہم سے قیس فرہاد
ہمارا طور عشق انسے جدا تہا

کیا نماز ہیں اس او قات کے
جب کہ قد محراب سا خم ہوگیا

وہ دیکھنے ہمین ٹک بیماری مین نہ آیا
گلشن کی طایرون نے کیا بیمروتی کی
بحر ہیچ اسکا غصہ یار و بلای جان ہے
قد بلند اگرچہ بے لطف سہی نہین ہے
انگڑائی خوبرویان جسم قسم پیش لیس ہین
نقشہ عجب ہے اوسکا نقاش نے ازل کے
شب گذشتے مین باہم تہی گفتگوی درہم
دل بستگی مین کہلنا اوسکا نہ اس سے دیکہا

سو بار آنکہین کہولین بالین سے سر اوٹھایا
یک برگ گل قفس مین ہم تک نکوئی لایا
ہرگز منانہ ہمسے بہتیرا ہی منایا
سرو چمن مین لیکن انداز وہ بنایا
انیڈا پہر کے سو جب اوس پہ کیا سایا
مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پہر بنایا
اس مست نے جہنکایا یعنی بہت جہیکایا
بخت نگون کو ہمنے سو بار آزمایا

عاشق جہان ہوا ہے وہی ٹہگیان ہی کین ہین
اس ہیچ ہیچ روپی کب ڈہب سے دل لگایا

باتین ہماری یاد رہین پہر باتین ایسی نہ سنیے گا
سعی و تلاش بہت سی ہیگی اس انداز کہنے کی
دلکی تسلی جسکی ہوگی گفت و شنود سے لوگونکے

پڑہتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دہنیے گا
صحبت مین علما فضلا کی جاکر پڑہیے گنیے گا
آگ بہڑکے گی غم کی بدن مین سینہ میں جلتے بہنیے گا

بیمار عشق چارہ سازی ہی دن مین گران ہوا
شاید کہ دل تڑپنے سے زخم درون پھٹا
خوننابہ میری آنکھوں سے منہ پہ روان ہوا
بیزار خدا کی ذات مرے گھر مین پھر نہین
یعنی کہ اب مکان مرا لا مکان ہوا
مستو نہین اوسکی کیسی تعین سے ہے شکست
شیشہ ہوا نہ کیف کا پیمانہ ... ہوا

جب رفتنی کو عشق کا آزار ہو گیا
دو چار دن میں پرسونکا بیمار ہو گیا

نسبت بہت گناہونکی میری طرف ہوے
ناکردہ جرم میں تو گنہگار ہو گیا

حیرت زدہ میں عشق کے کاموں کا یار کے
دروازے پہ گھر سے کھڑے دیوار ہو گیا

سینے فگار سینوں کے اطراف دردسے
کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہو گیا

بازار میں جہاں کے ہے حسن کیا متاع
سو جیسے جیسے دیکھے خریدار ہو گیا

دل لے لیکے میری جان کا دشمن ہوا ندان
جس بیوفا سے اپنے تئین پیار ہو گیا

عاشق کو اسکی تیغ سے ہے لاگ کیسی ہے
یہ کشتنی بھی مرنے کو تیار ہو گیا

مرنے میں وارہا سو اٹک ہی رہا
پہندے میں عشق کے جو گرفتار ہو گیا

کیا جرم تھا کسو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت و خون کا سزاوار ہو گیا

دشمن ہو جیکا گاہک ہوتا ہے جسکو چاہا
کی دوستی کہ یار وا کر روگ میں بسا ہا

جی ہی جہان قیامت درد و الم رہا وان
بیمار عاشقی میں شب صبح تک کرا ہا

تازہ جھلک تھی شب کو تارو نمین آسمانکی
اس آسیا کو شاید پھر کر کنہوں نے را ہا

خمیازہ کش ہوں اسکی تسلی اس ادا کا
لگ کر گلے سے میرے انگڑائی لی جا ہا

جانا کہ منہ کھلا ہے آتشکدے کا شاید
سینے کے زخم جو سر کا ہے ٹک بہی چاہا

گھر سے وہ معمار کا جو اوٹھ گیا
حال ابتر ہو گیا گھر بار کا

نقش اوسکی بیوفائی کی ہے اصل
کب وفاداری ہے شیوہ یار کا

سر جو ہے دیوار کے گھر مین سپہر
رنگ دیگر ہے در و دیوار کا

اک گدائی در سے ہے سیلاب بہار
غم کشون کے دیدۂ خونبار کا

دلبران دل جنس ہے گنجایشی
اس مین کچھ نقصان نہین سرکار کا

عشق کا مارا ہے کیا پہنچیگا میر
حال ہے بد حال اس بیمار کا

جو تو ہی صنم ہم سے بیزار ہوگا
تو جینا ہمین اپنا دشوار ہوگا

غم ہجر رکھیگا بیتاب دل کو
ہمین کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا

جو افراط الفت ہے ایسا تو عاشق
کوئی دن مین برسون کا بیمار ہوگا

اچٹتی ملاقات کب تک رہیگی
کبھو تو ترہ دل سے بھی یار ہوگا

تجھے دیکھکر لگ گیا دل نہ جانا
کہ اس سنگدل سے ہمین پیار ہوگا

لگا کرنے ہجران سختی سی سختی
خدا جانے کیا آخر کار ہوگا

یہی ہوگا کیا ہوگا میر ہی نہونگے
جو تو ہوگا بے یار و غمخوار ہوگا

باغ کو بھی لالہ و گل دیکھ کہتے تھے طیور
گھر گئے بیت جہاں بجلی ہائے کیا کیا آشنا

رہتے ہو تو لڑکا نہیں عشق و ہوس میں کچھ تمیز
آشنا سے فرق ہوتا ہے بہت نا آشنا

ملتے ملتے منہ چھپانا بھی لطیفہ ہے نیا
آشنائی یا نکر دی ہو جسے یا آشنا

تھا جنوں کا لطف مجنوں سے سو دنیا سے گیا
مغفرت ہو اسکو جس سے بھی تھا آشنا

اب جیسا تھا آئی میں ہم سے مفت کھو بیٹھے ہیں
پھر نہ ہو گا ہم کو ایسا کوئی پیدا آشنا

کیسا ہی پانی ہوا اسکو پہچان جاتا ہے میر
تھا جوانی میں مگر تو میر دانا آشنا

گھر تھے جس جگہ کو اور گھر گئے کچھ بھی لگا نہ اپنا
تلاش جو تن بہار میں کی لگا کر گلشن میں پتا نہ اپنا

ملا تو تھا وہ بخواہش دل مزہ بھی اسکا نہ پایا ہم نے
پھر ان سے ستی میں اسکی آنکھیں ہوش ہم کو رہا نہ اپنا

جہاں نکال دریا بکھران تو سرا سے پایاں کنارا نکلا
جو لوگ تھے سو کچھ آشنا تھے او شہوان اب کیا نہ اپنا

نکالی سرکشی نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے کچھ کر رہے ہم
و نہیں کیا کیا جو ہمارے آیا کہیں کیا بس چلا نہ اپنا

کسے بھی کی تو اسی نے جس سخن کسو کا اثر کر گیا ہے
بکا گئے ہم ہمیشہ ناکسو وان اسکے کہا نہ اپنا

نہ ہوش ہم کو نہ صبر دل کو نہ شور شیریں زباں میں
جو رو دو میں کس کسکو رو دیں ہم وفا میں کیا کیا گیا نہ اپنا

جہاں میں رہنے کو بھی بہت تھا اگر سکے میر کچھ تو تھے
بنا ہے نا پائیدار اسکی اسی سے رہنا بنا نہ اپنا

دہوپ مین آگ کہڑا اسکو جلاتا ہون
جلاوہ گر اسکی تیغین مین تو گنہگار ہوا

ہوش کچھ جسکو سر وتخین تماشا ہی جلتے
حیف صد حیف کہ مین دیدہ خبردار ہوا

ہو سجنو ڈنو کسو گوشہ ہو شنہ نکالی کوئی
وہی خود گم ہوا جو اوسکا طلبگار ہوا

مرغ دل کی ہی رہائی سے مرا دل اب جمع
پرشکن بال تو ہین وہ اسکی گرفتار ہوا

پیار کی دیکھی جو جتنون کسو کی مین جانا
کہ یہ اب سادہ و پرکار ہرا یار ہوا

تکیہ اسپہ جو کیا تہا سو اگر اب سترہ
یعنی مین شوق کی افراط سے بیمار ہوا

کیونکہ سب عمر صعوبت مین کٹی تیری میر
اپنا جینا تو کوئی دان ہمین دشوار ہوا

آج اوس شخص پہ پکار جوان مطلوب تہا
پیر فقیر نے زندان کو اون نے زندان مردہ دیا

انسو کو پونچتا آنکھون سے دو تون اشتو نکلی ایک
دلکی طپیدن روز و شب نے خوب جگر کا لہو پیا

مر تو جیسے صبر کیا تہا ویسی ہی بیصبری کی
ہائے دریغ افسوس کہ کئی دن اور نہ بیمار جیا

ہاتھ سر رکھے بیٹھا ہون قلیر بیون گذری ہجرانے مین
ایکدن اون نے نکلو سو ملکر ہاتھ مین میرا دل نہ لیا

اب یار دو پہر کو کٹہ تلک جہان رہا
حیرت سے آفتاب جہانکا تہان رہا

جو قافلہ گیا تہا انہو نکو دو تہی ہی گرد
کیا جانئی غبار ہمارا کہان رہا

نغزش ملک سے پھرے لپک اس کمر کی دیکھ
عاشق سے جو بندھے نہ کمر تو ہے کیا عجب

ترک وطن کیا ہے عزیزوں نے جا نہیں
گر جاوی کوئی رفتہ سفر تو ہے کیا عجب

ہر سوں کے ہاتھ یار تیں سہرا اس نیم
ہو وے کے ہمے دست بسر تو ہے کیا عجب

معلوم سو ومندی عشاق عشق میں
پہنچے ہے اوسے ہملو خبر تو ہے کیا عجب

گھر یار میں اٹھا گی گیا گھر سے بھی نکل
اب وہ وہ کہ ہو رسے گھر تو ہے کیا عجب

ملتی نہیں ہے آنکھ اوس آئینہ رو کی میر
وہ دل جو لیکے جلاوے مگر تو ہے کیا عجب *

آیا ہے شیب سر پہ گیا ہے شباب اب
کرنا ہو جو کچھ ہو تجکو سو کر تو شتاب اب

مگر ابنا ہوں عشق سے سو یار عاقبت
پایا قرار یہ کہ رہو نہیں جناب اب

خونریزی عاشقوں کی ہے ظالم اگر ہوا
تو تو ہوا ہے تجکو بہت سا ثواب اب

بھڑکی ہے دل میں آتش سوزندہ عشق کے
دل رہ گیا ہے پہلو میں ہو کر کباب اب

سو اوس بہشتی رو سے جدا میں جحیم میں
رہتا ہے میری خاک کو ہر دم عذاب اب

قاصد ہوا آیا ہے نشان خط لکھ نہیں
دیکھیں ہم لا و باد کوئی کیا جواب اب

کیا سینے و غم کو آگے تیرے میں کہوں شمار
یاں خود حساب سیر کو تو ہے حساب اب

جسکے پیچھے انکھیں اور چلی آتی ہین بہت
نزدیک شاید آیا ہے ہنگام خواب اب

۴۳۲

ردیف تاے فوقانی

عکس شب تاب بھی کہتے تھے کسو تجلی کی تاب
یا کہ نکہت گل کی تھا آیا گیا عہد شباب

کی نماز صبح کو کھو کر نماز اشراق کے
ہو گیا صبح پہ ستم اپنا شک مستے میں خواب

دیکھنا منہ یار کا اس وجہ سے ہوتا نہیں
یا اٹھی وہ بی زمانی سے اٹھا رسم نقاب

ضعف ہے اسکے مرض اور اسکی غم صحبت الضعیف
دل بدن میں آدمی کی ایک ہے خانہ خراب

یار میں ہم میں پڑا پردہ جو مستی ہی ہے
ہیچ سی اتنہ جا بی تو ہو گیا اپنا شمع حجاب

صحبتے ہو آ کے دست گوری در پہ ہے
پہ کبھو صحبت میں اسکے ہم ہوئے نہ بار یاب

می سے توبہ کرتے تھے مشغول گر ہم جاتے
ہم پہ شیخ شہر سے سون کے گھر میں ہے اجتناب

آج تے خوبان بہت لیکن پسند اوسکو کیا
کیا غلط میں نے کیا اے میر وقت انتخاب

اس غزل سے شیخ پر بات کے تھا ز خوب
بد زبانی کی بھی ادنی تو کہا بسیار خوب

لگ نہیں پڑتی ہیں لیکر ہاتھ میں شمشیر تیز
سب کے دونکے قتل میں اتنا نہیں اصرار خوب

آہ خوبان سے عاشق جان کر مار آ سمجھے
چاہ کا اپنے مکرنا اُنسے تھا اظہار خوب

آج کل سے مجھکو بیتابی و بدحالی ہے کیا
مجھ مریض عشق کی کب تھی آثار خوب

کیا الگ بیٹھی اوسکی کتنی جنبت و رستہ ہے
ورنہ مفلس غمزدونکی کچھ تھی کردار خوب

محترم جو ستم میں ہے سو وہ نوجوان
ظلم تب کرتا ہے جب کچھ کوئی منت دار خوب

[illegible]

عاشق کسو نے بے سبب ... وہ تصور ... کوئی او سن بیوفا سے ... پہت
جامہ کبھی کسو کا بھی جلاتا ہے بہت
کیا پیچ زنجیر سے مرے آوارگی ... بہت
پیار ہو پریشان اب جو شب مجھ پاس آتا ہے بہت
پیچ میں سب سے بیشتر جا ... ہم ہوتا ہے
اسلیے جاتا ہوں جب تب وہ بلاتا ہے بہت
گر میں کم جاتا ہوں پر دل پر نہیں ہے اعتبار
وہ بھی سی سیدھیاں مجکو سناتا ہے بہت

[illegible]

ردیف جیم

تو بہی سے بہار میں نہ کروں
گو کرے شیخ احتساب بہت

اس غصیلی سے کیا کسو کے نہی
مہربانی ہے کم عتاب بہت

کشتن مردمان اگر ہے ثواب
تو ہوا ہے اسے ثواب بہت

دیر تک کعبے میں تے شب بیہوش
پی گئے میر جی شراب بہت

کیا کہیں ہے حال دل درہم بہت
کڑھتے ہیں دن رات اسپر ہم بہت

رہتا ہے ہجراں میں غم غصے سے کام
اور رو بہی بے بسنکے ہیں برہم بہت

مضطرب اسکا نہیں ہوتا ہے کم
ہاتھ بہی رکھتے ہیں دل پر ہم بہت

اس گلی سے جی اچٹتا تک نہیں
دل جگر کرتے ہیں تہہ پر ہم بہت

میر کی بدحالی شب مذکور تھے
کڑھ گئے یہ حال سنکر ہم بہت

باہر چلنے میں اپنا سمجھ کر تغافل یار بہت
دشت میں وحشت ٹھہر آگئی ہیں جی تھی شکار بہت

دعوی عشق بیچارہ کیا کون سنیگا محشر میں
خیل ملا ایک وانہی ہونگی اسکی خاطر دار بہت

خشک لب ہے زردی رنگ تمنا کی دونوں کی
جو دیکھے ہے مجھے کہے انکی کھینچا ہے آزار بہت

جسم کی حالت جیسی ہے تشخیص کر معلوم طبیب
کہنے لگا جا بہ کیا ہو گا یہ تو ہے بیمار بہت

جو جفا عاشق پہ ہے سو اور لوگوں پر نہیں
اسی سبب ایسے کہ میں بھی ہوں گنہگاروں کے بیچ

مر گئے بے تیر ہی صاحبدل ہوس کس کو ہوئی
ایسے مرنے جینے کی ان عشق کے ماروں کے بیچ

رونا کڑھنا عشق میں یکبار مر جینے کا تھا
کیا جیئے گا یہ ستمدیدہ ان آزاروں کے بیچ

منتظر ہر سو ہوں ہے افسوس آخر مر گئے
دیدنی تھی لوگ اس ظالم کے بیماروں کے بیچ

خاک تربت کیوں نہ اٹھے دلیرانہ اٹھ چلے
ہم بھی تھے اس نازنیں کے نازبرداروں کے بیچ

صاف میدان کا مکاں سا ہو تو میرا دل کھلے
تنگ ہے معمورۂ دنیا کی دیواروں کے بیچ

باغ میں تھے شب گل مہتاب میرے آس پاس
یار بن یعنے رہا میں میر انگاروں کے بیچ

دل ہی ہے جسکو دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ
کاش یہ آفت نہ ہوتی قالب آدم کے بیچ

چھاتی کتنی سنگ ہے وہ لگی جاتی میں نہیں
لعل سینوں پر جڑے جاتی ہیں اس ماتم کے بیچ

نقشہ اسکا مردم دیدہ میں میرے نقش ہے
یعنے صورت اسی کی ہے پھرتی چشم نم کے بیچ

شاد و خوب و تازہ ہوتے ہیں شہر میں
دلزدہ ہم شب میں رہتے ہیں اپنے غم کے بیچ

دل الٹا سا ہم کر پشت وہ نازک کمر
سو بلائیں ہیں بیاں واں بروں کے خم کے بیچ

حد سے افزوں وسعت ملکی ہیں شور عشاق کا
کون سنتا ہے کسو کی بات واں ہمدم کے بیچ

رونق آبادی ملک سخن ہے اس تلک
ہوں ہزاروں غم آلہی میر کی اک دم کے بیچ

بے سدھ پڑا رہوں ہون ستمگر ترے تئین مین
عشق و ہوس مین کچھ تو آخر تمیز ہووے
الفت کی کلفتوں مین معلوم ہی ہے ہووے
محو دعا تھا اکثر غیرت سی لیک گاہے
وہ جان و دل کی خواہش آیا نہین جہان مین
کیا لوگ ہین محبان سودا کے عاشقی مین
حیرت سے اسکے رہ رہ چپ لگ گئے ہے ایسے

کیا آفت آ گئی تھی اس نیم جان کے اوپر
آئی طبیعت اسکی گمر امتحان کے اوپر
تھا اعتماد کلی تاب و توان کے اوپر
آیا نہ نام اوسکا میر بھی زبان کے اوپر
اٹھی ہے اک قیامت ابرو کے انکے اوپر
اغماض کرتے ہین سب چشمک زبان کے اوپر
گویا کہ مہر کی ہے میرے دہان کے اوپر

جو راہ دوستی مین اے میر مر گئے ہین
سر دینگے لوگ ان کے پا کے نشان کے اوپر

آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھا کر
شاید کہ منہ بھرا ہے شبد و نے کچھ خدا کا
کان اوسطرف نہ رکھے اس حرف نا شنو نے
کہتے تھے ہم کسو کو دیکھا کرو نہ اتنا
آگے ہی مر رہے ہین ہم عشق مین بتان کے
وہ بیوفا نہ آیا بالین پہ وقت رفتن

کی بات اون نے کوئی سو کیا چبا چبا کر
نکلے ہے کام اپنا کوئی خدا خدا کر
کہتے رہے بہت ہم اسکو سنا سنا کر
دل خون کیا نہ اپنا آنکھین لڑا لڑا کر
تلوار کھینچتے ہو ہمکو دکھا دکھا کر
سو بار ہمنے دیکھا سر کو اٹھا اٹھا کر

ذوقِ پیچ سیر ہے اکثر ہمت فلک استقدر کر
خورشید ماہ دونوں آخر نہ دیسے نکلے
یوسف عزیز دلہا جا مصر مین ہوا تہا
ابہی نشین غنچے ہی ہم چشم مین نہین ہون
کیا حال زار عاشق کریے بیان نہ پوچھو
دیتے نہین ہین سننے تک آہ نالی اسکے
اتنا ہی چہپایا شوخ اسکے محرمون نے
کیا پیچ پیچ کیجے ان باتین کہی ہے سب مین
بن تیرے چمن مین تو بیمار ہو گیا ہون
رخنے گئے جو توڑ تو تیرے کل مین تو کیا

دل کو کوئی لے گیا ہے تو میر ٹک جگر کر
آنکہون مین پہر نہ آئی جی سے مریجا اتر کر
ذلت جو ہو وطن مین تو کوئی دن سفر کر
مجہکو صبر نہ آئی سو بار اب خبر کر
کرتا ہے بات کوئی دل کی تو چشم تر کر
یارب شب جدائی عاشق کی بہی سحر کر
ہو بجہہ گئی ہین زلفین اس چہرے پہ بکہر کر
جاتی ہین غنچش کیسے ہم مشتاق ہیں اوہر کر
حال تبہ مین ہے تو بہی تو ٹک نظر کر
لے آہ اس صنم کی دل مین ہے ٹک اثر کر

مارے ہے غل گئے سے جاتا نہین ہے ہرگز
نکلے گا اس گلے سے شاید کہ میر مر کر

باندہے کمر سحر کہ آیا ہے میرے کین پہ
اقرار مین کہان ہے انکار کی سی خوبی
کنج قفس مین جون تون کاٹینگے ہم اسیران

ہو جاوے تند فلک سے نازل ہوا زمین پہ
ہوتا ہے شوق غالب اسکی نہین نہین پہ
سیر چمن کی شایان اپنی رہی نہین پہ

ردیف کاف

انکھیں جو ہون کیو ہین تو ہی توبال کہ تجہہ مجھکو کیا
سارے ہی رات کہانی کہی ہے تو بھی تو مجھکو سونا تک

مشکل ہے دلدار سی عاشق بے سوزن و بیتاب ہے
طاقت اس دلکو میری تہی تہین اپنے تئین نہی تک

ایسے درد دل کہنیکو میر کہان سے جگر لاوے
گرم سخن لوگون ہین ہو کوئی بات کرے تو رو نے تک

رہے ہی تیش و در رو رو و و پہر تک
سر زخم پہنچا ہے شاید جگر تک

ہوئے ہین سوا اس در سے ہوش و خرد گم
خبر کچہہ تو آئی ہے اس بیخبر تک

زمین گرد اس مہ کی میرے ہین عاشق
ستارے فلک کے رہے ہین ادہر تک

قیامت ہے مشتاق لوگون کی کثرت
پہنچنا ہی مشکل ہے اسکے گہر تک

کہان تک اسے سر سے مارا کرون مین
نہ پہنچا مرا ہاتہہ اسکے کمر تک

بہار آئی پر ایک پتے ہی گل کے
نہ آئے اسیران بے بال و پر تک

بہت میر ہر ہم جہان مین رہین گے
اگر رہ گئے آج کی شب سحر تک

وہ تو نہین کہ او دہم رہتا تہا آشیان تک
آشوب نالہ اپنا پہنچا ہے آسمان تک

لبریز جلوہ اسکا سارا جہان ہے یعنے
سار ہی ہے وہ حقیقت جاوے نظر جہان تک

ہجران کی سختیون سے تہہ دل و جگر ہین
صبر اسکے عاشقی مین کوئی کرے کہان تک

سودے عاشقی مین نقصان ہے جیکا لیکن
ہم راضی ہو رہے ہین اپنے زیان جان تک

ردیف لام

ٹک توجہ بیں ہمی ہے سیر اسکے عرش پر
تحصل میں آتی نہیں ہیں طرفہ کار دل

باغ سے لے دشت تک کہتے ہیں اک شور عجب
ہم اسیران قفس کے نالہای زار دل

اس سبک روحی سے جیوں باد سحر در در پھرے
زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہے بار دل

تنگی و وسعت سے اسکی ای عبارت ساز فہم
میر کچھ سمجھے گئے نہ معنئے اسرار دل

زنہار گلستاں میں نکر منہ کو سوے گل
چڑھ جائے مغز میں نہ کہیں گرد بوی گل

موسم گئے نشاں بھی کہیں ہے کہ نہ تھا
کی شوق کشتگاں نے عبث جستجوی گل

تہ کے خزاں میں اتنے کہ مر گئے طیور
جاویگی ساتھ جیکے بلکر آرزوی گل

آئی نظر بہار میں پائیز میں گئے
ہے بیوفائی کہ نکلے ہر سال خوی گل

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیر چمن میں میر
پھرتا ہے اب تلک مری آنکھوں میں روی گل

طریق عشق میں ہے رہنما دل
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل

قیامت تھا مروت آشنا دل
موئے پر بھی مرا اس میں رہا دل

رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا
کہ آخر خون ہو ہوکر بہا دل

جسے مارا اسے پھر کر نہ دیکھا
ہمارا الفت ظالم سے لگا دل

ردیف میم

عشق کیا تھی اوس گل کا یا آفت لائی سر پر ہم
جہاں نکلی اسکی ساتھہ صبا کی صبح چمن میں گئے گھر ہم

روز و شب کو اپنی یار کہیو کہ کرینگی روز و شب
ہاتھہ رکھی تہی ہین دل پر بیتابی مین اکثر ہم

پوچھے راہ شگفتہ دلی کی جا نکلے تھے کب مین
سوچ وہان تو گذرا جی مین آکر کیا کیجیے پر ہم

شام سے تا منزل آگر گھر کو ہمارے صدر نشین
رکھتی ستارہ اوس موش کی جاہ مین گر بد اختر ہم

برسون خس و خاشاک پہ سوئی مدت گلخن تابی کی
بخت بجاگی جو اوس سی ہوں ایک شب بہی ہم بستر ہم

روز بتر ہی حالت عشقی جیسی ہون بیمار اجل
ہی نہ دوائی کوئی معالج کیونکر ہونگی بہتر ہم

اسکی جناب سی رحمت ہو تو جی بچتا ہی دنیا مین
اسکی غضب سے تو بیٹھی ہین مرنا کر کی مقرر ہم

ابتو ہماری طرف سی اتنا دلکو بہت کر لیو
سختی سی ایام کی اتبک جیتی رہی ہین مر مر ہم

آہ معیشت روز و شب کی ساتھہ اندوہ کی ٹھہری ہی
رو دیکر اٹھتی رہا کرتی ہین غم سی ہوئی ہین خوگر ہم

شعلہ ایک اوٹھا تھا دل سی آہ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہی خاکستر کی جیسی شب مین جلکر ہم

کرتا تھی جو رہی ہجر مین بیمار ہوئی ہم
بستر پہ گری رہتی ہین ناچار ہوئی ہم

بھلا نیکو دل باغ مین آئی تہی سو بلبل
چلانی لگی ایسی کہ بیزار ہوئی ہم

جاتے ہین کہر سے ہو ہپ مین جب جاتی ہین گہر
عاشق نہ ہوئی اسکی گنہگار ہوئی ہم

اک عمر دعا کرتی رہی یار کو دن رات
دشنام کی اب اسکی سزاوار ہوئی ہم

[illegible]

دہوپ مین جلتے ہین پہرون آگی اسکی میر جی
زندگی سے دلکی ٹہہرے ہین گنہگار و نہین ہم

ردیف نون

سر سے ایسی ہی لگی ہے اب کہ جلی جاتے ہین
اس گلستا نمین ہم و ا نہی ہر چون بروان
تن بدن ہے ہین کیا کہئے کہ کیسا سوکہا
رہتے ہو کہلائی نہین رہتی بلا کش اسکی
پہرتے ہو داغی شہ سے حال مین ہم جو ہوئی
خاکپا اسکی ہے شاید کسو کا سبر چشم

متصل شمع سے رو تے ہین کہلی جاتی ہین
دم بدم مرتے ہین اسے چلے جاتے ہین
اکلی بہی یاد نہین تنگی سے ہلے جاتے ہین
جا کہیے جاتی ہین ال پہر دیر جاتے ہین
آپ سے جاتی ہین ہم بہی تو بہلی جاتی ہین
خاک مین اہل نظر اس سے رلی جاتے ہین

گرم ہین انکی طرف جانیکو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعف محبت سے ٹہلی جاتی ہین

ایسے دیکہے ہین اندہیرا کہ کہین
مر گئے نا امید ہم مہجور
دیر دریا کنارا کرتا رہا
مرتے تہے اوس گلی مین ناگہان

پہولی تہے ہین آنکہی سہتے ہین
خواہشین جیکی اپنی چہین ہین
عشق مین آنکہین اپنی روز نہین
ہم بہی مارے گئے نذران وہین

یک بیابان ہے مری بیکسی و بیتابی تنگ آویگا کہانتک نہ میرا قلب سلیم	مثل آواز جرس سب سے جدا جاتا ہون بگڑی صحبت کی تئین روز بنا جاتا ہون

گرمی عشق ہے ہلکی ابھی ہمدم دل مین
روز شب شام و سحر مین تو جلا جاتا ہون

تری راہ مین گرچہ ابھی پامال ہون مرے در پی خون ناحق ہے اسقدر تری دوستی سے جو دشمن ہین سب نہ سمجھو مجھے بے خبر اسقدر	پہ یہ غم ہے مین بھی سر راہ ہون نہ خونخوار ہون نہیں خونخواہ ہون انہونکی بھی خون تک مین آگاہ ہون تہ دل سے لوگونکی آگاہ ہون

مری بیخودی سادگی سے ہے ہیر
بہت اس روئے پہ گمراہ ہون

سہانا گی مزاجونکی سبھی تدبیر کرتی ہین برہمن زادگان ہند کیا پر کار سادہ ہین سوئی پر اور بھی کچھ بڑہیگی رسوائی عاشق کی ہماری حیرت عشقی سے چپ رہ جائینگی اس سے تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیرون سے	جوانونکو انہیں ایام مین زنجیر کرتی ہین مسلمانونکی یارانی بھی مین تکفیر کرتی ہین کہ اسکی نعش کو اب شہر مین تشہیر کرتی ہین مخالف مدعی کسکس طرح تقریر کرتی ہین کہ جنکی خاک کو یہ ہاتھ مین اکسیر کرتی ہین

اب دیکھیں آہ کیا ہو ہم وے جدا ہوگئے ہین
بے یار و مددگار روے ہم آشنا ہوگئے ہین
غیرت سے نام اسکا آیا نہیں زبان پر
آکے عذاب جب ہم محدود ہوگئے ہین
اہل چمن سے یکبو نکرا پنی ہو روشناسی
مدت سون اسیر رہ کر اب ہم رہا ہوگئے ہین

اظہار فرحتی ہو دم کی بیسد ماحتی
ان روزون میر صاحب کچھ سبزہ ہوئی ہین

بیکار مجھکو مت کہہ مین کارآمدہ ہون | بیگانہ وضع تو ہون پر آشنا زدہ ہون

مین منہ نہین لگایا بنت العنب کو گاہی
تب تہا جوان صالح اب پیر میکدہ ہون

اسرار دلکے کہتے ہین پر جو اخمین	مدت نہین ہی شید ہماری زبان مین
رنگینی زمانہ سے خاطر جمع رکھہ	سو رنگ بدلی جاتی ہین ان ایک آن مین
شاید بہار آئی ہی دیوانہ ہین جوان	زنجیر کی سی آتی ہی جھنکار کان مین
لو وقفہ اس ضعیف پہ جور و ستم نکر	طاقت تعب کی کم ہے بہت میری جان مین
اسکے لبو نکو آگی کنون قند نبات کی	آتی ہی کتر شہد مصفا کی شان مین
چہرہ ہی یار کا ہی ہی جیت چڑہی سدہ	خورشید و ماہ آتی ہین کب سیر و سیان مین
اب میر ہی اسکے عہد مین شاید گداو شہر گرد	آگی جو رسم دوستی کی تہی جہان مین
تارے تو یہ نہین مری آہو نسے رات سکی	سوراخ پڑ گئی ہین تمام آسمان مین

ہرو کی طرح اسکی چڑہی ہی رہی ہی میر
نکلی ہی شاخ تازہ کوئی کیا کمان مین

شوخ چشمی تری پردہ مین ہے جھپک تک
نفع ہماری عشق کو کرے سو معلوم
آگ کا لائحہ ظاہر نہین کچھہ لیکن ہم
اوسکی قربانیونکی سب سے جدا ہے رہ و رسم
رشک ایک آدھ کا جی مارتا ہے عاشق کا
تبدیل آنکی جدا دیکھون آنکھین ہین یہی
دلکو جانا تھا گیارہ گیا ہے افسانا
وا نسیم نکہت و حکایت بھی نہین لایا کوئی
بود و باش ایسی زمانے مین کوئی کیونکر کرے
حوصلہ چاہیے جو عشق کی آزار کھینچین

ہم نظر باز ہی آنکھونکی حیا کرتے ہین
یار مقدور تلک نہی دوا کرتے ہین
شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہین
اول وعدہ دل و جان فدا کرتے ہین
ہر طرف اسکو تو وہ چار دعا کرتے ہین
میر صاحب کو جو بندے سے جدا کرتے ہین
روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہین
یا نسیم طومار کے طومار چلا کرتے ہین
اپنی بدخواہی جو کرتے ہین بھلا کرتے ہین
ہر ستم ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہین

ہم کیا جانے کسے کہتے ہین واشدگی تو
غنچۂ خاطر سے گلستان مین رہا کرتے ہین

نا آشنا کے اپنے جیسے ہم آشنا ہین
باہم جو یار رہتے ہین اور آشنایان ہین
بتکدہ ہے کعبہ کیا تازہ کچھہ ہمارا

اس طور و سطح کے ایسے کم آشنا ہین
سب ہین نظر مین اپنی ہم عالم آشنا ہین
یکجا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہین

منہ چھپا ہے جو کوئی تو اُس سے حساب کر
تا کس سے گفتگو نہیں روز شمار میں

گنتی کرے جو کوئی وہاں صف ہو وے گی کھڑی
تو میر کس شمار میں ہے کس قطار میں

گو کہ تجھ تک نہ جا رہا ہوں میں
بخدا با خدا رہا ہوں میں

سب گئے دل دماغ و تاب و تواں
میں رہا ہوں سو کیا رہا ہوں میں

برق تو میں نہ تھا کہ جل بجھتا
ابتر ہوں کہ جا رہا ہوں میں

اسکی بیگانہ وضع ہے معلوم
برسوں تک آشنا رہا ہوں میں

دیکھوں کب تیغ اوسکی آ بیٹھے
دیر سے سر اوٹھا رہا ہوں میں

اوسکی گرد سمند کا مشتاق
آنکھیں ہر سو لگا رہا ہوں میں

دور گر لوگ جن نہ مارے قریب
اوسکی ہمسائگی آ رہا ہوں میں

مجھکو بد حال رہنے دیں اے کاش
بے دوا کچھ بھلا رہا ہوں میں

دلجلوں کو خدا جہان میں رکھے
باشتیاق ہی بار رہا ہوں میں

کچھ رہا ہے نہیں ہی مجھ میں میر
جب سے اوس سے جدا رہا ہوں میں

ردیف واو

کیونکہ بچے ہاتھ سے رکھا دل بیتاب کو
وہ جو تڑپا لی گیا آسودگی و خواب کو

کم نہیں ہر سحر سے یہ بھی تصرف عشق کا
پانی کر آنکھوں نہیں لایا دل کی خون ناب کو

تھا یہی سرمایہ بجر بلا پچھلے دنون
چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پر آب کو

تو کہو تھی برق خاطف ناگہان اگر کوئی
اک نگہ سے مار رکھا اون نے شیخ و شاب کو

کیا سفیدی دیکھی اسکی آستین کی چاک سے
جیسے آگے روتا تھا کچھ پرتو مہتاب کو

چاہتا ہے جب سبب آپ ہی ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم مین کیا ہے عالم اسباب کو

دم بخود رہتا ہون اکثر سر رکھا زانو پہ میر
حال کہکر کیا کرون آزردہ اور احباب کو

چھوڑ جا تجھو کو دور مین رسم و رہ اسلام کو
تہ کر صنم خانے چلا ہون جامۂ احرام کو

مر رہا مر جیتا جیو آ کوئی جا کوئی
ہے کام ہم لوگو نسے کیا اس لب خود کام کو

جس خوشنما تک جاؤن ہون اسکے شگون دور دور
کیا ستم لگا وہے کوئی ایسے روسیہ بدنام کو

بیچین بستر پر رہا بی خواب خاکستر پہ ہون
صبر و سکون جیسے گیہر پایا نہین آرام کو

آسایش و راحت سے جو پوچھے کوئی تو کیا کہون
مین عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتدای عشق کو روتا ہے تو
کر فکر جو پاوے بھی اس آغاز کے انجام کو

[illegible]

فرصت بود و باش یان کم ہے
محو صورت نہ آرسی مین رہو
جو تمھے اسکا نشان ندیا رو
منہ کھلے اوسکی چاندنی چھٹکے

کام جو کچھ کرو شتاب کرو
اہل معنی سے ٹک حجاب کرو
ہم خرابوں کو مت خراب کرو
دوستو سیر ماہتاب کرو

میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

بس اب بن چکے رودموہی سمن بو
نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے
نہ در گیر کچھ ہو نکر ہو آپسمین صحبت
ہوا ابر و سبزی مین چشمک ہے گل کی
بہار آئی گل پھول سر جوڑ ہے نکلے

گری ہو گئی بیہوش مشاطہ یکسو
گیا اوسکو بدخو بنا کر نکورو
کہ مین بوریا پوش وہ آتشین جو
کرین ساز ہم برگ عیش اب جو
رہین باغ مین کاش اس رنگ ہم تو

رہے آبرو میر تو ہے غنیمت
کہ غارت مین دل کی ہے ایما ابرو

نکلی ہے کچھ تو کج کرشمہ و ابرو
لگیا وہ ساتھ سوتی لیکے کروٹ

برات عاشقان بر شاخ آہو
لگا بستر سے پھرا اپنا نہ پہلو

[illegible]

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہے عشق کا
جو خستہ جان پارہ جگر سو داغ دلبر کہا گرو

مشکل عجائب سیر ہے دیدار جو تجھی یار کی
دیکھے کوئی کیا اوسکو جو آنکھیں لٹی سی شیر اگرو

اب دل خزانہ مین رہتا ہے جو کی رکن کی ساتھ
جانا ہی تہا مین بھی بہار چمن کی ساتھ

کب تلک خراب شہر مین اسکو پہرا کرین
اب جاوے یہان سے کوئی غریب الوطن کی ساتھ

ہم باغ سے خزانہ مین گئے پر ہزار حیف
جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ

گلشت سے کیا نکلتی نہین اسکی منہہ سے بات
چہکا ہے حرف یار کی شیرین دہن کی ساتھ

جی خواب مرگ لیگئی حسرت ہی ہین ان
اک شب نہ سوئے ہم کسو گل پیرہن کی ساتھ

جی پہوٹ گیا ہے رشک سے چپان لباس کے
کیا تنگ جامہ لپٹا ہے اسکے بدن کی ساتھ

کیا جانین لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اس سے ہو گئی دو دو بچن کی ساتھ

سر تو ہین ہم تو اس صنم خود نما کی ساتھ
جتنے ہین دہر ہی لوگ جو ہے کچھ خدا کی ساتھ

دیکہین تو کار بستہ کی کب تک کہلے گرہ
دل بستگی ہے یار کی بند قبا کے ساتھ

ریکاش فصل گل مین کبھی ہوتی اپنی جان
مل جائی یہ ہوا کوئی دن اوس ہوا کے ساتھ

مدت ہوئی گرہ ہوئے ہمکو پر اب تلک
اڑتی پہری ہے خاک ہماری صبا کی ساتھ

کیا خاک میں ملا ہے کیا عشق میں دل داده
یہ کہ بہت گیا کیا سر دل نہ چھوڑا
فریاد و قیس و بیجان ہم منہ سے کچھ زیادہ
ہستیم کیسی ادا ہے مظالم حیح بھی
ابر و کم رہا ہے پان کوئی کف زدہ
جو شمع تا صبح ہم حیران ہوں لبان میری
چین رائی میں جمع ہم تیرہ نون زلف پر سرخ رہ
بہار پیش تنہا آتی جاہ سے جوڑ پر خوش نظر
پہار حیران میں چمن میں گلبرگ دو بتیسا دو
شکر کیا ہے جو دیتا ہے جیب دہان و صغیہ

حالات عشق میں رنج و درد و بلا مصیبت
دل دادہ میر جانو کیا جانو کوئی دل دادہ

نا نا نہ ملنا ٹھہر تو دل بھی ٹھہرا اپنا — اقرار ہے ہمیشہ انکار ہے ہمیشہ

آمادۂ فنا کچھ کیا میر اب ہوا ہے
جی مفت دینے کو وہ تیار ہے ہمیشہ

ردیف یا ی

کہتے ہیں مرنے والے یاں سے گئے
سب یہیں رہ گئے کہاں سے گئے
دم میں دم جب تلک تھا سچ رہا
سانس کے ساتھ ساری سانسیں گئے

دل ہے میری بغل میں صد پارہ
اور ہر پارہ اسکا آوارہ

عرق شرم رو سے دلبر کے
رفتہ ثابت گذشتہ سیپارہ

خوار ہی عشق اپنی غربت سے
کی ہے ہموار ہمنے ہموارہ

کام اس سے پکڑ کر نہ لیا
ہیچ کارہ بھی ہے یہ ناکارہ

ٹوٹتے پھوٹتے نہ کاش آنکھیں
کرتے ان رخنوں سے ہی نظارہ

گو مسیحا مزاج آوے طبیب
عشق میں مرگ بن نہیں چارہ

کیا ہی اُس سے میر میں سکیں
وہ جفا پیشہ و ستم کارہ

نکتو سے دریہ ہونچا ہر دو طرف کہ سادہ
کیا شوخ طبع ہے وہ پرکار سادہ سادہ

جب سیکڑوں گئے ہیں یوں ہی کیا کیے
ہے ہیچ ہمارا گویا کہ پیرزادہ

ساغر میں تاک کی ہم خوش تھے میں سیا اپنا
اس سلسلے میں بیعت کر لی نگاہ ارادہ

دل اسقدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اپنا
چھاتی لگا جو رہتا وہ سینہ کشادہ

[illegible]

اس پریشان کو نشانہ کر / یار نے جمع اتفاقی کی ہے

کر دیا خاک آسمان نے ہمین / یہ بہی ہمت اسی دلی کی ہے

تکیہ ویران فقیر کا بہی ہو / یان خرابی بہت غنی کی ہے

قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا / عشق نے میر رہزنی کی ہے

مین ہون تو ہی درمیان شمشیر ہے / سنگ غم مین میری اب کیا دیر ہے

خضر دشت عشق مین مت جاکہ وان / ہر قدم تخم وہم خوف شمشیر ہے

رات تک تک کر ہوئی ہین جان بلب / پہر وہی اتبک بہی یان اوسیر ہے

جو گرسنہ دل تہا اس دیدار کا / اینچ جی نے ہی سو وہ اب سیر ہے

کچہ نہین جان انکی پیش تار ہو / گہر مین شمعی رنگونکی اندہیر ہے

پاک ہی ہوتی رہے کشتی خلق / ہر زبردست اوس جوان کا زیر ہے

طائرون نے گل فشان کی میری گور / سامنے سہو لونکا گویا ڈہیر ہے

آشنا ڈوبی بہت اس دور مین / گرچہ جامہ یار کا کم گہیر ہے

انچل اوس دامن کا ہاتہ آتا نہین / میر دریا کا سا اسکا پہیر ہے

۴۵۲

اب صبر ہو سکے ہو نہیں سکتا فراق مین
یک عمر جان ور کی فریفتہ گی ہوئی

یار نے ہم سے بے ادائی کی	وصل کی رات مین لڑائی کی
بال و پر بھی گئی بہار کے ساتھ	اب توقع نہیں رہائی کی
کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی	مین دوا کی بہت شفائی کی
طرفہ رفتار کی ہین زخمہ سب	وہم ہے اسکی رہگرائی کی
خندہ یار سے طرف ہو کر	برق نے اپنی جگ ہنسائی کی
کچھ مروت نہ تھی ان آنکھو مین	دیکھکر کیا یہ آشنائی کی
وصل کی دن کو کار جان نہ کھنچا	شب نہ آخر ہوئی جدائی کی
منہ لگایا نہ دختر رز کو	مین جوانی مین پارسائی کی
جور اس سنگدل کو سب کھینچے	عمر نے سخت بیوفائی کی
کوہکن کیا پہاڑ توڑیگا	عشق نے زور آزمائی کی
چکی اسکی گلی مین پھر تو رہے	در و دیوار بھی ہیں ہوائی کی
ایک نگہ مین ہزار جی مارے	ساحری کی کہ دلربائی کی
نسبت اوس آستانہ سے کچھ نہ ہوئی	برسون تک ہم نے جبہ سائی کی

جس آنکھ سے دیا تھا اون نے فریب لکو
اس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہے

جب دیکھو آئینے کو تب روبرو ہے اسکے
بے چشم درد اوس سے کچھ شرم و حیا نہیں ہے

مین برگ غنچہ اگرچہ زیر شجر رہا ہون
نقد نصیب سے لیکن برگ و نوا نہیں ہے

شیرین نمک لبون ہن اسکی نہین حلاوت
اس تلخ زندگی مین اب کچھ مزا نہیں ہے

اعضا گداز ہو کر سب بہ گئے ہین میرے
ہجران مین اسکی مجھ مین اب کچھ رہا نہیں ہے

سن سانحات عشقی ہنس کیون نہ دو پیارے
کیا جانو تم کسو سے دل لگا نہیں ہے

دل خون جگر ٹکڑے ہے جب میر دیکھتا ہون
اب تک زبان سے اپنی مین کچھ کہا نہیں ہے

لاکھون فلک کی آنکھیں سب مند گئیں اودھر سے
نکلی نہ نا امیدی کیونکر مری نظر سے

برسے ہے عشق یان تو دیوار اور در سے
روتا گیا ہے ہر ایک جوان اب میر گھر سے

جو لوگ چلتے پھرتے یان چھوڑ کر گئے تھے
دیکھا نہ انکو آتے جیسے گئے سفر سے

قاصد کسو نے مارا خط راہ مین سے پایا
جب سے سنا ہے ہم نے وحشت ہے اس خبر سے

سو بار ہم تو تم بن گھر چھوڑ چھوڑ نکلے
تم ایکبار یان تک آئے نہ اپنے گھر سے

چھاتی کے جلنے کی ہے شاید کہ آگ سلگے
اٹھنے لگا دھوان اب میرے دل و جگر سے

نکلا سو سب چلا ہے نومیدی چلا سے
اپنا نہال خواہش برگ و گل و ثمر سے

۴۵۳

یار بن نسیم لطف سے سیر کہین کہلے
مین دیکہا کہ آتش غم مین جلے ہے دل
رکنے سے میرے اتنکے سارا جہان رکا
برسون کیا کرے مری تربت کو گلفشان

دل اس چمن مین غنچہ سا کبتک رہا کرے
وہ سرو مہر گرم ہو بولا جلا کرے
آئی نسیم صبح کہ اک دم ہوا کرے
مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

عارف ہے میر اوس سے ملا بیشتر کرو
شاید کہ وقت خاص مین تمکو دعا کرے

مدت سے تو دلونکی ملاقات بہی گئی
کتنے دنون مین آئی تہی اوسکی شب وصال
کچہہ کہتے آکے ہمتو سنا کرتے وے خموش
نکلے جو تہی تو بنت عنب عاصمہ ہی تہی
عمامہ جا نماز گئے لیکے مغبچے

ظاہر کا پاس تہا سو مدارات بہی گئی
باہم رہی لڑائی سو وہ رات بہی گئی
اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بہی گئی
اب تو خراب ہو کی خرابات بہی گئی
واعظ کی اب لباس کرامات بہی گئی

پہرتے ہین میر خوار کوئی پوچہتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بہی گئی

گل نے بہت کہا کہ چمن سے نہ جائیے
مین بیدماغ کرکی تغافل چلا گیا

گلگشت کو جو آئیے آنکھون پہ آئیے
وہ دل کہان کہ ناز کسو کے اٹہائیے

بگڑا جنون نے ... ستم سا ستم کہ میر
خالی ہوا جہان جو گئے ہم جہان سے
دل مین سو دو گئے بہت پر حضور یار
نکلا نہ ایک حرف بہی میری زبان سے

کرتا ہا کرین ہین ہوئے ہو وہبان حسام جیسے اپنا
غم جدائی جہان لگا ہار کرو دلمین جاجہان ہے

نہین جو دیکہا ہی ہمنی اسکو ہوا ہی نقصان جان اپنا
اور بیگہی ہو وہ کبہو تو نگہ کا اسکی مگر زبان ہے

بجا ہی ہی جو نہووی مایل نگار سیر چمن کا ہرگز
گلو نمین ہمدم ہو کوئی اسکا سو کسکا ایسا نصیب دان ہے

کسے ہی رنج و غم و الم کو دماغ سر کی اٹھانیکا اب
مصیبت اسکو زبان نہین تو ہمارے کرا و پر زبان ہے

نہین ہوا اب میسر اتنا جو ذکر حق سی تو منہ چہپاوے
پگاہ نعرہ زنے کیا کر ابہی تمام خدا جوان ہے

سر راہ چند انتظاری رہے
بہلا کب تلک بیقراری رہے

رہا ہے لگی آنسو پلکون پہ شب
کہان تلک ستارہ شماری رہے

کہا بوسہ دیکر سفر جب چلا
کہ میری بہی یہ یادگاری رہے

کہین خشک ہو چشمہ چشم بہی
لہو منہ پہ تا چند جاری رہے

بس اب رہ چکی جان غمناک بہی
جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے

تسلی نہو دل اگر یار سے
ہمین سا لہا ہمکناری رہے

ترے ہی دعا گو سنا خوب ہی
فقیرونکی گر گوشداری رہے

شب وصل تہی یا شب تیغ تہی
کہ لڑتی ہی وے رات ساری رہے

کرین خواب ہمسائے کیونکر کہ یان
بلا شور و فریاد و زاری رہے

پیام اوس گل کو پہونچا پہر نہ آئے
نہ خوش آئی میان گیری صبا کی

سبب حیرت کا ہے اسکا توقف
سبکپا وان یہ ابتک کیا کیا کی

جفا مین ہم گلا کرتے تھے اکثر
ہماری عمر نے پہر کر وفا کی

جوان ہونے کی اسکی آرزو تھی
سو اب بارے ہمین سے یہ جفا کی

(ق)

گیا تہا رات دروازے پہ اسکے
فقیرانہ دعا کر جو صدا کی

لگا کہنے کہ یہ تو ہمنشینان
صدا ہے دل خراش اس بے نوا کی

رہا تہا دیکہہ پہلے جو نگہہ کر
ہمارے میر دلمین اونے جا کی

ملا اٹہو نہ وہ ملنا تہا اوسکا
مرہ ہے دیر آنکہہ اوسکی ملا کی

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے
جی مین ہے کہون حال غریبانہ کہینگے

سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ
اب لوگ ہمین عشق مین کیا کیا نہ کہینگے

دیکہے سو کہے کوئی نہین جرم کسو کا
کہتے ہین بجا لوگ بہی بیجا نہ کہینگے

ہون دربدر و خاک بسر چاک گریبان
اسطور سے کیونکر مجہے رسوا نہ کہینگے

ویرانی کو مدت کی کوئی کیا کرے تعمیر
اجڑی ہوئی آبادی کو ویرانہ کہینگے

مین رو یا گڑہا کرتا ہون حسرت جو دروں پہ
سن بعد مرے تکیے کو غم خانہ کہینگے

شعر کے فن مین بے نظیر ہوئے	نہووے ہم نظیری سے یون تو

بات کا ہم سے اُنکو کب ہے دماغ
میر درویشی مین امیر ہوئے

کرنا سلوک خوب ہے اہل نیاز سے	آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے
کر لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے	پھرتے ہو کیا درختون کے سائے مین دور دور
کوتاہی جو نہووے یہ عمر دراز سے	ہجران مین اسکی زندگی کرنا بھلا نہ تھا
جی اپنا کیونکہ اچٹے نہ روزے نماز سے	مانند سبحہ عقدہ نہ دل کے کبھو کھلے
وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے	کرتا ہے چھید چھید ہمارا جگر تمام
پرہیز کریئے اس مرض جانگداز سے	دلپر ہو اختیار تو ہرگز نکریے عشق
کرتے تھے یعنی خون تو اک امتیاز سے	آگے بچھا کے نطع کو لاتے تھے تیغ و طشت
ہے ربط خاص چشم کو افشای راز سے	مانع ہوون کیونکہ گریۂ خونین کے عشق مین

شاید شراب خانے مین شب کو رہے تھے میر
کھیلا تھا ایک مغبچہ مُہر نماز سے

تیر و نشتر سے کیا پلک کم ہے	رشک شمشیر ابرو کا خم ہے
دل لگے خون ہونیکا بہت غم ہے	ہم کرو شاد زندگی کہ سب مجھے

کیا زمانہ تھا وہ جو گزرا میر
ہم گریوگ جاہ کرتے تھے

وے سیہ موئی و گرفتاری
ورنہ ہم ہونگی ویسی عیاری

ابکی دل انسے لگ گیا تو گیا
چھوڑ جاتی رہی کہ اندھیاری

اچھا ہوتا نہیں مریض عشق
ساتھ جیکے ہے دل کی بیماری

کیون نہ ابر بہار پھر رنگ
برسون دیکھی ہے ہمری خونباری

شور و فریاد و زاری شب سے
شہریونکی ہے مجھسے بیزاری

بہے جاتے ہین رات دن آنسو
دیدۂ تر کی خیر ہے جاری

مر رہین اسمین یار ہین سب جیتے
شیوہ اپنا تو ہے وفاداری

کیونکہ راہ فنا مین بیٹھے گا
جرم بیجا سے ہے گران باری

وائے خشم عتاب ناز و عتاب
یان سے اخلاص و دوستی یاری

میر چلنے سے کیون ہو غافل تم
سب کی یان ہو رہی ہے تیاری

جمع افگندے سے اودن تر کش کے ہین خالی
کس قدر تیر مین ہو گئی سینونکی خستہ حالی

در گیر کیونکہ ہو گئے اس سفلہ خو سے صحبت
دیوانگی پہ اتنی وہ آتنا لاؤ بالی

فخر سے ہمتو کلاہ اپنی فلک پر پھینکیں — اسکے سنگ سے جو ملاقات مساوات رہے

منہ بچے لگئے سجادہ و عمامہ اور چلے — شیخ کو سیکڑیں کیونکہ کرامات رہے

دھجیاں جامہ کی کر ڈالنگا جنون میں اپنی — گر گریبان دریکا کام مرے ہاتھ رہے

خاک کا پتلا ہے آدم جو کوئی اچھی کہے — عالم خاک میں برسوں تئین وہ بات رہے

بات واعظ کی مؤثر ہو دلوں میں کیونکر — دن کو طامات رہے شب کو مناجات رہے

تنگ ہوں صبر جی بیٹھا تھی دل سے بہت
کیونکہ یہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات رہے

کیا عشق بے محابا شہرا ٹو کر رہا ہے — میدان بیچ گھونگے کشتوں سے بھر رہا ہے

غیرت سے دلبری کی ڈر جاندنی نہ دیکھو — ہنستا ہی ہے رخ اسکا پیش نظر رہا ہے

خونریز ناتواں جیں اتنا کہو کہ بولا — کیا مارتا ہے اسکو یہ آپ ہی مر رہا ہے

پابیز کب کرے ہے افسردہ خستہ اتنا — تو بھی جدا کسو سے اک گل نگر رہا ہے

خجلت سے آج نکل کیا اون نے کیا کنارا — دریا ہمیشہ میری گریہ سے تر رہا ہے

میں اک نگاہ گاہے خوش ہو کوئی نہ دیکھا — الفت رہی ہے جس سے اسہی کا ڈر رہا ہے

رہتا نہیں ہے رکھی تھمتا نہیں تھمائے — دل اب تڑپ تڑپ کر اک ظلم کر رہا ہے

یہ کارواں سرا تو رہنے کی گوں نہ نکلے — ہر صبح یاں کسی کو عزم سفر رہا ہے

٤٥٩

چرخ پر اپنا مدار دیکھیے کب تلک رہا

ایسی طرح روزگار دیکھیے کب تلک رہا

[illegible]

وہی جی مارے جسکو پیار کرے
عشق کیا کوئی اختیار کرے
غنچہ ہے سر پہ داغ سودا کا
دیکھیں کب تک یہ گل بہار کرے
آنکھیں پتھرا ہیں چھاتی پتھر سا
وہ ہی جانے جو انتظار کرے
سہل وہ آشنا نہیں ہوتا
دیر میں کوئی اوسکو یار کرے
کنج میں وا نگہ سے کیون شکار کرے

گیسو و رخسار یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہین
میر یہ لیل و نہار دیکھیے کب تک رہے

فلک کرنے کو قابل آسمان ہے	کہ یہ پیرانہ سر جاہل جوان ہے
گئے ان قافلوں سے بھی اٹھی گرد	ہماری خاک کیا جانیں کہان ہے
بہت نامہربان رہتا ہے یعنے	ہمارے حال پر کچھ مہربان ہے
اسیکا دم بھرا کرتے رہینگے	بدن مین اپنے جب تک نیم جان ہے
ہمین جس جا کہ کل غش آگیا تھا	وہین شاید کہ اوسکا آستان ہے
مژہ ہر اک ہے اسکے تیر ناوک	خمیدہ بھون جو ہے زورین کمان ہے
اسے جب تک ہے تیراندازیکا شوق	زبونی پر مری خاطر نشان ہے
چلی جاتی ہے دھڑکون ہی مین جان بھی	یہین سے کہتے ہین جان کو روان ہے

بڑا ہی پھول گھر مین کا ہیکو میر
چمک ہر گل کی برق آشیان ہے

ہم رہین بادہ جامۂ احرام کر چکے	مستی کی دیر مین قسم اقسام کر چکے
جامہ ہی وجہ مے مین ہمارا نہین گیا	دستار و رخت سب گرو جام کر چکے
زنار پہنا سبحہ کو رشتے کے تار توڑ	ترک نماز و روزہ و اسلام کر چکے

[illegible]

یہ راہ دور عشق نہین ہوتی میر طے
ہم صبح بھی چلے گئے ہین شام بھی چلے

اب دشت عشق مین ہین تنگ آ کے جا بہی
آنکھین ہماری لگ رہی ہین آسمان سے

پڑتا ہے پھول برق سے گلزار کی طرف
دہڑکا ہے جی قفس مین غم آشیان سے

یکدست جون صدائے جرس بیکسی کے ساتھ
مین ہر طرف گیا ہون جدا کاروان سے

تمکو تو التفات نہین حال زار پر
اب ہم ملینگے اور کسو مہربان سے

تم ہم سے صرفہ ایک نگہ کا کیا کیے
اغماض ہمکو اپنے ہی جا کی زیان سے

جاتی ہین پہ اسکی اور تو عشاق تیر سے
قامت خمیدہ انکی اگر ہین کمان سے

دلکش قد اسکا آنکھون تلے ہی پھرا کیا
صورت گئی نہ اسکی ہمارے دہیان سے

آتا نہین خیال مین خوش شر و کوئی کبھو
تو بار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے

آنکھون نہین آگے وسے نہ ٹھہرا الوا ایک دم
جاتا ہے کوئی دیدہ گرایسے مکان سے

دین گالیان انہین نے وہی بیدماغ ہین
مین میر کچھ کہا نہین اپنی زبان سے

گلبرگ سی زبان سے بلبل نے کیا فغان کی
سب جیسے اڑگئی ہے رنگینی گلستان کی

مطلوب گم کیا ہے تب اور بہی پھرے ہر
بیوجہ کچھ نہین ہے گردش یہ آسمان کی

دیوان ششم تمام شد

461



کیا کہئے عشق حسن کی آہی طرف ہوا	وله	دل نام قطرہ خون یہ ناحق تلف ہوا	وله
مے گلگون کی بو سے بسکہ میخانہ مہکتا تھا	وله	لب ساغر پہ منہ رکھ کے کہہ کر شیشہ بھبکتا تھا	وله
جب کہ تابوت مرا جای شہادت سے اٹھا	وله	شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا	وله
گرچہ امید اسیری پہ تا شاد آیا	وله	دام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا	وله
یکپارہ جیب کا بھی بجا میں نہیں سیا	وله	وحشت میں جو سیا سو کہیں کا کہیں سیا	وله

خاک سے میر کیون نہ یکسان ہو
عجب یہ تو آسمان ٹوٹا ہے

ولہ

سوا ہے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے
بتان دلوں مین تمہارے خدا کا ڈر بھی ہے

ولہ

ترے فراق مین کچھ کہا کے سو رہونگا مین
تو کس خیال مین ہے تجھکو کچھ خبر بھی ہے

ولہ

ہنس دے ہے دیکھتے ہی کیا خوب آدمی ہے
معشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہے

ولہ

انسان ہو جو کچھ ہی ادراک سے ہو لاک
نادان زمین زمان سے مطلوب آدمی ہے

ولہ

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے
جی مین ہے کبھو حال غریبانہ کہینگے

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہینگے

وصل کی جب سے گئی ہے چھوڑ دلداری مجھے
ہجر کی کرنی پڑی ہے ناز برداری مجھے

ولہ

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہے میر
خوش نہین آتی نصیحت گوئی غمخواری مجھے

حیران اوس بھبھوکے کی سب ہو وحش ہو گئے
شمع و چراغ بزم مین خاموش ہو گئے

ولہ

عمر گذری کہ ترے کوچے کو آنے سے گئے
دور سے ایک نظر دیکھنے جانے سے گئے

ولہ

کیون گردن ہلال ابھی سے ڈہلک چلی
ابرو تو ایک طرف پلک اوسکی نہین ہلی

ولہ

ہمت وہی بلند کو ایسی کہ بعد مرگ
مشت غبار میر نجف پہونچی یا علی

ولہ

وله [illegible]

وله نقد دل چھوڑ کے نہین جو بان
اسپہ گویا کہ قرض کہا یا ہے

وله یا یوس وصل اسکا تو نہین مت کہو تم
جو ہو شمار دم مین اسکی امید کیا ہے

وله خضر رہ عشق مین نہ ہو نزدہ کہ یان
راہ کی بات کھو دے دیتی ہے

پھر کفغان سحر گیا کب درد عشق — گوشمال ہو آنکھ پھولی پھر گئی

وله

وابستہ دلبرونکی خاموش ہین ہمیشہ — ان ساحرون نی ایسی منہ عاشقونکی باندھے

وله

نہ سنے گا فغان مری پھر تو — مین ترک کان کھول رکھتا ہون

وله

آرے آرے وہ ہی وہ ہی — یہ نہ منہ دیکھ کی سی مین نے کبھی

وله

بخت دشمن بلند تھے ورنہ — کوہکن نے بھی سر کو پھوڑا تھا

وله

جو ترے لب سحر کار رکھتے ہین — یہنی کو دے نام رکھتے ہین

وله

دل تاب تنگ بھی لاتا تو کہنے مین کچھ آتا — اوس تشنہ کام نی تو پانی بھی پھر نہ مانگا

وله

لایق نہین تمہاری مژگان خوش نگاہان — مجروح دلکو میری کانٹو مین مت گھسیٹو

وله

غم مین دل صبر و ہوش ای پیارے — ہاتھ کانو مین رکھ گئے سارے

وله

لٹ گئی اوسکو دیکھ گل کی فصل — سارے گلبن تھے تو کھرے اصل

وله

کر نظر اک دور سے مجھ داغ مین — آنکھین نیچی کر گیا گل باغ مین

وله

اون نی دیکھا جو اوٹھ کر سوتی سے — اوڑ گئے آئینے کے تو تے سے

وله

کیسہ پر زر ہو تو جفا جو یان — تسے کتنے ہمارے جیب مین ہین

دیکھتا ہون تو کام میر امیر
اول عشق ہی مین آخر ہے

[illegible]

خود بخود دکھلایا گیا ہے کتنے روز سے فقیر ولہ وہ نہیں ہے اب جو تجھے پیش از این دیکھا تھا ہم

دوستان ظلمی بجان نامرادم رفتہ است ولہ داشتم چیزی کہ من بودم ز یادم رفتہ است

نہ اپنے در سے مجھے دور کر شتابی سے ولہ کہ آہ یاں تئیں پہنچا ہوں کس خرابی سے

ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام ولہ بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم ولہ القصہ نہ پیچھے ہو ہماری کہ نہیں ہم

عنقا سر و برگیم میر سر از فقر ہا ہیچ ولہ عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما ہیچ

میں رہ گیا تھا لا جرم شکوہ سے اب جب میر ولہ تب کے ہلاک ہو گئے ہنگامہ تھا یہ میر

اکنون کہ تنہا دیدمت لطف آرہ آزار کن ولہ تلخی بگو سنگے بزن تیغی بکش کاری بکن

چمن میں صبح ہر سو ہستانہ برنگ گل ولہ کہ صبح شاخ پہ یہ بیت پڑھتے تھے بلبل

درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است ولہ زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

رہے ہم تشنگان بے نوا منت یار کی کیسی ولہ کہ پھر پانی نہ مانگا ہم لگی ایک ہی ایسی

بامید کسی نگذاشت بیدادش دل ما را ولہ خدا را خبری دہ در کشتن ما قاتل ما را

دو رہی ہیں طاقت نہ رہی بات کے آخر ولہ رو رو کے کہی بات ملاقات کے آخر

ز ہر غم ہجر تو بجان کار گر افتاد ولہ امید وصال تو بعمر دگر افتاد

آشنا ہے کفر و دین عاشق نہیں ہوتے ہیں میر ولہ جانتے ہیں طور میر سب جا پہ خود دیکھا

۴۶۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رباعیات

دامن عزلت کا اب لیا ہے مین نے — دل ہر کسے سے آشنا کیا ہے مین نے
تا چشمۂ آب زندگانی نزدیک — پر خاک سے اوسکو بھر دیا ہے مین نے

رباعی

اے تازہ نہال عاشق پا مالے — سینہ تو نے طرح ناز کی میسے ڈالے
تجھسے جہان بھرا ہے نکلے اوپر — دیکھین مین جا ہے گی تیری خالے

ولہ

افسوس ہے عمر ہم نے یونہین کہوئے — دل اسکو دیا اُٹھنے نہ کی دلجوئے
جھنجلا کے گلا پھر سے کاٹا آخر — جبل ایسی ہی عشق مین کرتے ہو گئے

ولہ

طاعت مین جوان ہونے تو کرتے تقصیر — وہ سر مین نشہ نہین ہے پیری مین اب پھیر
اگلی روز دن مین یون سنا ہے ہمنے — میخانے مین بیٹھے معتکف ہو کر میر

ظاہر تقوے جو کلب کرتے ہین
پیش انجمن زشب کرتے ہین

رباعی

۴۶۶

آزار بہت کھینچے ہیں اس بن دل نے — ہجران ہے شاید کہ وصال اپنا ہے

دل جان جگر آہ جلاوے کیا کیا — ولہ — درد و غم و آزار کھینچا وہی کیا کیا

ان آنکھوں نے کی ہے گریہ مردم دارے — دیکھیں تو ہمیں عشق دکھائے کیا کیا

چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے — ولہ — کیا حرف و سخن عجب ہے کچھ محرم سے

آخر کو رے رہتی جنون ہوتا ہے — اے میر کوئی بات کیا کر ہم سے

کیا کہئے اداؤن سے کیا ہوتی ہے — ولہ — جو دل زدگان پہ جفا ہوتی ہے

یہ کیا کہ سجود مین نہ دیکھا گھڑی — اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہے

اب وقت عزیز کو تو یون کھوؤ گے — ولہ — پر سوچ کی غفلت کی تئین روؤ گے

کیا خواب گران پہ میل روز و شب ہے

جاگو ٹک میر پھر بہت سوؤ گے

پر پیچ بہت ہے شکن زلف سیاہ — ولہ — وارفتہ نرہ اوسکا دلا بیگہ و گاہ

دیوانگی کرنے کی جگہ ہے ٹک دیکھ — جا ملتے ہیں یہ کوچہ زنجیر مین راہ

جانان نے ہمیں کبھو نجانا افسوس — ولہ — جو ہم نے کہا سو وہ نمانا افسوس

تب آنے مین دیر کی قیامت اب سو — آیا نزدیک جب کہ جانا افسوس

ہر لحظہ رلاتا ہے کڑھاتا ہے مجھے — ولہ — ہر آن ستاتا ہے کھپاتا ہے مجھے

چپ لگے ہیں گویا کہ نہیں منہ میں زبان | جب نام ترا لیں تو زبان اپنی یہ ہے

وله

شب ہجر کی پیش درِ فرسنگ تھا
اوس سے ناگاہ ایک بجلی سی چمکی

آیا دل داغ گھر گیا جس کا
کیا جانے اوس نے گھر جلایا کس کا

وله

ہم سے کہتے ہیں یہ تو رویا کر | سنبس کہیں کی تک چین سے بھی سویا کر
پایا نہیں جانے کا وہ در نایاب | کڑھ کڑھ کے عبث جان کو مت کھویا کر

وله

ابرو سے مہ نو نے کمان جسم مارا | ہونٹھوں نے ترے لعل کے کب دم مارا
زلفوں کو تری سے ہم بھی پریشان ہیں | اک جیچ کوان دونوں نے باہم مارا

وله

پانی سے بدن لطیف ور وہے نازک | پاکیزہ ہے تیری طبع وخو ہے نازک
پھول سے سمجھ کے کیا تجھے نسبت دے | گل سے تو ہزار پردہ تو ہے نازک

وله

پوچھو کچھ اس سے سروپا کی خواہش | رکھتے نہیں جدا اہل وفا کے خواہش
دیکھی ہیں جلے جی ہی تجھکو خاطر | معلوم نہیں کیا ہے خدا کی خواہش

وله

دل اپنا ہم سے ہوا گداز سارا اللہ | غیرت نے ہمیں عشق کے مارا اللہ
نسبت خاص تجھے ہر ایک کے تئیں | کہتے ہیں پنجہ سب ہمارا اللہ

وله

رفتہ اپنی دنوں کی گستے گئے ساری | اوس شوخ کی تمکین نے توجی ہی مارے
ہاتھ نہیں ہیا منہ کیہو یوں پوچھا | کہہ میر گدھی ہے رات کیونکر بارے

کچھ خواب سے ہے اٹھ میر یہ صحبت داری
اٹھ جائینگے یہ بیٹھے ہوئے یکبارگی

کیا آنکھوں کو کھولا ہے تنک گوش کو اپنا
افسانہ ہے پل مارتی مجلس ساری

وله

دل خون ہوا ضبط ہی کرتے کرتے
ہم ہو ہی چکے دکھ دنکے بھرتے بھرتے
ای مایۂ زندگی ستم ہے یہ اگر
پھر آنکھ تجھے دیکھیں نہ مرتے مرتے

وله

مستی نکرا میر اگر ہے ادراک
داماں بلند ابر نظر رکھ تو پاک

ہے عارت تیرے جامۂ ہستی تیرا
ہشیار کہ او میر نہ پڑ سکے تو خاک

وله

کیا تم سے کہوں میر کہاں تک وُے دن
وہ دن تو زمین سے آسمان تک وُے دن
جوں ابر جہان جہان پھرا ہوں غم سے
شایستہ سوں وہی کا جہاں تک وُے دن

میر اس سے ملے کہ جو ملا ہے نہ کبھو
جی یوں سے گیا وہ آہ پھرا ہے نہ کبھو

چپ جسکے لئے لگ گئی ایسے انکو
ان نے تو کچھ زیر لب کہا ہے نہ کبھو

وله

کیا کوفت ہے لخت دل کی کوئی نکلے
ٹکڑے جو ہوئے جگر کی ٹوٹی نکلے
چھاتی جو پتی ہے داغ جلتے جلتے
اور سینہ میں پھپھولے ہمارے پھوٹی نکلے

۴۶۹

ایسا نہو اگر ہمسے شادی کی ہو — یا سیر بہار باغ و جوادی کی ہو
پژمردہ کلی کے رنگ گلشن مین — غالب ہے یہی کہ نامرادی کی ہو

ولہ

اتنے بہئے ہم خراب ہوتے رہتے — کاہیکو غم و الم سے روتے رہتے
سب جے اب عدم سے چونکنی کی ہین یہان — بہتر تھا یہی کہ و وہین سوتے رہتے

ولہ

ہم میر ہر سے کہتے ہین وہ اتنا خوب
متروک جہان ہم ہین وہ سب کا محبوب

ہم ممکن اوسے وجوب کا رتبہ — ہے کچھہ بہی مناسبت کا باہم اسلوب

ولہ

گو ر و کشش ہفتاد و ملت سے ہم ہین — مرات بدن نماے وحدت ہم ہین
ہے اپنے نمود اوسکے اتنے معلوم — معنے محبوب ہین تو صورت ہم ہین

ولہ

محشر مین اگر یہ آتشین دم ہو گا — ہنگامہ سب ایک لپٹ مین برہم ہو گا
تکلیف بہشت کاش ہمکو نکرین — ورنہ وہ باغ بہے جہنم ہو گا

ولہ

ہر صبح مرے سر پہ قیامت گذرے — ہر شام نئی ایک مصیبت گذرے
پامال کدورت ہے رہا یان ہن ا — یون خاک مین ملتے ہمکو مدت گذرے

ولہ

اب شہر کی گلیونمین جو ہم ہوتے ہین — منہ خون جگر سے دم بدم دہوتے ہین
یعنے ہر ایک جا پہ جون ابر بہار — عالم عالم جہان جہان روتے ہین

ہر چند کہ اب مرا ب تمامی ہی گی | وله | پر ہم جو گلہ کریں تو خامے ہوں گے

شبدے ہیں ہم کیونکے کریں سر باجی | | خدمت تری ہمیں غلامی ہے گی

زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا | وله | جائے دندان کو ہمنے خالی پایا

آنکھونکے بصارت میں تفاوت آیا | | پیری نے عجب سماں ہمیں دکھلایا

اوقات جوانی کے گئے عشرت میں | وله | ایام لڑکپن کے گئے غفلت میں

پیری میں جز افسوس کیا کیا کیا جائے | | یکبارہ کمی ہے آ گئے طاقت میں

| وله |

تا چند تلف میسر حیا سے ہوگا
شایستہ صد ستم حیا سے ہوگا

کر ترک ملاقات بتان کعبے چل | وله | اُنسے ہوگا سواب خدا سے ہوگا

وہ عہد گیا کہ جور اسکے سہئے | وله | وہ بات نہیں رہے کہ چپکے رہئے

جب جی ہی چلا تو صرفہ کیا ہے | میر | بیصرفہ جو کچھ کہ منہ میں آئے کہئے

حسن ظاہر ہی ہے ہمارا دلخواہ | وله | محو صورت بھی ہو ہیں معنی آگاہ

باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھ | | کیا کیا ہیں رنگ یہاں بلی اللہ اللہ

جسوقت شروع یہ حکایت ہو گی | وله | رنجیدگی یک دگر نہایت ہو گی

احوال وفا کا لینے ہرگز مجھسے | | مت پوچھ کہ کہنے میں شکایت ہو گی

پھر عشق بیچ میر پانو دھرتا ہے گا
بے اور منتصّ اپنا کرتا ہے گا

سب کے چلو بلا سے سمجھا دین
دل تجھ پہ جلے کیونکہ میرا بیتاب

ولہ

افسوس کہ وہ جوان مرتا ہی گا
یان تجھکو توقع ہے کہ لاتا ہی جواب

حیران ہوں کہ شراب پیچکے مستی میں میر
کر کیا لئے ہی نامہ بر کبوتر کے کباب

کہتا ہے یہ اپنی آنکھوں کو دیکھیے فقیر

ولہ

منعقم نہیں رکتی کیا ہوا ہوں کیا پیر

آنکھین ہی ہین جہاں کے لوگ سارے میر
سوجھے نہ جیسے ویسے یہ کہتے ہیں بصیر

پیغمبر حق کہ حق کا سایا اسکا
سایہ اوسکے تھا یہ بخشت ہے گا

ولہ

معراج ہے کمترین پایا اسکا
کل حشر کو سب پہ ہوگا سایہ اسکا

ولہ

چپکے رہنا نہ میر دلکین ٹھانو
بولو چالو کہا ہمارا مانو

اک حرف نہ کہہ سکو گے وقت رفتن
گی حسن سنے تجھسے بیوفائی آخر

ولہ

چپلے کو زبان سے غنیمت جانو
خوبی نہ رہی نہ میرزائی آخر

رباعی از غزل

از غزل مربع

مستزاد ہندی

دلی مین بہت سخت کی ابکی گذران — دلکو کرے تنگ
غیرت زری عاقبت کار نہ شان — کیچا پہ پتنگ
یارو نہیں نہ تہا کوئی مروت جو کرے — اجڑے تہے گہر
تہا دفتر صاف پڑے تہے میدان — جو سمہتا تنگ
تک پہنچانے سے نکر قال مقال — بس اب چپ رہ
ہر چند خموشی ہے سخن گوکو وبال — ایذا ہی سہہ
ایسا نہیں یہ قصہ کہ ہش افزا — جو ہووے خوش
اوسہ سو ہو چکا ہے پہلو نکا حال — آگہ ست کہہ
ہستی کا یہ ہنگامہ تمام اوسکا ہے — اٹہو ہو وبال
شہرت کی جواب جہان جہان بر جا ہے — سوو ہم و خیال
جو کوئی ہے ادہر بعد فنا کے جب اب — تب ہیچ ہی سب
پہر نام سوا جا نہیں رہتا کیا ہے — عنقا کی مثال
منعم جو بہی رہے بہاتے گہر ور — تہا عہد شباب
پہر یہین بنا وہم پر رکہتا اکثر — ہے کچہہ بہی شتاب

ولہ

تمام شد مستزاد

ہم سے علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہے علیؑ یہان کا مالک و مختار
ڈر کہ کار وقف اسرار

ہے علیؑ آفتاب سا روشن
چشم چھپا ہو تو کیجئے اظہار

ہے علیؑ بہترین خلق خدا
ہے علیؑ خویش سید ابرار

بات اوسکا کلام ربانی
ہاتھ اوسکا وہی خدا کا ہاتھ
چہرہ ہو وہ نور یزدانی
قامت آرا سے کبریا حق کا
ہے وہی ذات خلق سبحانی

ہے علیؑ مدعا علیؑ مقصود
ہے علیؑ وہ کہ سارے صاحب دل
کیا زمین کیا سپہر کیا مہ و مہر
جمع رکھ دل علیؑ سبب ہوگا
بندگی کے مقام مین معلوم
مصطفےٰ مرتضیٰ خدا سے ایک
جبکہ ہی جاتے ہین سرسن اسکا نام
حشر ہوگا علیؑ کے ساتھ اپنا
عشق یہ اپنا اپنا ہے اے شیخ

وہی مشہود ہے وہی موجود
لیتے نام اوسکا بھیجتے ہین درود
کی علیؑ کے لیے سجود نے نمود
کیا ہے اسباب اگر ہوئے مفقود
ہے یہ صاحب ہمارا تو معبود
لیک آگاہ راز ہین معدود
یعنی سب اوسکو جانتے ہین مسجود
کیا ہو انکا مین غم بہبود
گوش کر اوسکو تو اچھل یا کود

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

گاہ بیگاہ کر علیؑ خوانی
سیر کا اوسکے رہ سر آشفتہ
فرش راہ علیؑ کر آنکھون کو
سور بے زور ہو علیؑ کا تو

ہے علیؑ وانی ہے خدا دانی
ہے ولائے علیؑ مسلمانی
یون بچھا تو بساط ایمانی
کہ جہان مین کرے سلیمانی

خاک در بوتشہ و لایت کا	شامیان لیگئی ہین یاف فقیر
یونہی ذرہ زیر دست جود و سخا	جیسے برسے ہر کوئی ابر مطیر
صاحب ایسا ہی ہو تو صاحب ہے	گنہ آمرز اور عذر پذیر
جب نبوّون کی ورنہ کیونکی نہ ہے	دمبدم جسے ہوتی ہے تقصیر
کچھ محبون کا معتقد مت پوچھہ	سے علی ہی ہوا سے کبیر
شان سے کہتے ہین محیط کل	قدر سی قادر و خدا سے قدیر
تو موالے علی پرست نصیر	چاہئے سو ہمکو کہدے ابلہ ہم

ہم علی کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

مخمس در منقبت

ہادی علی رفیق علی رہنما علی × یاور علی محمد علی آشنا علی
مرشد علی کفیل علی پیشوا علی — مقصد علی مراد علی مدعا علی
جو کچھ کہو سو ایک تو ہان مرتضی علی

نور یقین علی سے ہمین اقتباس ہے — ایمان کی علی کو ولا پر اساس ہے
یوم التناد مین بہی علی ہی کی آس ہے — ہنگامہ نگاہ نادِ علی اسنے پاس ہے

کیا ڈر جو حصہ تنگ ہوا کام بند ہے
دل جمع کر کہ ہمت مولے بلند ہے

۴۷۵

تھا بزم لامکان مین بھی رونق فزا علیؑ

خواہش عدو کی غیر ہے یہ خیال خام	کرتا ہے کب قبول ادسے عاقل تمام
کافی ہے دوجہان مین علی کا بس ایک نام	لاریب اسپہ آتش دوزخ ہوئی حرام

یکبار بھی زبان سے جن نے کہا علیؑ

سرتا قدم ثبات دل حیلگے اوب	صورت پیمبر کی سامنے آیا تھا لطف رب
ظاہر ہوئی ظہور جہان مین عجب عجب	محراب مین نہ گرم ایکا تھا کدام شب

ہفتار بانہ کون سے روز غزا علیؑ

عنصر کو نار خشم نے اوسکے جلا دیا	اژدر کو جسنے ایک ہی دم مین کھپا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکھا دیا	ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا

تھا جانشین ختم رسل کا بجا علیؑ

گوچشم دل کھلی تہ کسی روسیاہ کی	اوس تک مجال کب ہے کسو کی نگاہ کی
اللہ ری بلندی تری قدر و جاہ کی	مر مر گیا جبرئیل نہ دربان سے راہ کی

شاہا ملک سپاہ جہان صفا علیؑ

دشمن کو آگہی ہے کیا تیغ کی کہان	قدرت ہے اوسکی قدرت حق ہوتی عیان
زور آوری ہے تیغ مین آکر تو الامان	کچھ بھی نہین ہے یہ جو سب کچھ ہے درمیان

بہشت ہر گرچہ ہنگامہ ہولا زین العبا بس ہے

ولا باقر کی فرض عین ہی حیدر پرستی میں — جسے باقر نام کیوں دوسکو تو ہشیار کی ہی
عرض ہو ہوا سکا وشت میں ہو تو کہ بستی میں — عجب ہے پر نوشاں کسا یہ ہو اس پا ہی

کرم اسکا ہر شخص پر برگ و نوا بس ہے

محبت جاہیے صادق جناب پاک جعفر میں — اسی کا شوق دل میں ہو اسکا شوق ہو سر میں
وہی پایان بھی تشنہ ہوتا جو کچھ ساقی کوثر میں — عنایت کی ادہر ہو چشم رکہو شوق ...

بلا صد رنگ ہو گیا اک اسکی ولا بس ہے

رکہی کاظم کو جو سر پر مجھے سر کیا اوسکو — نہ کیہہ اما م دین بلا میں مبتلا اوسکو
بہت ہی نک وہ دن حاصل ہو پیسا تر پہ اوسکو — کہ رکہی گفش جسکی سر پہ دیکھو بادشاہ اوسکو

نو بہ گو نہ ہو اکثر ہر جا بس ہے

جسے آئی مجلس آرایان دین ہی جگر ایمان ہے — اوسے اک غیر کی غاص ہو شاہ خراسان سے
نگہ سان چشم ہو آئی ہر خلق ایران و توران سے — گذر جاتی میں اوسکا نام ہر جنبش خوش جان سے

جو سود اس سے بن جائے تو ہو راضی رضا بس ہے

جو وہ دن ہو کہ نکلے آفتاب اوس روز بیچم سے — ہو کل در میان لاؤ میں سخن جنت جہنم سے
کہ رہا پرسش ہو نیک عمل کی خلق عالم سے — مخاطب ہم کسی ہوں یا رب ...

یکتا ہے عرصۂ دو جہان مرتضےٰ علیؑ

ہرچند کام ایسی جگہہ کیا کرے سمجھہ
یعنی نہ ذات پاک سے آشنا وری سمجھہ

اس راز کو سمجھہ جو سکے تو اسی سمجھہ
عقل نخست سے بھی اسے کچھ پری سمجھہ

ہے آنسوئی خیال و گمان مرتضیٰ علیؑ

موجود اوسکی بوئے سے روشن جہان ہوا
فرمان شاہ بحر و بر او نپر روان ہوا

اس پردے مین جو تہا پس پردہ عیان ہوا
پیر زمانہ دیدۂ عالم جوان ہوا

چشم و چراغ کون و مکان مرتضیٰ علیؑ

شخصیت ایسی کسکی تہی کسکو تہا یہ شرف
اللہ سے زور کوئی نہ اوسکا ہوا طرف

اسقدر رسا تہہ کون بغیر از شہ نجف
دریای موج خیز تہا اوسکی کرم کا کف

ابن عم رسول زبان مرتضیٰ علیؑ

ہرچند ہر یہ عرصہ ہمیشہ سے پر غبار
لیکن کہان یہ حرب کہان ایسے مرد کار

یاران رفتہ کی بہی ترد مین یادگار
نکلی نہ ویسی تیغ کہ جیسی تہی ذوالفقار

دیکہا نہ تہا وہ جیسا جوان مرتضیٰ علیؑ

پامال راہ اسکی مین سر پای پر غرور
شائستۂ سجود سمجھتے ہین ذی شعور

نزدیک اہل عقل کی رتبہ ہی اسکا دور
ہر جملہ تن منزہ و سر تا قدم ہے نور

[illegible]

اس زمانے مین آہ مجھہ سے عظیم
مستعد کرم ہون مین تو کریم
ہے مری جان پر عذاب الیم
ملتفت ہو بہت ہی حال سقیم

میرے ہر درد کی دوا ہے تو

فرصت وقت یون حباب ہے کم
ڈوب جاتا ہے جی مرا ہر دم
حال مانند موج ہے درہم
جوش زن گو کہ ہو محیط غم

غم نہین کچھہ جو آشنا ہے تو

تجھسے ظاہر ہوئے چھپے سب بھید
ذری ذری کو تجھسے ہے امید
جلوہ تیری ظہور کا جاوید
دن ہی طالع ہوا جہان خورشید

سب پہ روشن ہے کیا چھپا ہے تو

میر کو کب تلک یہ رنج و غم
منبسط ہے ترا سحاب کرم
اس بھی اندوہگین کو کر خرم
یعنی سائی مین ہے ترے عالم

سارے عالم مین چہا رہا ہے تو

مخمس در منقبت

ہے حقیقت سے تو اگر آگہ
کعبہ اوسکا ہے در ہے اے اللہ
یاد مین روز و شب علی کی رہ
میر مولی کی ذات پاک سے وہ

[illegible]

سہے وہ امیدگاہ خلق خدا | روز محشر اوسی سے سبکو رجا
وہ مروت شعار و جامہ حیا | بحر زخار جود و کان عطا

اوس سے نفع گدا تمتع شہ

مرتبہ کچھ نہ پوچھو اس گھر کا | بندگی یا نگی فخر قیصر کا
شاہ چین پیش دست قنبر کا | آسمان ہے گدا اسی در کا

دیکھتے ہین ادہر ہی مہر و مہ

اوسکے ہت اوسکو جن آوے | دولت اوسکی جہان سب کہاوے
بار اس در پہ جو گدا پاوے | ایک آواز کر کے لیجاوے

مال و اسباب و ملک و تاج و کلہ

سیر عازم ہوئے ہو کیہ ہر کے | جو تلاشی ہو یار و یاور کے
رنگرا و دوستی حیدر کے | نہین محتاج ہوتے رہبر کے

سے اسے راہ مین خدا ہمرہ

مخمس در منقبت

قدر کو میری بہت سے برتری | کب مری خورشید سے ہو ہمسری
حکم پر رکے سے پان شیری تری | گر مخالف سوچ کر تک اوردری

اے مخالف بحث مت کر نابکار بس کہا اس آستان کا ہون غبار	بات ایسی سی ہے مجھکو ننگ و عار کیا کہا تجھسے کہون مین بار بار

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

شیخ کو نسبت نہین تجرید سے بے عقائد ہوتی ہین تائید سے	ہے یہ خر جکڑا ہوا تقلید سے گو کہا ان نے مرے تقلید سے

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اس عقیدے ہی پہ اپنے مین سہون بے ولا حیدر کے ہون مین تو نہون	گو خوارج کے ستم اسمین سہون لب ہین جبتک بس یہی تب تک کہون

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اب ہوا پیری سے ٹک مین مضمحل شوق میرا تجہہ سے نہ تہا بے صدق دل	ورنہ تہا یہ شور تا چین و چگل رات دن رہتا تہا کہتا متصل

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اے میرے سرمایۂ ہر دو جہان ہو اگر تن پر مرے ہر مو زبان	عشق تیرا ہے مرے ہمراہ جان بیگمان ہر رو ہو یہ ہے ہر زمان

حیدری ہون حیدری ہون حیدرے

یا علی یا علی کہا کرتو

مخوف محشر سے ہم سہال ہے کیا
یہہ جو اسون کا احتمال ہے کیا
اوسے منظور رہ ملال ہے کیا
ہے علے تو یہہ خیال ہے کیا
یا علے یا علے کہا کر تو

ایک دو دم ہمیشہ صبح و شام
ذکر و اذکار سے یہی ہے کام
شغل و اشتغال یہی ہو بہ ہر مقام
ورد اور رد زمانے تو تمام
یا علی یا علی کہا کر تو

ایضاً ترکیب بند

جو ر انواع دشمنونکے سہہ	پر نکر یار گفتگو بے تہ
دوستے ہین علے کے بیخو رہ	بات یہہ سہے گی اور کچہہ مت کہہ
یا علے یا علے کہا کر تو	
اسم یہہ ایک جو مکرم ہے	سب کے نزدیک اسم اعظم ہے
یہہ سب اور اوپر مقدم ہے	غرض لے ہمنشین جو آدم ہے
یا علی یا علی کہا کر تو	
رہ و لائے علی کا خواہش مند	ہے یہہ شیوہ خدا رسول پسند
دب کے ہرگز نہ رکہہ زبان کو بند	پست کرنے کو مدعی کے بلند
یا علی یا علی کہا کر تو	
بدر آسا علے تمام ہے نور	ذات پاک اوسکی ہے علیم و صدور
بہول مت اوسکو گر تجہے ہے شعور	یاد خاطر رہے ضرور ضرور
یا علے یا علے کہا کر تو	
سونپ رکہہ اوسکو اپنی موت و حیات	رحمت صرف ہے علے کی ذات
بس ہے اوسکے ولا برای نجات	باتین یون سو ہین پر یہی یہہ بات
یا علے یا علے کہا کر تو	

مقصیر ہی بوالہوس کی اور عنت
اکسا ہی نہ تیغ کہا کے بارے
ای طفل کہے گا بعد میرے
ہون مین تو چراغ آخر شب کا
دل سوز ہی میری کرے صبا تک
رونے ہی کو رونا ہے گا ناصح
کوئی نہین شہر غم مین میرا
غم کہہ کے رُلاتا ہون مین سبکو
پائے نہ وفا کسی مین دیکھا

مارا جاتا ہون درمیان مین
فارغ ہوا دیکے امتحان مین
مارا کاہیکو یہہ جوان مین
کوئی دم کا ہون میہمان مین
ہونے تئین صبح کے کہان مین
پہرتا ہون دربا کے خانمان مین
بیچارہ غریب ہون گدایان مین
تجہہ غم مین ہوا ہون روضہ خوان مین
عزّ بال تمام کر جہان مین

بارے مین یہہ سب دیار دیکھا
ہر کوچے کو بار بار دیکھا

شب ہی عالم مین ہو گئے تہے
آنکہین گئین روتے روتے لیکن
اب وعدہ نہ کر زیادہ بس ہم
کہتے تہے یہہ ہم نکر تمنا

اپنے دلکا غبار دیکھا
تو ہمنے ادہر کو یار دیکھا
جانا تیرا اعتبار دیکھا
اے جان امیدوار دیکھا

ہے بندہ نواز ظلم مجھ پر
گو موسم ورے خنک ہو مجھسے
تک دیکھ فلک نے شاہ خوبان
سر مجھے سو عشق مین رکھے پا
ہاتھون مین مرے ہین مراغ خوبان
کیا تجھسے کہون معاش اپنی

ہم نالہ نکر تو مجبور ہے سے
دل گرمی ہے مجکو رومے
کیا کچھ کیے خاندان کیسے
واقف نہین دل تو یا نکی رسمے
کتنے ہین کہ اس کنے ہین
بارے گذرے ہے جیسے

رہتا ہے غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کوچہ ہوا ہون سودا

وہ تشنہ دہن ہون دل جلا ہین
کہتے مجھے فلک ہوا ہے
کہتا تو ہے کبھی بلا ہے
اب جان سے جانا آ رہا ہے
ہو جسکی خراب عاقبت بے
مین ہون کہ سر آمد جنون ہون
وہ خستہ ہون مین ہے جسکو کہیے

لب جس جسکا نہووے دریا
سیرے ہے غبار دل سے پیدا
دل میر اپنے کاش غنچہ ہوتا
موقوف اشارہ تقاضا
وہ مین ہون کہ مین اور شیدا
مجنون کو خلیفہ مین کیا تھا
رونق افزاے کوہ و صحرا

یکروز چنانچہ ہول دل سے | اندوہ تنگ مجھے ہوا تھا
لوہو دیا اپنا دوستون نے | جس جا گہ مرا عرق گرا تھا
ہون اب جو بلا مین مبتلا مین | بیگانہ ہے جو کہ آشنا تھا

یہہ رنج و بلا و درد و محنت
ایواے حواس و صبر طاقت

اے دیر بے کہو تک ایک چشمک | ہمسے بہی ضرورہے مروت
مت فرصت وقت سے ہو غافل | آخر کو نہ کہینچے تا خجالت
ہر آن مین اپنے تربیت کر | دیتا ہے زمانہ کسکو فرصت
غیرونکے رہوگے دیر تک تم | ہمکو تو سویرے کر دی رخصت
کیا تمسے کہین سلوک ہجران | دل مین نرکھے ہماری حسرت
قطرہ تو ہے پر نہ ہاتہ اوٹھا تو | دریا کو کرے ہے یہہ کفایت
خالی دل پر کو ہم ہے کرتے | افسوس نہ دی اجل نے فرصت
بس میرا ہو تو کرون منا دے | کوئی نکرے کہین محبت
گردون مارین شتابی اوسکو | رکھے جو کسی سے میہ الفت
عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار | رنج و محنت کی تئین آرام سے ہو تنگ عار

وصلِ خاطر خواہ تو معلوم تھا میرے تئین
نگاہ باشد رحم کو بھی رحم فرما کے وہ شوخ
ایک ساعت پاس بیٹھے درد دل میرا سنے
سو تو یہ سب ہو چکا ہے کاش کے ملتا نہ تو

آس پر لکھو لگی ہی جب تلک تھا میں جدا
دیکھ مجھ ناکام کو بیدم کہ تھی ترک جفا
کر کے غمخوار تجھے تیرے تئین کیا ہو گیا
ایسے آ جانے کا تیرے کون یا مشتاق تھا

آمدی و حسرت وصل از دلم برداشتی
حسرتی بود از وصال آن ہم بمن نگذاشتی

ہین خرابی آج جتنے کل یہ تھے لوگوں کے گھر
طاق کسریٰ تو سنا ہو گا کہ کیسا تھا محل
گھر کا صاحب تو اٹھ آیا کر کے یکساں خاک سے
خط باطل سے لکھا ہے صفحۂ کون و مکان
کیسے کیسے خانہ آبادی جہاں میں پامل گئے

مت بنا ای خانہ ویران منعم رہا کر اسقدر
اب کہیں اس طاق کا کسریٰ کے پیدا ہے اثر
اینٹ مارین اینٹ سے یکجا ہوا اس گھر پر
کیوں دماغ اتنا جلاتا ہے رہے گی تو کدھر
جا بجا عبرت ہے یہ معمورہ جہاں کا بیخبر

ہر کجا افتادہ بینی خشت و ویرانہ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانہ

کم بہت سننے میں آتا ہے کوئی رنجور ہے
روشنی آنکھوں کی ہے منظور سارے خلق کو

یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہے
قوت دل کا جدھر دیکھو ادھر مذکور ہے

تجھے میں سلیقہ تماشے کا کیا مہیا ہون | خدا کی دین ہین مجھے آنکھین گیا مین اندھا ہون
نصیب لطف سے باقر کا جو چھوٹا ہون | دو چار حشر مین آفت سے ہون جو ایسا ہون

امام پنجمین اس اپنے پیشوا کے قسم

جو رہ رو ہو نظر مین تو صبح و شام کی سون | پڑا ہو پانو کہین تو تری خرام کے سون
کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سون | جو سات پانچ ہو مجھ مین چھٹے امام کی سون

غبار رہ ہون ترا اوسکے خاک پا کی قسم

کرے ہے لطف جو جھک تو بحال آتا ہون | وگرنہ آپ سے مین لمحہ لمحہ جاتا ہون
ترے ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کھاتا ہون | گواہ دعوے کا کاظم کو اپنے لاتا ہون

سیج اوسکو مان تجھے اوسکی ہی ولا کے قسم

جو تجھکو خوش نہین پاتی تو جان کھوتی ہین | ہلاک ہوتی یہ تجھ سے ہی راضی ہوتے ہین
کبھو ہے آٹھ پہر مین نگہ ایک سوتی ہین | ہمیشہ راتون کو آٹھ آٹھ آنسو روتی ہین

امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم

گدا تقی سے ہون نقی کا ہون مملوک | رکھون ہون عسکری کی لطف سے امید سلوک
طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہون مسلوک | جہان کے لوگ ہین مغلوک سارے ہین ملوک

قسم جو کھائے ان چار بادشا کی قسم

کے جو کچھ اوس سے ایسا ویسا ہو	ورنہ کیا دخل کوئی کیسا ہو
کہتا ہے وہ جو پاس بیسا ہو	سو تو جو وہ نہ ایسا بیتا ہو

خلق ناحق ہے میرے جی کا وبال

ایک عمدہ کی یاں ہے اہل کار	فوج کے لوگوں کا سب اسپہ دار
سو یہ بیر چو ایسا خوش اقرار	کہے ہر اک کو دینے سو سو بار

پھر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یا مہینوں تلک رہے روپوش	یا ملے ہے تو بیحواس و مدہوش
لوگوں کہتے پھرو نہ جوش و خروش	یہ کچہری میں بیٹھا ہے خاموش

زرد رو بیٹھا ہے گویا لال

جیسے یہ ہے محرر دفتر	تب سے ہنگامہ ہے رہا اکثر
ہووے پرچا جو وے کسو کو زر	سو یہ پچا پڑا نہیں ہے کھر

سب ہے اوسکو ہے ایک جنگ و جدال

لات کی بحث ہے رہیلوں سے	دھول جھکڑ ہے گاہ چیلوں سے
کم نہیں ہے کچہری میلوں سے	آتے جاتے ہیں لوگ ریلوں سے

نکلے ہے تیغ گھر کے ہے واں جو بال

۴۸۸

یہ کمر باندہ کر گئے دربار
وہ ہوئے گرم جستجوئے یار

آنے دروازے پہ لگے سو بار
سر پہ رکھہ بانکے پگڑی کی دار

پھر ہوئے پیر وہ جوان فی الحال

کچھہ حیثیت نہ تہ نجلب کے تیئین
سامنے جا کے گھر مین سب کے تیئین

نہ ہے پاس جو روشب کے تیئین
نہ تو پاتے ہین وسکے ڈھب تیئین

نہ سمجھتے ہین اوسکی چال کی چال

قصہ کوتاہ بعد چندین ماہ
مرمی اس بہڑوے پہ ہوئی تنخواہ

جانکی وہم لگا گہہ و بیگاہ
یہہ تو معزور ہے نہ و گمراہ

مفتری کا ذب وسفیہ وضلال

سہل سا مجھکو بھی سمجھہ کے فقیر
رکھے وعدون ہی مین لگا مجھکو پیر

یہہ بچا نا نہین ہے اوسکے نظیر
اوسکو جانی ہی بادشاہ و وزیر

دور تک پہنچیگے یہہ قیل وقال

اوسکی خاطر کہین گے خورد و کلان
سے اس مین کرینگے محمد سے بجان

دوست اوسکو رکھین ہین پیر و جوان
لے گا منت علی محمد خان

رکھنا ان چھیون کا ہے کسکے مجال

با ترا تا نہیں ہے نفس شوم — ورنہ گستے اٹھے ہے ایسے وہوم
ہر سحر روز وا لو نکالے ہے ہجوم — ہے تمہیں حال یہان کا کیا معلوم
تم تو سونٹا لیے کرو ہو سوال

ایک دن جا کیا نفر نے شور — اُن نے دیکھا نہ مطلق اسکے اور
ہے غرض صحبت اپنی اسکے زور — وہ تو بیچہر کی جہول کا ہے چور
مین بے کہنیچو لگا خوب اسکی کہال

اسپ تنخواہ جو کہ کہر لا وے — سو وہ اپنا کیا ہے بہر پاوے
پا شکستوں کو ہر سون جوڑا وے — ایسے سے ہاتہ خاک کیا آوے
جسکے دل ہون تہ غبار ملال +

ہرزہ بافی نہیں ہے اتنی خوب — بات اچہی نہیں ہے بے اسلوب
گفتگو اسطرح کی ہے معیوب — مل رہے گا جو کچہہ کہ ہے مطلوب
بس قلم اب زبان اپنی سنبہال

نیچو دانہ ہین گئے حرف زبان ہر گہر گوش — آج کہتا ہون کہ ہیچ خمکدہ دلمین جوش
پا سی غتن تو نتہے لیک مجہے تہا کچہہ ہوش — سر خوش از کوئی خرابات گذر کردم دوش
نہ طلبگار ئے ترسا بچہ بادہ فروش

بیخود و بیخبر و مست مئے صاف الست | آتش مے سے پر افروختہ گہہ بادہ پرست
بکہ گر پانو کی لغزش کو سبب مست بدست | دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

از تف بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

گرچہ چلا پر تھا خراب انکا علی سب | کاسۂ سر پہ ہوئے بھرتی ہوئی سار مغفور
نہ لباس طرب و جامۂ اندوہ سے عور | نہ دف و مطرب و ساقی ہمہ در عشق و سرور

بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

نام و ناموس کا وقر تھا سب انکا برہم | دیکھکر پہلے کیا میں نے تامل یک دم
پھر جو دیکھا تو مجھے بد لگا کیا عالم | چون سر رشتۂ ناموس برفت از دستم

خواستم تا خبری پرسم ازو گفت خموش

عقل رکھتا ہے تو تک ہے ادب کا پابند | یاں فراغت ہے دو عالم کی ہر اک جام میں بند
یہہ وہ جا ہے کہ نہ فردوس ہو اسکے مانند | این خرابات مغان است درو مستانند

از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

میراں مستو نہیں کوئی نہیں پابند زیست | کیونکہ یہ زیست بہت ہو کے تو دو روز کی ہست
جتنے مے مست نظر آتے ہیں اب سب ہیں نیست | گفت اینہا باین فرقہ سر بگی است

درین و دنیا بیکی جرعہ عصمت لغزش

[illegible]

وان ان نے دل کیا ہے مانند سنگ خارا
یان تن ہوا ہے پانی ہو کر گداز سارا
کیا پوچھتا ہے ہمدم احوال تو ہمارا
نے رمز نے کنایہ ایما ہی نے اشارا
اسکے تغافلوں نے ان سوز دون ہمکو مارا

ہو شہر یا کہ صحرا بارے مکان تو ہو
غم مین ہووے کچھ تو اک تئین جان تو ہو
حالت تغیر ہو کر منہ مین زبان تو ہو
سو بار دیکھ صورت ہو مہربان تو ہو
اُنے تئین نہین ہے پر اب گفتگو کا یارا

یہ چشم تھی کہ تر کان اکثر سوار ہو نکلے
ہم لوگ انکے رہ کی گرد و غبار ہو نکلے
یہ جانتے نہ تھے ہم اس طور خوار ہو نکلے
اب کہتے ہین کہ یا رب کیونکر دوچار ہو نکلے
اس بے طرف کو ہوگا انکا کبھو گذارا

پھر انمین گشت پر جب چکہو زاغ مین ہم
ہو نے وفا نہ پائی وہ بلبل باغ مین ہم
مدت سے ہیں اگرچہ گلگشت باغ مین ہم
پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کے داغ مین ہم
اوس بن جو گل جنے تھے انکا کیا نظارا

تشنے ہین اپنے خون کا ہے ہمدم مونہ آؤ
ہو وے کہ طبیب گر خضر اسکو بھی یان لاؤ
اٹھاؤ ہم سے تم گاہے اسمین جان بجاؤ
آب خبر بندہ اوسکے شمشیر کا پلاؤ
آب حیات اپنے جی کو نہین گوارا

عیب و شہود دونوں میں مشہود ہے تو تو
ہے نے ہماری وہم ہے موجود ہے تو تو

حاصل ہے دو جہاں کا مقصود ہے تو تو
مسجود تجھکو جانیں معبود ہے تو تو

ناجی ہیں وہی ہی لوگ نہ ہونکا ہے یہ یقین

احوال خوش انہونکا جنہیں تجھسے ہے لگا
آعدا تو آسمان فروتر خاک میں ملا

آئینہ ہے کہ دین کو تجھسے ہوئے جلا
برپا وہی رہیگا جو تجھ تک ہے سلسلا

یاروں نے جتنے رستمیں ٹہائیں تہیں اٹھیلیں

فتنے کو تیرے عہد میں سوتی گذر گئے
آشوب تجھے خطر سے تیرے سدہ بسر گئے

آفت کمان کہ کب کے کنارا ہی کر گئے
آوازہ تیر اسنکے بلا جیسے مر گئے

یوں مٹ گئے فساد کہ مذکور بھی نہیں

داور ہوا جو تو تو ملے بیکسوں کو داد
تلوار یار نے سو تیرے مٹ گئے فساد

اٹھے بگڑ کے زندقہ و کفر پر عناد
زنار ٹوٹ مہر جلے بت گئے بباد

برہم ہوئی گھڑی میں ہزاروں برس کے دین

ہنگامے گرم یاروں کے سب سر کر گئے
چہرے منافقونکے وہیں زرد ہو گئے

سرور نقاب خاک بجے مرد ہو گئے
جیسے تماپر غبار جہان گرد ہو گئے

گلوں میں بکریوں کی چھپی شیر خشمگین

مخمس در اشعار کاما کفت شدہ

قابل ہے میرے سیر کے اطوار روزگار

چالین عجیب طرح کی چلتی ہین عجب شعار

لا شکل اسکے ولیمین ہی مصطفیٰ کو دیکھیہ	اس رخ کا ہی تصور ہی نور خدا کو دیکھیہ
رنگینی عدالت شاہ ولا کو دیکھیہ	نرگس نے غش کیا تھا کہین ادا کو دیکھیہ

گلشن مین مثل سرو نے نہ پہر اٹکہیان چلین

عاجز نوازی تیری سے ہو مشت خاک زر	برسے گدا پہ ابر کرم سے تری گہر
جور فلک نے کیا جی سے رحم کر	مہمان تری سماط پہ ہے خلق سحر

حاتم یک شمال ہے یان فعل سیر چین

جس دلکو ہو نہ شوق ترا سو جیو گداز	جس چشم کو نہ میل ہو تیرا نہ ہو جیو باز
جو سر ترا خیال رکھے ہو سو بے نیاز	سجدی سے تیرے در کی پہچپے ہو سرفراز

مسجود ہو جو صبح سعادت کی وہ جبین

اہل نظر ہے دیکھنا اور سر کا ہو عجب	آنکھوں نے تیرے روضہ چلہ پڑا [illegible]
کسکو تہی یہ بزرگی کو سکا تہا یہ حسب	یہہ قدر تہی تری مری معلی ہوا تو جب

رونق فزای کعبہ محمد کا جانشین

کیا کیسے تیرے قرب سے اے سایۂ اللہ	بید اشتے سے کچھ کہے کوئی مرد بینا
اپنی تو تجبہ پڑی ہی جا کر وہین نگاہ	فہم وگمان و وہم کو سمجھا نہیں ہے راہ

ہے چشم شوق عینک شفاف دوربین

جاناجہان تہا مجہے سو بار وان گیا
محتاج ہو کے نان کا طلبگار وان گیا
ضعف قوی سے دست بدیوار وانگیا
چارہ نہ کیا مضطر و ناچار وانگیا
اس جان ناتوان پہ کیا صبر اختیار

ورسہپہر یک و فی کی سماجت مری گئے
کیا مفت ہے شان شرافت مری گئے
نالایقون سے ملتے لیاقت مری گئی
ایسا پہرایا آن نے کہ طاقت مری گئے
مشہور شہر اب ہون سبکسار و بیوقار

عرصہ تہا جہ پہ تنگ اٹہا ہو کے نیم جان
کم پائی پہر بہی سیر کیا مین نے سب جہان
پوچہا نہ مجہکو یک لب نان سے کنہون نے ہان
آشفتہ خاطری نے پہرایا کہان کہان
ہر سو لکار از مجہسے ہوا آخر آشکار

پرواخت میری ہو سکی ایک امیر سے
رنجنی ہمیشہ آتی رہی سر پہ تیر سے
عقدہ کہلا نہ دل کا دعا ئی فقیر سے
ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے
لیکن ہوا نہ رفع مرے دل کا اضطرار

لکہی کی اپنے حال تپ شفقت سے یک نگاہ
بولا نہ کوئی مجہسے کہ تم کیون ہوئے تباہ
نکلے ہے کسطرح سے پہر اپنے سخن کی راہ
اسلوب اپنے جینے کا ہو کسطرح سے آہ
ہم ایک ناتوان ضعیف اور غم ہزار

جیجی والی ہوتے ہوئی ہین فقیر
تن سے ظاہر رگین ہین جیسے لکیر

ہین معذب غرض صغیر و کبیر
مکھیان سی گدین ہزارون فقیر

دیکھیں ٹکڑا اگر ابر ماش

شور مطلق نہین کسو سر مین
زور باقی نہ اسپ و اشتر مین

بھوکھ کا ذکر اقل و اکثر مین
خانہ جنگے سے امن لشکر مین

نہ کوئی رند ہے نہ کوئی اوباش

فعل خیمہ جو ہے سپہر اساس
پائین ہین رنڈیونکی اسکی پاس

ہے زنا و شراب بُز و سواس
رعب کد لیجیے یہین سے قیاس

قصہ کوتہ رئیس ہے عیاش

جتنے ہین یان امیر پُر دستور
پھر جہین سلوک سب مشہور

پہنچنا ان تلک بہت ہے دور
بات کہنے کا وان کسے مقدور

حاصل اُنسے نہ دل کو غیر خراش

پیا سے ہین مستعد کار
دس تلنگے جو ہون تو ہو دربار

ہین وضیع و شریف سارے خوار
لوٹ سے کچھ ہے گرم بازار

سو ہے تندِ سیاہ ہے بیباش

بخشش دون جامہ تک جو ہو قدرت	آشنوؤں کی ہین خرچ یکساعت
درس روپے دون گدا کو بی مہلت	مقتضی ہووے کب مری ہمت

صاحبان کرم کی تئین شاباش

ہو جوان لوگوں مین گدا کا گذر	سہم رہ جائین سب ندیکھین اودہر
دیر کے بعد یہ کہین ہل کر	شاہ جی لے خدا سبھوں کی خبر

سو بھی یہ بات ہے پس از تلاش

یار ونکے ہور کا بیان کیا ہے	وہم مین انکے بھی جہان کیا ہے
آشکارا ہے سب نہان کیا ہے	دیکھتے ہین کہین کہ یان کیا ہے

ایسے صحبت مین ہم نہوتی کاش

لب ہے قلم اب بانکو اپنے سنبھال	خوشنما کب ہے ایسے قال و مقال
ہے کدہب چنچ روسیہ کی چال	مصلحت ہے کہ رہیے ہو کر لال

فائدہ کیا جو راز کیجیے فاش

دستخطی فرد کا سنو احوال	بیدماغی سی مین تو دیتی تہی ٹال
ایک شفقت کو تہا ادہر کا خیال	مہربانی سے آکے کہوج لکال

شیخ جی کا گاڑہے سو عجائب مال

لیکے میری تسلے فرمائے — پھر تقرپاس اپنے رکھوائی
اورسے لگے لینے رکیے استقلال

فخروِ نواب کو دکھاؤن گا — حال صاحب کا سب جتاؤن گا
ہے مقدر تو کبھی لاؤن گا — لیکے دفتر مین آپ جاؤن گا
آگے میرے کسے سخن کا مجال

قدر والا ہمارے ہے معلوم — خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو رہے محروم — ہے یقینے کہ وہ الاغ ہے شوم
حشر کو ہو گا مرکب دجال

تم نبی فاطمہ ہو ہم ہین غلام — ہے غلامی تمہاری اپنا کام
تمکو مسجود جانتے ہین انام — تم سبھونکے ہو پیشوا و امام
تمسے سبکو نجات کا ہے سوال

بارے رخصت کیا بصد اعزاز — اور کہا تم ہو خلق مین ممتاز
ہے تمنا کہ تمسے ہون دمساز — دل ہمارا ہو کاش محو نیاز
کرین تم پہ نثار جان و مال

شیخ ذکر سلوک حد سے زیاد — اقتیدا زدوہ سے کیا آزاد

ایک مدت تھی آج کل پر بات	اتنی ہی صبح اب ہوی ہے رات
ہے بہت شیخ کی غنیمت ذات	جمع آدم مین اتنی کہان صفات

مفتری و دروغ و محتال

ایکدن مین کہا جو ہو مضطر	کہیے اس در سے جاوٴن اب کیدھر
ہنس کے بولا بہت تلطف کر	سر منڈاتے ہو تم یہی بس گھر

آگے آوینگے جتنے ہونگے بال

رات کو تکو یہین مصیبتین گزرین	اور دن کو قیامتین گزرین
کچھ نہ پوچھو جو حالتین گزرین	باتون باتون مین مدتین گزرین

وعدہ و پچار دن نہ ماہ و سال

پھر جو اوس فرد کا ہوا مذکور	کہنے لگے کہ نائب دستور
جانتا ہے تمہین کہ ہو مشہور	پر گئے ہے رکھو مجھے معذور

جاری کرنا ہے اسکا امر محال

ایک آدمی ہین شاہ پر بھاری	اوسکے لوگون کی ہے اجاری
آپ بھی تو یہ ہو گرفتا رہی	فتح ہوگی تو قحط کی ماری

کیون یہ سب جاری ہین وان تھا کال

یان نہین نشہ کی گھر مین آتا ہے	کبھو ہوتا ہے پینا کھانا بھی
ورنہ بھوکے ہی رہے ہین بیٹھے نڈھال	
حال یہ ہے جو اسپہ ہو منظور	پھر بھی نواب سے کہون مذکور
گاہ باشد کہ ہوا نہین مقدور	پر سماجت سے اب نہ رو سے دور
لطف کیا مین کہون وہی دیوی ٹال	
مین کہا بس بہت خراب ہوا	پردے مین وان سے بھی جواب ہوا
دل ہوا داغ جی کباب ہوا	بارے ہونا جو تھا شتاب ہوا
کٹ رہیگا مرا بھی یہ جنجال	
دل سے اپنے ہی اب بھلا دیجے	فرد میری مجھے منگا دیجے
اس خیالات کو اڑا دیجے	بند چیڑیا کسے چھڑا دیجے
بس چھپایا بہت فریب کا جال	
ہنسکے بولے کہ فرد ہے حاضر	اور کچھ بھی نہ مجھکو ہے قاصر
جان کا ہون تمہاری مین ناظر	جمع فرماؤ خاطر عاطر
اب نہین پھر یہ کام ہونیگا سنبھال	
تب سے اب تک وہ فرد لاتا ہون	گاہ بیگاہ انکے جاتا ہون

فقر و فاقہ کی ہر طرف ہے وہ ہوم شکل اک ہے خرابہ مردم بوم	وہ ملنگے جہان ہین وان ہے ہجوم زندگی کدّو کی طرح معلوم
کہ رہے جون خدا ہی ہے آگاہ	
قصہ کوتہ کہان نہ رو گذرا آبرو رفتہ رفتہ کہو گذرا	کونسی شکل مین نہ ہو گذرا یان گذرنا تھا ظلم جو گذرا
اسپہ جسکو ہو قصد بسم اللہ	
پارسا ہین جو جوان پیر ہی کہتے ہین سالک مسلک دل راہنما کہتے ہین	جو ولایت رکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین ایک مولا کہی ہین ایک خدا کہتے ہین
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
آفتاب فلک عز و علی تو ہی تھا جانشین پیمبر کی سزا تو ہی تھا	چہرہ آرای زمین اور سما تو ہی تھا قالب خاکی کے پردے مین خدا تو ہی تھا
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
ہے ترے قدر سے بجز ختم رسل کون آگاہ زور سے تیرے اٹھے کوہ بسان پر کاہ	عبد اشان تری صلِ علیٰ تیری جاہ وہ ثبات اس قد و قامت پہ تیرے و
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	

۵۰۱

عالم خاکی مین تہا مصلحتاً جلوہ نما
عرش اعظم سے بہی تہے ورنہ پرے تیری جا

یا علی ہم تجہے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک
ایک تہے کی تہین پہنچے ترے جلوے سے خاک
ہین تیری شوق مین سرگشتہ شب و روز فلاک
پہر کہان عالم خاک اور کہان عالم پاک

یا علی جو تجہے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اپنے اسرار کا تو آپ ہی بہید جانا ہے
ورنہ کس نے تجہے جون چاہیے پہچانا ہے
ایک فرقہ نے تجہے روح قدس مانا ہے
ایک نے ذات مقدس تجہی کو جانا ہے

یا علی جو تجہے کہتے ہین بجا کہتے ہین

شان و شوکت تری کیا کر سکے عاجز تقریر
یعنی مداح ترا کیونکہ ہو الکن ہے میر
زیب دیتی ہے تجہے کو شہ کل امیر
تین تقریر کی تیئن بخشش دے تاج و سریر

یا علی جو تجہے کہتے ہین بجا کہتے ہین

اے مربع نشین علی العرش استوا
ورنہ عزیز ماسوائے خدا خویش مصطفے
تو تہا کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکہا
بت توڑ توڑ شرک کی صورت دی مٹا

لا یا نہ زور عرصے مین یکتائے خدا

کہتے ہین تجہے چشم کرم صاحب نظر
افضل ہوئی سبب سے ترے خلقت بشر

زور آور ہی جہان مین تھے استخوان ہو گئے	عرصے کے پہلوانون کی قدرت بیان ہو گئے
کتنونکی جان بانٹنے تیرے سوان ہو گئے	کتنونکی دور بیٹھے ہے خاطر نشان ہو گئے

سیسر تیرے کمان کی نہ کوئی اٹھا سکا

فرضاً ہوا غلام سے تیرے اگر بگاڑ	دشمن بہاگی سامنے ہر ایک جون پہاڑ
مارا نہ ایک ورجی کو میدان مین پچھاڑ	جسکی کمر مین ہاتھہ چلا یا لیا اوکھاڑ

جسکی طرف کو آن جھکا پہر جھکا دیا

آیا دپٹ کے گھوڑے کو جسوقت بھیڑ بھیر	خرگوش تھی بھیڑ کی گویا جوان و پیر
سرگرم رزم جب کہ ہوا کہہ کے گیر گیر	اوسکی کمان کے ساتھہ تھا پیغام مرگ تیر

تلوار اسکے ہاتھہ مین تھا نا سرفنا

بہتیرے کوہ و دشت کو بہاگ گئے سب	بہتیرے زخم تن پہ اٹھا جان بلب گئے
تہا بچ کے جو اوس ہوا ہٹ سمجھ و سب گئے	جھوڑا ادہر سے تیر ادہر سہم سب گئے

چمکی ادہر سے تیغ اودہر سر جدا ہوا

ہے کون دادرس کہون جس سے میں یہ امید	جور فلک سے چہاتی مین سب گئی ہین چھید
امید ہے کہ پہونچی ترے لطف کی نوید	کم بخت بہی پہرا نہ ترے در سے نا امید

از بسکہ وقف کرتے ہین دن طالع رسا

۵۰۳

مسدس در نعت سرور کائنات صلعم

جرم کی کھو شر نگینی یا رسولؐ — اور خاطر کی خبر لینی یا رسولؐ
کیفیت چیون تاہون نقصان وینی یا رسولؐ — تیری رحمت ہے یقینی یا رسولؐ

رحمة للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

لطف تیرا عام ہے کرم رحمت — ہے کرم سے تیری چشم مکرمت
ہم ہم عاجز ہون کرتک تقویت — تو ہو صاحب تجسو ہے یہ مسئلت

رحمة للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

کیا سیہ کاری نو منہ کا لا کیا — بات کرنے کا نہین کچھ منہ رہا
رحم کر خاک مذلت سے اوٹھا — میرے عفو جرم کی تخصیص کیا

رحمة للعالمینی یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبینی یا رسولؐ

اب تلک تا تلک نہین پای ثبات — دستگیری کر کہ پاؤ نہین نجات
جرم کیا ہین میری کتنی مشکلات — ہے کفایت ایک تیری التفات

رحمۃ للعالمین یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبین یا رسولؐ

کچھ بھی جو ہیں واقف راز و نیاز شعر یہ مشہور سب وہ دل گداز	عام تجھ انعام پر کر چشم باز پڑھتے ہیں جا بے دعا بعد از نماز

رحمۃ للعالمین یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبین یا رسولؐ

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گمان وقت یکسان تو نہیں اے دوستان	کچھ قرآن خوان ہیں تو کچھ جز خوان اب بھی ہر زبان ورد زبان

رحمۃ للعالمین یا رسولؐ
ہم شفیع المذنبین یا رسولؐ

مسدس

ذلہ خوار و نہیں شہ روم تری صبح و شام حبشی ہندی و صفا یا فی عرب ہی تمام	ریزہ چینی ستی تری باد شہ چین کا قیام ہیں ترے دست نگر کیجے کس کس کا نام

یا علی کیست کہ قسمزدہ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

اہل عالم ہیں جمع رہتے ہیں تجھ سے مدام
مائدہ طور پہ پہونچا تھا تری ہاتھ سے طعام
من و سلوی تھا فرستادہ کہو برا انعام
قول عیسی ہی ہی تھا یہی موسی کا کلام
یا علی کیست کہ قسمزدہ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

مسدس

نام حاتم کا خنک جیسے لطیفہ مشہور
رنگ برنگ کا طعمہ ہیں بل بہر اس جہ ہو فور
معن زاہد کا تری بزم میں زاہد مذکور
کیا خداوندی ہے الحمد خدا ہی مشکور

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

لطف ہے عام ترا سب تجھی سے پاتے ہیں
شکر نعمت یہ نہیں تیرا بجا لاتے ہیں
تیری دولت ہے جو یہ شاہ و گدا کھاتے ہیں
اس جہان سے بھی یہی کہتے ہوئے جاتے ہیں

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

ارض میں اور سماوات میں سب تیرا مال
روز بہبود کا تجھ سے سر گردنمیں خیال
جسکا گھر چاہے تو کر دے کرا دے مالا مال
اپنی خوبی کو زمیں پر تو کرے تجھ سے سوال

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

فی الحقیقت تری مہمان خلائق ہے سب
کہ تجھی کی ہے گو تیری مروت کا سبب
تیرے دروازے سے محروم کوئی آدمی کب
جاؤں ناکام اگر میں تو نہایت ہے عجب

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست

ایک مدت ہوئی بدنامی و رسوائی سے
بیٹھی ہے دل دردیلی و تنہائی سے
ابتدا سے مری ذلت بھی خوشی آئی ہے

۵۰۶

استقدر مجھسے نہ لگ چلیو نہ آ تو اس راہ
تو پری ہوتا تو کرتی نہ تری جور نگاہ

یہ فریبندہ سخن گوش نہ کرتے ہرگز
شب وصل دن اسطرح نہ بہرتے ہرگز
خواہش کسنے جو یہ دل پہ نہ دہرتے ہرگز
لعل جان بخش پہ یون تیری نہ مرتے ہرگز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجربہ یہ رکھا جب نہ کوئی یار بہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پہر کیا کام
ہو گیا یون تو کبہو ہو گیا آپسمین کلام
جی نہ بیچین رہا کرتا نہ دل بے آرام
بر رخ و زلف رکھن کا ہیکو ہر صبح و شام

جنس اچہی تری پر گرمی بازار کہان
سرگران تو تو بہت ہو یہ خریدار کہان

مجھسے پہر ویسا لگانا تہا غلط
خط و قاصد کو تری اور چلانا تہا غلط
آپ کو حرف غلط رنگ مٹانا تہا غلط
آتش غم سی مری جی کا جلانا تہا غلط

اپنی نادانی سمجھے کہ تو کیا نسخہ ہی
آدمی بہی کسو دانا کا لکھا نسخہ ہی

غم سے یعنی مجھکو مری یاری و وفاداری کا
نہ خیال آوے یہ مبتدی کی گرفتاری کا

اسکی محبوبی و خوبی ہی کا مذکور رہے اب
دیکھنا کچھ ہو اوسی کا مجھے منظور رہے اب
صرف اس پر کرو نظارہ جو مقدور رہے اب

اسکی تصویر تری شام و سحر جاوینگا
گھر سے جس دم اٹھونگا اسکی ہی گھر جاوینگا

وہ بھی اس سن شعور و وفا مجھسے ملا چاہیے
مختلط لطف و عنایت سے ہوا چاہیے

پھر تو جیسکو سمین کرونگا سمی پھر پہ قربان
بس بگولا سا ہوا تیرے لئے سرگردان

راہ و منزل میں پہ پھرونگا ہیگو دست افشان
اسقدر مجھکو ہے ملنا اب پھر کہان ڈل پھر کہان

کم رہون مجھکو رہے بے خواب شبون کو روتا
کاش مشتاق ترے منہ کا منہ آتا ہوتا

اٹھو جو کہیہ چھوڑ اوس سا تھہ لگا بیٹھو نگا
ہاتھہ وا سو غنچہ کے جیسی لگا بیٹھو نگا

اوسکے دروازے پہ درویش سو جا بیٹھو نگا
آؤن گا یہی تو ترے پاس آ بیٹھو نگا

دور سے ایک نظر کرکے چلا جاؤن گا
سو بھی کتنے دنون پھر کا ہیکو میں آؤنگا

لاگ ہے جبتک اس سے کرونگا قیل و قال
ساری مجلس کو بھی اوسکا کرون وقت جال

دل نشین اسکے کرون خوب طرح کہنہ مقال
بعد ازان ترک کرون کہا کے قسم تیرا خیال

پھر کبھو ہم میں سبھی گذرے نہ ملتا تیرا
جب شب در پہ اوسکی رہے یا تنہا میرا

تک چلون اوس سے ملا کی سی طرح شام و سحر
روے گلرنگ سوا اسکے نہ او تھے میری نظر

اسکے پاؤن تلے کی خاک کرون کحل بصر
چلے اسکے لب شیرین سے رہین دیدہ تر

دریں حال کی اس گیسوئے پرخم سے رہی

طرح ۵۰۸

چوٹ مجکو بھی غیر فرنگی ملاقات کی ہی
چھوڑی یہ تو تو پھر آزردگی کس بات کی ہی

جی تڑپیگا مرا پھر نہ مری چھاتی جلی
شکوہ ناکی سی زبان منہ میں نہ زنہار ہلی

دل نہ سینہ مین مری شام و سحر کوئی ملی
آئی جلنی کہین سی بو لگا میرے گلی

زور سی بازو پہ اپنی تری سر کو رکہا
دست گستاخ پہ اے تیری کمر کو رکہا

بس ہوس کیشون سی مل مل کی تو بد نام ہوا
کاسہ لیسو نگی گہہ مرتکب جام ہوا

بسکہ راتون کو رہا شہرۂ ایام ہوا
شوخ و مشتاقی در بدر صبح ہو اشام ہوا

طور پر میری معیشت کوئی دن اچھی ہی
ایسے بدکار سے صحبت کوئی دن اچھی ہی

آیا گر غیر کے ملنے کی قسم کہاتا ہے
ذوق ویسا ہی ہی اوسکا تو اوسی بہاتا ہے

میر بھی حرف درشتانہ سی شرماتا ہے
دیکھو واسوز سی منہ پہ یہ سخن لاتا ہے

ورنہ مشتاق ہی سو جی سے جگر خستہ ترا
کشتہ و مردہ ترا رفتہ دل بستہ ترا

مسدس

تھا کہ واں نالہ و فریاد کیا کرتے ہم
اک طرف بیٹھ تجھے یاد کیا کرتے ہم

کب تلک ہاتھ سے خوباں کے جفا کاریں دیں
ہم کو کب تئیں یہ داد وفاداری دیں
اس وفادار کو بدلے میں یہ خواری دیں
عشق میں ہم جو کچھ ہو تو گنہگاری دیں
قصد فریاد ہے گر یار تلک انصاف کریں
پھر وہی گوشہ کدورت سے ہمیں صاف کریں

ست برس خاک پہ عشاق کو ہم کیا کم تھے
موج سیلاب پہ آنسو کے گئے عالم تھے
حرف در پردہ یہ ہے پہ ہی عاری یہ ہم تھے
یعنی اک راہ کسی عہد میں ہم بھی ہم تھے
عزم کر دینگا آبادی سے گزرتے تھے
بیٹھ کر دشت میں طوفان ہی کرتے تھے

کون تنہایاں کہ مجھے دیکھ ندامت کھی
میر صد سال خدا تجھکو سلامت رکھے
یا مری سر پہ نصیحت سے قیامت کھی
تو سنو ہو نہ مجھے کر کے ملامت رکھی
ورنہ اب تک تو مری خاک بھی ہو جاتی ہوا
لیگئی ہوتی تبرک کی طرح باد صبا

مسدس

طور پر اپنے ترے پاس ہم آجاتے تھے
حسب خواہش تجھے ہر شام و سحر پاتے تھے

تنگ ہوتی سے نہ محظوظ تمہیں پاتی تھی
سکی چولی سے کبھو در پہ تم آتی تھی

تنگ جامے جو سے جاتی تو گھبراتی تھے
لپٹے دامن سے الٹ گھری میں پھر جاتی تھے

یا تو اب کونے بیٹھی ہوئی چھپ رہتی ہیں
باہر اندر ہو کہیں بند کیے رہتے ہیں

شوق زینت سے تمہارے پانہ رعنائی کے
اٹھو سو بار کمر بند ہی پھر اکلائی سے

دل آشنا تھا لگا خوبی و مرزائی سے
دیکھتے رہتے ہو ترکیب ہی خود رائی سے

رو سیہ آئینہ سے تمکو فراغت ہی نہیں
سر مہ تیر و درون سے کہیں فرصت ہی نہیں

شانہ اب ہاتھ میں ہر زلف بنا کرتی ہے
پاس سرمے کی سلائی ہی رہا کرتی ہے

مسی دانتوں میں کئی بار لگا کرتی ہے
آنکھ رعنائی پہ اپنی ہی پڑا کرتی ہے

جان آنکھوں میں کسیکے ہو نظر تمکو نہیں
غش کسی کو کوئی ستمدیدہ خبر تمکو نہیں

کب گلی کوچے میں پھرتی تھے لیے تم تلوار
ساتھ خونخوار نہ پھرتی تھے تم ہی خونخوار

پر تلا کا ہی کو رہتا تھا گلے کا یوں ہار
دم میں لاحق کسی یوں جان نہ کرتی تھی بار

ہائے تقصیر و پرخاش سے ہو گئی ہو اب تو

٥١١

چھیڑی گالی دی اشارت کری چشمک ماری
عشوہ و غمزہ و انداز سبھلا دے ساری

زندگانی ہو تجھے ساتھہ سے اوسکے دشوار
کوئی دن تو بھی پھر کر جان سے اپنی بیزار
سو خجبین بیراں مین وفس بجے سو سو آزار
طعنہ و تعریض و کنائی کی رہی اک بوچھار

جا کے تک سامنے اسکی تو بہت تر آوے
عرق شرم مین ڈوبا ہوا سب گھر آوے

۸

دل وا سوختہ کو اپنے لیے جاتے ہین
غصے سے خون جگر اپنا پیے جاتے ہین
اپنی جا غیر کو انکو ناحیا رد کیے جاتے ہین
اسکی یون جاتی نہین عہد کیے جاتے ہین

آدیگا تو بھی منانے کو نہ آوینگے ہم
جان سے جاوینگے یہان سے نجاوینگے ہم

بازگشت اسکی کسو طرح نہین ہے منظور
گو کہ در پیش ہین آدکرہ دور از دور
جا نہ شہانا تو سہر آئی کا یہان کیا مذکور
جی سے اپنی بھی گزر جائی پرتا مقدور

منہ ادہر کر نہ جس جا سے کہ اٹھہ جانا
قدر کسو و یہ کہے سے پھر بار کا آنا جانا

سیر اعراض سے پہ لوگون نے کیا ہے آ سکے
دلگی وا سوزی کو بھی پیا ہے آ سکے

خوبی رعنائی سے تم تجکو بہت فرصت ہے
چہرہ آرائی شب و روز ہی یہ صورت ہے

اپنی ترکیب بنانی سے کہاں مہلت ہے
شانہ و زلف کنگہی رہتی ہیں یہ صورت ہے

سرمے سے آنکہہ اوٹہا دیں تو مرا رو دیکہو
آرسی چہوڑی تجہے ٹک تو ادہر تو دیکہو

مجکو کس روز تجہے پاتی تہے رعنائی کا
کب کب آنچل رہا تہا ہاتہ مین اکلائی کا

ذوق رہتا تہا تجہی کا ہیکو خود رائی کا
اتنا دل بستہ تہا جامہ زیبائی کا

سرخ سنجاف نہ لگتی تہی نہ ہوتی تہی چاک
خون سی عشق کی مارونکی یہ دامن تہا پاک

ویسے اوباشونکی تقلید مین کب تہی تک دو
پاٹ دامن کی نہوتی تہی ترے ساٹہہ کی سو

تنگ چولی کی نہ رہتا تہا کبہو اتنا گرد
اتہو ہی تہر تو ڈہیلی ہو کمر اک بہی جو

درزی کا نپاہی کری ٹہیک نہ جب تک سی لے
کاڑہی ناکی مین سوئی کی کری ٹانکے ڈہیلے

خط سبھی آیا یہ مری تیری صفائی نہوئی
اپنی سج دیکہنے سے تجکو رہائی نہوئی

کس گہڑی آنکے بیٹہے کہ لڑائی نہوئی
اک بلا جی کی ہوئی تنگ قبائی نہوئی

رک گئے دیکہتے وہس جا سے تری موزہ جیسی

جی نہ نکلا اگر اسمین تو کڑھا کرے گا
مرثیہ اپنا کہیں بیٹھے کہا کرے گا

مسدس

عباسی ہر شب بری گشتی دکھ سے پہتا ہون خراب
دل تڑپتا ہے جدا جی کو جدا ہے اضطراب
کبتلک اس خاکدان میں چون بگولا پیچ و تاب
ہر گہڑی تازہ تعب ہر دم نیا ہے اک عذاب
یا علیؑ یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

اب گرا جاتا ہون چشم خلق سے ٹک سنبھال
مرحمت کر کر مست کر رنج سے مجھکو نکال
دیکھ ستا اس سے زیادہ خوار زار و خستہ حال
کبتلک محزون رہون میں تا کجا کہینچون ملال
یا علیؑ یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

کیا لکھے اعجاز تیرے خامۂ جادو شعار
وقت جب ہوتا ہے تنگ دست قدرت پروردگار
تو وہی ہے ایک لیکن نام تیرے ہین ہزار
نام لیکر تیرے کہتا ہے ہر اک یون پکار
یا علیؑ یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

[illegible]

یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

غالبا سوچو کچھ ہم اب میسر کو بھی برگ و ساز
آبلہ یک بن گیا ہر چیلہ تن ہو کر گداز
شام کہتا ہوں رکھ خاک پہ روئے نیاز
صبح پڑھتا ہوں جاے دعا بعد از نماز

یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

مسدس در منقبت

درویش جو ہیں مقصد دلخواہ کہیں ہیں
سالک جو ہیں وہ گمرہ راہبر راہ کہیں ہیں
اک واقف اسرار دل آگاہ کہیں ہیں
اک چرخ حقیقت کا تجھے ماہ کہیں ہیں

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مذکور کہیں نام ترا کام روا ہے
مشہور لقب ایک جگہ راہنما ہے
ہر ایک نے کچھ حسب خرد اپنی کہا ہے
سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت میں تو کیا ہے

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

٥١٥

آدم کی اثابت تھی شب و روز تری اور
پہنچے ہیں ملک نام ترا چرخ پہ کر شور
قائل ہیں تری [illegible] سلیمان سے مامور
اظہار ہوئی تری شوکت و حشمت ترا زور
کیا سچ ہے جو سمجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہستی میں ترا جلوہ ترا شور عدم میں
تم ہی تھی نظر [illegible] حدوث اور قدم میں
ہونا [illegible] ترا ذات حقیقت کا جسم میں
یونس کی توقع تھی [illegible]
کیا سچ ہے جو سمجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہر چند ہیں [illegible] صدا تری [illegible]
ہم تم تری چشم [illegible] نوح کا طوفان
جان بخشی [illegible] عیسیٰ [illegible] تری پنہان
شانہ [illegible] ترا [illegible] موسیٰ [illegible] عمران
کیا سچ ہے جو سمجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مثلث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یعقوب کا تھا کلبۂ احزان میں تو غمخوار	یوسف کا ملاک ہے کی ہوا چہ میں مددگار
رحمت کا فرشتہ ہے تری لطف فریار	کی آتش نمرود براہیم پہ گلزار

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اللہ ہی دو انگشت سے در روان بخیبر	چھیڑا ہے کس انداز سے گہوارے میں اژدر
کیا ہاتھ تھا جس سے کہ گیا جان سے عنتر	ظاہر ہے کہ یاں تھا وہی ظاہر وہی مظہر

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ثانی ترا پاتی نہیں تسلیم و رضا میں	ایوب سے ہو صبر ترا سا نہ بلا میں
مشہور سخاوت ہے تری شاہ و گدا میں	نہیں خود کی تیغیں بخش دیا راہ خدا میں

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اے وہ کہ تو ہی جان جہان سارا ہے قالب	در پر ترے گھٹتے ہوں ترے سیکڑوں طالب
اک پل میں روا کر دیے تو ان سبکی مطالب	ہم عاجز و عاجز ہیں تو ہی غالب و غالب

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں

سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

کیا سچ ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں

ہر کسے چیزی بیادت در گلستان محو گشتہ

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکی وہ سونا — تا چشم کنم باز شب وصل سحر بود

عمر گذران بر سر انصاف نیامد

جان سی آئی کھجانا ہے مجھکو مجھسے سخن — بیگی بگو بغریبان شہر سیری کن

ببین کہ نقش بلا با چہ باطل افتادہ است

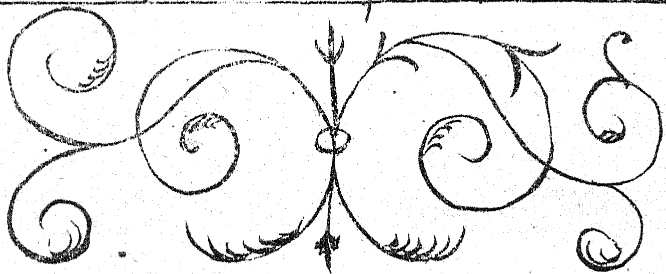
اگرچہ اب دم آخر ہے لیکن ای غم خوار — بجز بریدہ ام آئینہ پیش من مگذار

جدا ز یار بجز دور و بر و شدن ستم است

سبھی جو کوئی یہاں سو نہیں کہ ہو دہ گا — نیک و بد عالم ہمہ عشقا صفتا شند

یعنی خبر از ہر کہ گرفتم خبری بود

تمام شد مثلث ہمہ



پیشوای پیشوایان تکیہ گاہ مومنان
زینت بطحا و یثرب رونق اسلام و دین
مظہر صد ہا عجائب مصدر لطف و کرم
زیب منبر جانشین رحمۃ للعالمین
مقصود دل آرزوی جان ہر عاشقان
آرزوی اہل عرفان مطلب اہل یقین
وارث دین داور عادل شفیع روز جزا
حافظ شرع نبی ہادی و حامی شرع متین
مالک ملک ولایت حاکم عالم پسند
بادشاہ صاحب استقلال امیر المومنین
عہد تیرا عدل کے سب سالک تیرا سجدہ سر
مجرم و اعزہ بھی یہیں ہوں شفقت ہو نا فرود

بند دوم

اے مری سرمایۂ دنیا و عقبیٰ لطف کر
اک مرے مولا مرے صاحب ادھر بھی کر نظر
لطف تیرا مس کو سیم و کیمیا سازی کرے
مکرمت تیری کرے تو خاک ہو جائے سب زر



السلام اے زائر دار و در جان آفرین
ذات تیری جیسی خدا کی ذات ہو والاصفات
یہ شرافت یہ سیادت یہ تقدس یہ کمال
تو ولی ہے تو وصی ہے تو علی ہے تو وہی
کیا تعقل کیا تحمل کیا تبحر کیا وقار
سید برحق شریف النفس فخر روزگار

السلام اے والا مکان کے حاکم مسند نشین
بے شریک و بے مثال و بے نظیر و بے قرین
یہ تقدس یہ تعلی یہ تفوق ہے کہیں
جس کو بالاتر تصور کیجئے تو کچھ نہیں
طفل مکتب درس گاہ تیری عقل دوربین
باعث عز سپہر و موجب فخر زمین

بار تیری ہر گراں ہی اور مین ہون ناتوان
بو نسیم فیض تیری اس چمن مین ہی کہان

بند سوم

ای شہ خوبی نسب والا حسب عالی تبار | جملہ تن عزت سراپا وقر و یکسر اعتبار
اللہ اللہ بازو قدر و قدرت حیدری | زیبنی کی جا ہی حشمت سیر قابل اقتدار
قدس کی باشندگان کا ناز تیری ذات کو | نوع انسان کا تمامی تیری اوپر افتخار
قلعہ خیبر کہ اوکھڑ کھینچا خورشید کا | ہین فسانی زور کی تیری جہا مین یادگار
جبکہ کی گردن کشونکی سر جہان بیٹھی کہا | لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار
تو کہو جہاڑو ہی میدان کین کی تیری تیغ | جیسے نکلی خس و خاشاک کی گرد و غبار
تو نی چہیڑا ہی اگر مرکب کو اپنی کہیکی ہان | تو ہوا ہی اوس روش وس باد پیما کا گذار
جون کوئی بجلی چمک جاتی ہی گاہی پیش چشم | پہر کہلی آنکہیں کی رہ جاتی ہین حیران کار
گوشۂ محراب مین راتونکی تہین رونی کا کام | روز میدان سایۂ شمشیر مین ہنستا شعار
کیا چہپی ہی کچہہ یہ شخصیت چہپین ظاہر کرون | ہین تری اوصاف سی ہین قریہ و شہر و دیار
ہی گہر بخشی سی تیری ابر نیسان یکطرف | ہی کف ہمت کی آگی تیری دریا یک کنار
مہربان ہو یکنظر اس چشم نم کی اور دیکہہ | دیکہہ مت میری طرف اپنی کرم کی اور دیکہہ

زور ایسا کا ہیکو یا لقوۃ انسان ہے
گرچہ عالم دیدہ حضرت خضر بھی ہیں تجھ سے
تجھ پہ ظل اللہ کا اطلاق شایاں راستی ہے
شیر ہو نا تیرا کیا سمجھے نہ نقش ہے تجھ
حسن طلسمات جہاں کی سب عیاں ہیں تجھ پہ راز
نور سے تو ماہ کامل قدر ہے چرخ بریں
کیا تسلسل کیا تحمل کیا تمول کیا شکوہ

ہمسری ہو تو بھلا ہو کیونکر زمین و آسمان
پر نہیں ہو انکو مطلق یہاں کی صحبت کا بیان
چرخ پہ مہر خورشید تیرا ہے تیرا سائبان
قشعریری میں سدا رہتا ہے یہاں ہر بیان
حاصل کون و مکان تو ہے واقف راز نہان
حلم تیرا کوہ تیرا علم بحر بیکران
تو جہاں ہے ایک ان گویا کہ ہے تو ن جان

سیر طرح پائی ہیں تجھ میں سب رسول اللہ کی
شبیر ہے نام خدا تو آپ رسول اللہ کی

بند ششم

اے چراغ قبلہ نور خاندان مصطفیٰ
ہے تو تو مخلوق لیکن عقل میں آتا نہیں
تو جہاں ہے اوس جگہ کیا آسمان کی قدر ہے
کام احمد کہ احمد کا ہے علی پایا تجھے
تیرا مشغلہ ہے کیا حرف و سخن اکام جان

اے ہمارے والی میرے معبود ہم نام خدا
دیکھا اندیشہ تجھکو عرش پر جاتا رہا
قدر تیری ہے جہاں ان گفتگو کو قدر کیا
ہر زماں میں ہر مکاں میں شان تیری جدا
تو ہماری آرزو ہے تو ہمارا مدعا

بند ہفتم
اے امام دوا جب التعظیم دیا با احترام
سر تسلیم و اطاعت و سجود ا ہو وہ انام
۵۲۰

مطلع ثانی

تو خریداری کرے ملک بھی تو قیمت ہو دو چند — یعنی ہو جو جنس کا سبب قبول خاص و عام

سو خدا اتنا کرے مجھ سے نہیں کرتا حقیر
آرزو ہوتی نہیں ہے غیب بی ایماں پذیر

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کبھی ہے پہن لبس شکوہ فلک تحریر
سپہر کا غذ شفقی کو رنگ لوح ضمیر

کروں نہ شکر جفا ہائے آسمان کیونکر
مرے خرابی میں ان نے کیے ہونگی تقصیر

دیا ہزاروں کو دستان نے خانہ ساز لیکا
دل شکستہ کو میری کیا نہ ایک تعمیر

جو میں نے چاہا کہ جلد اپنا کام کرلے تمام
تو رد سیاہ نے اوس کام میں بھی کی تاخیر

سیاہ تھا چشم طمع کو میں اک سحر اسیر
سو جام خون دیا ان نے جامے کا شمشیر

دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہ ہوا
کہ اس چمن میں رکھا ان نے غنچہ سان دلگیر

در قبول سے نا امید ہو پہنچی میری دعا
سپر ایا عرش سے تا نیکو میری آہ تاثیر

نہ دیکھا صفحہ عالم کو میں کہ ان نے رکھا
ہمیشہ اپنا جو حیران کار جیوں تصویر

برائے یک لب نان مجھ ضعیف کو ان نے
ہلال وار کیا سارے شہر میں تشہیر

فلک کے شکوہ میں تھا میں کہ ہمنشیں بولا
کہا ہے جو ان ستم کشتہ سپہر پیر

غزل نہ لطف کی اک تو نے میر صاحب کے
سخن ہم تیری کوئی آشنا نہ سوز صغیر

٥٢١

فلک شکوہ ستارہ حشم خدیو جہان — تری جلال کو کن لفظون مین کرون تعبیر

نہ ہو یہ حشمت و جاہ و جلال قدرت تو — کہ تیری حکم کی آگی ہی سہل امر خطیر

تری محرر دفتر کا ہی سدا محتاج — حبا نہین شہرہ عطارد جو ہی فلک کا دبیر

نہ ہی علو مراتب کہ در پہ باز شہاے — ہزار بار اگرچہ ماری چرخ اسیر

شریک مشورہ کارخانہ عالم — کیا ہی تجکو قضا و قدر مین تری مشیر

روان ہو صبح کا گر مرکب ظفر پیکر — تو تا بشام کرے روم و شام تک تسخیر

کف سخا کی تری ریزش کرم کو حضو — کیا ہی قطرہ رسان شرمگین ہوا ابر مطیر

ہم کو تیری بیان کیا کرون گی اے ممدوح — ہوئی ہین خلق تری بخشش کو تاج و سریر

کرون مین عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو — کہ تیری بخشش دیکھی نہین ہین عشر عشیر

لکھون سو کیا تری خدام کی سخاوت کو — بنیا دی وقعت و بیش رتبہ قلیل و کثیر

ثبات حرف کو تیری قلم کی کیا لکھیے — کہ ہی تو خامہ فولاد سے کیا تحریر

برات روزی کسو کی شرف کو دستخط کی — پہونچتی ہی تو نہین مٹتی جون خط تقدیر

نہین ہی شہر مین نام و نشان منہیات — رہی ہی نے کو بھی جنگل مین سو برائے حصیر

مزاج رفع پہ بدعت کی ہو تو بند اوٹھی — صدا ہی نے کا تو کیا ذکر ہی قلم کی صریر

نسق کو کام تو فرما دے ہی ایک آن اگر — تو پھر زمانہ قیامت تلک نہ پاوی تغیر

قطعہ

[illegible]

قطعہ در [illegible]

[illegible]

قطعہ در تعریف اسپ وزیر زمان

آصف دوران نواب آصف الدولہ بہادر

وزیر زمان نے لیا ایک اسپ
کہ ہے رشک گلگون باد بہار

نظر پوست سے اوسکی آتا ہے خون
کیا جلد پا اوسکے گل کو نثار

اڑا اگر دوے بارہا سیر کے
نہ نکلا کبھو ابلق روزگار

کرون اوسکی کیا تیز گامی کی شرح
ہرن اسپ شمشیر سے ہو شکار

کہ اک کسمساوے جو راکب تو پھر
نہین اوسکو رانو نہین ہر گز قرار

جہان باگ اچک جاے محبوب کی
عنان دل اوسکی ہے سپہر اختیار

کرے سو قدم ابد کا ازل سے اگر
وہ جیان باز جو اسپ پہ ہووے سوار

لگے اسکو گر چھیڑ لیکر کہان
تو یہ باد بیان کرے یون گذار

کہ لیکے قدم گرد جو اوٹھے سے چلے
نہ پہرے تنک اسکے وہ بیٹھے غبار

غرض اسپ ہے یا چھلاوا ہے میر
رہین گے پیران اوسکی ایسے ہزار

قطعہ در تہنیت صحت

[illegible]

[illegible]

قطعہ

ختم ہوئے یاں یہ مضامین حسیت — میر کی تصنیف ہے نادر کلام

دیکھے ہیں استادوں کے دیوان بہت — پر یہ ہے مقبول خواص و عوام

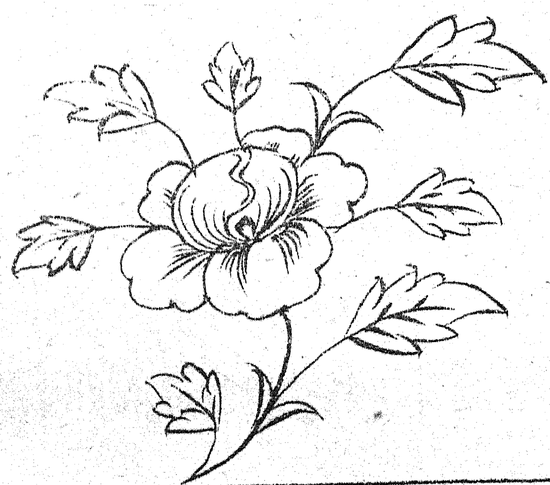
سب سے نرالی ہے یہ شیریں بیان — کرتے ہیں بس قند و شکر کا یہ کام

نسخہ ہے یہ جان سے زیادہ عزیز — پیش نظر رکھتے ہیں سب صبح و شام

حق سے دعا ہے یہی اسکے لیے

ہووے یہ مقبول خواطر مدام

تمام شد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز مثنوی مسمی بشعلۂ شوق

محبت نے ظلمت سوں کاڑہا ہے نور — نہوتی محبت نہوتا ظہور

محبت مسبب محبت سبب — محبت سے آتی ہین کار عجب

محبت بن اس جا نہ آیا کوئی — محبت سے خالی نپایا کوئی

محبت ہی اس کارخانے مین ہے — محبت سوں سب کچھہ زمانے مین ہے

محبت سے کسکو ہوا ہی فراغ — محبت نے کیا کیا دکھائے ہین داغ

محبت اگر کار پرداز ہو — دلوں کی تنیئن سوز سے ساز ہو

ستم اس بلا کی ہی سہتے گئے — سبب اس عشق کو عشق کہتے گئے

اسی آتش سے گرمی ہے خورشید مین — یہی ذرے کی جان نومید مین

اسی سے دل لالہ ہے داغدار — کتان کا جگر ہے سراسر فگار

نئے اسکے چرچے حکایت سنی — کہے شکر کا ہے شکایت سنی

اسی سے قیامت ہے ہر چار اور — اسی فتنہ گر کا ہے عالم مین شور

کوئی شہر ایسا نہ دیکھا کہ وان — نہو اس سے آشوب محشر عیان

کب اس عشق نے تازہ کاری نکی — کہان خون سے غازہ کاری نکی

زمانے مین ایسا نہین تازہ کار — غرض ہے یہ اعجوبۂ روزگار

آغاز قصہ

عجب کام سنئیے بن اس سے ہوا — عجب اہل عالم کو جس سے ہوا

کہ وان اک جوان تہا پرسرام نام — خوش اندام و خوش ہیئت و خوش خرام

جوانی کے گلشن کا وہ آب و رنگ — گلستان پہ کام اوسکی خوبی سے تنگ

جدہر نکلے رنگین ادائی کے ساتھ — چلے جائین جی خوش نمائی کے ساتھ

کہلے بال چلتا تہا وہ سرو ناز — قدم بوس کو آتے عمر دراز

جدہر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو — قیامت ادہر سے نمودار ہو

کوئی دل ستم کشتہ اک نگاہ — کوئی جان ہونٹھون پہ موقوف آہ

کسو پر فسون گردش چشم کا — کسو پر غضب غمزہ و خشم کا

کوئی بست بر دل کوئی بیقرار — کوئی بیخبر کوئی بے اختیار

انہون مین سے اک عاشق زار تھا — اوس آفت کو اوس سے سروکار تھا

محبت مین تھا جذب کامل اوسے — مراد دل اپنی تھی حاصل اوسے

شب و روز ہم بستر کام دل — ہمیشہ ہم آغوش آرام دل

دم اسکے مین یہان تلک تاثیر تھی — کہ صحبت اس آتش سے درگیر تھی

بہم ربط چسپان بہم اختلاط — نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط

مرے کوئی غم سے کوئی ہو ہلاک — وہ شعلہ اوسی خس سے رکھتا تپاک

کہان حسن مین تھا وفا کا یہ پاس — یہ سنیے کہ ہیگا خلاف قیاس

بہت سی بہت اسکا مالوف تھا — اوسیکی تسلی سے مصروف تھا

کہ ناگہہ وہ دلبر ہوا کدخدا — رہا اپنے عاشق سے چندے جدا

زن و شو مین اخلاص باہم ہوا — اوس آشفتہ سے رابطہ کم ہوا

نگاہین بہم دلمین کاوش کرین — سخن سے وفائین تراوش کرین

ہوا ربط چسپان بہم اسقدر — کہ دشوار اٹھے ہے مگر یک نظر

٥٢٧

اِسے سنکر کہا اوس دل افگار نے | ستم کشتۂ دوری یار نے

کہ مجھکو نہیں تیری باتیں قبول | یہ مکر زنان سے تہا ان پہ سہول

وفا کنے ان ناقصون سے کی | ہوا شوہر کسکا کہ وہ ہو نہ جی

یہ ظاہر مین ہر چند ہون رشک ماہ | ولیکن ہین باطن مین مار سیاہ

خدا کرے انکے دکہ سے حذر | نہین ان سی کوئی فریبندہ تر

جہان مین فریب انکا مشہور ہے | زبانون پہ مکر انکا مذکور ہے

پے امتحان عاقبت یک نفر | مقرر ہوا تاکہ جا اوسکے گہر

کہے غرق دریا ہوا پسرام | ہوئی زندگانی کی صبح اوسکی شام

گیا تہا نہانے کو وقت سحر | سو ڈوبا وہ خورشید روشن گہر

کیا موج دریا نے سرسے گذار | اٹہا طبع نازک سے اسکے غبار

وہ گیسو جو بکہرے تہے بالاے آب | سو اب موج دریا کو ہے پیچ و تاب

پہرین تہین جو وہ انکہڑیان آب مین | سو وہ گردشین اب ہین گرداب مین

تمنا مین تہے جسکے سب دل فگار | سو دریا کو اب ہے وہ بوس و کنار

نہ سمجہا وہ نافہم اسرار عشق | نہ سوچا وہ ناتجربہ کار عشق

کہا غرق دریا ہوا پسرام | ہوا کام اوس رشک مہ کا تمام

اٹھا مجنوں دو بی خود و بے حواس — گرا آکے اس پیکر مردہ پاس
لگا کہنے اے مایۂ زندگی — مجھے منھ سے تیرے ہے شرمندگی
گیا جلد رخت سفر تو نے بار — نہ میرا کیا آہ تک انتظار
نہ میری سنی کچھ نہ اپنی کہی — مرے تیرے دونوں کی جی میں رہی
زمین پر سے آخر اٹھا یاد سے — لب آب جا کر جلایا اوسے
جب آگ اوسکے پیکر پہ سب جل گئی — محبت عجب داغ دکھلا گئی
یہ سرگرم فریاد و زاری ہوا — لہو اوسکی آنکھوں سے جاری ہوا
جگر غم میں یکلخت خون ہوگیا — رکا دل کہ آخر جنون ہوگیا
گئے ہوش و صبر اسکے یکبارگی — طبیعت میں آئی اک آوارگی
سراسیمگی سے بگولا ہوا — سپہر اسطرح جیسے بھولا ہوا
نہ جیکو تسلی نہ دلکو قرار — کف غم میں سر رشتۂ اختیار
کبھو یاد کرا وسکو نالان رہے — کبھو تک جو سہولے تو حیران رہے
کبھو یان کبھو وان بحال خراب — وہی بیقراری وہی اضطراب
رہے گھر تو آشوب گہ وہ گلے — چمن میں جو لیجائیں تو بیکلے
کبھو متصل ہو منھ پر آہ سرد — کبھو دست بر دل کہ دلمیں ہے درد

تو جاتا نہیں شب کو جس روز سے
معیشت ہی افسردہ جان سوز سے
نہیں طاقت صبر پہلو تنگ
بہت دیر ملتا ہے نان و نمک
وہ بولا کہ میں بھی پریشان ہوں
بہت تنگ ہستی سے حیران ہوں

۵۳

گیا وہ یہ کہکر سوے آسمان | رہی ہے مجہے رات دن خوف جان

سنا حال شعلہ کا صیاد سے | دہوان ایک اٹہا جان ناشاد سے

ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند | رہا لوٹتا آگ مین جون سپند

گئی رات جون تون ہوئی صبح جب | زیادہ ہوئی عشق کی تاب و تب

محبت نے کی اشتعالک کہ وہ | سراسیمہ آیا چلا اس جگہہ

جہان سے اٹہی تہی یہ آتش سلگ | بہر اوسکے جگر کو لگی گہر کو لگ

تبسم کنان وان یہ ان نے کہا | کہ کلفت مین غم کی بہت مین رہا

چلو سیر گلشن کو ہنگام شب | لب آب خالی کرین دل کو سب

ہوا سو ہوا یونہین تقدیر تہی | جہان سوز الفت کی تاثیر تہی

نہوتے جو دلگیریان متصل | نہوتی یہ آتش کبہو مشتعل

کیان عقل کی اون نے باتین جو وان | وہ عاشق جو تہا در پے امتحان

لگا کہنے یہ آرزو تہی مجہے | کہ اک روز ہشیار دیکہون تجہے

سو یہ دن خدا نے دکہایا مجہے | سخن تیرے منہ کا سنایا مجہے

ندامت سے ہو تنگ شاہ ہین سب | گرفتار ہون مین بحال عجب

نہ خجلت سے رو ہی جو کچہہ مین کہون | نہ قدرت اجل یہ کہ مر بہی رہون

کہ ہو کر فروغ اک سوئے آسمان — ہڑنے لگا جیسے آتش بجان

کوئی دم مین دریا پہ آیا فرود — ہوا نیزہ بالا سبھون کا نمود

لب آب وہ شعلۂ جان گداز — تڑپ کر بہت باز بان دراز

پکارا کہان ہے بے پسرام تو — محبت کا ٹک دیکھ انجام تو

کہ مین جملہ تن آتش تیز ہون — دل گرم سے شعلہ انگیز ہون

بہڑکتی ہے جب آگ دلگی مری — لب آب اترون ہون غم مین ترے

مگر سوزش دل ہو کم آب سے — بجھے جی مرا اس تپ و تاب سے

سو یہ آب رکھتا ہے روغن کا کام — کیا عشق نے آہ دشمن کا کام

یہ بیتاب سنکر ہوا بیقرار — سفینے سے اترا بصد اضطرار

ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے — کہا اوس بلا سے دل آویز سے

کہ مین ہون پسرام خانہ خراب — مرا دل بہی اس آگ سی ہے کباب

مرے بہی جگر مین یہی سوز ہے — یہی جلبو جلنا شب و روز ہے

محبت تری برق خرمن ہوئی — تری دشمنی جی کی دشمن ہوئی

سخن مختصر کچھ وہ شعلہ چلا — کچھ اک اپنی جاگہ سے یہ دل جلا

بہم گرم جوشی سے یک جا ہوئے — کہ گذری تھی مدت بھی تنہا ہوئے

خصوصاً وہ عاشق ہوا پر خجل
ندامت ہوئی یہ جسے متصل

نتھا ارگئی خجلت ہی سحر کے حرف
ہوا دوسرا ماجرائے شگرف

تفکر کے دریا مین ڈوبا ہوا
کنارے پہ بیٹھا تھا روتا ہوا

کہ پوچھین گی جو اوسکے واماندگان
تو یہ واقعہ کیا کرونگا بیان

کہون کیونکی یکبار وہ جل گیا
کفِ خاک ہو خاک مین مل گیا

کہنچے جرم کو بگینا ہی مری
ہوئی شہر مین روسیاہی مری

وہ شعلہ جلاتا مجہے کاشکے
لیے ساتھہ جاتا مجہے کاشکے

مقولہ شاعر

اگرسے ہے یہ قصہ بھی حیرت فزا
ولے سیر یہ عشق سے ہے بد بلا

بہت جی جلائے ہین اس عشق نے
بہت گہر لٹائے ہین اس عشق نے

فسانون سے اسکے لبالب ہی دہر
جلائے ہین اس تند آتش نی شہر

محبت نہو کاش مخلوق کو
نچہوڑی یہ عاشق نہ معشوق کو

تمام شد

٥٣٣

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دریاے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہہ اوسکی اک نئی ہی چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا
کہین سینے مین آہ سرد ہوا

کہین آنکھون سے خون ہوکے بہا
کہین سر مین جنون ہوکے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا
کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہہ نمک اسکو داغ کا پایا
گہہ پتنگا چراغ کا پایا

وان طپیدن ہوا جگر کے بیچ
یان تبسم ہے زخم تر کے بیچ

ایک عالم مین دردمندی کی
ایک محفل مین جا سپندی کی

کہین شیشون [illegible]
کہین نوحہ [illegible]

آرزو تہا امیدواروں کی — درد مندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشان ہے — نگہہ یاس مہرکشان ہے
حسرت آلودہ آہ تہا یہ کہین — شوق کی یک نگاہ تہا یہ کہین
کشش اسکی ہے ایک اعجوبا — ڈوبا عاشق تو یار بہی ڈوبا
کون محروم وصل یان سے گیا — کہ نہ یار اسکا پہر جہان سے گیا
کام مین اسکے عشق یکا ہے — ہان یہ نیرنگ ساز یکا ہے
جسکو ہوا اسکی التفات نصیب — ہے وہ مہمان چند روزہ غریب
ایسی تقریب ڈہونڈہ لاتا ہے — کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے

آغاز قصہ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تہا — لالہ رخسار و سرو بالا تہا
عشق رکہتا تہا اسکی چہاتی گرم — دل وہ رکہتا تہا موم سے بہی نرم
شوق تہا اوسکو صورت خوش سے — انس رکہتا تہا وضع دلکش سے
تہا طرحدار آپ بہی لیکن — رہ نہ سکتا تہا اچہی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی — صورت حال اور ہو جاتی
دیکہتا گر وہ کوئی خوش پرکار — رہتا خمیازہ کش بے لیل و نہار

وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اوسکا | بیطرح ہوو گو کہ حال اوسکا

جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ | اوٹھ گئے سامنے سے یکبارہ

وہ گئے اوسکے سر بلا آئی | خاک مین مل گئی وہ رعنائی

دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز | رنگ چہرے سے کر چلا پرواز

ہاتھ جانے لگا گریبان تک | چاک کے پہلے پانو دامان تک

طبع نے اک جنون کیا پیدا | اشک نے رنگ خون کیا پیدا

سوزش دل نے جی مین جا کہہ کی | داغ نے آ جگر کو آتش دی

بستر خاک پر گرا وہ زار | درد کا گھر ہوا دل بیمار

خاطر افگار خار خار ہوئی | جان تمنا کش انگار ہوئی

اوسکے منہ پر پڑی جو اوسکی نگاہ | ناامیدی کے ساتھ سر کی آہ

خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ | رابطہ آہ آتشین کے ساتھ

ہونٹھ سوکھے تو خون ناب ملا | خواب و خور دو نون کو جواب ملا

خلق اوسکی ہوئی تماشائی | پر نہ وہ دیکھنے کبہو آئی

کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے | رو دیا اون نے ایک حسرت سے

جا کے اوسکے قریب جو بیٹھا | قصد مرنے کا اونے کر بیٹھا

ایکدم آه سرد بهر او ٹهنا — نالۂ گرم گاه کر اوٹهنا

جی مین کهتا کہ آه مشکل ہے — اسطرف یک نگاه مشکل ہے

دوست کو میرے شام ہجر ننگ — دشمنون سے ہے جی یہ عرصہ تنگ

چشم ترسے لہو بہا کرتا — صبح کو باد سے کہا کرتا

کاے نسیم سحر یہ اوس سے کہہ — مت تغافل کراو رغافل رہ

اون بلاؤن مین کوئی کیونکی جیے — جان پر آبنی ہے تیرے لیے

جان دون تیرے واسطے سو تو — آنکهہ اٹها کراد ہر نہ دیکہے کبهو

رفتہ رفتہ ہوا ہون سودائی — دور پہونچی ہے میری رسوائی

نام کو بهی ترے بچانا آه — تجهسے کیونکر سخن کی نکلی راه

ناامیدانہ گر کرون ہون نگاه — دیکهتا ہون ہزار روز سیاه

سخت مشکل ہے سخت ہے بیداد — ایک مین خون گرفتہ سو جلاد

کوئی مشفق نہین کہ ہووے شفیق — بیکسی بن نہین ہے کوئی رفیق

نالہ ہوتا ہے گهر گیے دل جو — گریہ آنسو سے پونچهتا ہے کبهو

آه جو ہمدمی سے کرتی ہے — ابتو وه بهی کمی سی کرتی ہے

چشم رکهتا ہے وصل کی یہ دل — جی ہے اس سے اسیر آب و گل

شب مہتابی مین اوسکو کرکے سوار ‏ ساتھہ دی ایک دایۂ غدار

پار دریا کے جلد رخصت کی ‏ اس طرح فکر رفع تہمت کی

گھر تھا ایک آشنا کا مد نگاہ ‏ وان ہو روپوش تا بہ غیرت ماہ

ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع ‏ نور افزاے خانہ ہو جون شمع

گھر سے باہر محافہ جب نکلا ‏ اس جوان پاس ہو کی تب نکلا

طپش دل سے ہو کے یہ آگاہ ‏ ہو لیا ساتھہ اوسکے بھر کر آہ

وان کے رہنے سے اوسکو کام تھا ‏ وہ گلے اوسکا کچھہ مقام تھا

جس سے جی کو کمال ہو الفت ‏ جس سے دلکی درست ہو نسبت

جنبش اوسکی پلک کو گردان ہو ‏ ولمین یان کاوش نمایان ہو

وان اگر ہو شکست کا سو باب ‏ یان رگ جان کو ہووے پیچ وتاب

وان اگر پاؤن مین لگے ہے خار ‏ دل سے یان سر نکالی ہے یکبار

یار کو درد چشم گر ہووے ‏ چشم عاشق لہو مین تر ہووے

چاک دامن ہین وان پئے زینت ‏ یان گریبان ہے چاک گل کی صفت

وان دہن تنگ یان ہے دلتنگی ‏ حسن اور عشق مین ہے یکرنگی

دست افشان دیا ہے گو یان یہ ‏ تہا محافہ کے ساتھہ گرم رہ

نازو خوبی نے دل دیا نہ تجھے — رحم سے آشنا کیا نہ تجھے

اب تغافل نکر تلطف کر — حال پر میرے ٹک تاسف کر

گوش زد دایہ کی ہوئی یہ سخن — تھی وہ استاد کار حیلہ و فن

پاس اوسکو بلا تسلی کی — وعدۂ وصل سے تشفی دی

کہا اے ستم دیدۂ غم دوری — ہو چکا اب زمانہ مجبوری

زار نالے نکر شکیبا ہو — عشق کا راز تا نہ رسوا ہو

دل قوی رکھہ نہ جی کو کاہش دے — چل کوئی دم کو داد خواہش لے

سخت دل تنگ تھی بہ غیرت ماہ — قطع تجھہ بن نہو سکے تھی راہ

گرچہ یہ حسن اتفاق سے ہے — اوسکی بھی جذب اشتیاق سے ہے

تریانے سے دل کشادہ ہوا — نشۂ دوستی زیادہ ہوا

بزم عشرت کرینگے باہم ساز — ہو جو اب اپنے دوست کا دمساز

دیکر اسکو فریب ساتھہ لیا — دل عاشق کو اپنے ہاتھہ لیا

لیک در پردہ اون نے یہ ٹھانی — کیجیے اس سے خصمی جانی

یہ تو دل فتۂ محبت تھا — سخت وارفتۂ محبت تھا

وقت نزدیک تھا جو آ پہونچا — تا سر آب پا بپا پہونچا

بے خبر کار عشق کی تہ سے / جست کی اون نے اپنی جاگہ سے

تھا سفینے مین یا کہ دریا مین / موج زنجیر ہو گئی پا مین

کھنچ گیا قعر کو یہ گوہر ناب / تھی کشش عشق کی بگر تہ آب

کتنے ہین ڈوبتے اُچھلتے ہین / ڈوبی ایسے کوئی نکلتے ہین

ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے / غرق دریاے عشق کیا نکلے

عشق نے آہ کہو دیا اوسکو / آخر آخر ڈبو دیا اوسکو

جب کہ دریا مین ڈوب کر وہ جوان / کہو گیا گوہر گرامی جان

دایۂ حیلہ گر ہوئی دلشاد / وان سے کشتی چلی برنگ باد

خارخار دلی سے فارغ ہو / لیگئی پار اوس گل نو کو

یہ نہ سمجھے کہ عشق آفت ہے / فتنہ سازی مین اک قیامت ہے

خاک ہو کیون نہ عاشق بیدل / کام سے اپنے یہ نہین غافل

وصل جیتے نہو میسر اگر / لاے معشوق کو یہ تربت پر

یان سے عاشق اگر گئے ناشاد / خاک خوبان بہی ان نے دی برباد

قصہ کوتاہ بعد ایک ہفتہ / آئی وہ رشک مہر خود رفتہ

کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ / ہو گیا غرق وہ فرومایہ

جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہے ۔۔۔ عاقبت اسکو مار رکھتا ہے

جذب سے اپنے جب کرے ہے کلام ۔۔۔ عاشق مردہ سے بہی لے ہے کام

صبح گا یان وہ غیرت خورشید ۔۔۔ اس جگہہ سے روان ہوئی نومید

پہونچے نصف النہار دریا پر ۔۔۔ روئے بے اختیار دریا پر

حد سے افزون جو بیقرار ہوئے ۔۔۔ دایہ کشتی مین لے سوار ہوئے

حرف زن یون ہوئے کہ اے دایہ ۔۔۔ یان گرا تہا کہان وہ کم مایہ

موج سے تہا کدہر کو ہم آغوش ۔۔۔ تہا تلاطم سے کس طرف بیہوش

تجہکو آیا نظر کہان آ کر ۔۔۔ پہر جہوڑو یا تو کس جگہہ جا کر

مجہکو دیجو نشان اوس خاک کا ۔۔۔ مین بہی دیکہون خروش دریا کا

ہون مین نا آشنائے سیر آب ۔۔۔ نا شناسائے موجہ و گرداب

لجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہین ۔۔۔ گہر مین ہم نام سنتے رہتے ہین

ہین میسر کہان یہ سیر عبور ۔۔۔ اتفاقی ہین اس طرح کے امور

لیک ہین گرچہ دایہ تہی کامل ۔۔۔ لیک تہ سے سخن کی تہی غافل

یہ نسمجہی کہ ہے فریب عشق ۔۔۔ ہے یہ مہ پارہ ناشکیب عشق

بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف ۔۔۔ یان ہوا تہا وہ ماجرائے شگرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

واں در و دیوار سے سب نے کام لیا	آخر انکو اسیر دام کیا
نکلے باہر وے لوے ہوئے نکلے	دونوں دست و بغل ہوئے نکلے
ربط چسپاں بہم ہویدا تھا	مر گئے پر بہی شوق پیدا تھا
ایک کا ہاتھ ایک کے بالین	ایک کے لب سے ایک کو تسکین
جو نظر ان کو آن کرتے تھے	ایک قالب گمان کرتے تھے
کیا لکھوں مل رہے تھے وصلی وار	ہم دگر سے جدا ہوئے دشوار
کیوں نہ دشوار ہو جدے الفصل	جان دے دے ہوا ہے جنکا وصل
حیرت کا عشق سے مردم	شکل تصویر آپ میں ہے گم

مقولہ شاعر

میر اب شاعری کو کر موقوف	عشق ہے ایک فتنۂ معروف
قدرت اپنے جہاں دکھاتا ہے	اسے جو تو کہے سو آتا ہے
کتنی وسعت تری بیانیں ہے	کتنی طاقت تری زبانیں ہے

لب پہ اپنے خامشی بہتر
یاں سخن کے فراموشی بہتر

تمام شد

۵۴۱

[illegible]

اگر ٹک بھی اٹکا تو مارا گیا — پھرے سیکڑون پھاند چارا گیا

وگر سرکشی سے کی استاد کی — تو پیشین آئی اک طرفہ افتاد کی

پچھاڑا ایک ہاتھی مقابل ہوا — بزور آمد و شد کا حایل ہوا

جہٹے دونون وے دیو سید پلید — اٹھا شور محشر بیابان مین

جہان دونون فیلون کے تو سر بھڑے — شتر مرغ سحروان سبھو پرڑنی

جو اس مار کھاتی یہ اکڑا رہا — کیے روز رسون سے جلد ارا

رہے کسطرح پھٹ گیا تھا جگر — ہوا وہ پھرین لہو موت کر

وگر سرکشی سے نہ اپنے ہٹا — نہ میدان مین ٹک دبا ٹک گھٹا

اشارہ ہوا او سکے چوزنگ کا — سبھون کو ارادہ ہوا جنگ کا

برسنے لگا مینہ تیرونکا زبس — ہوا فیل باران کا جنگل مین شہو

لگے پڑنے بجلے سے تیغ سیاہ — پریشان ہو جیسے ابر سیاہ

نہایت وہ ہاتھی ہوا لخت لخت — گرا یون کہ جون پارہ کوہ سخت

رکھا لاکے لشکر مین اشناسی اُ — سر اسکا کٹا لاکے بیچ سپاہ

رہے تکتے اس دن عجب سب ہے تہ — سر فیل ہے یا سر شب ہے یہ

اگر دیو ہین سرگرانی کے ساتھ — نہ اس تیرگی و کلانی کے ساتھ

ہوا حائل راہ بحر عمیق | کہ ہو وہم ساحل پہ جسکے غریق
قریب آ کی اُتری پہ خائف تہی فوج | کہ بیڈول اُٹھتی تہی ہر ایک موج
مہیب اور آلودہ خاک آب | بعینہ پہٹی آنکھہ تھا ہر حباب
غضب بحر خیرے بلا جوش پہ | تلاطم قیامت لیئے دوش پہ
چلے بس تو کچھہ کوئی چارا کرے | مگر دیکھہ ہی کر کنارا کرے
تردد میں ہر اک کہ ہوں کیونکر پار | کنارے پہ سرگشتہ گرداب وار
رواں آب ایسی روانی کی ساتھہ | کہ جوں رفتگی ہو جوانی کے ساتھہ
لگے پاؤں چلنے جہاں شور تھا | کہ کم آب میں بھی بڑا زور تھا
تامل سے اقبال نواب دیکھہ | توقف کیا پہلے تو آب دیکھہ
پھر اس پار جا کر اشارہ کیا | کہ لشکر نے دو میں گذارا کیا
شباشب اترنے لگے لشکری | نہ جوش آب کا وہ نہ ویسی تری
وہ سوتا جگاتا تہا جس کا خطر | اٹھا شور سے فوج کے چونک کر
نشہ اسکے سر سے اتر سا گیا | چڑہائی سی لشکر کے ڈر سا گیا
کچھہ اک ناؤ میں کچھہ شجر کاٹ کر | شتابی سے دریا کتیں پاٹ کر
اترنے لگا لشکر بیکراں | لدان ناکران تہا یہ محشر عیاں

بازقدم رنجه فرمودن آصف الدوله بهادر روز دیگر برای شکار

چلا پھر بے نواب گردون شکار
اسد باؤ کے گھوڑے پہ ہو سوار

روانه ہوئی موج دریا مثال
نہنگون کی اب کھینچ جاوے گی کھال

گیا شور تا آسمان بہرین
ہوئی گرد افواج گردون قرین

زمین ہو گئی جا بجا خوف و خطر
فلک کو لگے دیکھنے شیر نر

چھپا اسکے دریاے فوج گران
اُتر یا تھیون کی گئین مستیان

دبے چپ لگا چلنے بھیڑون کا جال
پریشان ہے گرگ بغل زن کا حال

پلنگون نے کسار سے راہ لی
نہنگون نے دریا کے جا تہ لی

بچہرے ہو تیتر دام سے چھپ گئے
کشف نیچے ڈھالون کے گھبرا گئے

دریدے پرندے پریدہ چھپے
گزندون کے منہ گرد نیچے ڈھپے

تلف جانور ہین جہان کے تمام
گوزن اور گورا اور آہو کہان

رہے گورکیسا شاخ و نکسو غزال
شترلال ہین ہین کیا شجر کیا نہال

شغال اور روباہ و خرگوش سے
نہین بحث کچھ بے ہین بیہوش سے

غزل

مچھلا آ گھیرون سے کے تھے مردکار
ہوئے مالک الحزن چندین ہزار

ست دام پانی کی جانب جھکے
کھڑے رہ گئے رو و کیا کر سکے

تھنگ سو لنس گھڑیال سے رہ گئے
مگرمچھ پچھتا تا کدہر بہ گئے

نہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہے
تمام انکے لوہو سے سرخ آب ہے

عجب روغن قاز ملتے تھے یار
کہ قازون کو لیتے ہوا مین سے مار

منگاتے تھے بطخ کے جو نظریف
سو وہ جو پڑے اب پھینک دیں جو حریف

ہوئے کتنے اقسام ماہی شکار
نہ آوے قسم کہا دیں اعتبار

مگر مرگ ماہی تھے جالون کے بیچ
کہ یون مچھلیان سب نکالیں اُلیچ

نہ ارشب سے جنگل مین نے سو سما
کوئی بد و ہی کیا کہائے پھر وہ گا

کلانگونکی الٹی گئی صف کی صف
ہوئی تپ مین قمری بھی تلف

نہ جیسے گئے سبزہ کہا کہا کی چیت
بنرہی و بسے ہے لگے کستو نہین کہیت

بٹیر اور تیتر کا ہے کیا شمار
کہ باز آ گئے جھڑے کرتے شکار

ہوا زرد سیزک بہت دلمین ڈر
سمند مو ہوا گرد سے شانہ سر

خطر تاک تہا وحشت کیا کیجئے مور
دبا یون پڑے جیسے دبتا ہے چور

نہ پاڑہا نہ نیلہ نہ چیتیں کوئی
سنہون مین جو دم تھے گیا جل کوئی

نہ پر تھا نہ پرزانہ بازو نہ پا
کبھون نے کبھی پوچھا نہ یون تھا یہ کیا

نہ زر روہی کو دیکھا نہ پایا کپوت
نکالا ہے لوگون نے پانی سے دود

سپہ کے بلا ترک تازی ہے
نہ سار ہن کی وہ سرفرازی ہے

کماندار مردم سے چارا گیا
کسو کیت پہ مفت مارا گیا

نہ جو فیل وحشتی کی مستی گئی
وہین ہٹ گیا اسکی ہستی گئی

سنا نو نکی نوکون پہ پھرٹ گیا
وہ کوہ گران سنگ سب چھٹ گیا

بہت بالو چھوڑ آ گھر سے گئے
لگے مون بہت جل گئے مر گئے

اگر بن ہے گویا بنا ہے اسے
کہ ہے قصد وانکا تو کیونکر گسے

مگر زور سے کچھ نکلتا ہے کام
بہت رنج کھینچے سے چلتا ہے گام

خریدار و ستارہ سر خار بن
زمین پر رکھو پانو کانٹونکو چن

کئے گام یون راہ چلنا پڑے
پھر اس وا مگہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پر خار ہے
کہین جھاڑ بوٹا کہین خار ہے

اگر اسمین پانے نظر پڑ گیا
کنارے پہ اوسکی یہ چڑھ کد گیا

ہوا حال اپنا پریشان بہت
پھرے مضطرب اور حیران بہت

ترائی جو وانسے گذرنا ہوا
کہار ونکے سر چڑھ اترنا ہوا

قنات اور تنبو پر سب سے گرے — کوٹھے سے جو کندے لے اٹھ سب گرے
بھرا پانی لشکر میں پھیلا ہوا — اگر فرش و بستر تھا پھیلا ہوا
ہوا سرو از بس ہوئے ایکبار — کلیجونکے ہو ٹوٹے برچھے پار
پھرے باو سے لوگ منہ ڈھانپتے — جگر چھپا تیون مین رہے کانپتے
رہا ایسی سردی مین کچھ ہر شکار — ہوئے لوگ خیمونکے اندر شکار
بہت پیر جب جی کو تجنے لگے — جوانونکے بھی دانت بجنے لگے
تہ میغ خورشید پنہاں ہوا — نہ نکلا مگر روے جانان ہوا
بہت اسپ اشتر موئی پانو پیٹ — نکالا انہیں خیمہ گہہ سے گھسیٹ
غزل میرجان کوئی موزون کرو — تامل کرو دل جگر خون کرو

غزل

وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو — انداز یک نگاہ سے مارا ہزار کو
چلنا پڑے ہے رکھکے قدم تیغ تیز پر — کس کس ہوس سے کاٹئے اس رہگذار کو
اوڑنے لگے ہے باد مین تو جان گذار ہو — خجلت ہے اسکے زلف مین پیچ تیر مار کو
سو بار منہ چڑھاتی ہے کچھ بولتی نہین — یہ بات کیا چھو ہو کے اپنی بار کو
آتا نہین نظر کہ حصول امید ہو — کیا تمام تمام رکھیے دل بیقرار کو

شغال اور خرگوش و ہم روبہان
شکاری سگون نے کئے نوش جان

ہوا پر چڑھے مرغ پروازمین
گرے سیکڑون ایک آوازمین

بہت جانور کہا گئے کر کباب
ہوئے آشیانے ہزارون خراب

جواصل تہا کیا جو کہون تہا کہین
کہ تعداد کشتونکی پاتے نہین

بہت مضطرب جہکتیون مین پہرے
سلامت نہ آخر گئے جو سر سرے

انہون ہی مین سیمرغ بہی تہا مگر
کہ پر مارتا ہے نہین کوہ پر

نہین فیل مرغ اور شتر مرغ اب
کہ بازونکے طعمون کے کام آئے سب

کسو بن مین تہے نیستان و رگاس
چلے راہ وان سے النگتے تہی سانس

برس مینہ دو دن مین کہل ہی گیا
و لیکن ہے کہر المطیفہ بنا

کہ اندہیر تہا جیسے ظاہر ہو دود
ہوئے ہونٹہہ سردی سے سبکے کبود

بلا دہوم سے کوئی گہبرا پڑے
جنہین دیکہو وہ کانپتے ہیں کہڑے

ہوا سر دہو کر گئے جان مار
اٹہایا بڑا لطف سیر و شکار

دل اس دود تیرہ سے گہبرا گیا
کہین آگ دیکہے تو جی آ گیا

یہی چال تہی ایک دو چار کوس
ہوا ٹہنڈی ٹہنڈی پڑی لیچی اوس

کسو کوہ کے پاس نکلے جو راہ
گئے کوہ کی تیغ تک کم نگاہ

نکلتا ہوا کھینچ کر یہ عذاب — سلا پیشتر ایک تہ وار آب
روان تہا کسو کی طرف تند و تیز — ہوا اسکے چلنے کی تہے بیش خیز
حباب اسکا چشمک زنان موج پر — کہ یون گرم جاتی ہین اہل نظر
طلبگار رکہتے نہین ساو گے — نہو جون گہر ایسے استاد سے
کنارے پر اسکے اترنا ہوا — وہ بالا ہونے ٹہنڈ مرنا ہوا
نہ کہتے تہے جون رند مفلس لباس — نہ ان سے ہوا انہو جامی کا پاس
غزل کہنے کی یہ بہی جا خوب ہے — جو اچہی ہو موزون تو کیا خوب ہے

غزل

حیف اس شکار پیشہ کو ہمسے خبر نہین — ہم ہین شکار خستہ ہمارے جگر نہین
ہم خاک منہ سے ملکے پہر جیسے آ رہے — افسوس ہے کہ وہ دل یار ادہر نہین
آنکہین نکال اسکی قدم کے تلے رہین — تو بہی ہمارے حال پر اسکو نظر نہین
کیا کیجیے جو نہ کیجیے انداز دام کا — گلزار کے تو قابل پرواز پر نہین
نکلی پڑی ہی ہے میان سے کا اسکے مو کی — لاگ اسکی تیغ تیز کو ہمسے اگر نہین
سر رکہکے لگے تیغ تلی مر چلو شتاب — یا ان وہ ہین چیٹ پٹ کے مرنا مگر نہین
آنکہین ملین اسکی راہ پہ جون نقش پا بزار — پہر میر اسکو کچہ سر سیر و سفر نہین

قریب ایک میسا پہاڑ تھی وان — لگا اسسے کم کم تھا آب روان
پہاڑ ہی کہ تودا کہوں خاک کا — کہ انبار تھا خار و خاشاک کا
محاذی تھا اس کوہ کی ایک دشت — کہ دشوار تھا اسمین آدم کا گشت
ہوا بد بہت اور پانی سے لگے — قدم راہ چلتے ہوئی ڈگمگے
چلے باد تو اک ہو حشر ہے شور — گڑے پاون دامن کو کھینچے بزور
فقط خار بن کیا کہین پہاڑ تھا — کہ بوٹا بھی وان جھاڑ جھنکاڑ تھا
چلو ہے چلو ہے پہ چلتے نہین — کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہین
نہ ٹوٹین شجر کہین نہ کانٹی کہین — مگر پچھلے پاون ہی رہرو ہٹین
کہین ہاتھی آیا ہے بڑ کا ہی اونٹ — کھڑے لوگ پیچھے مین لوہو کی گھونٹ
کہین ہنکے انفار سرگرم جنگ — کرے ٹھوپٹل کا عرصہ ہی تنگ
قیامت ہوا ہر سر ہر قدم — چلے کوئی کیا رکھکے سر پر قدم
کہین بچ کے نکلے کہین جھک کے چلے — کہین مضطرب تھے کہین رک کے چلے
اسی طور منزل کو کر قطع راہ — پہنچتے رہی ہم بحال تباہ
شجر جمع تھے پیش کوہ سے — فرود آیا اسجا پہ انبوہ سے
زمین اونچی نیچی خشونت بہت — اسی سے تھے وان کم سکونت بہت

غزل

۵۵۰

کہیں بید کے برگ خنجر گذار — کہیں پا نہر کھنے دین سر تیز خار
تنک دو درختوں کے ادھر ہوئے — نیستان پہرڈہی پہر تو ہوئے
اگر بید آئے تو بن بید یاف — نہ آئی نظر دور تک راہ صاف
اگر بانس تھے وان تو تھے وحشت — کہ دشوار تھا دو قدم کا بھی گشت
کہیں چار نالے اترنے پڑے — کنارے پہ دو دو گھڑی تھے کھڑے
رہا ہر قدم گرنے ہی کا خطر — چلے دو قدم راہ پائے اگر
بہت لوگ وحشت قلم کو گئے — بہت اسپ و اشتر عدم کو گئے
لگے ہاتھ فیلان وحشی کی راہ — ولے ڈر نہ و فیل کوئی سیاہ
نہ تھی ملا کوئی بارے نہ شیر — ہوئی خیر گو کہ ہوئے راہ دیر
شجر سر کشیدہ بہت گیا کہون — جو دیکھون تو پگڑی سنبھالے رہون
چنار ان درختوں کے تھے پائمال — سفیدار رکھتے تھے حکم نہال
اگر کوئی دریا چہ آتا ہے پیچ — تو لوگوں کے روندن سے ہوتا تھا کیچ
تل کوہ رفعت نمودار ہو — گیا آمد و شد میں ہموار ہو
کوئی گل زمین ایسے آگے نظر — کہ عالم نے اودھر لگائے نظر
کہیں سبزہ تر سے جی جا لگے — کہیں سرسون پہولی دلونکو لگے

غزل

ہوا خیمہ استادہ ایسی جگہہ — کہ آفت لگے دیدہ دانسے نگہہ

رواں دو طرف اسکے ایک آب کم — کہ دل کا لیے جائے سب رنگ غم

جہاں تک نظر کیجے مد نظر — ہوا موج زن کوہ کے تا کمر

نظر والونکے جی بہی گہلنے لگے — گرفتہ دل اس جا سے کہلنے لگے

وہ پانی چلا واسطے دریا ہوا — رواں گرم تہ سوے صحرا ہوا

بہا دامن کوہ مین سنگ پر — کیا سنگریزوں کو بے رنگ پر

کہ لوگ اونکو ناتہو نہین کہنے لگے — جواہر کے رنگون پر کہنے لگے

کراروں کا کیا عظم کیجے بیان — برابر کہڑے تہے وہ کوہ گران

انہین مین سے تہی راہ اس آب کی — وہین بہہ رہے تہے اسی آب کے

ہوئے دامن کوہ مین کچہہ مقام — سفر کے سبب مدت ہوشاید تمام

کوئی روز کہائے گی بہی سیر ہے — سبہون کے ہے معلوم پہر خیر ہے

جو اسمین کسو سیر کا دین نشان — نظر آدمی یا کوئی پیل دبان

تو اور ایک دو دن کے ہوتی سحر — وہ ہاتہی سبد ہے کہیے گا یا وہ شیر

شکار ایسا دیکہا ہے اس پار کا — کہ جارہ ہوا دشت کہسار کا

کوئی دیکہیے کب تک پہاڑ اور جہاڑ — نکلے جاتی ہے سے کہین یہ پہاڑ

ہپیے کیا وہ جادوگر نہو لے
کسو دشمن نے اسکا منہ کیا بند

نہین تھمتا ہے اب پلکون سے رونا
بہت خاشاک سے دریا رہا بند

ہمین منظور ہر صورتین ہے دید
کہلی ہو چشم جون آئینہ پا بند

نہین کام آتی اتنی تیز گامی
سمند عمر ہوتا کاش جا بند

زبر دستون کی کشتے ہوگئے پاک
انکا الاعشق زور آور کیا بند

یہی انداز باندہے ہین سے ناز
قیامت میر صاحب ہین او انہد

شکار نامہ

مکرر ہے نواب کو مقصد صید
بیابان پہنا در اب ہونگے قید

روان بحر لشکر ہوا موج موج
گئی چشم خورشید تک گرد فوج

بکار وصحاری پہ ہے عرصہ تنگ
ملکریان سراسیمہ ہین وان پلنگ

یہین بیٹھے ہین شیر ہری لباس
کہرین لوگ شاید فقیری کا پاس

چکاری ہرن دو نو اندیشہ مند
دلو نمین ہراس کمان و کمند

کہین گرگ راہی کو فکر گریز
نظر اید ہر او دہر گرسے شیر تیز

بنون مین ہے آشوب کو ہو نہین ڈر
بیابان وطن سارے ہو گرم سفر

شتر مرغ سیمرغ ابلیس ہراس | نہیں آتی کوہ شمالی کے پاس

غزل کہ ہے میر لطف ہوا
بیاباں خوش آئندہ و خوش فضا

سبزہ ہے آج کچھ فصل بہار بھی ہے | سرگرم جلوہ دیکھیں پہلو میں یار بھی ہے
یہ تو نہیں کہ ہم پر ہر دم ہے بید ماغی | آنکھیں کہاں ہیں تو تو تیغیں پیار بھی ہے
گل ہنستا رہیگا ہنس کر کبھو چمن میں | پر ہم بغل ہے بلبل و سکو قرار بھی ہے
ہوں عہدگاہ میں تو پھر یوں ہی جاتا سوختہ | کچھ اضطراب ہے سے کچھ انتظار بھی ہے
جوں صبح ہم بغل ہوں یا پاس کہہ سے | دریا کی سیر بھی ہے بوس و کنار بھی ہے
ہم جبر لیتے کیا ہو بیعت و پادعا گم | کہنے کو گفتہ میں تو کچھ اختیار بھی ہے
کیوں اس سبو کے ساتھ پکشو تنک بھی تو | شمع و چراغ و شعلہ برق و شرار بھی ہے
جانا مسلم آیا اس خاکداں سے گو پھر | مشکل گذر ہے رستا گرد و غبار بھی ہے

دل تنگ میر کیوں ہے سیر و شکار کی تو
دریا فضا ہوا ہے سیر و شکار بھی ہے

اٹھا فوج میں سے یہ گرد و غبار | کہ منہ پر تھا خورشید آئینہ دار
فلک گرد ہی سے تھا دیو النسا نمو | سماں شب کا رکھتا تھا ملک شہود

بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر — بہت آئے لشکر میں ہو کر اسیر

لڑے ہاتھیوں پر جو ہو کر شکار — ہوئی بوجھ سے پشت فیلاں فگار

کئے گم ہو گیند مہرے اپنے حواس — کھڑا ہو رہا آکے بھینسونکے پاس

کہ بھینس اسکو بہی جان کر لشکری — چلے جائیں صرصر نمط سر ہلا

نہ چھوڑا ہے طیر ایک عصفور تک — نہ وحشی سے گئے اور لنگور تک

لگی جا کے شاہین و ستور پون — پڑے بکھیوں میں کہیں گرگ جون

کلنگ ایسے بازوں سے آئے ستوہ — کہ کابل سے آکے گئے صد گروہ

نہیں قوچ سر زن نہ ایل نہ رنگ — ہوئے تیہو یا صید کیا بیدرنگ

غضب کر گئے چرخے تواب کے — اڑا کہا گئے خیل سرخاب کے

نہ تک لگ گئے تیز رہ دشت میں — نہ غمخوار کا یا نظر کشت میں

سبھوں میں جو تھے قاز سار سرس — ہوئے صیدیوں جن پہ آیا برس

جو اصل کو ہوتا اگر حوصلہ — تو گرتا نہ کھیتوں میں بیہودہ وہ

کہیں سارے طاؤس مرتے گئے — ادہر لک گئے اسنوس کرتے رہے

کہیں جی او ٹے تھے زمین بعد مرگ — نہال اسکے خوش قد بسیار جب

نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھے — نظر جا ہے جس جا تلک سبز تھے

555

چلے ہر طرف اب جو آ کر تفنگ | نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ
لگی آگ جنگل مین چارا گیا | بن آ گئے نہ کچھہ مفت مارا گیا
سوا چھڑہ کوئی تو جون شیر سنگ | نہ شیری دلیری نہ چھری پہ رنگ
لگی گولی پڑنے نہ پھر چل سکا | نہ جا کہہ سے اکسا نہ تک ہل سکا
چلے ہم جو بہراج سے پیشتر | ہوئے صید دریا کے وان بیشتر
بھرے فرط ہی سے تو دریات شہر | کہے تو کہ سوتے گئے رود و نہر
کہسے گولیونسے مگر بیشمار | رہے سو لنس گھڑیال چندین ہزار
جو کچھہ زخم پانی مین لیکر گئے | وہین بھکے ناسور مر گئے
لگا کہنے باخا سر اپنا جھکا | کہ پانی تو جالون سے سارا رکا
اگر جائے تہ کو دھس جائے | تو گڈگا رتیے سر تو پھنس جائے
عجب مخمصہ ہے بچے کیونکے جان | یہی موت ہے سوجھتی ہے ندان
جواب اسکا گھڑیال نے یون دیا | گھڑی ایک دو کا ہے قصہ رہا
پڑی سر پہ بجتی ہے فرصت نہین | پھر اسکو سمجھنے کا اب کیا کہین
تحمل ہو کچھہ بھی تو تدبیر ہو | کہین کیا اگر یو نہین تقدیر ہو
کوئی دشت یکدست نیزار تھا | رکھے وان قدم پانون افگار تھا

غزل

لطف سخن سبھی پری میں رہتا نہیں ہے پھر
اب شعر ہم پڑھیں تو وہ شد بد نہیں

کسو ایسے بن سے نکلنا ہوا
کہ کوسوں تلک اُسمیں چلنا ہوا

کشیدہ قد اس بن کے سارے درخت
چمن کے سے نوبادگان سبز بخت

برابر برابر کھڑے سر بسر
پھرے دیر اودہر کو جا کر نظر

پڑی چل کہ آیا ترا کم بہت
ہراس اُسمیں جا کر ہوئی کم بہت

کہیں راہ نکلی تو چلتے پڑے
رہے پاؤں تپ تل بہت جان کھڑی

کہ شاخوں نے جھک جھک بلائی تھی سر
بہت آگے جا جا کے آئی تھی پھر

وہی راہ درپیش کثرت کی تھی
قیامت کی اوپر قیامت ہوئی

سروں پر اودہر توپ آئی چلی
چھٹی تھی اودہر کو تیغیں کھلی

کہیں اسپ و اشتر کہیں فیل مست
زمیں تا بہ سر گام بالا و پست

گذر جسطرح اس طرح سے کیا
روندوں نے خون جگر ہی پیا

وہیں بیچ آیا میں ناصرا
کوئی دیکھتا بیچ اٹھا ناصرا

سواری سے مجھکو ندامت ہوئی
کہ چاروں طرف سے ملامت ہوئی

لگے کہنے آیا فرنگی کہاں
کہ چھپانی کی رسم چھوڑی یہاں

چنانچہ [illegible] اک میانا [illegible] رادو [illegible]
[illegible]

کون وہ ایسا ظالم تہا استاد فن عیاری کا — اتنے سن مین جن نے تجھکو ویسے فریب سکھائے ہین

میر مقدس آدمی ہین تہی سحر بکث میخانے مین
صبح جو ہم بہی جا نکلے تو دیکھے کیا شرمائے ہین

گیا ایک تالی سے ہمنے گذر	ہوئی جا قیام اس پہ چشمہ دگر
گرے گاڑی چھکڑے پیادے سوار	کہ مقصد تہا سب کا عبور یکبار
گذارا جو فیلون کا پھیلا ہوا	ملا خاک مین آب پھیلا ہوا
تو ٹک لگ پہنسنے دلدل کی بیچ	کہ نالے کا پانی تہا یکدست کیچ
پہنسے گاؤ اشتر گرے بار خر	ہوئے اسپ و اشتر بہی زیر و زبر
اگرچہ بلندی تہی وہ جا تمام	ہوئے ایک ریلے مین دونون تمام
ندیکھی تہی آگے کبھو یہ سمین	ولیکن خدا نے اوتارا ہمین
سلامت رہا اپنا اسباب سب	رہے لوگ لشکر کی کرتے عجب
چلے وان سے آگے نہٹڑ یلا ملا	کیا ان ذیک ایک کو وہ دلا
عجب راہ پرخوف مشکل گذار	نہوتے تہے معلوم ہاتہی سوار
خطر شیر کا شور رہنگاہ کا	عجب وان کی جانے کا غم راہ کا
کہ جا تو زمین کچھ ہویدا نہ تہی	کہین دو سمین پک ڈنڈی پیدا تہی

غزل

[illegible]

غزل

روتا ہوں میں کہ ربط سے تھی شدید جیسے
جیوں ابر میر اب کے غم عشق چھا گیا

جو نقش روزگار کے صفحے سے محو ہو
صورت پہ پھر نہیں ہو تماشا گیا

ہستی مری کہ ہیچ تھی میں منفعل رہا
اس شرم سے ندان زمین مین سما گیا

داغ دل خراب شہونکو چلے سے میر
عشق اس خرابی مین بھی چراغ اک جلا گیا

چلے صبح کو دامن کوہ کو
تماشا کنان فوج انبوہ کو

درختو نمین چلنا تو دشوار تھا
دلہ راستہ بھی قدم دار تھا

گذارا ہوا یو نہین اک دو کوس
ٹیلے پہ ہنگامہ آرا تھی اوس

نیستا نمین چھپتا تھا گھوڑے سوار
اگر ہو تو وان شیر کا ہو شکار

نہ ہتی تھی سو شیر زہ بھی وان
نہ ہاتھی کی پاؤن کا پایا نشان

ٹیلے سے کیلے کا جنگل ملا
پھر آگے وہین پہ جو جنگل ملا

عجب کشمکش درمیان آ گئی
بہیر اک بلا تھی جہان آ گئی

نہ بلنے کو جا تھی نہ چلنے کو راہ
سرون پر کھڑے اسپ و فیل سپاہ

خطر فیل و کشتی کا ہر ہر قدم
گئے شیر کے سر قدم پر قدم

کنار آب کے لوگ اترے تمام
ہوئی دامن کوہ میں کچھ مقام

کنارے کنارے ہی اس کے راہ
چلی جاتی ہین گو نہو وے پناہ

جہان تشنگی سے ہے آب و خراب جابجا
کہیں دیکھیں گے جو نظر آئینگے

جبین سے ہوئی ظاہر آثار آب
برسنے لگا قطرہ قطرہ سحاب

کہیں پر نہیں کچھ ہوا کا ستم
کہیں گرگ وادی کو بھی ہے یہ غم

کہیں ایسے سنگلاخ ہین حیوان دشت
کہ ٹکڑے کرو تو نہوں گرم گشت

نہ نکلے ہے یا تہی تو بولے ہے شیر
کوئی یوز پکڑے ہے سو بعد دیر

اسد یکطرف تھا یوز یکسو رہے
عجب یہ ہے باندھے گئے اژدہے

نپوچھو کچھا دور کار شکار
نہ اب دشت و در مین تھا ہے نہ مال

شکار افگنان راہ کرتے تھے طے
سلے جاتے تھے خاک مین دشت کے

نہ ہیرون کو جنگل مین طاقت ہے تھا
نہ مگرون کو پانی مین فرصت ہی

اسد مارے جاتے تھے سگ کی شال
نہ ہے آہو تھے یوز و گرگ و غزال

ملا ایک چھپڑ اگر یا گڑھا
تو کثرت سے نوبیرہ پانی چڑھا

بہت مشکلون سے کیا ہے عبور
کہ یک گام راہ اور سو سو فتور

غزل بحر کامل مین تحریر کر
کہ اوڑ جاوے میر اس بحر کی تہ

غزل

٥٦٠

غزل

مددگار تھے حضرت زندہ فیل	پکڑ لاتی تھی لوگ تب زندہ فیل
بحیرہ نہ دریای اعظم سی کم	اٹھاکرتی تھیں لجّے نظمی بہم
ہر اک موج اسکی سمندر کی لہر	کنارے پہ گرداب غرقاب قہر
سیہ جنگل اس جھیل کا اس پار آر	درختون کا انبوہ نکلا کاس
اسی بن مین شیر اور یوز و پلنگ	اسی بن مین گور و گوزن اور رنگ
اسی بن مین ہاتھی وہین کرگدن	وہین فوج سرزن اور ہین ہرن
اسی بن مین لنگور بندر بھی تھے	وہین ایک دو ہم قلندر بھی تھے
اسی بن مین بارہ سا وہین نیل گاؤ	اسی بن مین یہ صید بندے کا چاؤ
اسی بن مین تھے حضرت بو حمید	اسی بن مین سناسی انکی مرید
اسی بن مین تھی خوک جاسوس رنگ	کیا اس سور بین نے لوگون کو تنگ
اسی بن مین رہنا اسی بن مین راہ	وہین شام کا حسن لطف پگاہ
اسی بن مین وہ جھیل گہری بہت	ہوی صید بری و بحری بہت
وہین مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر	ولیکن نہ کہاتا تہا ہو کوئی سیر
کہ اس آب کا ہضم دشوار تھا	کہ جون آب شمشیر دم دار تھا
شغال اور خرگوش جب سیر گئے	شکاری سگ انکو اچک لی گئے

نواڑونکی سیرو میں ہر شام گہہ — وہی سیرگاہ و وہی دام گہہ

وہیں صید ہوں مرغ و ماہی تمام — مقام ایسے ہو دیں تو کرے مقام

ہوا خیمہ آکر جو نواب کا — فلک سا ہی تھا فرق اس آب کا

ہوا ہوتا دان کاش دواب پر — ہوئی جیسے شائستہ شیر پر

عجب سب سحر کی روشنی صد عجب — کہ دیں تھے بھرتا دیں وہی بھر کے سب

جدا ہو دیں تو غنچہ غنچہ چراغ — کہ جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ

دری روشنی شعلہ انگیز نار — تھی سطح پانی کا آئینہ وار

ہوئیں کشتیاں کچھ دری سے بہی — چراغوں سے سو جو نکو کوچے بہی

حبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب — حبابی تھا آئینہ سب سطح آب

ہوا دار چرخ چراغ انجم تھی شب — دلوں سے وہ پھیلاؤ پانی کا سب

غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ — لگا وہ ہر گویا کہ پانی میں آگ

غزل میر کوئی کہا چاہیے — کسو تو زمیں پر رہا چاہیے

غزل

کب آوے گا کیا جانیے وہ سرو قامت — ہمارے تو سر پر ابھی ہے قیامت

ستار سفر ہے اشارت اسی سے — کہ تھوڑا سا ہے یاں ہر وقت اقامت

تقاضا ہی غزل اک رباعی کہو — سخن آگی موقوف چپکے رہو
بہت کچھہ کہا ہی کرو میر بس — کہ اللہ بس اور باقی ہوس
جواہر تو کیا کیا دکہا یا گیا — خریدار لیکن نہ پایا گیا
متاع ہنر پہیر سے لے کر چلو — بہت لکہنو مین رہے گہر چلو

غزل

کرو تامل کہ جہان ہم ہین سنا ہمین ہے غمونکی بارے — جو کچھ بہروسا جنون پہ تہا سو شکیب و تاب و توان سے ہارے
ہوئی ہین غایت قیامت سے تو کہو جگر تک کئی ہین کہ — جو تنگ بہی دیکہو وہ عشق سے ہے براحت سکو دکہا وہ نزارے
ہماری آنکہین ہین اتنی کہ اب ہو دریا محیط عالم — کہین کہین جو رہین ہین مردم سو ڈوبے ہین دیدۂ کنارے
کرین تحمل سو کب تلک ہم مدام ہوہو ہمیشہ غش سے — گئی ہے طاقت لہو تسلی نہین ہے آیا جگر ہمارے
کبہو سر دن پہ ہے تیغ نالہ کبہو سنان فغان جگر پر — کسو کو منہ کا کچہہ بہی حاصل گئے ہین جی تن کو وقت بارے
بہری تہی آتش کہانکی یار شبان جہگر بین کہ نصف شب کو — لگا جو رونے تو جا کی آنسو بہری مژہ سے گرے شرارے
قبول عشق محبت اتنا ہوا ہے اکے میر قابل — مدام جاتی کہائی دو دن بہن کبہو نہ آئی کہا کر آرے

رباعی

چلنے کو ہوئی بائی سے ہم جو کرے — مل چلنے کے اتفاق بہتیرے چہرے
مجنون نے کہا تہا مین بہی آتا ہون میر — آیا نہ رہی راہ مین ہم دیر کہڑے

تمام شد مثنوی مسمی صید نامہ

۵۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان کدخدائی نواب آصف الدولہ بہادر

ہے جہان کہن تماشا گاہ — آصف الدولہ کا رچا ہے بیاہ

آؤ ساقی کہ کدخدائی ہے — طبع نواب ادہر کو آئی ہے

دل خوش احباب و شاد شہر ہوئے — بستہ آئین و دراستہ ہے شہر

نئے سر سے جوان ہوا ہے جہان — عیش و عشرت کی ہو خورد و کلان

ہر طرف شور ہے آرائش — رہروان کی نہین ہے گنجائش

شیشہ باز فلک ہے آتش باز — کہکشان سے ہوا ہوائے ساز

راہ و رستے ہوئے ہیں باغ و بہار

آؤ ساقی کہ جمع ہیں احباب — سب مہیا ہیں عیش کے اسباب

لاؤ جون آفتاب ساغر زر

کچھ نظر ہے تجھے ہوا کی اور

وجد مین لاؤ می پرستون کو — یاد دی تک سرو دستون کو

آو ساقی کہ روشنی ہی خوب — محو آرائش آج ہین محبوب

کاغذین باغ کیا تماشا ہے — پہول کترا کہ گل تراشا ہے

نکی سے مشعلون کا ہوا پیدا — نور کا ماہ [illegible] پیدا

شیشہ شیشہ شراب ہی درکار — صحبت عیش کو جہکا یکبار

لالہ رنگ رخ نکویان کو — مایہ ناز خوب رویان کو

اوس پری کو نکال شیشی سی — رنگ مجلس ہین ڈال شیشی سی

ہو لی مست ہو تماشائی — حکم کشتی ہی سپہر مینائی

چہوڑ آئین بردباری کا — سیر کر لے ترک سواری کا

چل گلابی کو ہاتہ مین لے کر — ایک دم جام متصل دیوے

ہی سواری کی فیل کی وہ ہوم — جیسے ابر بہار آوے جہوم

آئی دولت سرا سی ہو کی سوار — لعل ناب و گہر ہین صرف نثار

اک مہابت کو ساتہ فیل نشان — آگی مانند کوہ زر کے روان

اور ہاتہی ہین جہومتے جاتے — جیسے آوین جوان مزہ ماتے

جل زر بفت کی ہی ساری شب — روکش انجم فلک ہین سب

غزل

وجد مین لاتو ہی پرستون کو	یاد دی ٹک سرو دستون کو
آو ساقی کہ روشنی ہی خوب	محو آرایش آج ہین محبوب
کاغذین باغ کیا تماشا ہے	پھول کترا کہ گل تراشا ہے
بکی سے مشعلون کا پھول پھرا	نور کا ماہ [illegible] پیدا
شیشہ شیشہ شراب ہی درکار	صحبت عیش کو چھکا یکبار
لالہ رنگ [illegible] گویان کو	مایہ ناز خوب رویان کو
اوس پری کو نکال شیشے سی	رنگ مجلس ہین ڈال شیشے سی
ہولی مست ہو تماشائی	عکس کش ہی سپہر مینائی
چھوڑ آئین بردباری کا	سیر کرے ترنگ سواری کا
چل گلابی کو ہاتھ مین لی	ایک دم جام متصل دی لے
ہی سواری کی فیل کی وہ جھوم	جیسے ابر بہار آوے جھوم
آئی دولت سرا سی ہو کے سوار	لعل ناب و گہر ہین صرف نثار
اک حمایت کی ساتھ فیل نشان	آگی مانند کوہ زر کے روان
اور ہاتھی ہین جھومتے جاتے	جیسے آوین جوان بدماتے
جل زربفت کی ہی ساری شب	روکش انجم فلک ہین سب

کبتک آئینے کا یہ حسن قبول — منہ ترا اسطرف کبھو بھی ہو
ہو جو تیرا سا رنگ گل کا ہے — دیکھیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو

ہے غرض عشق صرف ہے لیکن — شرط یہ ہے کہ جستجو بھی ہو
سرکشی گل کی خوش نہیں آتی — ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو

کسکو بلبل ہر دم کشی کا دماغ — ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو

دل تمنا کدہ تو ہے پہ میر
ہو تو اسکی ہی آرزو بھی ہو

تمام شد

مثنوی دربیان مرغبازان

دلی سے ہم جو لکھنو آئے — گرم پرخاش مرغ یان پائے
پہ و بجڑا درست و یکسان ہے — مرغ تصویر کا بھی حیران ہے

مرغ ہے ایک ایک جیسے کلنگ — تازہ و سارس سے جنگ جسکا ننگ
حوصلہ کس قدر جو اصل کا — ذکر کیا کرگس شتر دل کا

لات کی گھات کر جو مر جاوے — نسر طائر کا رنگ اوڑ جاوے

مرغ کا مرغ ہووے مرغ انداز	مرغ ایسا ہو تو بجا ہے ناز
یعنی اپنا حریف جب پاوے	پر ہلانے نہ دیوے کھا جاوے
سینہ کیا سینہ بال کیا پر و بال	جیسے چشم خروس آنکھیں لال
بازی بد بد کے جب لڑاتے ہین	کاٹ ٹھونگون کے باندہ لاتے ہین
آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار	پہوٹا چھاتی مین ایک لگ کر دو سار
ہاتھ جس مرغ باز کے تہا وہ	پانی کرنے لگا ترا کر وہ
کچھ جو ٹھہرا تو دم دیا ان نے	تعبیہ کر کے رکھ لیا ان نے
اور جو سست ہو ہوا تھیلا	دونون بازوں کے پر دئے پھیلا
دم سے کیا ہو بیدم و مجروح	قصد پرواز مین تھا مرغ روح
ہو چکا ہو چکا ہوا یہ شور	ڈھلکی گردن گیا وہ سارا زور
پھیلا پالی مین وہ غم جانسوز	دل زدہ پھر ہین مرغ دست آموز
جانور رنگ باختہ سب ہین	یعنی حیران فاختہ سب ہین
مرغ قبلہ نما کو وحشت ہے	بال کھولے ہین پر نہ طاقت ہے
ورنہ اوڑ کر کہین چلا جاتا	دیر اپنے مقام پر آتا
جمع منگل کو پالی کی ہر دہوم	گلیو نمین روز حشر کا ہے ہجوم

٥٦٧

بجا ہی کیا کوس رحلت مدام — کسو نے نہ پہچانا یاں مقام

یہ بیٹھے جو ہیں سامنے ہیں کہاں — جہاں جملہ ہے ایک بزم رواں

جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش — یہ منزل نہیں جای بود و باش

گدا ہو کہ ہو شاہ عالی تبار — تہ خاک سب کا ہے دار القرار

نہ یک بوے خوش ہی ہوا ہو گئی — وہ رنگینی باغ کیا ہو گئی

ملے خاک میں جھڑ کے گلہاے تر — پریشان ہوے مرغ گلشن کدہر

پتنگوں نے گر خاک مسکن کیا — چراغوں نے بھی خانہ روشن کیا

گئی خاک دامن فشانی کے ساتھ — رہا آب سو بھی روانی کے ساتھ

رہی راکھ ہو کر اگر آگ تھی — رکن ہے جہاں باد کی لاگ تھی

نہ جدول رہیگی نہ سرو رواں — گلستان کو پاؤ گے ہو کا مکان

زمین کا رہے گا یہی کیا سہاؤ — لپٹ جائنگے آسمان جیسے تاؤ

سکون یاں کا دیکھا سراسر شتاب — چلے جاتے ہیں کوہ جیسے سحاب

جہاں ایک ماتم سرا ہے عجب — نہیں جاے باش اور جا ہے عجب

سنبھالا جی سے جانیکا کیا ہے بیان — عیان ہے کہ کہتے ہیں جانکو رواں

جوانی گئی موسم شیب ہے — شہو وا ایک دو روز کو غیب ہے

کھڑے ہوں تو تھرائے ران و ساق — جیئیں یا جیئے کیونکر کہ جینا ہے شاق

جو یون پانون چلتے بچلتے رہے — تو دیکھو گے ہم پانسو چلتے رہے

اگر ضعف سے چپ ہی رہتے ہین ہم — یہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہین ہم

کہے ہین نہین انچ تک پا و دست — کیا خاک مین مجھکو پیری نے پست

جو بازو ہین اپنے سو بازو نہین — اگر منھ کو دیکھو تو دو رو نہین

بدن کی ہوئی میری صورت ہی اور — وہ آنکھین نہین وہ نہ چتونکے طور

حسد ناتوان جان جہان تنگ ہ — سخن منہ پر آوے دوائی سے کے رنگ

لبون پر نہایت ضعیف ایک آہ — در و بام پر حسرتون سے نگاہ

شکن جلد مین ڈال کو پژمردگی — عزیزی حرارت مین افسردگی

برودت بہت جسم مین آگئی — مزاجی تھی گرمی سو ٹھنڈا گئی

چہڑکتا رہون منہ پہ مین آب کاش — کہ ہوتا رہے روح کا انتعاش

وگرنہ دیا سا بجھا جائے ہے — پہر اوٹھہ بیٹھون تو جی ڈبا جائے ہے

سیہ روئے شیب اک ستم کر گیا — لکھون کیا کہ مین جیتے جی مر گیا

قلم رکھ دے کر میر ختم کلام
تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان ہولی

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر
رنگ صحبت سے عجب ہیں خرد و پیر

جشن نوروزی اہل ہند سب
ہے یہی تب محو عشرت ہینگے اب

شیشہ شیشہ رنگ صرف دوستان
صحن دولت خانہ رشک بوستان

اوس چمن سے باغ پر گل سرخ و زرد
نکہت گل جا بجا ہینگے وان آ کے گرد

سیول گل آدین نظر دیکھو جدہر
لالہ و صد برگ سب باغ نظر

دستہ دستہ رنگ مین بہیگے جوان
جیسے گلدستہ تھی جوڑون پر روان

غزل

اون دیون کی عکس سی دریا کا آب ۔ آئینے کی سطح کی رکھتا تھا تاب

کشتیون مین جو دیے بھر کر چلے ۔ پانی مین شعلون کی ریلے بہہ چلے

منعکس تھے جو چراغان تہ تلک ۔ آب کی وسعت تھی یہ نجم فلک

کیا ہوائی چھوٹنے کا ہے بیان ۔ ذو ذنب جیسے ستارے ہون عیان

جا ہی جو ہی چھوڑتا ہے یاد بود ۔ روشنان ذو ذوانب تھی نمود

گنج چھوڑا ایک سی روشن تھے جہاڑ ۔ ہو وطرف جسطح سے جہڑتی ہو باڑ

اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے ۔ ناگہان جیون ہووین تارے ٹوٹتے

دیکھے جاتے تھے چراغان آب مین ۔ شعلے تھے لہرون کے پیچ وتاب مین

ہر دو جانب چمن سے گئے تارے انار ۔ گلفشانی سے اونہونکی تھی بہار

ماہتابی اک طرف سے جو دغی ۔ چاند سا نکلا ہوئے حیران سبھی

آفرین صناع لوگون آفرین ۔ کیا لگایا باغ آکر کاغذ مین

گل کترکر پھول گل ہی کہہ دیے ۔ رنگ تازے کاغذون مین بھر دیے

متصل تو بین ستارونکی دغین ۔ لوگون کی آنکھین فلک سی جا لگین

رنگیان کیا کیا نہ شعلہ خیز یان ۔ تھین ہوا مین سے ستارہ ریزیان

آخر کو نواب کی اہل فرنگ ۔ لیکے آتش بازی آئی رنگ رنگ

مثنوی دیگر

سینہ مین دودھ بھین بکری آگی شعر کہہ | اپنی ہان گویا بڑا مختفس ہے یہ
بکریون کی گو اُسے پیگنین جاتی ہین سب | تکہ ریشمی بکری کی ہے بوالعجب
رنگ سر سے پانون تلک اسکے سیاہ | چکنے ایسے خستہ کہ پھسلے نگاہ
چار پستان اسکے آگے دیدہ مین | دو جہان ہوتی ہین دودھ مین جیدہ مین
ایک ہین انمین سے تنہا مطلق شیر | ایک کہتے ہین اندر ہے خردو بیر
اسیکے کاٹ بکرے دو خیلا سے جنے | نار نجر پسے رہی ہپرا تنے
چار پانچ بھی کہاتے ایک انداز سے | دیتے ہین جہنم تو ہوتی خوش اس ناز سے
دودھ جو پیتے ہین تو بچا ہے | بیٹھا دیکھے اسطرف منہ کو کئے
سو کہیں سے گرم تلاطم وے ہوئے | اپنی شایان ترحم وے ہوئے
دودھ منگوایا گیے بازار سے | بچہ ہون دنیا کیا انکار سے
گھاس دانا بار سے کچھ کہانے لگے | گرتے پڑتے پاس ہی آنے لگے
پھر پرورش سے حق کی بار بچی گئے | آب دانا دوڑ کر کھا پی گئے
اب جوانی پہ جو ہین وے شیر مست | کودتی ہین ہر زمان ہر دم ہی جست
مستی اپنی باپ کرتے شاد ہین | عاقبت بکری ہی کی اولاد ہین
زور قوت سے حریفون کی ہین جو منگ | آہوی جنگی کو دکھلاتے ہین سینگ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دیگر

چمن سے عنایت کے با دوام دار
الٰہی زبان دے مجھے مغز دار

صفت عشق کی تا کروں میں بیان
یہ ہوں عشق کہنے سے میں تر زبان

عجب عشق ہی مرد کا [illegible] مدہ
جہاں دو نوں اسکے ہیں برہم زدہ

جہاں جنگ صف کی یہ نظم لڑا
صف اولٹی جہاں ایک بارا پڑا

اگر لوگ مارے گئے سر بسر
چھوٹی فتح اوسکی ہی یہ طرفہ تر

کسو کی کشتی جو طرف ہو گیا
تہ تیغ اوسکی تلف ہو گیا

جہاں جس کسو سے اسے چاہ ہے
وہیں اوسکے تا قتل ہمراہ ہے

۵۷۳

محبت سے ہے نیرنگ سارا عجیب
کوئی عشق کرتا ہے ہرانسا و رے
شہ وان مکروں نے شہید طامات ہے
کہیں عشق سے نے آزردہ کش کیے
کہیں سہل تر یار مرنے لگے
کہیں کام ان نے کیے ہیں عجب
کہیں بادشاہ اس سے درویش ہیں
لیا کاہ کا کوہ سے کہیں کہیں
کہیں پڑ گئے اس سے فتنہ و فساد
یہ عالم کا آشوب ہے جس سے
ہوئے عشق میں پریشان خراب
اٹھا عشق کا شور عزلت گزین
ہوا عشق سے مجلس حال و قال
کیا عشق نے ترک صوم و صلوات
مسلمان ہوئے عشق میں برہمن

فسانے ہیں اوسکی عجیب و غریب
گئے میکدے سے بہی صوفی بہ
خرابات جانا کرامات سے
گئے خوش جو عاشق ہوا خوش گئے
کہیں سوگ و شوار مرنے لگے
فسانہ ہوئی بزم عیش و طرب
کہیں اس سے درویش دلریش ہیں
ملائی کہیں آسمان و زمین
رہی زیر شمشیر حد سے زیاد
مراد خطر کہ ہے اس شہر سے
رہے دل شکستہ پریشان خراب
گئے بت گروہی کو کر ترک دین
تواجد لگے کرنے شیخان شہر
گئے اہل مسجد سوے سومنات
گئے کعبے کو چھوڑ دین کہن

یہی عشق جس سے ہیں بے تفاوت خراب
یہی عشق جس سے کہ حاصل ہے کام
یہی عشق ہے جس سے نکلا ہے نام
کہیں عشق سے رو سیہ رو سفید
یہی عشق سے ناامیدان امید
یہی عشق ہے عقدۂ دل سے یہ
یہی عشق حلال مشکل ہے یہ
کہیں اسکو لڑنے سے پایا معاف
کہیں ان نے میدان مارے ہیں صاف

حکایت

تناسب بہت اسکے اعضا مین خوب
سراپا مین دیکھو تو ہر جا سو خوب

زبان نرم طالع وری و صلاح
نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح

خوش اندام و خوش رو و پاکیزہ خو
کسو وقت رہتا نہ تہا بے وضو

جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف
لب سرخ پر دلبرون کا نہ حرف

حیا کو سیاہی سے پلکون کی راہ
نکلتی تھی باہر نہ گاہے نگاہ

بہت پاک دامن معیشت ہوئی
لطافت نزاہت مین مدت ہوئی

کہ ناگاہ اس راہ یک زن گئی
جیون پر خدا جانے کیا بن گئی

جوان کی نظر شرمگین جا لڑی
وہ شرمائی آنکھہ اوسکی ادہر پڑی

یہ دل مستقل ناشکیبا ہوا
دل طرف ثانی بہی بیجا ہوا

حیادار تہی زن گئی اپنے گہر
وفادار تہا یہہ رہا دیکھہ ادہر

کیا چند شرم و وفا ہی کا پاس
لگے رہنے دونون گہر ونمین اداس

گئی دن مین ہندو زن آنے لگی
لیے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہین ہوئین ہمدگر آشنا
محبت کا دونون نے پانی بہرا

یہی مدتون دیکھا دیکھی رہے
دلون کی کسو سے نہ ہرگز کہے

جیون مین شب و روز مرتے رہین
وے پاس ظاہر کا کرتے رہین

[illegible]

۵۷۵

کوئی طور ملنے کا ایجاد کر — نہ جو رحم سے ہو تو بیداد کر

پیام ایک کا یہ کہ اے باد نرم — کہہ اسکو محبت سے کچھ بھی ہے شرم

تن زار بیجان کیوں کر جیے — جگر میں نہو خون تو کیا خون پیے

ملاقات کا ر کئے کیوں کر خیال — رہے کیونکہ جان نا امید وصال

اگر دیکھیں آنکھیں ہیں دو اسراف — وگر منہ ہمارا ہے سو ا رف

اسے دیکھنا ہی سے ارمان بھی — ادہر جا چلی جاہے ہے جان بھی

کہ اس سے کرے مرتے ہیں تیر کر لیے — کیا عشق یا جرم ہمنے کیے

نہیں صبر آتا ترے بن ملے — لبوں سے جگر تک بھرے ہیں گلے

کسو سے کسو کو نہو جاہے لاگ — کہے تو لگائی ہے سینے میں آگ

کسو کا کسو سے نہ لگ جائے دل — کہ کہنا پڑے ہائے دل وائے دل

کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن — کہ جان الم ناک دیجیے بذان

کسو کی مجعد نہ کھل جائیں بال — کہ ہو دل کے عقدو نکی وا شد محال

کسو لالہ رخ کا نہ اوٹھے نقاب — کہ ہوں داغ دونوں مہ و آفتاب

قد آرا نہو فتنہ ور سرو کوئی — کہ سر پر قیامت رکھے ہر کوئی

کسو کی نہ چاہ زنخ میں گرے — مبادا کہ واں سے نہ جیتے پھرے

ہوا نا گہان شوہر زن مریض — نہایت ہوئی تب طویل و عریض

نشست ہوا تب کا دل کو تئین — کہنچے رفتہ رفتہ دق و سل کو تئین

نزاری سے دل ہوگیا زار تر — ہوا خشک ہو کر وہ بیمار تر

بدن کا وسا رنگ کاہی ہوا — بہت حال اسکا تباہی ہوا

دمون پر بہی وہ رقتنی کم رہا — ٹھہر کر گئے دم ہوا ہوگیا

غنا یعنی طاری ہوئی ہوچکا — اسے دار و دستہ بہت رو چکا

جلانے کی طیاری کرلے چلے — چلی زن بہی تا ساتھہ اسکے چلے

کہلی دعوی سوختن مین زبان — کیا پاس ظاہر سے نقصان جان

لگی جلنے چہوڑا نہ اصرار کو — خبر پہونچی اس نوگرفتار کو

اوٹھا وان سے بیتاب آیا چلا — اسے دیکھہ جلتے بہت جی جلا

جہکا آگ کی اور کر اضطراب — کہ جی مین نہ طاقت تہی مطلق نہ تاب

کہا ہمکو کیا کہتی ہو اسگہڑی — نظر اوسکی جلتے جو اوسپر پڑی

کہا آئے ہو تو چلے آؤ تم — شتابی کرو جو ہمین پاؤ تم

یہ بیتاب تہا آگ پر پہر پڑا — پتنگا سا اس آگ پر گر پڑا

لگے آئے تہے کتنے انفار ساتھہ — وہین کہینچ لائے اسے ہاتہون ہاتہ

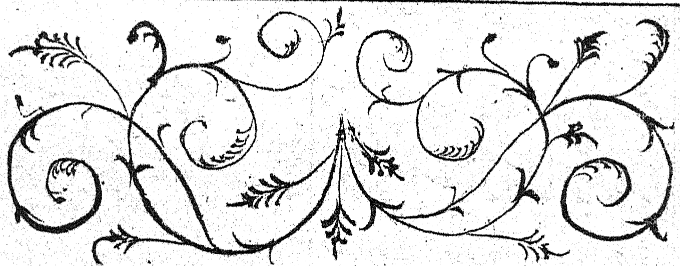
گئے اسطرف سے جدہر تہی چلی — نظر کرتے تہے واقعی یہ سبھی
وہ سے مانعیت کا کسکو جگر — کہ حیران سب رہ گئے دیکھکر
ہوئی جاتے جاتے نظر سے نہان — گیا عشق کیا جانئین لیکر کہان
بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ — کسہون نے نہ پایا نشان غیر داغ

نکر میر اب عشق کی گفتگو
قلم اور کاغذ کو رکھدے بہی تو

فسانے ہین اوسکے ہزاروں ہزار — یہی کشت و خون کا ہے گرم کار
بہت خاک جل جل کی یان ہوگئے — رہ عشق مین جی بہت کھو گئے

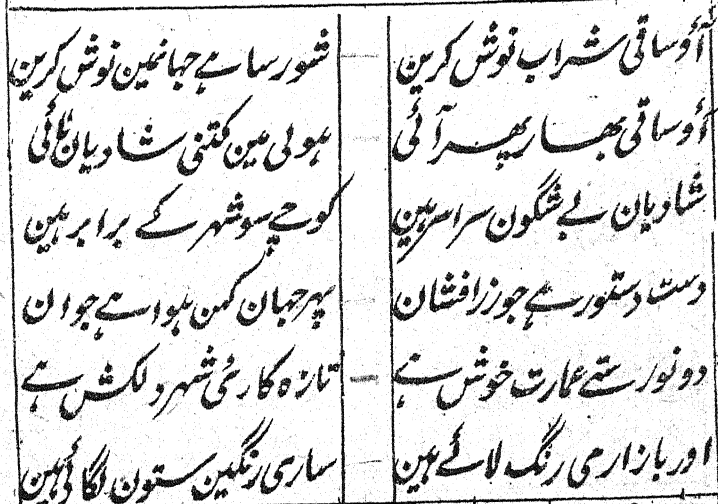
غرض ایک ہی عشق بے خوف و باک
کیے دونون معشوق و عاشق ہلاک

تمام شد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی



آؤ ساقی شراب نوش کرین
شور رسا ہے جہان مین نوش کرین

آؤ ساقی بہار پھر آئی
ہو رہی ہین کتنی شادیان آئی

شادیان ہے شگون سراسر ہین
کوچے سو شہر کے برابر ہین

دست دستور ہے جو زر افشان
سپہر جہان کہن ہوا ہے جوان

دو نور ستے عمارت خوش ہے
تازہ کاری شہر دلکش ہے

اور بازار ہی رنگ لائے ہین
ساری رنگین ستون لگائے ہین

کہین وہ جام مے سے ہون مست ‌ ‌ ‌ جا کھینگے تھوڑی دور دست بدست

مجلے بن جا کھینگے کسو کو دیکھ ‌ ‌ ‌ پھر نہینگی کسو کی رو کو دیکھ

اب گلا بے لین گے پھر ہم ‌ ‌ ‌ باقی ساقی پہین گے پھر کر ہم

کہین آرائش آگے دیکھین گے ‌ ‌ ‌ کاغذین باغ جا کے دیکھین گے

کسو شوش سے ہونگی گلباز ‌ ‌ ‌ کھینچینگے ایک رو دم کو اسکے ناز

آو ساقی مے دو آتشہ دیجے ‌ ‌ ‌ اسی مے کا بغل مین شیشہ لیے

گرم ہو جو باغ انسان کا ‌ ‌ ‌ لطف آوے نظر چراغان کا

جسطرف دیکھیے چراغان ہے ‌ ‌ ‌ شیشہ و شمع ہی نمایان ہے

باغ سے روشنی ہوئی ہے زیاد ‌ ‌ ‌ ہے یہ ہنگامہ تا جلال آباد

شمع و فانوس کا بہت ہے ہجوم ‌ ‌ ‌ شمع رنگون نے کر رکھی ہے دہوم

لوٹیے ان گلون کی اب تو بہار ‌ ‌ ‌ گو کسو کے گلے کا ہووے ہار

ابتو اوہام ہی مچ گیا ہے سو ‌ ‌ ‌ دارو پی کر پھرین چلین ہم تو

تارے سے ہین چراغ چار طرف ‌ ‌ ‌ آسمان پہ زمین رکھے ہے شرف

غنچہ غنچہ دیون کو دیکھین جہان ‌ ‌ ‌ کسو نو گل سے رکھین صحبت ان

کہین نوبت کو جا کے سنیے گا ‌ ‌ ‌ نے کے بجنے پہ سر کو دھنیے گا

جشن نوروز ہند ہولی ہے / راگ رنگ اور بولی ٹھولی ہے

عشق ہے ای گروہ آتش زن / دو نور سے چراغ ہین روشن

ٹھاٹھہ کیا روشنی کے باندہ دیے / شہر ہین نام روشن اپنے کیے

دور دور تے خیال و سوانگ آئے / گھوڑے دامن سوار کیا لائے

روشنی وار سی ہے پار تلک / گل کاغذ ہے فرق خار تلک

در دولت سے لیکے تا سر آب / ہے چراغ اور شمع ہیگی تاب

پہر سرپل سے تا عمارت نو / جلتے ہین مجتمع دئے سو سو

ہاتھی رنگے گئے پڑی ہے دہوم / جیسے ابر سیاہ آئے ہجوم

خیمہ استادہ کر چکے شب باز / ہیلیون نے کیا خرام ناز

یان کی صحبت کا تہا نمونہ سب / شاہ و دستور حکم و کار ادب

آئے شکلین بنا کے صورت باز / ڈوم ڈہاڑی نے بجا کر ساز

نقل معقول کی سو حاجی بنے / سچ کے عمامے سر پہ کتنے جنے

کوئی جوگی کوئی فقیر بنا / کوئی ڈاڑہی لگا کے پیر بنا

کوئی بنیا بنا کوئی اوباش / نقل کرتی تہی ان سبہونکی معاش

کوئی شاعر بنا نہ جسکی نظیر / یعنی مستغرق خیال تہا میر

جاہ کی آسمانیان حاضر

عمدہ سب ساتہہ ہین وزیر سمیت

شاعران بیچ خوان ہین میر سمیت

دو طرف سیم بندی کر دی ہے | سو نے روپے سے راہ بہر دی ہے

شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن | زور پھولا ہے کاغذیں گلشن

واہ آتش زنان آتش دست | دار و پی کر ہوئے ہیں کیسے مست

تو ہیں کیا ڈبا میں ہیں ستاروں کی | کھوئے رونق فلک کی تاروں کی

تارے موقوف کچھ سما پہ نہیں | تو ہیں چھوٹیں مگر ہوا پہ نہیں

ماہ بھی چشم روشنی کے لئے | ہے چراغان ستارگان ہو گئے

گنج چھوٹے ہیں یا کہ پارہ چڑھے | یا ہوائی ہے جگنیونکی جھڑ چڑھے

گل فشان ہیں پریں جو پھلجھڑیان | کھلتیان ہیں دونکی گلجھڑیان

چھوٹتے ہیں انار مہتابی | رنگ ہیں دلبر ونکے مہتابی

باؤسے دو دئے ہوئے گردانند | و غیں مہتابیان کہ نکلے چاند

آؤ اے مطربان سے آہنگ | ساتھہ اپنے لیے رباب و چنگ

ہو غزل خوان بزم عیش و طرب | پر نکر یون خیال ترک ادب

منعقد مجلس شہانہ ہے | ادب آصف زمانہ ہے

آؤ ساقی مجھے شراب دے | در بغل شیشہ ساتھہ اپنے لے

بحر بخشش کی لہر اب آئیں | زر و گوہر کی کشتیان لائیں

سبے گل رہے نہ یکدم بلبل کی آہ و زاری
گل تک ہنسا نہ مجھسے بلبل نہ بولی گر کر
ہم بھی رہے ہوا وہ جبتک جوان جا بل
اخوان زمانہ کی تو کیا جانیں دل لگی کو
ہے دامگاہ دنیا مرجا فریب اسمین

محبوب سے کسو کو یا رب نہو جدائی
کس کس کی ہید ماغی دیکھ یار رہین شہائی
کی عمر قیمتی ذیاں سے نہ بیوفائی
لگتی ہے جسکے دلکو وہ جانتا ہے بہائی
دیتی نہیں جو کہائی اپنی مجھے رہائی

گذری جو کچھ سو گذری یارین دلبرونکی
میرا بکسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

تمام شد ساقی نامہ

مثنوی دیگر

ای جھوٹھ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے
ای جھوٹھ تو شعار ہوا ساری خلق کا
ای جھوٹھ تجہسے ایک خرابی ہین شہر ہے
ای جھوٹھ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
ای جھوٹھ کیا کہون کہ بلا زیر سر ہے تو

شیوہ یہی سبھونکا یہی سب کا طور ہے
کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل دلق کا
ای جھوٹھ تو غضب ہے قیامت تیرا قہر ہے
تیری متاع باب ہے ہر جا سو مین آج
ای جھوٹھ سچ یہ ہے کہ عجب فتنہ گر ہے تو

مشکل حصول کام ہو یان حاصل کلام
اے جو تھہ دل مرا بھی بہت دردناک ہے
یک فرد دستخطی تھی میری ایک شخص پاس
تھا مین بتقصیر پہ نہ گیا شاہ کے حضور
آداب سلطنت سے نہین مجکو رابطہ
مرزائی مجھسے کہنچتے نہین ہر عزیز کی
صحبت خدا ہی جانے پڑے کیسے اتفاق
مین مضطرب گہر اوسکے گیا اور مجکو پایا
تقصیر میری اسمین نکریگا کچھ خیال
لیکن یہ حرف اس بھی سیہ روزگار کے یاد
بہتیری ایسی فردین یہ رکھتے ہین جیب مین
دکھلاونگا چلا ہون سوال آپ کا لیئے
بولا نہو گا سعی مین اسمین ہر کچھ قصور
ایک آدھ ایسی بات بنا کر کھسک گیا
یہ عرضیان حضور کو بھیجین ہین صبح شام

باتون ہی باتون کام ہوا خلق کا تمام
ان کاذبون سے صبح نمط جیب چاک ہے
دیکھا جو خوب اوسکو تو مطلق نہین ہے تاب
کہنے لگے کہ رتبہ عزت مرا ہے دور
حرکت نہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ
پہر شعر و شاعری بھی نہین ہے تمیز کی
کیا بات آدمی بیچ مین بر رنگی ہے شاق
کہنے لگا زبان سے یہ ہوتی ہی وہ و دو چار
صاحب کہین خموشی کرو نہین یہ کیا مجال
انداز سے یہ لوگ سخن کرتے ہین یاد
رکھتے ہین یونہین لوگونکو برسون فریب مین
مین نے کہا فقیر کہو کس طرح جیے
پہر دیکھیے کہ پردیسی ہوتا ہے کیا ظہور
دل اس خبر کے سننے سے میرا دھڑک گیا
دستخط جو ہو گیا تو کوئی سوا اسی کے نام

بیچ مین ہوتی کچھہ اگر اسباب | سنہ او ٹھانی کی جی مین ہوتی تاب
سو تو کمتل نہ ڈھونڈہ لوئی | سایہ گستر نہ ابر مین کوئی
ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا | ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا
کیچ پانی مین کپڑے خوار ہوئے | وہ ہین گاڑی مین جا سوار ہوئے
رہروی کا کیا جو ہم نے میل | بہنیس جھیلی کی تھی بہل کی بیل
آسمان آب سب زمین سب کیچ | خاک سے ایسی زندگی کے بیچ
شب کے دریا پہ ہو کے راہ پڑی | پانی کے سطح پر نگاہ پڑی
بجی لطمی کا کیا کہون مین اوج | باتین کرتی ہے آسمان سے موج
... امن ابر پاٹ دریا کا | وہی گرہ تو سکے کہ باندھا تھا
ہوش جاتا تھا دیکھہ جوش آب | گوش کرتا تھا کر خروش آب
آب تہ دار اور تیرہ بہت | لہر اوٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت
پانی پانی تھا شور سے طوفان | دیکھہ دریا کو سوکھتے تھی جان
ہر موج سیکڑون گرداب | ساتھہ تھے صدتری کہ چشم حباب
ناؤ مین پاؤن ہمنے بارے رکھا | خوف کو جان کے کنارے رکھا
خضر رہ سب حواس کھوتا تھا | خضر کا رنگ سبز ہوتا تھا

تنگ دو دو ہر طرف لگے کرنے — تسپہ پڑتی تھی مینہ کے بھرتے

کوئی میدان میں کوئی چھپر میں — کوئی در میں کوئی کسو گھر میں

گھر ملا صاحبوں کو ایسا تنگ — جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ

بیٹھنے دیں نہ جب کہ صاحب کو — کون پوچھے نفر مصاحب کو

ڈھونڈتے ڈھونڈتے سرا پائی — ویسے گھر چھوڑے ویسی جا پائی

رہنا بھٹھیاری کے غنیمت جان — جو کہا اون نے ہم گئے سب مان

کچھ پکانے کا جب سوال کیا — میں نے اظہار اپنا حال کیا

یاں جو لائے ہیں مجھکو اپنے ساتھ — زندگانی مری ہے اونکے ہاتھ

پہونچے ہے اونکے روبرو سے طعام — صبح کا صبح مجھکو شام کا شام

اور پکوائے تو زائد ہو — خامے سے اپنے اور عاید ہو

جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے — کچھ رہا سو اوٹھا دیا میں نے

سنکے اک ولسے کھینچی ان نے آہ — اور بولے کہ واہ صاحب واہ

ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے — چار پانچ آدمی ہیں پاس کھڑے

کچھ یہ کھاوینگے کچھ کھلاوینگے — ہم کچھ انکے سبب سے پاوینگے

سو تو نکلے ہو کورے بالم تم — ہو گدا جیسے شاہ عالم تم

جتنے مالوف تھے وہین رہتے
اونسے کچھ کچھ لگاؤ نہین کہتے

کیا نفاست مزاج کی کہیے
ستھرے اتنے کہ دیکھہ ہی رہیے

خال جون پہول گل کترتے ہین
یا کہ نقشون مین رنگ بہرتے ہین

چہرے چڑیا پہ ان ذکب کی نظر
چہ کاہنا نہ فرض تھا اسپر

سو ہتی بہی تو تہی بہن اسکی
نسبت اسکی تہی وہ بہت گہسکی

پاوے جو کچھہ سو مار کہاوے ہے
ایک کیا چار چار کہاوے ہے

جانور مارنا تو ہے یک سو
تیز نچہ کیا نہ ان نے کبہو

یہ نزاکت اسی کو بن آوے
موش دشتے کو دیکھہ ڈر جاوے

ان ذماروں مین ایسی کتنی ڈہونس
گہونس دیکھی تو ہووے کوئی گہونس

یہ چہچھوندر کے بولتے بہاگی
وہ پڑی سوتی بہی ہو تو جاگی

چھپکلی سے یہ پہیر منہ کو لے
وہ جفاکار جیفہ پہ جی دے

یہ پری سی تہی جو خرام کرے
وہ جہاں چلے تو دہوم دہام کرے

کبک اسکی خرام کے عاشق
جانور اسکے نام کے عاشق

غرض افسوس کی جگہہ بلی
اب کہان گو کہ جانے دلی

ایسی بیگم مزاج سے کہو
بیگم آباد ہم سے گئے یارو

کار پردازون کو تقید سے — شور ہے گالی ہے تشدد ہے

وے بچارے بہانے کرتے ہین — راتدن لوگ چوکی بہرتے ہین

کہتے ان سے تو یہ ملے ہے جواب — کسکے گہر سے بناوین لاکی شتاب

ہمکو کہانے ہی کا تردد ہے — صبح بقال کا تشدد ہے

بنیا منہ کو چہپائے جاتا ہے — روٹی کا فکر کہائے جاتا ہے

حال کب پوچہنے کے ہین قابل — ہم فقیرون کے رنگ ہین سایل

سوچین ہین جب تو جہول جاتے ہین — بات کہتے ہین بہول جاتے ہین

تمکو دیوا بنا کے ہین گے یاد — ہمکو کرنا نہین خدا آزاد

کسکو موسین کہان سے کہیہ لاوین — دال آٹا جو تمکو پہونچاوین

تم کہو دال ماش کی ہے زبون — یان ہم پہونچی ہے جگر ہو خون

تم کہو آٹا کسکسا کہا یا — یان کلیجا لپیا تو ہاتہہ آیا

اور دو چار روزہ یہ بہی ہے — ایک غم سینہ سوز یہ بہی ہے

فصل ہونے ابہی نہین پائی — پیشگی سب سے قرض لیکہائی

جب سے جوشی ہوئی ہین ہم و بیان — چوناوہ کہے ہے ساہوکار

ماش کی دال کا نگر یے گلا — گوشت یان ہے کبہو کسو کو ملا

کوئی گھورا کرے کوئی سونگھے — خفتہ خفتہ ہے شور سے چونکے

سانجھہ ہوتے قیامت آئی ایک — شور عف عف سے آفت آئی ایک

گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے — روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے

ایک نے آکے دیگچہ چاٹا — ایک آیا سو کھا گیا آٹا

ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا — پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا

گھورنے ایک لگا اندھیرا گھر — ایک نے اور ایک پھیرا گھر

گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیے — ہانڈی باسن گھر آکے پھوڑ دیے

لوگ سوتے ہیں کتے پھرتے ہیں — لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گرتے ہیں

جب کہ ہڈی پہ چار چار لڑیں — گوشت پر بھیڑیے سے دوڑ پڑیں

ایک کے پیچھے ایک روز و شب — لینڈے وان نہ بندہ رہتے کب

کتے ہی وان دو چار رہتے ہیں — دو گئے ہے تو چار رہتے ہیں

جاگتے ہو تو دو بدو کتے + — سو گئے او تو روبرو کتے

سرپہ دربان کے بلا ہی رہے — کتا ایک آدہ گھر میں جا ہی رہے

منہ میں کف دور دور کرتے سے — حال بےحال شور کرنے سے

تو کہے سنکے وہ گلا پھاٹا — باولے کتے نے اسے کاٹا

چار روانتون سے اسکے بھی دیا — جان کہاں جائے کچھ نہ سبب تھا کہین
اس سے آگے پھرے تو چند پڑے — اور جڑے پچھڑے انسو نکے گرتے
اور آگے گئے تو دیکھا بازار — اسمین ہنسوںکی تھین دوکانین ہزار
ایک کے پاس وال کچھ آٹا — لیک بے بکریوں نے تھا چاٹا
ایک جا ساتوان اور تو بھر ہے چھے — جنبڑوں مین خاک دھول کے تھے
چوتھا باقی رہا سو تھا کنگال — نام کو کہتے تھے اسے اقبال
اسکا حال کے یان اوٹھا لایا — اسنے جیسا کیا تھا سو پایا
ایک کنجڑے کے چار گٹھے پیاز — لیا اسکو ہزار نخرہ و ناز
کیا کہوں ہیچ تے نادر کے تھے — اس کی چہرہ مین کچھ بے بدر کے تھے
ایک دوکان سنے پہار بہ کے — اسنے ہم لوگوں سے بیاری کے
اس سے جاکے جو مانگے ہلدی — زرد مٹی کو باندھ دے جلدی
دیکھ کر کچھ کہو وہ یہ کہے — بس تم اس بستی مین میاں جی رہے
یان جو کچھ ہے چلن سو دیتا ہوں — مین بھی پیسے الگ کے لیتا ہوں
مانگو اس سے جو مرچ یا دھنیا — دیوے بچھا دھنی تمام دھنیا
انمین دو دانے اور سب کنکر — دیوے کاغذ مین ہاتھ لمبا کر

دو دنون کا اک جو انہین طلب بہے | بہہ گئے روز وہ گئے شب بہے
آہ پاس اس گھڑی کی آئی چہل | لگ گئے ساتھ ہی طریق و سبیل
اید برار ہر اوسکے پانی بہا | ترہے پہر چہوک بہی ہووے چہڑکاو
اس سے ہوا انکی ہوا بہت مرطوب | ہووے نہ لرز کا ہم سبے اسلوب
کتنے روزوان مین ہوتی ہی کہا | انت یہ جیسے گلے مین وین پہانسی
پہر وہ درجہ ہے جس مین ہو وہ دق | یہ کوئی ایک لگے ثالث شق
بڑی آفت خطر تہا سکہون کا | کیون کہ وہ ملک گہر تہا سکہون کا
اسمین آجائے تو قیامت تہی | مال و جان تعرض سب کے رخصت تہی
نہ کوئی داد رس نہ وقت داد | مفت ہی ہم گئے تہے سب برباد
کیا کہ سب چرخ کج نے پیدا تہا | پہر خدا کچہہ ہمارا اسیدا تہا
جسنے قدرت نمائی کی اپنی | اوس بلا سے رہائی کی اپنی
بس قلم ہے صریر تیرے تند | شور سے تو پڑا جہان مین دند
بدزبانی کا مجہکو کب ہے دماغ | ایسی باتون سے مین کیا ہے فراغ
ہو چکی صاحبو جمی فرمایش | چپ رہ اب ہے زبان آسایش

مثنوی دیگر

جب وہ چہوٹے شور و ہنگامہ مین | اتنبو چہوٹا اتنبو چہوٹا سب کہین
چہوٹتا ہے گہ پڑے کوئی بہوگ | بندرون سے ناچتے پہرتے ہین لوگ
ہوگئی ہین اس جنس مین ہے وہی خرد | آدم و حیوان مین یہ برزخ ہین بلا
طرفہ ہے یہ بات اگرچہ ہے کہی | ہو کرے انسان تو بوزنیہ بہی
لیکن اس جاگہہ تو صادق ہے یہ قول | سامنے اسکے آدمی کے سو بیٹھیں ول
ہے تماشا آئینہ کے روبرو | عکس سے اپنے اسے ہے گفتگو
دیکھنا جہک جہک کے اسکا ہوش خبط | آرسی بندر کا مشہور ربط
گاہ بوسہ گاہ غصہ بولنا | گاہ آنکہین موندنا گہہ کہولنا
آگے تہا اک بوزنہ شطرنج باز | چال سے اسکے نکلتا امتیاز
کمنہ قرادون سے سکہایا ہے | یہہ لئے قتان کا داماد ہے
جان دین بندر اگر دیکہین چنے | رہتے ہین چانول پڑے اسکی کنے
آنکہ کب دوڑی ہے اسکی ہر طرف | ہے یہ اپنے نوع کا فخر و شرف
الغرض منوا عبارت جاننے ہے | نام اس دلکش کا منوا یالنو ہے
خوش ہے منوا تو خوش احوال میر | ورنہ آدم ہے جوانی مین ہے پیر
دہر مین یارب نہ یہ محزون رہے | جسکا منوا ہے اوسے میمون ہے

متصل ایسا ہوا جو اتفاق
حفظ اسکے کو کہہ کا لازم ہوا
نذریں ماینن نقش لا کو ڈھونڈھ کر
چھپڑون پر بعضون نے افسون لکھے
بے بلائی سے بت کی التجا
گوشت کے چیلون کو پھینکی بوٹیان
لڑکیان ہٹیلائیان کہائون تلے
دیتے ٹکڑا منہ کو ہر اک کھوتے
صدقے اترے چھپڑے جو ہیں مرغ کو
کیں مناجاتین ول شب لا تعد
رو ہریرہ کے تئین مانا بہت
طرح جس بلی کی کرتا تھا عبید
خواجہ عصمت کرتے تھے طاعت جہان
صبحدم ہو تو ہے سرگرم سجود
چاہے ہمت اٹھی اٹھ کے ہر سحر

مرگ ان بچون کی گذرے سب چھپ چاپ
جنا مرے کے پوچھنے کا ہر اک عازم ہوا
نیل کے ڈورے وظیفون باندھ بچپٹ کر
بعضون نے تعویذ لیکے بچون لکھے
گریہ محراب سے چاہی دعا
ماش کی موٹی پکائین روٹیان
اور طرح جون دے بلی بلم کے
اور بولا بلیونکی بو لئے
گرتہ بلا جنے کہا کے ہو کے سیر
گریہ زاہد سے بھی چاہی مدد
بلیون کو بھی دیا کہانا بہت
تھی دعا گوئی میں وہ بکمال شدید
ایک بلی بیٹھی تھی آکر وہان
کہہ قیام اسکے تئین تھا کہہ قعود
کچھ تو باطن نے کیا اسکے اثر

سب سے آگے آن پہنچے در تلک ویسے ہے میرے پانو سے لیے تلک
آنکھ سے معلوم ہو مشتاق ہے بلی یا اعجوبۂ آفاق ہے
بلیاں ہوتی ہیں اچھی ہر کہیں یہہ تماشا سا ہے بلا تو نہیں
گھر و رو بانہ ہو لیکہ پہرہ نور کا چاندنی میں ہو تو لگا نور کا
گرم شوخی ہو اگر یہہ مثل برق بجلی میں اس میں کچھ کہ سکیئے فرق
یا پری اس پردے میں ہے جلوہ گر اوچھتی اور وہ ہے نہیں ہرگز نظر
کیسی ہے بلے ولایت کی ہے زور خوب دیکھو تو ہے اسکے صدقے ہو
ربط ہے اپنے ہی جن کو اسکے ساتھ بیٹھے ہی تو بیٹھ پر میرا ہو ہاتھ
ایکدن جا کر کہیں ٹک سو گئی مانی مانی سارے گھر میں ہو گئی
بلی کا سونا نہیں اسلوب یہہ ہے کبودی چشم یک محبوب یہہ
دیکھے جسدم یک وزرا کوئی اسکو گھور چشم شور آفتاب اسدم ہو کور
حسن کیا کیا مانی کے کریئے بیان ہو جہان جبتک یہہ ہووے رہستان
خوبی میں کی نہ کوئی کہہ سکے دیکھے اسکو تو نہ اٹس بن رہ سکے
داغ گلزاری سے اسکی تازہ باغ اس زمانے تیرہ کی چشم و چراغ
کیا دماغ اسکے طبیعت کیا نفیس کیا مصاحب ہے بدل کیسے جلیس

چار دیواری سو جگہ سے خم / تر تنک ہو تو سوکھتے ہیں ہم

لونی لگ لگ کے جھڑتی ہے مٹی / آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی

کیا تھے مینہ سقف چھلنی تمام / چھت سے آنکھیں لگی رہیں ہیں مدام

اس چھلش کا علاج کیا کرئیے / راکھ سے کب تلک گڑھے بھرئیے

جا نہیں بیٹھنے کو مینہ کے بیچ / ہے چھلش سے تمام ایوان کیچ

آنکھیں بھر لاکے یہ کہیں ہیں سب / کیونکے پروار ہے گا یارب

جھاڑ باندھا ہے مینہ نے دن رات / گھر کی دیواریں ہیں گے جیسے پات

باد میں کانپتے ہیں جوں تھر تھر / آنچ پر رکھ کے کوئی کیوں کر

کیچ لے لے کے مارے چوپائے / چھونیا کاہے کا ہے تو پائے

لٹھو پہ پڑتے ہی ہیں / ٹوٹا اک بوریا سا ڈالا کہیں

ڈانکو دیوار یا اوٹھا رکھو / یا ہمارے لئے بچھا رکھو

ایک حجرہ جو گھر میں ہے ضیق / سو شکستہ تر از دل عاشق

کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک / کہیں جھڑ جھڑ کو ڈھیر ہے خاک

کہیں گھوسوں نے کھود ڈالا ہے / کہیں چوہے نے سر نکالا ہے

کہیں گھر ہے کسو چھچھوندر کا / شور ہر کونے میں ہے جھینگر کا

کنگنی دیوار کی نپٹ بیجال

تو تا مینا تو ایک بابت سے

کہونکے ساون چڑھے گا ابکی بار

ہوگیا ہے جو اتفاق ایسا

ہو کے مضطر لگے ہین کہنے سب

تیتری یان جو کوئی آتی ہے

نہین دیوار کا یہ اچھا ڈہنگ

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا

چہیل سے لوگ دوڑے کر کے شور

ہو نہ ایسا کہ اپنی چال سے چلے

نہین وہ زاغ چار پانو پہرا

ہی اسکے کہین کہین بسکی

سان کو خاک لگ گئے دو چار

اچہے ہونگے کہ ندر ہی اس گہر سے

اکہڑے پکہڑے کو ادہ لوٹی و جنید

گہر سے کا بوجہ بہی سکے وہ سنبھال

پو دنا چہد کی تو قیامت ہے

تہرتہرا رہے بنیریں ہے دیوار

شاق گذری ہے کیا کہون کیسا

اور منبہیری کہ ساقون آیا اب

جان محزون نکل ہی جاتی ہے

کہین کہسکے تو ہے قیامت جنگ

بیگمان جیسے ہوا آ بیٹھا

کہ نہ حافظہ مین کچہ رہا تھا زور

دوڑے اور چلے کہ نال نال چلے

ایک کالا پہاڑ آن گرا +

بیچ ہو گیا اور چہاتے ہے وہ سکی

بارے جلد ہی درست کی دیوار

سبر سے ہے ایک خرابی گہر ور سے

از لفے زنجیر ایک کہنہ جدید

تنکے جاندار ہیں جو بیش و کم — تن پہ چڑیوں کے جنگ ہر باہم
ایک کھینچے ہے چونچ سے کر زور — ایک لکڑی پہ کر رہی ہے شور
پوچھ مت زندگانی کیسی ہے — ایسے چھپر کی ایسی تیسی ہے
کیا کہوں جو جفا چلکش سے سہی — چار پائی ہمیشہ سر پہ رہی
بوریا پھیل کر بچھا نہ کبھو — کونے ہی میں کھڑا رہا یکسو
ڈیوڑھی کی ہے یہ خوبی گر ایسا — چھپر اس چوطلے کا گر ایسا
جنس اعلی کوئی کھٹولا کھاٹ — پائے پٹی رہے ہیں جنکے سپاٹ
کھٹملوں سے سیاہ ہے سو بھی — چین پڑتا نہیں ہے شبکو بھی
شب بچھونا جو میں بچھاتا ہوں — سر پہ روز سیاہ لاتا ہوں
کیڑا ایک ایک سیر بکوڑا ہے — سانجھ سے کھانے ہی کو دوڑا ہے
ایک چٹکی میں ایک چھنگلی پہ — ایک انگوٹھا دکھاوے انگلی پہ
گرچہ بہتوں کو میں مسل مارا — پہ مجھے کھٹملوں نے مل مارا
ملتے راتوں کو گھس گئیں پوریں — ناخنوں کی ہیں لال سب پوریں
ہاتھ تکیے پہ گہہ بچھونے پر — کبھو چادر کی کونے کونے پر
سلسلا یا جو پائنتی کے اور — وہیں مسلا کرا ایڑیوں کا زور

مین تو حیران کار تھا اپنا — کوئی ہمدم نہ یار تھا اپنا

انیٹ پتھر تھے مٹی تھی یکسر — خاک مین مل گیا تھا گھر کا گھر

چرخ کی کجروی نے پیسا تھا — پر خدا میرا مجھسے سیدہا تھا

کتنے اک لوگ اسطرف در آئے — یا ملک آسمان سے آئے

مٹی سے لے گئے وو یا تھو نہین — کام نے شکل پکڑی یا تو نہین

صورت اوس لڑکے کی نظر آئی — ہم جو مردے تھے جان سی پائی

آنکھ کھولے ادہر ادہر دیکھا — اس خرابے کو بھر نظر دیکھا

قدرت حق دکھائی دی آکر — یعنی نکلا درست وہ گوہر

داشت کی کوٹھری مین لار کھا — گھر کا غم طاق پر اوٹھار کھا

سو میانی کھلائی کچھ جلدی — فرصت اسکو خدا نے دی جلدی

غم ہوا اسکے دوستدارون کو — پھر نہ تہا یہ خیال یارون کو

کہ مری بود باش یان نرہے — گو تصرف مین یہ مکان نرہے

شہر مین جا بہم نہ پہونچے کہین — چارنا چار پھر رہا مین وہین

اب وہی گھر ہے بے سرو سامان — اور مین ہون وہی فرومایہ

دن کو ہے دھوپ رات کو بہادون — خواب راحت ہے یان کہ سو سوکو

مثنوی مسمی بمعاملات عشق

عشق بن نام کو کہیں ہے چہم — عشق ہے عشق ہے نہین ہے ہم

عشق تھا جو رسول ہو آیا — ان نے پیغام عشق پہونچایا

عشق حق ہے کہیں نبی ہے کہین — عشق ہے عرش کہین علی ہے کہین

عشق عالی جناب رکھتا ہے — جبریل و کتاب رکھتا ہے

عشق حاضر ہے عشق غائب ہے

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ ہوا
سر پہ فرہاد کے سنا جو ہوا

عشق نے چھاتیاں جلائیں ہیں
آگیں کس کس جگہ لگائیں ہیں

عشق میں ایک جی کو کھو بیٹھے
ایک آنکھوں نکو رو کے رو بیٹھے

ایکون کا جیب تا بدامن چاک
ایک ڈالے ہے سر کے اوپر خاک

نشان ارفع ہے جنکی خوار ہیں یاں
عشق والے جنون شعار ہیں یاں

خستہ عشق کچھ نہ سیر ہوئے
بادشا عشق میں فقیر ہوئے

کوئی دل تنگ ہو کوئی میں گرا
کوئی گور و با کوئی گیا نہ پھرا

جب تپنگا ہوا تھا اس سے داغ
تب دیا جگنوان نے پیش چراغ

عشق کی فاختہ ستمکش ہے
عشق سے عندلیب دلکش ہے

عشق باعث ہوا وطن چھوٹے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے

مایۂ درد و رنج سب ہے عشق
مشتعل رہنے کا سبب ہے عشق

چھپ گئے دل جگر میں آخر چھید
کچھ بتایا انھوں نے عشق کا بھید

دیتی تیغ ستم جو ہاتھ عشق
جا بجا سہتوں کی خو میں کھینچے عشق

عشق سے قمری ہے حریف سرو
سر سے آنکھیں لگا رہا ہے تذرو

کس پہ گذرا ہے یہ ستم یہ غضب	قصہ میرا بھی ساتھ ہے عجب

معاملہ اول

ایک صاحب سے جی لگا میرا — اونکے عشوون نے دل ٹھگا میرا

ابتدا مین تو یہ رہی صحبت — نام سے انکے تھی مجھے الفت

خوبی انکی جو سب کہا کرتے — گوش میرے ادہر رہا کرتے

بخت برگشتہ پھر جو یار ہوئے — اک طرح مجھسے وے دوچار ہوئے

کیا کہون طرز دیکھنے کے آہ — دل جگر سے گذر گئی وہ نگاہ

چھپکے منہ اون کا دیکھہ رہتا مین — جی مین کیا کیا یہ کچھہ نہ کہتا مین

وے تو ہرچند اپنے طور کرتے — پر تصرف مین ایک اور رکھے تھے

کرتے ظاہر مین احتیاط بہت — مجھسے بھی رکھتے اختلاط بہت

بات کی طرز میری جی بہاتی — میری آزردگی نہ خوش آتی

پیار چتون سے پھر نکلنے لگا
دیکھنا دلکو میرے ملنے لگا

کہین دیکھون تو بات دیر کہین — سیدبانع اور بیگیان رہین

کچھہ آزار مجھکو دینے لگے — قسم اقسام مجھسے لینے لگے

معاملہ دوم

ایک مدت تلک یہ صحبت تھی
کبھو الفت کبھو نہ الفت تھی
رفتہ رفتہ سلوک بیچ آیا
ہاتھ پانون کو اپنے لگوایا
نگاہ بیٹھ پانون پھیلا کے
میری آنکھون سے تلوا ملوا کے
چلکر آئے تھے جب کبھو اپنا
پانون رکھتے تھے میری آنکھون پر

[illegible]

معاملہ سوم

[illegible]

اوسکی زلفون مین دل گئے ٹہہرے — رہے سنبل کے پیچ پاچ دہرے

اوس جبین سے ہو دلکی کب جاذب — صبح صادق کی دعوی ہو کاذب

ویسی بہوئین کشیدہ بہی ہین کہین — یہ کمائین کسو سے کہنچے نہین

سیہری پلکون کی اور سب کی نگاہ — چشم پر میری تیری چشم سیاہ

کہون چتون کی دیکہنے کا طور — اس قیامت پہ وہ قیامت اور

سطح رخسار آئینے سے صاف — جو نہ ٹہہرے نگہہ تو رکہئے معاف

لطف بینی کا فہم ہے دشوار — ایک باریک بینی سے درکار

کیا جہلکتا ہے ہاے رنگ قبول — جیسے نکہرا گلاب کا سا پہول

ہے دہن تنگی سے سخن کوتاہ — کچہہ نکلتی نہین سخن کی راہ

اوسے گل کیا چنے کوئی ہمدم — غنچہ ناشگفتہ سے بہی کم

برگ گل سے زبان ہے نازک تر — پہول جہڑتے ہین بات بات اوپر

کیا کہون کم ہین ایسے شیرین گو — وہ زبان کاش میرے منہ مین ہو

دمبدم سوے گوش اشارۂ صبح — گوہر گوش یا ستارۂ صبح

عجب بنا گوش ان نے دکہلایا — صبح کا سا سمان نظر آیا

ان لبون کا مزا لیا سو بہانت — تسکے اوپر ہمارا بہی ہے دانت

یار اوس سے خدا جدا نکرے — دور اس سے جیون خدا نکرے

یون نہین سرخ اسکی ہر انگشت — ڈوبے ہین میرے خون مین یکمشت

وہ کف دست راحت جان ہے — کاش سینے پہ رکھدے غم یان ہے

کیا بیان خوبی شکم کو کرے — دیکھنے سے کبہو نہ پیٹ بہرے

صدر کے ناچنے سے تا ناف — چپکی جاگہ ہے کیونکہ کہیے صاف

اس سے پھر آگے غنچۂ گل ہے — یان سخن بابت تامل ہے

پردے مین بہی جو کچہ کہا جاوے — آپ سے تو نہ تک رہا جاوے

گئی نظرون سے وہ کمر باریک — ہو نہ آنکھون مین کیون جہان تاریک

اور کیا دل نہ دیکہا بات آوے — کہین یارب شتاب ہات آوے

نازکی اس بیان کی کیا کہیے — ہے تو ہاتہون مین سے لیے رہیے

تک اگر لچکے تو قیامت ہے — پھر قیامت تلک ندامت ہے

کیون پڑی ران پہ نظر تا ساق — اوس مین اب زندگی ہوئی ہی شاق

پاے جانان سے گفتگو ہے اب — خاک مین ملنے کا یہی ہے ڈہب

وہ قدم کاش فرق سر پہ ہو — ساق سیمین مرے کمر پہ ہو

وہ کف پا قریب ہو میرے — ٹہوکر اوسکی نصیب ہو میرے

ایک دن فرش پر تھا میرا ہاتھ	باتین کرتے تھے وہ بھی میرے ساتھ
پانون سے ایک انگلی مل ڈالی	لطف سے درد وہ نہ تھا خالی
درد سے کی جو مین نے بیتابی	دست نازک سے دیر تک دابی
یاد آتے ہین ایسے لطف جواب	گذرے ہے جان غم زدہ پہ غضب
تن بدن دیکھ جی نہ رہتا تھا	مین جو گستاخ ہو کے کہتا تھا
کہ یہ جاگہہ تم اس فقیر کو دو	متبسم ہو کے کہتے وے یہ لو
یہ بھی کیا کیا خیال رکھتے ہین	آرزوے محال رکھتے ہین
پھر گھڑی بھر مین کہتے ہو نہ ملول	ہار کھانی کی باتین سب ہین قبول
جب سلوک ان کا یاد آتا ہے	کیا کہون جی سے بھول جاتا ہے

معاملہ چہارم

ایک دن پان وے چباتے تھے	سرخ لب اونکے مجھکو بہاتے تھے
کہہ اوٹھا مین کہ یہ اوگال مجھے	منہ سے دو تو کرو نہال مجھے
بولی یو نہین ہے مین کہان سے	جھوٹا کہاتے ہین میٹھے کی لالچ
ہنس کے او سوقت مجھکو ٹال دیا	پھر اسی رنگ سے اوگال دیا
ایسی صد رنگ مہربانی تھے	تب سیہ رو کی زندگانی تھی

معاملہ پنجم

معاملہ ششم

صورت اونکی خیال مین ہر دم | خواب مین جو ہون وہ مژدہ باہم
مین تو بستر پہ دل شکستہ اداس | چاند سا منہ انہون کا تکیے پاس
مین بچھونے پہ بیخود و بیخواب | ایک پیکر پری کا سا ہمخواب
فرش پر پانو بے غبار آلود | انہین دے دونون پانو نگار آلود
مین تو افتادہ محو عجز و نیاز | بازو میرے کسو کی بالش ناز
جاگتی آنکھون سے گل رخسار | جسپہ کچھ بکھرے ہوئے عنبر بار
پاس منہ کے وہ لال تر نازک | دست گستاخ پر کمر نازک
فرش اس گلبدن کو سب بو یا | پھول مین نے بچھا رکھے گویا
شب کٹے صورت خیالی سے | دن کو ہون مین شکستہ حالی سے
گرچہ روزانہ بھی قصور تھا | لیکن اندوہ سے کدر تھا
کہین تصویر سے نظر آئی | کہین منہ پھیر چھپے شرمائی
کبھی دل ان کے روبرو ہون رہے | کبھی ملنے کی آرزو مین رہے
صورت حال اور کچھ ہر دم | گاہ لب خشک گاہ مژگان نم
مین بھی مقدور تک وفا کی ہے | جان غمناک پر جفا کی ہے
برسون تک مین پھرا ہون سرگردان | روز و شب دونون تھے مجھے یکسان

جو پڑھے گا سنگ نامہ یان — ہو گی ساری حقیقت اسپہ عیان

یان نہ تفصیل کرنے کا تہا مقام — کہ محبت سے ہے یان بے حرف کلام

معاملہ ہفتم

بارے کچھ بڑھ گیا ہمارا ربط — ہو سکا پھر نہ دو طرف سے ضبط

تب ہوا بیچ سے یہ رفع حجاب — جب بدن مین رہی نہ مطلق تاب

ایک دن ہم وے متصل بیٹھے — اپنے دل خواہ دونون مل بیٹھے

شوق کا سب کہا قبول ہوا — یعنی مقصود دل حصول ہوا

واسطے جسکے تہا مین آوارہ — ہاتھ آئی مرے وہ مہ پارہ

گھل گئے دست وے ہم آغوشی — ہمسری ہمکناری ہمدوشی

چند روز اس طرح رہی صحبت — پیار اخلاص رابطہ الفت

کچھ کہون جو انہون کی ہو تقصیر — نا رسائی تھی طالعون کی ہمیر

ہو گئے بخت اسنے برگشتہ — پھر کیا آسمان نے سرگشتہ

بات ایسی ہے اتفاق پڑے — لگہ ہوئی سر پہ فرقت آن کھڑی

لگی کہنے کہ مصلحت ہے یہہ — کتنے روز ون جدا تجھسے رہ

یون بھی آتا ہے عشق سے درپیش — کہ نشان بلا ہون الفت کیش

لطف سبزہ وال جال پر ہر آن — تازہ ہر دم مروت و احسان

لب سے جان بخش حرف سحر و عجب — لطف سے پوچھتا کہ خوش ہے تو

یاد کر رو دون اونکی کونسی بات — کسطرح کاٹون ہجر کی اوقات

ملنا اون سے بھی ہو گئے غم بھی — آ گئے جیتون مین جانیے ہم بھی

مدت ہجر اگر تمام ہوئی — ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

تمام شد مسمی بہ معاملات

مثنویات اژدرنامہ

یہ موذی کئے تا خبردار فن — نئی ناگنین جنکی ٹیکون پہن

نہین جانتی ہو نہین مار سیاہ — زبانہ ہے آتش کا میری نگاہ

تنفس سے میرا فنی پیچدار — گیا جس سے خصم قوی من کو مار

جدھر بھر نظر دیکھون لگجا ہے آگ — دم دم کشی لب پہ کہیا ہین ناگ

جہان مین ہون وہ جا ہے پر شر و شور — عصا سے چلے راہ وان مار و مور

مری آنکھ سے زہر ٹپکا کیا — جلا آگے میرے کبھو کب دیا

سن اس ماجرے کو سبھون نے کہا — کہان کینچوے یہ کہان اژدہا

نہ خصمی مری اژدہون سے ہوئی — طرف مجھسے ہو چونک کیا اژدہوی

پہونچتا تھا گردون تلک شور و شر | ہوا صاف ہوتے نہ دود و پہر
رہا کرتی کوسون تلک اوسکی دہوم | نہ اوس راہ آتا کوئی جز سموم
ہوئے ساکنان بیابان تہنگ | اوٹہے کوہ و وادی سی شیر و پلنگ
گئے جان لے لے وحوش و طیور | کوئی رہ گیا موش و مینڈک سا ور
گئی لومڑی ایک سو کہی ہوئی | کسو اور جنگل مین ہو کہو ہوئے
گلی مین چھپا نکو کہلے اوسکے لب | ہوئی وان کی اعیان گرم غضب
خراطین و خرموش و موش و شغال | اوس اژدر کو کر جنس اپنی خیال
روان ساتھ اوسکے شتابانہ ہوئے | گئی گرگٹ آگے روانہ ہوئے
رعونت سے مینڈک اوچہلتے چلے | بلون مین سے چوہے نکلتے چلے
قریب اوس بیابان کے جسدم گئی | اونہون مین سے آگے بہت کم گئے
قضارا وہ آفت تہی سرگرم سیر | چلے آتے تہے بہاگتے وحش و طیر
اوس آشوب سی دست و پا گم کیے | فراموش سب نے سر و دم کیے
لڑا اژدر کے خرموش سا پہلوان | ہوا مضطرب کیچوے سا جوان
وہ گرگٹ کہ جسکو تہی گردن کشی | ہوئی خوف سے اوسپہ طاری غشی
قدم عنکبوتی سی گرد کا جل گیا | بہروسا تہا گیدڑ پہ سو ٹل گیا

مثنوی مسمی تنبیه الجهال

صحبتین جب تهین تو یه فن شریف — کسب کرتی جنکی طبعین تهین لطیف

تهے ممیز درمیان انصاف تها — خار و خس سے کیا یه عرصه صاف تها

دخل اس فن مین تها اجلاف کو — کیا تبائی تهے یهی سو اشراف کو

تهے جو اس ایام مین استاد فن — ناکسون سے وہ نکرتے تهے سخن

پهر حصول اس سے نه دنیا نه دین — کوئی حاجت اوس سے وابسته نهین

گر چمار اوس کارخانے مین نهو — ٹوٹے جوتے کو کهان لیکر پهرو

یا ناچار اوس سے گنٹھے جانا پڑے — کوڑیان دے جو گٹھوانا پڑے

حاجت اس فرقے سے یان مطلق نهین — جو نهو شاعر تو کچهه نقصان نهین

یه تو دنیا مین بهی اس فن کا کمال — دین کا اس فرقے کے پوچهو نه حال

کذب هو جس جا وه رونق بخش طبع — وانکی دنیاداری رکهو پهر دلکو جمع

جهوٹ آوے اسقدر جب درمیان — کو یقین ایمان کیسا دین کهان

هم تلک تهی بهی وهی رسم قدیم — یعنی جنکی هوتے تهے ذهن سلیم

پیار کرتے تهے او نهین استاد فن — اونکی هوتی رهبر راه سخن

ہو گئے خود سر کہتے استادوں کا ۔ ان کے تئین ہر گز نہوتا اعتبار

زندگی بلکہ انہوں پہ شاق تھی ۔ ہاتھہ گر لگ جاتی نہی شلاق تھی

حکایت

شایق فن تھا وزیر اصفہان ۔ ایک دن آیا ہلالی اوسکے ہان

حاجیان ورسے ہو آگاہ کار ۔ کی اشارت تا اسی دن گھر مین بار

عزت و تعظیم کی حد سے زیاد ۔ پاس لے مسند پہ بیٹھا شاد شاد

اون نے کھینچی اسکی مرزائی بہت ۔ بیٹھے بیٹھے رات جب آئی بہت

شعر کی تقریب لا کر درمیان ۔ کرنے لگا شاعری کا امتحان

شعر خوانی کی پڑھا سو تھا غلط ۔ سنتے ہی بھڑکا وہ شعلہ کی نمط

غصے ہو بولا کہ ہان فراش و چوب ۔ کھینچ لا میدان مین کی شلاق خوب

اسقدر مارا کہ بیدم ہو گیا ۔ سوج دست و پا ہر اک تہم ہو گیا

کھینچ کر ڈلوا دیا دربار مین ۔ یہ خبر پہونچی جو ہر بازار مین

وارث اوسکی لگئے آرات کو ۔ جب بخود آیا تو پایا بات کو

یعنی دستور زمان دشمن نہ تھا ۔ یا وہ کچھہ نا آشنائی فن نہ تھا

غالباً پایا غلط اشعار کو ۔ خوش نہ آیا اوس کرم کردار کو

جو ہے سو خود سری سے باز آئی — تربیت ہو نیکو او ستادوں کی جاے

ورنہ کرتا ہیچ گوئی ہرزہ رنگ — ریختہ شاعری ہو جاتی تنگ

تب جو مین شلاق کی یہ خام تہا — اب جو آیا لایق انعام تہا

قصہ کوتہ تہی ممیز درمیان — ننگ ہے کرم مزابل پہ بہی بیان

بے تمیزی سے ہے رایج ابتری — جسکو دیکہو خود نمائی خودسری

نے بیان کا ہے سلیقہ نے زبان — اسپہ ہے ہر ایک سحبان بیان

بس تعلم وقت زبان بازی نہین — چپ کہ دوران سخن سازی نہین

کون حرف خوب کو کرتا ہی گوش — بات کی فہمید کا ہے کسکو ہوش

بے تمیزون سے بہرا ہی سب جہان — ہے دماغ حرف ہمکو بہی کہان

تمام شد

مثنوی در ہجو نااہل مسمی بزبان زد عالم

سنیو ای اہل سخن بعد از سلام — چہیڑتا ہے مجہکو ایک تخم حرام

پر نہین مرغی کا گرم طیر ہے — وہم مین شہباز کا ہم سیر ہے

کام مجکو کچہہ نہین ہے اور سے — بلکہ اس بہی طرز سے اسطور سے

کسب جو کرتے تھے یہ فن شریف ‏ / ‏ اونمین سے کوئی نہ تھا میرا حریف

کتنے اک نومشق تھے گرم سخن ‏ / ‏ سو بچارے آپہی ناآگاہ فن

مدعی میرا ہوا یہ بے ہنر ‏ / ‏ مردۂ صد سالہ سا بے نور تر

کاسہ لیس بایۂ خبث و حسود ‏ / ‏ قلیۂ دہ روزے بھی بدنمود

آتے اچھا ہی جو اوسکو روک دو ‏ / ‏ ورنہ منہ دیکھو تو وہین اوک دو

باپ اوسکا سخت نادان نادرست ‏ / ‏ کوڑھ کرسی گندی بغلی فاق دست

ایک جا آیا شتر قد گھر گیا ‏ / ‏ وان شتر غمزہ سا مجھسے کر گیا

رہ گیا مین جی کے لوہو کا سا لہو ‏ / ‏ یعنی دیکھون بیٹھے ہے کس کل یہ اونٹ

اس تحمل پر نکلی مطلق نظر ‏ / ‏ خار پہلو کا ہوا ہر جا بجر

جب لگا ہے ناچنے مستی سی خوب ‏ / ‏ تب لیا مین نے قلم کی زیر چوب

مستی اسکی ساری اب جھڑ جائیگی ‏ / ‏ دھوم ساری گلیوں مین پڑ جائیگی

جب جڑون سے مارنا ہموار کہائین ‏ / ‏ کج خرامی سے تب اپنی باز آئین

راہ سیدھا ہو کی چلنا ہے سلے ‏ / ‏ اونٹ جب آیا پہاڑ و نکو تلے

اونٹ کی خلقت پہ ہے قدرت کو ناز ‏ / ‏ اسکی خلقت کم ہے کیا ای بی نیاز

ہیت اسکی مضحکہ ہے سوانگ ہے ‏ / ‏ جیسے اوج بن عنق کی ٹانگ ہے

چپ قلم اب ہے ارادہ جنگ کا — پاس کبتک کیجے نام و ننگ کا

یان زبردستون کو دعوی کہا گیا — یہ چہپا رستم کہان سے آگیا

تا قیامت قسم کو دعوے بڑا — ہوکے تنکا سا پہاڑون سے اڑا

ہاتہی کی ٹکر کو ہاتہی ہی اوٹہاے — چیونٹی کا کیا جگر جو منہ پہ آے

جنگ ہاتہی کی ہو کو اوسکو ہوس — پر اوسی ہی موت کا ریلا ہی بس

ایک دہکے مین کہان وہ کامنی — پودنی کی سی ہے اوسکی خصمی

مین نے پاس اوسکا کیا حد سے زیاد — پر کمی کرتا ہے یہ ابنا زیاد

قبلہ کہتے کہتے حاجی ہوگیا — پاس ظاہر چہوڑ پاجی ہوگیا

رشک شہرت سے مری مرنے لگا — میری عزت کا حسد کرنے لگا

لگ گئی چپ اوسکو میرے شور سے — یہ نہ سمجہا ہے خدا کی اور سے

یہ قبول خاطر لطف سخن — دی ہے کب سبکو خدائی ذو المنن

ایک دو ہی ہوتے ہین خوش طرز و طور — اب چنانچہ میر و مرزا کا ہے دور

خصمی وہ کریے کہ ہو معقول خلق — نے انہون سے جو کہ ہو مقبول خلق

دشمنی تہی اوسکو مجہسے کیا ضرور — حیف ایسی عقل لعنت یہ شعور

ہون جو مین یہ تو فکن تو ہی یہ کیا — غور کے آگے ذرہ کب ٹہہرا رہا

جھڑ گیا ہووی دماغ اوس کا تمام | پڑھتے پڑھتے شور سی ہر صبح و شام

وہ حرف جوروسے جا بکا جا ہوا | ایسا الو ناخدا پیدا ہوا

دیکھکر انکی خرامی بارے سرو | ایک کوتک نے کی تقلید تدرو

کود کر چلنے لگا آخر کو راہ | اپنی ہی رفتار بہولا رو سیاہ

کاشکے ہووین مخز شیخ و شاب | جیوڑی سا منہ جو پکارے کاہی باب

بد نمائی اسکی ہے بے ساختہ | گیا ہے یان عشق بچہ انداختہ

دیکھہ اسے یاد آوے قدرت کاملہ | کیا بلا ہے یا وہ خوک حاملہ

گرگ گردن خوک جسم غوک سر | غول صحرائی کا بچہ ہے مگر

چار سکھیان کیکے شاعر ہوگیا | اس فن مشکل کا ماہر ہوگیا

باپ کو ان نے بنار کہا ہے اوت | ہین کہان ایسے سعادت مند پوت

کم ہوا ہے گا جو اسکا زور پا | جانتا ہے اسکو پیری کا عصا

کچھہ نہین معلوم اسکو سر کار | تب تو ٹھہرا دیا ہے اسکو راز دار

اس زنا زادی نے جو لب وا کیا | پہلے باکا راز ہی رسوا کیا

ایک دن شب کو نہین جلوا دیئے | یار ماسکے باپ کو کھلوا دیئے

پھر حقیقی باپ سے جا کر ملا | اس مجازی کا کیا اس سے گلا

ان کمینون کا گلہ کیا کیجیے ایسے ذس پیدا ہون گرتہ سیجیے

کہتے ہین سرگرم بیباکی ہے یہ ہون تو ہون ناپاک کیا پاکی ہے یہ

لکہیے اس فرقے کے اب تا چند ذم خط بناوین ایسا کرے کف قلم

گرچہ انکو کہتے ہین آکمیم وار لیک انکا منہ نہ دیکہین کاش یار

صاف قینچی پر نہین چڑہہ ہوائے گر نہ ہو اسمین پہر ہو جائے

جا بجا ہے اس قوم کی کیا تیز چال آگے ہی آوینگے جتنے ہونگے بال

ایک سفید انکو نہین چننے کی تک ہو تو ہین دشمن یہ کالے بال تک

کیا کہون کیسے ہین اونہہ یہ لچر کیجیے اصلاح عاید ہووے شر

کہرچہین ایسا سر کہ کردین پایمال سید ہیان جب سنلین تب لین وہ لگا بال

معتبر انکے جو حجامی ہین اب ہند مین وہ تیرہ روشنامی ہین اب

کوئی لیجائے جو حاجت غسل کی چلو چلو پانی پر دیتے ہین جی

نعتین کرتی ہی گذری اسکو وان غسل مین فرصت تشہد کی کہان

بیٹہے حجامی خانے مین کیا غسل کر جیب شاگردون نے وان رکہی کتر

لیک پہر اجرت کے اوپر جنگ ہے لات ہی گالی ہی پہر سرجنگ ہے

اوس سقادہ مین گیا تہا اک حریف اسکی فی الجملہ طبیعت تہی ظریف

ہجو عاقل نام ناکسی کہ سگان او نسی تمام داشت

اک جو چڑکو رزق کی وسعت سی ہو گئی — تنگی کی حوصلے نے تو رحبت سی ہو گئی

کتون کی ساتھہ کہانی لگا کتون سے معاش — چچڑی کی طرح شام و سحر کتونکی تلاش

پاکیزگی طبع و لطافت وہ بر طرف — کتا بغل مین مار کر لگا پہرنی ہر طرف

دُتکار و کتے کو تو لہو اپنا وہ پیئے — ہے اسکی استخوان شکنی کتون کے لیے

یا جہوٹے ہاتہہ کتے کو مارا تہا کبہی — یا کتون سے چٹاتا ہے اب اپنی منہ کو بہی

کتے ہین پاس کتی ہین جیب و کنار مین — کتی ہین آستینو نمین کتے ازار مین

آیا جو ایک روز وہ بے تہہ چپا ہوا — کتا ازار اسکی سے نکلا بندہا ہوا

یک سگ گزیدہ کی طرح جہونکنے لگا — پہر کہول اسکی منہ کتین چوٹنے لگا

ایسی بہی ہمنے دیکہی نہین کتونکی ہوس — گردن مین اپنی ڈالی پہرے روز و شب مرس

تکڑا ہو جبکے ہاتہہ مین یہ اوسکا یار ہے — جیسے سگ سرائے سگ ہر سوار ہے

کتونکی جستجو مین ہو اور رہا باٹ کا — دہوبی کا کتا ہی کہ نہ گہر کا نہ گہاٹ کا

تہکتا ہی پہر جو کرتی ہو گی دوڑ اور پہاڑ — لیتا ہی بیدماغ ہو لوگونکی کپڑے پہاڑ

جو ہڈیون پہ لڑتا رہا ہو بسان سگ — ہو آدمیت اسکو بہلا کس مقام تک

جسکو خود خراب کرے پہر وہ کیا کرے	کیونکر زبان نکالی نہ جون سگ پہر ارکر
آواز دیوے کتون کو توڑی جہان اٹہا	مرجاے گا یہ بہونکتے ہی بہونکتے نزان
ہے بسکہ سگ پرست مرگیا جو یہ دنی	تو شتے مین اسکی ہوگا نہ کچھہ غیر سگ کتا
کتون کی پیچہے پہرتا ہے گلیون مین خوار ہو	یہ سب ہے اس لیے کہ ہر اک جا ہی شور ہو
اس وضع ساختہ کی ہوں احمق فریفتہ	بہرہ ہے جسکو عقل سے وہی کیون ہو شیفتہ
ہے اسطرح کی معرکہ گیرون سے جہان	بہتیرے ایسے کتے نچاتی پہرے ہین یان

مثنوی در ہجو خانہ خود کہ بسبب شدت باران خراب شدہ بود

جسم خاکی مین جسطرح جان ہے	اسطرح خانہ ہم پہ زندان ہے
ظلمتین اسکی سب پہ روشن ہین	زندہ در گور ہم کئے تن ہین
ہے جو سرکوب اک بڑی دیوار	وان سے جہان کو تو ہے اندھیر اغار
بخت بد دیکہہ سارے پہ نالے	اُسکے معمار نے ادھر ڈہالے
اب جو آیا ہے موسم برسات	دکہو ہے اپنی ہان اندھیری رات
صحن مین آب نیزہ بالا ہے	کوچہ موج ہی کہ نالا ہے
مینہ مین گہر کے پانچ چہہ چہپر	ہم غریبون کے ہوتی ہین سر پر

مثنوی در تعریف سگ و گربہ که در خانۂ فقیر بود

موج کشتی ستون مین بیٹھے | جان غمناک خون مین بیٹھے

لے گیا پیچ و تاب پانی کا | کوٹھری تھی حباب پانی کا

یون ڈھا گھر کہ بار خاطر تھا | آہ کسکا غبار خاطر تھا

اکھڑے دہلیز سب منڈیر گری | لہر پانی کی جھاڑو دیتی پھرے

ساری بنیاد پانی نے کاٹی | اینٹ کے گھر کو کر دیا ماٹی

جھک گئے سب ستون در بیٹھا | وہی چھپر کھڑا ہے گھر بیٹھا

جب اجاڑی پہ آگئی چھت ٹھہری | ہم سبھو مین یہ مصلحت ٹھہری

آؤ اب چھوڑ کر یہ گھر نکلین | کسو ٹھی پہ بیٹھ کر نکلین

دیکھے مرنے سے ڈوب مرنا خوب | ہے کنارا یہان سے کرنا خوب

سنکے ہر یک کے جی مین ڈر آیا | خاطرون مین یہ حرف ٹھہر ایا

گٹھری کپڑون کی مین اٹھائی تھی | سر پہ بھائی کے چارپائی تھی

بوجھ کپڑون کا جنے باندھا تھا | اسکا سارا انگار کاندھا تھا

ساتھ کوئی چراغ لے نکلا | کوئی سر پر ایاغ لے نکلا

چھاج کی کر کے کوئی اوٹ چلا | مینہ کے مارے کوئی لوٹ چلا

منہ پہ جھلنے کو ایک نے رویا | ایک نے سر کے کا کیا کھویا

گھونس جب فکر ہی مین مرتی ہو — موش دشتی پہ کیا گزرتی ہو

کوئی چھچھوندر جو بستی مین ہے — سو وہ بچہون کی مرثیہ خوان ہے

ایکدن گھر مین ایک گھونس آئی — اپنے پاؤن اجل لیے لائی

گھونس کیسی تباؤن غیرت سوس — طاق ہے جسکے آگے طاقت سوس

یا کوئی مادہ خوک آبستن — یا کسو چھوسے کے برادر زن

پھرتی پھرتی جو صحن سے خوشحال — پای دیوار بیٹھے سر کو نکال

کہین اودھر سے شیر جاتا تھا — پھیرتا منہ پہ پنجے آتا تھا

پڑ گئی اسکی اسپہ چشم کبود — نیلا پیلا ہوتا دکھاؤن دود

پنجہ جھنجھلا کے ان نے گذرانا — بارے کچھ گھونس نے اسے جانا

پر اسے خوف جان نہ آیا کچھ — غالب آیا نہ اسکا سایا کچھ

ٹھٹکا یا پھرانی جاتا لو — کیونکے تھا یہ تو شیر کا خالو

پھر تو بگڑی ہے وو نہین اکہر — چوٹ ہوتی ہے واؤ پایا کر

غصہ جز موش کو بھی آن چڑھا — اتفاق اس جگہ تھا ایک گڑھا

دو بون لڑتے ہوئی گڑھے مین — کیچ کو کاٹتے پڑے اس مین

ناخن اس شیر کا کچھ ایک گرا — شور محشر گڑھی کے بیچ پڑا

دی ہرن کو بھی جلدی مین بتا | بیگانیان سگ لوند کیا گتاہ

اڑتی چڑیا انہین نے ماری ہے | استخوان سگ شکاری ہے

یہہ جو غصے مین آوے تو غضب | اسکے مارے ہوے ہین ہار عجب

منہ مین دیتے ہین اسکے جب مشغل | طرفہ دم لابہ کرتی ہے اچپل

منہ مین اپنے لیے فتیلی سے | سگ لیلی کی ہے قبیلی سے

باہم اس بلی کتے کا یہہ ربط | کوئی دیکھے ہنو وسے اسے ضبط

کبہو جاتا ہو ہے یہہ کوٹہے پر | لگی رہتی ہے اسکی چہت سے نظر

اور سی دشمنی جانے ہے | اسکی یہہ باولی ودانی ہے

دوہون شوخی سے مارہتے ہین | سگ وگربہ کی چال رہتے ہین

مثنوی در مذمت برشگال کہ باران دران سال بسیار شدہ بود

کیا کہون اب کی کیسی ہے برسات | جوش باران سے بہہ گئی ہے بات

بوند تھمتی نہین ہے اب کی سال | چرخ گویا ہے آب در غربال

وہی یکسان اندہیر برسے ہے | آسمان چشم واکو ترسے ہے

بڑھی ہو ندون کی چوٹ سے موریے
سنگباران جہان ہو وان مریے

پڑھتے ہین یار و رسس حیرانی
آرسی کے بھی گھر مین ہے پانی

آرسی مین سو کب نکلتے ہین
مردم آبی پھرتے چلتے ہین

کشتے ڈوبے گرے کہان ہین اب
سنگ آبی ہی مین جہان ہین اب

وسعت آب پوچھ مت کچھ یار
کوچے موجون کے ہو گئے بازار

مسجد اب سارے گھر تو آتی ہین
زاہد خشک ڈوبے جاتے ہین

تنا ٹھہرنا برابر ان کے شاق
مسجدون نے کیا ہے استغراق

سینہ تو یان اب لگے ہی رہتے ہین
سارے عالم کے کام بہتے ہین

غرق ہے چڑیا یا گلہری ہے
خشکی کا جانور بھی بحری ہے

سینہ ازبسکہ ببہا ہے گا
یک جہان کو ڈبو رہا ہے گا

شعر کی بحر مین بھی ہے پانی
بہتی پھرتی ہے اب غزل خوانی

لائی بارندگی کی چالاکی
آب خشک گہر پہ نمنا کی

ہے زراعت جو پانی ذی ماری
ہو گئی آنجست تر کاری

آب ہے گا جہان کے سرتا سر
خوف سے سوکھتا ہے میوۂ تر

مست ہو ہو گئے ہین مست شراب
غوطے کھاتے پھرین ہین عالم آب

کہینچے باورچی نے کیا کیا ناز | کٹری گئی اوسکی چوترونپہ پیاز
کہانا نکلے پہ آوے ہجو کیسے | چیل ٹوٹی ہے گوشت پر جیسے
وقت کہانے کے ہاتہہ سے اسکا | تاب پر نان بخیہ کش گویا
کیا وہ دوپیازہ کہا کے ہو تازہ | اک نوالا ہے حلوا دوپیازہ
گوشت ہانڈی بہر انچہ ننگ میں | ٹہڈیاں گویا تہیں اسکی ننگ میں
خام طمعی سے اک کرے ہے آہ | دیکہہ کر شکو نان ہالہ ماہ
نہ ٹلے دیکہہ کر وہ تاب پلاؤ | منہ سے منہ بیٹہا گرچہ کہاوے کہاؤ
کہانے پر جب وہ جی چلاتا ہے | لاٹہی ہاتہی بہی کہا ہی جاتا ہے
نہیں پہونچی جو کہا تا کہانے لگ | ہڈیون پر لٹرے ہے جیسے سگ
ہو کہہ کا باولا جو آتا ہے | لوگون کو کاٹ کاٹ کہاتا ہے
دہہ ان میں دشمنون سے بہی وہ لئیم | جا ہی گہس ہل اگر سنے ہے حلیم
آتش بغرا پہ مار بہی کہاوے | اسمیں گو پونچ انگلی جاوے
کسی مفلس کے گہر جو جاتا ہے | کچہہ نہیں خفقین ہی کہاتا ہے
ہو کہہ سے جب کہ غصے میں آوے | بز کوہی کی طرح جہنجہلا وے
ٹکڑیون کو نگہہ سے کہا جاوے | چہنے لوہے کے بہی چبا جاوے

تھی ابھی سو شیون کی جیب کی جگہ	ہین رتا کہتا کہا گیا وہ سمیٹ
کہانا کوئی اور کیا کہی اسکا	سارے منہ دیکھتے رہے اسکا
جب مرلگیا وہ ہو کہہ کار روگے	روح تو شمع کی روح میں پہونچے
کہانی کی بو ہو جہاں میں پہنچے	مرگیا ہووے تو بہی اٹھ بیٹھے
عقل باور اگرچہ کرتے نہیں	وہ مری ہو کہ اسکی مرتی نہیں
ہو کہی اسکا جو جی نکل جاوے	گور میں بہی کفن نکل جاوے

مرثیہ خروس کہ در خانہ فقیر بود

کئی برس سے ہمارے تھا گھر میں ایک بولا	خروس نرگس کی اولاد سے وہ افسوس
پہرا جو اُس سے یکایک زمانہ کج باز	قضا نے اسکو کیا ایکبار مرغ انداز
دیا کہ جو وہ اذان دیتا وقت صبح و شام	بجا ہے مرغ مصلی رکھیں گر اسکا نام
نہیں ہے مرغ چمن میں جہاں کا الیاس	بہ رنگ گلہ تاج خروس سر پہ تاج
جو بیٹھے جا کے چمن میں پرواز پہ ہوئے نہ جتنا	کھڑا ہو دھوپ میں تو رشک مرغ زرین بال
کبھو جو صحن میں گہر کے وہ اشرف الطیار	پہرا جو بیس کو ڈالی تو مرغ آتش خوار
درختوں میں شناگستر میں اسکے مدام	ہزار گزاشت کریں مرغ سبزوار تمام

در تعریف آغا رشید که خطاط بود بفرمائش میان اعز الدین که فقیر و خوشنویس بوزند

میر خطاط یک قلم دیکھے	لیکن آقا سے لوگ کم دیکھے
یعنے عبد الرشید تھا اوستاد	خوشنویسی کی جسنے دی ہے داد
خط کی خوبی کا اسکی ابتک ڈھنگ	صفحۂ روزگار پر ہے رنگ
وہ تصرف کہین جو کرتا ہے	شکل نقاش رنگ بھرتا ہے
حیرت افزا ہے حسن ہر تحریر	مشقی اسکے ہے قطعۂ تصویر
خط شیرین جو اوسکا پاتے ہین	ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہین
لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے	مد جہان ہے کسو کی ابرو ہے
سطر لکھتا نہین خفی کے وہ	خط ہے خوبان کی پشت لب کا وہ
ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے	ہے جلی سب تو ایک بابت ہے
خط مین کیسا ہے کوئی کامل ہو	اسکا کب نقطہ مقابل ہو
حرف کس کس اداسے لکھتا ہے	کون ایسے صفا سے لکھتا ہے
ہے الف قامت نکورویان	لام ہے زلف سلسلہ مویان

شوخی کر اسے نازپیشگی سے ہے — وہ ہے کہ جسے ہمیشگی سے ہے

جو عکس پڑا ہے جام مے مین — آتی ہے صدا اسیکی نی مین

ہے جلوہ گری مین یان بصد ناز — وہ مست گذارہ سر انداز

سو رنگ ہین اسکی یاد رکھہ تو — ہر جلوہ سے دلکو شاد رکھہ تو

لم مین جو کچہہ شہود مین ہے — ہر لحظہ اسی سجود مین ہے

کہہ یاد اسی کو اور مے کو پی — جیتا رہے کوئی دن تو نوش جی

اب روے سخن چمن کو کر لیجے — مینا سے دل اور مے سے بہر لیجے

آئی ہے بہار مے گساران — پہولی ہین چمن مین گل ہزاران

آئی ہے بہار رو ہر خیابان — ہے لطف ہوا سے گل بدامان

آئی ہے بہار زہد کیشان — ہے توبہ بادہ دل پریشان

آئی ہے بہار صحن گلزار — کرتا ہے نوا سے سینہ افگار

لایا ہے بزور اسکا نالہ — مجکو بہی بہر لے سیر لالہ

ساقی جو کہ دن مین بی اوئی — معذور رکہہ اب بہار آئی

گل بادصبا کے تا کمر ہے — دامان بلند ابر تر ہے

غنچے کی گلابیان بہری ہین — تکلیف کے منتظر دہری ہین

شیخ آئی کو تو میکدے میں آیا — پر ہو کے بہت خراب نکلا
یک جرعہ شراب ہی میں واعظ — ہر مسخرگی کا باب نکلا

تھا غیرت بادہ عکس گل سے
جس جوے چمن سے آب نکلا

ہو صرف شراب کاش ساقی — یہ شیشۂ عمر ہے جو باقی
بے ساغر مے خنک ہے جینا — رکھتا ہے شگون شراب پینا
لا بادۂ کہنہ سال تو ہے — سجدہ بھی بابت گرو ہے
دروازۂ میکدہ کھلا ہے — ہر پیر و جوان کو صلا ہے
انڈی سے ہر ایک مست جوں تاک — لیتے نہیں نام دامن پاک
ہر مغبچہ زیر سر ہے — ہر گوشے میں عالم دگر ہے
مستی نگاہ عقل دشمن — خوبی خرام مرد افگن
کہتے گئے صاحب کرامات — ہم بھی نہیں قابل خرابات
جو لوگ کہ اس جگہ سے اوٹھے — کب حلقہ و خانقہ سے اوٹھے
یاں پیتے ہیں جام بیخودی کا — ہے دور تمام بیخودی کا
مستی سے ہر ایک صبح صد بار — خورشید کا سر ہے اور دیوار

اب دل میں مرے بھی جوش آیا
اب وقت وداع ہوش آیا

وہ کام دل سبو بدوشان	یعنی کہ وہ ہے شراب جوشان
وہ موجب دل خوشی کہان ہے	وہ دارو بہشتی کہان ہے
وہ جسکی طرف کو ہے تہ دل	یعنی وہ ہے شیشہ ماہ منزل
وہ آتش تیز آب آمیز	وہ عصر بدہ جو وہ فتنہ انگیز
وہ مقصد جان ناامیدان	وہ رو سپیدئے روسفیدان
وہ رونق کارگاہ شیشہ	وہ شوکت بارگاہ شیشہ
وہ جس سے ہر توبہ ہو پریشان	وہ جس سے ہو گفتگو پریشان
وہ دامن خشک جس سے جل جائے	ثابت قدمون کا پا تو چل جائے
وہ سرخی چشم خوبرویان	اسباب خرابی نکویان
وہ دلبر خود سرو شلائمین	وہ رہزن راہ دین و آئین
وہ جس سے غبار دل سے دہو دون	مینا کے گلے سے لگ کے رو دون
مستی کی مجھے بھی خواہشین ہین	اس عقل سے دلکو کاہشین ہین
لا اسکو جو آستین جھاڑون	پھر ہاتھ چلے تو جیب پھاڑون
بیہوش شراب ناب رہیے	ہون تا بکجا کباب رہیے
ہے مستی بیخودی ضروری	کھل جائے مقام بے شعوری

مثنوی مسمی بجوش عشق

ضبط کرون مین کب تک آہ اب — چل اے خامے بسم اللہ اب

کر چک دل کا راز نہانی — ثبت جریدۂ میری زبانی

یعنی میرا ایک خستہ غم تھا — سرتا پا اندوہ و الم تھا

آنکھ لڑی اوسکی اک جا گہہ — بیخود ہو گئی جان آگہہ

صبر نے چاہی دل سے رخصت — تاب نے ڈھونڈی ایکدم فرصت

تاب و توان شکیب و تحمل — رخصت اوسے ہو گئی بالکل

سینہ فگاری سامنے آئی — بیتابی نے طاقت پائی

کہتے آئے داغ سیاہی — کام جگر کا کرنی تباہی

خون جگر ہو بہنے لاگا — پلکون ہی پر رہنے لاگا

خواب و خورش کا نام نہ آیا — ایک گھڑی آرام نہ آیا

چاک جگر سے محبت ٹپکی — آنسو کی جا گہہ حسرت ٹپکی

سوز سے چھاتی تابا گویا — اور پلک خونناب گویا

آہ سے اوسکی مشکل جینا — درد فقط تھا سارا سینا

جدول جاری چاک گریبان پہ | گوشہ دامن وقف مژگان

دیدۂ تر کے دریا تھا بل | ساحل خشک لبی کے سائل

ہر دم ہو ہر سمت کو جاری | خون باری سے سیل بہاری

تشنہ لبی اک منہ پہ پپڑا | لب جس جسکا ہووے نہ دریا

خاک بسر آشفتہ سری سے | شور قیامت نوحہ گری سے

سر تا پا آشفتہ دماغی | داغ جنون دے جسکو چراغی

غم سے گرچہ دم بھی کہین تھا | جامے مین اک تار نہین تھا

وادے پر جب اپنے آوے | صحرا صحرا خاک اڑاوے

کلفت دل جب خاک فشان ہو | اشک کی جاگہہ ریگ روان ہو

گل اون نے از بسکہ کہائے | پہولونکی چہڑیان ہاتہہ سے

دل کے غبار نے راہ جو پائی | شہر مین گویا آندہی آئی

سر پر اوسکے سنگ ہمیشہ | جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ

آہ سرد کرے وہ عریان | بید سا کانپے ہوی پریشان

گرد کے نہ اوسکا پیراہن | دامن صحرا جس کا دامن

یار دامن تار گریبان | دامن قرب جوار گریبان

سرنے کب سے دیکے قابل | مذہب اوسکا سیر کے قابل
کیا کہے کیا کچھ تھا | القصہ وہ ایسا کچھ تھا

در صفت گلبری که با وعلاقه دل بود

وہ کیا تھا جسپر عاشق | جی سے تھا یہ عاشق صادق
دیدہ گل مین جا گھر اوسکی | نکہت گل گرد رہ اوسکی
چشم پرہ سارا چمن اوسکا | نقش قدم تھا یاسمن اسکا
آگے اوسکے کبھو نہ خوش آیا | یہ رو گل نے کہان سے پایا
گل آشفتہ اوسکے رو کا | سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو | ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اوس چہرے پر تابندہ | کاکل صبح سے خوش آیندہ
دیکھ اوس رخ کی نور افشانی | شمع مجلس پانی پانی
ہو ہر چند یہ بدر کامل | اس چہرے کی ہو مقابل
حوصلہ کتنا اس بے تہ کا | منہ دیکھو آئینہ سہ کا
رکھتی تھی دعوے چشمی پر | لیکن اسکے چشم نظر کر

چشم کرشمہ جان تغافل — شایان اوسکی شان تغافل

کیا جانے وہ حال کسو کا — تیھر دل اوس آئینہ رو کا

پاتے ہی ابرو کا اشارا — غمزے نے اک خنجر مارا

جب وہ خرام ناز کری ہے — جیکو جو رنیاز کرے ہے

رخصت دی گر عشوہ گری کو — ایک ہی جلوہ بس ہے پری کو

ہنسنے مین وہ صفائی دندان — برق خرمن عالم امکان

رشک سحر کو صافی تن پہ — خون صحرا جی اوس گردن پہ

آہ صفائی اوس سینے کی — غیرت افزا آئینے کی

شکل جبین مین یہ ناز کہان ہے — صورت ہے انداز کہان ہے

ایسا خوب جہان مین کہین ہے — رحم ہے اسپر اب جو نہین ہے

جب وہ شکل نظر آتی تھی — کلفت دل کی نکل جاتی تھی

رنگین وسکی اوس کف پاسے — حنا مین نکو یان اپنی جاسے

چشم کرو انصاف کے گردا — یوسف و شیرین لیلی عذرا

کون ہوا اس محبوبی سے — خوبی تو تھی پر اس خوبی سے

بار نزاکت کیونکی اوٹھاوے — شاخ گل سا لہکا جاوے

[illegible]

رخصت کو اس پاس بہی آیا | جلتے کے تئین اور جلایا
وقت وداع قیامت گزرا | سر سے آب حسرت گزرا
ایک دم بیخود ہو کے رہا وہ | اودہر سے آگے آپ گیا وہ
آنکہین لگین ناسور ہو بہنے | دیکہکر اوسکو لگا یہ کہنے
ظلم ہے تو ہو پیتے رہیے | جان گئے پر جیتے رہیے
عمر عزیز چلی یون جاوے | اور فلک آنکہون سے دکہاوے
آخر کر کے خدا کے حوالا | آئینے پر پانی ڈالا
تا کے وہ منہ دکہلاوے شتابی | راہ دور سے آوے شتابی

یار گئے پر میر جواب ہے
جان سے خالی اک قالب ہے

راقم غم ہے وہ دل تفتہ | نام بر اوسکا رنگ رفتہ
مجہسے فرصت اوسکو کہان ہے | قاصد اشک ہمیشہ روان ہے
خط لکہتا ہے اس مضمون سے | تر ہو بال کبوتر خون سے
خط سے اک آتش پر ہووے | جس سے کباب کبوتر ہووے
جب درد دل اون نے لکہا ہے | شعلہ خط مین بیٹہ دیا ہے

پہر کہا کہ پہر کہا کہ جگر کا
اشک نہین آنکہون سے ٹپکا
[illegible] دل کی تمنا
[illegible] گلشن گلشن
[illegible] دامن دامن
[illegible]

[illegible]

مثنوی باعجاز عشق

ثنائے جہان آفرین ہے محال
زبان اسمین جنبش کرے کیا مجال

کمالات اوسکے ہین سب پر عیان
کرے کوئی حمد اوسکی سو کیا بیان

کہون کیا مین اوسکی صفات کمال
کرے ہے عقل کل یان پریشان خیال

خرد کنہ مین اوسکی حیران ہے
کہان یان پریشان پشیمان ہے

زمین و فلک سب ہین اوسکی حضور
مہ و خور ہین اوس سے ہی لبریز نور

یہ صنعت گری وس ہی صانع سے ہے
کف خاک کو آدمی کر دکھائے

نہ آوے کسیکی جو ادراک مین
سو رکھہ جاے وہ اس کرۂ خاک مین

کرے ہیگا تمثیل و تشبیہ سے
منزہ ہے وہ بلکہ تنزیہ سے

وہی حاصل مزرع آسمان
کہ اون دانے مین خرمن نہان

سفید و سیہ کو نہین اوسکی بار
ورنی سے زمانے کی لیل و نہار

در توحید النشاط از حضرتی که
فقرہ یکتاے اوبعالم دو دیدہ

کروں اسکی قربت کا کیا میں بیان	کہ تہا قاب قوسین او دنا مکان
مراد یہ پاسکے فرق نیاز	کیا جسکی خلقت پہ صانع نے ناز
بصورت اگر عبد مشہود ہے	حقیقت کو پوچھو تو معبود ہے

نہیں پا شکستوں کا اب دستگیر
محمد ہیں اور آل ہیں اوسکے ضمیر

گنہگار ہوں جیسے بیک اس سے ہے	توقع شفاعت کی ایک اس سے ہے
درود آل پر اسکے ہر صبح و شام	وہ ہی شافع حشر خیر الانام
پلا ساقیا بادۂ لعل گون	کہ ہو جائیں سرخ انکھیں مانند خون
ہے اب حرف مستانہ کا دلمیں جوش	کر آویزہ گوش گر کچھ ہے ہوش

مناجات بطور عاشقان اردو

در بلائے جدائی گرفتار

مرا زخم یارب نمایاں رہے	پس از مرگ صد سال خندان رہے
رہی دشمنی جیب سے چاک کو	صبا دوست رکھے مری خاک کو
مژہ اشک خونیں سے سازش کرے	غم دل بھی مجھپر نوازش کرے

در تعریف عشق خانمان آباد و آزادگان برنا نهاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری — کہ ہے کھیلنا جی پہ بازی تری

تجھی سے ہے آب رخ زرد زرد — تجھی سے سرے دلمین اٹھتا ہے درد

تجھے ربط کفار و دیندار سے — تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے

تجھی سے ہے بلبل کو نوحہ گری — تجھی پر ہے قمری بھی خاکستری

ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے — ترا شور صحرا کو رہنے نہ دے

تجھی سے دل شاد غمناک ہے — تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہے

تمنا کو تو نے کیا ہے شہید — تجھی سے نہ برآئی میری امید

تجھی سے ہے مجنون صحرا نورد — تجھی سے ہے فرہاد کوہون پہ فرد

تجھی سے گلوبند ہے خستگی — تجھی سے ہے وابستہ دل بستگی

تجھی سے دل عاشقان ہے کباب — تجھی سے ہے پروانہ آتش بتاب

ترا کام دیتا ہے بدنامیان — تری راہ میں دیکھے ہین ناکامیان

تجھی سے سراسیمہ ہین یار لوگ — تری تیغ سے قیمہ ہین یار لوگ

تجھی مین ہین یہ کار پردازیان — تجھی پر ہین موقوف جانبازیان

رباعی فی درویش جگر ریش کہ این بلا در سر آمد

کسو معتبر سے روایت ہے ایک — کہ درویش سے یہ حکایت ہے ایک

اسکے سے مقدور تک سب کہیں | صدا اسکا منہ دیکھتے ہی رہیں

وہ اک دودمان کا تھا روشن چراغ | جلاتے تھے سارے اسی پر دماغ

وے اسکے دلمین اک آتش نہان | کہ دیکھے جلا اس سے سارا جہان

سب آرام جاہین اسے اضطرار | سراپا تلک ایک دل بیقرار

نہ کچھ ہوش گھر جانے کا اسکو تھا | تشتت نہ مر جانے کا اسکو تھا

نہ طاقت تھی تن مین کچھ جی مین تاب | نہ دل پاس نے صبر و آرام و خواب

سر راہ دل قیمہ قیمہ لیے | یہ کہتا تھا مر جائیے بس جیے

سن اس نوگل عشق کی بیکلی | رہا کرتی ماتم سرا وہ گلی

دل و صبر و ہوش و توان و حواس | رہین اسکی وحشت سے سارے اداس

نہ ناموس کا ننگ نے نام کا | مرا دوست دشمن تھا آرام کا

شب و روز فریاد کرنا اسے | کئی بار اک دم مین مرنا اسے

تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا | زمانے کو چندے تماشا ہوا

جو دم ہے طپش تو شتابی کرے | تسلی دل کی خرابی کرے

کرے طرح داغون سے وہ باغ کو | روانی اسی سے رز داغ کو

دل غمزدہ سے محبت اسے | قیامت خوشی سے عداوت اسے

رفتن درویش پیش انجمن و فغان از خویش و دلبری کردن وی بشان انجمن

زن زمرد کی ہون زبان سے بہ تنگ
ہوا ہون مین ساری قبیلے سے تنگ

سراغون دلمین طپیدہ ہون مین
کہ آہ بلب نارسیدہ ہون مین

تری دوری مین ہو پہونچی ہے ای حبیب
ہوا اب دم واپسین بہی قریب

جگر تو ہو پانی بہا غم کے بیچ
یہ دم بہی ہوا ہی کوئی دم کو بیچ

سمجہنا یہ بہی ای مرے سر پہ خاک
کس امید پر مین ہوا ہون ہلاک

توجہ سے دراو پر نظر آ گئی
رہین آختین میری سر پہ نہی

نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ
یہ نہین ہوتی جاتی ہے حالت تباہ

دل و دیدہ سب مدعی ہوگئے
تماشائی مجہ پر بہت رو گئے

کئی بار جان لب پر آ پہر گئی
کہان ہے تو ای گل ہوا پہر گئی

یہ حیران ہون صبر آتا نہین
تصور ترا جی سے جاتا نہین

خراش جگر سے ہے جہائی ہین زرد
کہ جیسے ہوا جائے ہے رنگ زرد

رہا کرتی ہے داد بیداد یان
دل شب سے گذری ہے فریاد یان

سرہ تک آ دیکہہ یہ خستہ حال
کہ ہے نقش پا کی طرح پایمال

ترے دور غم مین تو جون کہیا
سنا ہی کیا نام مہر و وفا

نہ آیا نظر کے ادا ہے ولیک
نہ اتنا کہ جاتا رہا جی سے ایک

غم درد پنہان سے ہے گو آشکار — یہ مجھسے بیان کر کہ ہون رازدار

کہین دل لگا ہو تو یہ مجھسے کہہ — کہون اس سے جا کر غمین تو نرہ

جہان کو تو بھیجے وہان جاؤن مین — کہے کام جو تو بجا لاؤن مین

جو حورِ بہشتی بھی ہو تیری یار — کرون مین ملک کی طرح وان گذار

خدا جانے کیا جی مین بات آگئی — کہ میری بھی دلجوئی کچھ بہا گئی

یہ سنکر جوانِ زخود رفتہ نے — جگر سوختہ اور دل تفتہ نے

کیا سوزِ دل کو لبون پر نمود — زبان تاب کہانے لگی جیسے دود

سخن ہونے لاگے نمودار کچھ — لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچھ

کہ جس سے یہ معنی ہوئے مستفاد — کہ اے غمگسارِ دلِ نامراد

جو دلجوئی میری سے ہے مد نظر — تو یان ایک محلہ ہے ٹک قصد کر

نہین اوسکو درکار کچھ جستجو — سرا ایک ترسا کی ہے قبلہ رو

زبانی مری ورنہ یہ جا کے کہہ — کہ احوال سے میری غافل نرہ

ترے واسطے خوب رسوا ہوا — مرے سر پہ ہنگامہ برپا ہوا

تسلی شکیبائی مطلق نہین — پر اب تاب تنہائی مطلق نہین

رہی جب تلک تن مین تاب و توان — اٹھایا تحمل کا بارِ گران

نگہہ دار تھی سرمے چشم کی
شہید اسکی چشمک کی وخستگان
مژہ موجب قتل جمع کثیر
چھپین اسکے غمزے مین کتنی سنان
جبین کھول دی اس پریزاد نے
روان اس شب افروز رشک شمع
وہ مردون کو زندہ دوبارا کرے
پری منفعل رنگ رخسار سے
خضر تشنہ اسکے ہے دیدار کا
سوا اسکی باتون کی سب باتین ہین
غرض اور سب یونہین کہنے کو ہین
لب سرخ اسکے وہ گلبرگ تر
تبسم مین اپنے وہ برق بہار
دہن غنچۂ ناشگفتہ سے کم
تبسم تنگ گر وہ دلکش کرے

طرحدار تھی اپنے ہی خشم کی
نشانے نگاہونکے دل بستگان
غرض سب تھے یہ ایک ترکش کے تیر
نمایان ہوئی سب پہ مرگ جہان
کہ چھین نمائی خوبان نوشاد نے
نہین ہے ہوا روشن کہ تھی رشک شمع
مسیحا جہان سے کنارا کرے
خجل کبک انداز رفتار سے
مسیحا شہید اسکے بیمار کا
جسے سنکے مردے بھی جی جاتے ہین
مسیحا کی لب یونہین کہنے کو ہین
چھپین جن مین دندان کی سلک گہر
دم حرف ہوتے سگے آبدار
سخن رہرو راہ تنگ عدم
تو گلشن مین گل صد چمن غش کرے

صبا گر اوڑا اوے تنگ وا انکی خاک — تو نکلی زمین سے ول چاک چاک
کئی نعرہ کش وان کئی نعرہ زن — کئی خون گرفتہ گئے بے کفن
کئی ہیوطن وان سفر کر گئے — سسکتے ہین کتنے کئی مر گئے
ہر اک جان ہر شخص ناکام کی — ہوا دار اسکے لب بام کی
پہرون گرد ساقی نشتے مین ترے — گلابی بہی منہ کو لگا دی مرے
مجہے مست اس سے دیکے کر — چلیون جون قلم پہر بہی مطلب اپنو
سنا وہ جگر سوز پیغام جب — کئی آشنا حرف سے لعل لب
پڑہی اک رباعی نہ کر اعتبار — کہ مضمون جسکا یہ موزون ہے یار
کہ ہجر انہین جو بیقراری کرے — سر راہ فریاد وزاری کرے
نہ سوئے ورے نالون سے ہمسایہ کو — بہلی مرگ ایسی فرومایہ کو
محبت کی رہ مین یہ پہلا ہو گام — کہ سر سے گذر جائیے شاد کام
نہین شرط الفت مین چین چین — اگر پیش آوے دم واپسین
جو پہوٹا ہی پڑتا ہو جیسے آبلہ — وہ سے ہم مین واماندہ تھا فلمہ
نہ جو ہو سکے ہجر کا پایمال — تو بہتر ہی ہوتا ہے اوسکا وصال
گیا مین جواب اوس سے لیکر ادہر — سرہ تہا پامال غم وہ جدہر

639

کوئی رہ گیا تھا پیام جوان	جو تو پھر شتابی سے آیا میان
بیان کر جو کہتا ہو تجھکو شتاب	کہ ہے منتظر غیرت آفتاب
کہا مین نے ای پیر زن کیا کہون	عوا دار اِس نوجوان کا مین ہون
پیام اوسکا لایا تھا مین اِس لیے	کہ وہ بے اجل مرتا ہے ٹک جیے
سو یان سے گیا ایسا لیکر جواب	کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب
نہ تھی تاب حرف درشت اسکی تئین	گیا غم نے تھا نیم کشتہ اوسکی تئین
نہ مشغول یون نہین وہ زاری سے تھا	وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا
نہ سمجھی یہ رشک پری اسکی تئین	دکھائی ادی عشوہ گری اسکی تئین
چڑھا اون نے تیوری اک انداز سے	کہا بیمزہ ہوکے یون ناز سے
کہ جسکو نہو تاب لانے کی تاب	شتابی سے مرتا ہے اوسکا صواب
ہوا سامھنے اسکے مین حرف زن	یہ اسکی زبان سے کہا مین سخن
جوان سنتے ہی کرکے ادہر نگاہ	سفر کر گیا جان سے پھر کر آہ
یہی ماجرا کہنے آیا ہون یان	خبر اوسکے مرنے کی لایا ہون یان
کہا اس نے کہ ای کشتہ غم کی جان	گیا آخر الامر جی سے جوان
یہ کہہ دس قدم وان سے مین تھا چلا	کہ اک شور کانون مین میرے پڑا

کوئی نالہ بلبل سے ہے یادگار
خزان اس چمن مین ہی گل کی بہار

کہین ساقی دے آب گلرنگ کو
کشادہ ہی کر اس دل تنگ کو

گلے لگ کے مینا کے ٹک روئیے
فسانہ بہی آخر ہے اب سوئیے

مثنوی مسمی بخواب و خیال

خوشا حال اوسکا جو معدوم ہے
کہ احوال اپنا تو معلوم ہے

رہین جان غمناک کو کاہشین
گئین دل سے نومیدیون خواہشین

زمانے نے رکہا مجہے متصل
پراگندہ روزی پراگندہ دل

گئی کب پریشانی روزگار
رہا مین تو ہم طالع زلف یار

وطن مین نہ اک صبح مین شام سے
نہ پہونچے خبر مجہکو آرام کی

اوٹہاتے ہی سر یہ پڑا اتفاق
کہ دشمن ہوئی ساری اہل وفاق

جلاتے تہے مجہ پر جو اپنا دماغ
دکہانے لگے داغ بالاے داغ

زمانے نے آوارہ چاہا مجہے
مری بیکسی نے نباہا مجہے

رفیقون سے دیکہی بہت کج ادا
غریبی نے اک عمر کی ہمسری

مجہے یہ زمانہ جدہر لے گیا
غریبانہ چندے بسر لے گیا

بندہا اس طرح آہ بار سفر
کہ نہ زاد رہ کچہ نہ یار سفر

کبھو کف بلب مست رہنے لگا
کبھو سنبل وار دردست رہنے لگا
کبھو غرق بحر تحیر رہا ہون
کبھو سر بجیب تفکر رہا ہون

پڑی فکر جان سیرے احباب کو | اوڑا دیوین سب گھر کے اسباب کو
ہوئی پاس کوئی تفاوت ہی ہو | سراسیمہ کوئی محبت سے ہو
کسوئی مرطا اندوہ سے گر ہلاک | گریبان کسو کا مرے غم سے چاک
جو دیکھون تو آنکھونسے تو ہو یہ | نہ دیکھون تو جی پر قیامت رہے
کہے چشم بندی کو بار زغیر | و لے منزل دل مین اس مہ کی سیر
وہی جلوہ ہر آن کے ساتھہ تھا | تصور مرے جان کے ساتھہ تھا
اگر ہوش مین ہون و گر بیخبر | وہ صورت رہی میری پیش نظر
اسے دیکھون جیدہر کرون مین نگہہ | وہی ایک صورت ہزارون جگہہ
نگہہ گردش چشم سے فتنہ ساز | مژہ آفت روزگار دراز
عجب رنگ پر سطح رخسار کا | مگر تھا وہ آئینہ گلزار کا
جو آنکھہ اوسکی ہنسی سے جا کر گری | دم تیغ پر راہ چلنے پڑی
مکان کنج لب خواہش جان کا | تبسم سبب کاہش جان کا
دہن دیکھکر کچھہ نہ کہئے کہ آہ | سخن کی نکلتی تھی مشکل سے راہ
سزا ہے جگر اس کسو کے لئے | جو سیب ذقن اسکا بو کر جیے
گل تازہ شرمندہ اس رسی ہو | خجل اسکے مشکناب گیسو سے ہو

کہین بادہ حسن سے ...
کہین نقش دیوار و پیمانہ ہے
کہین جلوہ پرواز ...
کہین ایستادہ بصد رنگ ناز
ہر ایک جا سے نازسے وہ سبق
در و بام تصویر کا ... ورق

کہ جو ما کروں بید مجنون کی طرز
رہے یاد اوس سرو موزون کی طرز

رہوں زرد مین گاہ بیمار سا
پریشان سخن گہہ پر یدار سا

پری خوا لکو لا کوئی افسون پڑہے
کسنو سے کوئی جا کے تعویذ لاے

طبیبون کو آخر دکہایا مجہے
نہ پینیا جو کچہہ تہا پلایا مجہے

دوا جو لکہی سو خلاف مزاج
کہا اس خرابے کو کار علاج

کہ سر رشتہ تدبیر کا گم ہوا
دل اوپر ہجوم توہم ہوا

درون خود بخود دیجو اسی رہے
پریشان دلی اور اداسی رہی

کروں بیکلی جاؤں تا ہر کہین
نہ گہر مین لگے جی نہ باہر کہین

قیامت جنون کا رہے سر مین شور
کہیجا جاے دل کوہ و صحرا کی اور

رہے شوق سر در گریبان دل
ہوا کہینچے صحرا کو دامان دل

سر آشفتہ زلف گرہ گیر کا
قدم حلقہ در گوش زنجیر کا

جنون آہ درپے ہوا جان کے
مجوز ہوئے یار زندان کے

گیا بند اک کوٹہری مین مجہے
کہ آتش جنون کی نگروان بجہے

لب نان اک یار دینے لگے
دم آب دشوار دینے لگے

کہان علم کا کسب فرصت نہ آہ
ہوا کا ہی وان گشت وزن گاہ

جفا ضعف سے جستجو کیا کیا نہ تھی — اقامت گئی یوں کہ گویا نہ تھی
پس از چند آنکھیں بھی تھکنے لگیں — نگاہیں بھی کچھ کام کرنے لگیں
بندھا ناتوانی کا رخت سفر — کیا طاقت رفتہ نے منہ ادھر
کسے تھا مری زندگانی کا دھیان — ولیکن نہایت تھا میں سخت جان
لگی جان سی آنے اعضا کے بیچ — کوئی روز رہنا تھا دنیا کے بیچ
پھرا ناتوان میں بہت درد سے — کہ نزدیک تھا عالم گور سے
غلط کاری وہم کچھ کم ہوئی — وہ صحبت جو رہتی تھی باہم ہوئی
وہ صورت کا تھا وہم دیوانگی — لگی کرنے در پردہ بیگانگی
پس از دیر آنکھوں میں آنے لگے — نہ دو دو پہر منہ لگانے لگے
تڑپکے مری اور اس پیار سے — غریبانہ سر مارے دیوار سے
کہیں تنگ تسلی کہیں بیقرار — کہیں شوق سے میر کی اختیار
کہیں واسطے میر و روتی ہو خون — کہیں دست زیر زنخ جی ستون
کہیں دلکو اپنے دکھاوے مجھے — مری بیوفائی جتاوے سبے
کہیں دست بر دل وہ رشک قمر — کہیں حسرت آلودہ مجھ پر نظر
کہیں بیدماغانہ سر گرم ناز — کہیں آتش شوق سے جانگداز

کہیں وہ روش جس سے ...
کہیں وہ طرح جس سے ...
کہیں حرف زن اسطرح ناز سے
کہ دیکھا گیا دل کس انداز سے
کہیں وہ ادا جس سے معلوم ہو
کہ جیسے وہ عاشق کہ مجروح ہو
کہیں وہ سخن جو جگر خون کرے
کہیں حرف ایسے کہ مضمون کرے

غرض نا امیدانہ کرا کی نگاہ	نقش تو ہم گیا سوے راہ
نہ آیا کبھو پہر نظر اوس طرح	دکھاوے جلوہ گر اوس طرح
مگر گاہ سایہ سا مہتاب مین	ہو وہم سا عالم خواب مین
دل خو پذیر وصال دوام	ہے خوابمین روز و شب صبح و شام
اگر وصل خواب فراموش تھا	ولیکن وہی خواب کا جوش تھا
پلک سے پلک آشنا ہے وہی	ز خود رفتگی کی ادا ہے وہی
کھڑا ہون تو سوتا ہون اک قدمین	رگِ خواب دل ہے کفِ شوقمین
جو بیٹھا ہون خواب گران ہے مجھے	وہ غفلت جہان در جہان ہے مجھے
خیال اوسکا آوے کہ بس ہو رہا	تلے سر کے پتھر رکھون سو رہون
مجھے آپ کو یو نہین کھوتی گئی	جوانی تمام اپنی سوتے گئی
دکھایا نہ اوس مہ نے رو خواب مین	نہ دیکھا پھر اوسکو کبھو خوابمین
بہت ڈھونڈھ بیخبر ہو چکا	ہم آغوش طالع بہت سو چکا

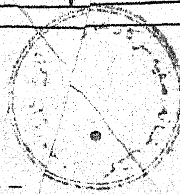
نہ دیکھا کبھی پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

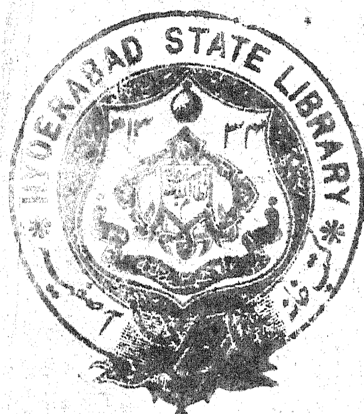
تمام شد

خاتمة الطبع

بحمد اللہ کہ کلیات نفیس سراسر [illegible] نفیس [illegible] صحیح [illegible] الطبع [illegible] شاعران [illegible] حسب الحکم [illegible] جناب منشی نولکشور صاحب [illegible] در مطبع [illegible] طبع ہوا اور [illegible]

اب پھر دوبارہ بحسن انتظام کارپردازان مطبع ماہ مارچ ۱۸۷۴ع مطابق ماہ محرم ۱۲۹۱ ہجری حلیۂ طبع سے آراستہ ہوکر بنظارت [illegible] بخش زیب دیدۂ مشتاقان ہوا فقط




HYDERABAD STATE LIBRARY